

71 سینچری نمبر

عراق سیریز

فیس ایک ڈیج

منظر کا سیم ایل

عراق سیرت

انٹرنیٹ نمبر

فیس آف دیٹھ

منظہر کلیم ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین! سلام مستنون!

میرا سوداں ناول پنچویں نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کسی بھی
اویس کے لئے وہ لمحہ یقیناً غمزدانہ طالع ہو رہا ہے جب وہ سوداں ناول
کو پڑھتا ہے کیونکہ سوداؤں کا اس کی زندگی میں ہی شائع ہو جانا دنیا بھر میں
پھیلنے ہوئے لاکھوں کروڑوں قارئین کی طرف سے اس کی حقیقی صلاحیتوں
کی پسندیدگی کا ایسا سرٹیفکیٹ ہوتا ہے جس کے مقابلے میں دنیا کے تمام
تھمے، ایوارڈ اور سرٹیفکیٹ بیچ بکرہ رہ جاتے ہیں اور اس کا سرے اختیار
رب کائنات کے سامنے سجدے میں جھک جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی
کرم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے یہ عزت بخش دے۔ یہ
اس کی بخشی ہوئی توفیق اور اسی کا کرم ہے کہ آج میں انتہائی غمزدانہ طالع
ساختہ اپنا سوداں ناول آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔
اپنے پہلے ناول سے لیکر سوداں ناول تیس آف ٹیجہ، تخریر کرنے تک
مجھے حقیقی طور پر ایک طویل سفر طے کرنا پڑا ہے۔ ایک ایسا سفر جس میں ہر قدم
پر آپ کی پسندیدگی، آپ کی ستائش اور آپ کی ولادت حسین نے مجھے حوصلہ
بخشا اور مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کی توقعات اور بلند معیار پر حاشیہ پورا کرتا
آپ یقیناً کہیں اس طویل حقیقی سفر میں آپ کے مشورے، آپ کی تنقید
اور آپ کی آراؤں نے میری تمام قدم پر راہنمائی کی اور مجھے جاسوسی ادب میں

اس ناول کے تمام اہم مقامات کو رد و لغات اور مبین کردہ جوڑے قطعاً فرضی ہیں۔ کسی قسم کی تجزیہ یا کئی علامت منہض تقاضی ہوگی جس کے بغیر مصنف، ریڈر اور قطعاً تہر و تہرہ نہیں ہو سکتے۔

ماہرین — اشرف قریشی

یوسف قریشی

_____ محمد یونس

6. 1992

منفرد، لازوال اور لافانی کہانیاں تخلیق کرنے میں ہر روز مدد دی۔ اس کے لئے میں آپ سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سچی سچی ہنر نویس آف ڈیجیٹل ایک ایسی کہانی ہے جس میں عمران اور سیرٹ سروں کی پوری ٹیم نے اپنی حیرت انگیز صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے کیا ہے۔ یہ ایک ایسا ناول ہے جو یقیناً صدیوں بعد صحت و طاس پر ابھرے اور جو باسوی ادب میں سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ناول آپ کے معیار کو اور بلند کر دے گا۔

والسلام

منظر ہ کلیم ایم اے

فضیلا میں غلابا زماں کھاتا ہوا جہاز ایک ہولناک دھماکے سے بارہ منزلہ عمارت سے ٹکرایا۔ اور اس کے ساتھ ہی ارد گرد کے پورے علاقے میں جیسے قیامت برپا ہو گئی۔ انسانی چیخوں کے ساتھ ساتھ انسانی اعضا بھی ہتھرتکوں کی طرح فضا میں بکھر گئے۔ عمارت کی دو منزلیں بھی مکمل طور پر تباہ ہو گئیں۔ اور جہاز میں موجود مسافروں کے ساتھ ساتھ جہاز کے کھرے ہوئے برزوں نے بھی اطراف کے پورے علاقے کو موت کی ہولناک گرفت میں لے لیا۔ یہ عمارت ایک مصروف بازار میں واقع تھی اور چوں کہ یہ واقعہ اچانک اور آناٹا ہوا تھا۔ اس لئے کسی کو ہچککنے کی مہلت ہی نہ مل سکی۔ اور عمارت کے ارد گرد سینکڑوں لاشیں بکھرتی چلی گئیں۔ تباہ ہونے والی عمارت کے جیسے جہاز کے طے سے زیادہ قیامت خیز تباہی مچائی۔

اور جب موت نے اپنے شکار آبادی میں سے جن کے اور علاقے پر پھیلنے والی دھول اور گرد کچھ چبھ گئی تو پولیس کی ایبویٹنس گارڈیوں کے سائرنوں نے پورے علاقے کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور موت کی دہشت سے بکے ہوئے قسمت سے زندہ بچ جانے والے لوگ جب باہر نکلے تو اس قدر تباہی کو دیکھتے ہی ان کے حلق سے بے اختیار جھین نکل گئیں۔ عمارت کے دونوں سائیڈوں میں بازار اور سڑکیں لاشوں اور زخمیوں سے اٹے پڑے تھے۔ مرد۔ بوڑھے۔ جوان۔ عورتیں اور معصوم بچوں کی لاشیں اور ان کے کٹے ہوئے اعضاء یوں بکھرے پڑے تھے کہ اچھے اچھے مضبوط دل بھی اس ہولناک اور دہشتناک قریب منظر کی تاب نہ لکھ کر بے ہوش ہو گئے۔

ادھر اس قدر تباہی۔ اس قدر ہولناک تباہی۔ ادھر غضب ہو گیا۔ پولیس چیپ میں سے اترنے والے پولیس کمشنر نے بے اختیار بر بڑا تے ہوئے کہا۔

اس کے سخت چہرے پر بھی دہشت اور خوف کے آثار پھیل گئے تھے۔

”یہ کیا ہو گیا مسٹر سلام۔ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ ادھر یہ کسی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ ایک لمبی کار سے اترتے ہوئے ایک اور عرصہ آدمی نے تقریباً دو تے ہوئے لمحے میں کہا۔

یہ سیکرٹری وزارت داخلہ واجد علی تھے۔ جن کی رہائش گاہ وہاں سے فقط بے ہی فاصلے پر تھی۔ اور شاید اسی لئے اعلیٰ حکام

میں سے وہ سب سے پہلا موقع پر پہنچے تھے۔

جناب۔ یہ ہولناک تباہی ایک مسافر جہاز کے عمارت سے ٹکرانے سے ہوئی ہے۔ جناب۔ واقعی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ پولیس کمشنر سلام نے کہا۔

اور پھر آہستہ آہستہ تقریباً پورا شہر ہی اس علاقے کے گرد اٹھ پڑا۔ زخمیوں اور لاشوں کو ہسپتالوں میں پہنچایا جانے لگا۔ اور جہاز کی ماسین نے اگر دیکھ کر بکھرے ہوئے جہاز کے ٹکڑوں کو سینٹنا شروع کر دیا۔ اخباری نمائندے اپنی اپنی اخباروں کو رپورٹیں پہنچانے میں مصروف ہو گئے۔ جب کہ فلی ویزان سیمروں نے اس ہولناک اور قیامت خیز منظر کو محفوظ کرنا شروع کر دیا۔

یعنی شاہدوں کے بیانات قلم بند ہونے شروع ہو گئے۔ اور ان لوگوں کو سنبھالنا جانے لگا جن کے عزیز واقارب اس ہولناک تباہی کا شکار ہو گئے تھے۔

جہاز نے دارالحکومت کے بین الاقوامی ایئر پورٹ سے چند لمبے عرصے ہی پر دائر شروع کی تھی۔ اور پھر فضا میں بلند ہوتے ہی اس نے نمایاں کھائی شروع کر دیں۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بلڈنگ سے ٹکرایا اور خوف ناک تباہی کا آغاز ہو گیا۔

یہ یقیناً کوئی تخریبی کارروائی ہے۔ دہشت گردی کی ہولناک واردات ہے۔ غرہ آف سیٹیٹ نے صحتی لمحے میں کہا۔

بالکل۔۔۔ لیکن ابتدائی اعتبار کے لئے پولیس کا اقدام ضروری ہے۔ میں دفتر جاکر سیکرٹ سروس اور ملٹی سیکرٹ سروس دونوں کو ان مجرموں کی جلد از جلد تلاش پر مامور کر دیتا ہوں۔ واجد علی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن جناب۔۔۔ یہی تو ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ اتفاقی ہو۔ جہاں کسی فنی خرابی کی وجہ سے گر کر عمارت سے ٹکرایا ہو۔ اگر تخریبی کارروائی کی جاتی تو جہاز فضا میں ہی دھمکے سے پھٹ جاتا۔ جبکہ عینی شاہدوں کے مطابق جہاز قلابازیاں گھاتا ہوا نیچے گرا۔ اور عمارت سے ٹکرانے کی بنا پر پشٹا۔۔۔ سیکرٹری نارجہ نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

"ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بہر حال حتمی فیصلہ تو تحقیق کے نتائج آنے پر ہی معلوم ہوگا۔ لیکن ابھی ہمیں پریس میں تخریبی کارروائی کا شبہ ظاہر کرنا ہوگا تاکہ حکومت پر کوئی الزام نہ آ سکے۔۔۔ خضر آف سیٹھ نے کہا۔

"لیکن جناب۔۔۔ اخبارات یہ بھی تو پوچھ سکتے ہیں کہ تخریبی کارروائی کرنے والے کون لوگ ہیں اور ان کے مقاصد کیا ہیں؟" سیکرٹری خارجہ شاید اپنی رائے پر ہی اڑے ہوئے تھے۔

"یہ بعد کی باتیں ہیں داس صاحب۔ ابھی تو بات صرف شبہ کی حد تک ہی محدود ہے۔" سیکرٹری داخلہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ مگر تیزی سے اپنی کار کی طرف

جی ٹان۔۔۔ اعتبار تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال اصل واقعات تو تحقیق کے بعد ہی سامنے آئیں گے۔ اور اگر واقعی یہ کوئی تخریبی کارروائی ہے تو مجرموں نے یقیناً انتہائی سنگ دلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایسے مجرموں کو کسی صورت بھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔" سیکرٹری وزارت داخلہ واجد علی نے سخت لہجے میں کہا۔

"لیکن جناب۔۔۔ اگر واقعی یہ تخریبی کارروائی ہے تو پھر یہ یقیناً اسی واقعے تک محدود نہیں رہے گی۔ اس لئے ہمیں فوراً ایسے حفاظتی انتظامات کرنے چاہئیں کہ اس جیٹا اور کوئی واقعہ پیش نہ آ سکے۔" شہر کے میئر نے کہا۔

بالکل۔۔۔ یہ بہت ضروری ہے۔ پولیس کمشنر۔ آپ اپنے عملے کو ہدایات دے دیں کہ وہ پورے شہر میں پھیل جائیں اور ہر لمحے چوکنار رہیں۔ کسی مشکوک آدمی کو چیک کئے بغیر نہ چھوڑا جائے۔ واجد علی نے قریب کھڑے پولیس کمشنر سے ملحق طلب ہو کر حکمانہ لہجے میں کہا۔

اور پولیس کمشنر میں سر ہوتے ہوئے تیزی سے اپنی جیب کی طرف دیکھے تاکہ ان ہدایات کو عملے تک منتقل کیا جاسکے۔

میئر نے خیالی میں ایسی واردات میں غوث عام مجرم نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی ایسے مجرم پولیس کے بس کا لوگ ہوتے ہیں۔ ایسے مجرموں کی تلاش کے لئے سیکرٹری جنسیوں کو حرکت میں لانا ہوگا۔۔۔ خضر آف سیٹھ نے کہا۔

تصویر ابھرائی۔

”یس۔۔۔ احمد علی کیا بات ہے؟۔۔۔ رام داس نے اس بار انتہائی سہکمانہ لہجے میں کہا۔۔۔ وزیر غلام صاحب نے ایک گھنٹے بعد ہنگامی میسنگ کال کی ہے۔ اور آپ کو اس میں شامل ہونا ہے؟ احمد علی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔۔۔ اور کسے؟۔۔۔ رام داس نے کہا اور مین آف کر کے اس نے میز پر رکھا ہوا قلم بند کر کے جنب میں ڈالا اور پیٹھ کو دوبارہ میز پر رکھ کر وہ اللہ کھڑا ہوا۔

لیتے ہوئے مشین کا بٹن آف کر دیا۔

”آج شاید باس نے زندگی میں پہلی بار غلطی معاف کی ہے۔۔۔ درندہ میرا تو خیال تھا کہ آج آخری وقت آپہنچا۔۔۔ رام داس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر میز کی دروازے سے اس نے ایک پیڈ نکال کر باس پر اور جنب سے قلم نکال کر اس نے کل پیشکش کیجٹ کو دیا۔ جلسے والی رپورٹ تیار کر فی مشورع کر دی۔ اس کاغذ تھا کہ دفتر اور پائش گاہ کی تفصیلات وہ یہیں تیار کرے۔ باقی فارمن مشر جناب صدر یعنی صاحب کی مصروفیات کل دس بجے معلوم کرے۔ وہ رپورٹ میں شامل کر دے گا۔۔۔ اسے یحشیت سیکرٹری سے کل کی عام مصروفیات کا بخوبی علم تھا کہ وہ جانتا تھا کہ اس ہولناک واقعے کے بعد شاید کل کسی عام مصروفیات منسوخ ہو جائیں۔ اور کوئی غلط بات رپورٹ میں شامل کرنے کا مطلب دردناک موت کی صورت میں ہم نکل سکتا تھا۔

ابھی اس نے آدمی رپورٹ ہی لکھی تھی کہ کمرے میں سٹی کی آواز گونج اٹھی۔ اور رام داس یہ آواز سنتے چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے باغ پرھا کر میز کے کنارے اندرونی طرف موجود ڈنوں میں سے ایک بٹن دبا دیا۔ اور دروازے کے قریب موجود ایک اور مشین چل پڑی۔ اس پر لگی ہوئی سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر ایک نوجوان

کے ہاڑ کے نیچے دہانے کا تصور تک ذکر کرتا تھا۔ بربک لگاتے ہی
 عمران نے کار کو بیک کیا اور اُسے واپس زیرِ بار کر اسٹنگ پر
 کھڑا کر دیا۔
 اُسی لمحے ایک ٹریفک سپاہی تیزی سے عمران کی کار کی طرف
 بڑھا۔

”ادھر سائیڈ میں لے آئیے کار۔۔۔ ٹریفک سپاہی نے بڑے
 کزخت لیے ہیں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
 کیوں۔۔۔ مم۔۔۔ میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی؟“

عمران نے انتہائی خوف زدہ انداز میں منکلاتے ہوئے کہا۔ اس کا
 انداز ایسا تھا جیسے سپاہی کی شکل دیکھتے ہی خوف سے اس کا
 رواں رواں کا نیپ اٹھا ہو۔

”ادھر لے آؤ گاڑی۔۔۔ یہ گاڑی چوری کی ہے؟“
 سپاہی کچھ زیادہ شیر ہو گیا۔

اور عمران نے بڑے ہبے ہوئے انداز میں کار ایک طرف
 کر کے روکی۔

”پچھ۔۔۔ پچھ۔۔۔ چوری کی۔۔۔ سنتری جی۔۔۔ مم۔۔۔ مم
 میں نے چوری نہیں کی۔۔۔ اس نے مجھے چوری کیا ہے؟“
 عمران بڑی طرح ہلکھار رہا تھا۔

”باہر آؤ۔۔۔ ابھی پتہ چل جائے گا کہ کس نے کسے چوری کیا
 ہے۔ میرا نام نادو ہے نادو۔۔۔ میں تو شکل سے ہی چوروں کو
 پہچان لیتا ہوں۔۔۔ سپاہی نے اپنی بڑی بڑی مونچھوں پر

ٹریفک سگنل کی سرخ بتی جلتے ہی عمران نے پوری قوت
 سے بربک پیڈل دبا دیا۔ اور اس کی کار کے ٹائر ایک
 زوردار بیج مار کر مڑک گئے سینے سے چمٹ گئے۔ یہ اس لئے
 ہوا تھا کہ پہلے عمران کا خیال تھا کہ وہ چوک کر اس کر جلے گا۔
 لیکن ابھی اس کی کار زیرِ بار کر اسٹنگ سے ذرا ہی آگے بڑھی
 تھی کہ سگنل کی سرخ بتی جل اٹھی۔ عمران جاہتا تو منہ رخ بتی کے
 باوجود چوک کر اسٹنگ کر سکتا تھا لیکن اس نے کبھی ایسا نہ کیا تھا
 ٹریفک کے قوانین پر سختی سے عمل درآمد وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔
 کیوں کہ اُسے معلوم تھا کہ ذرا سی جلد ہی بعض اوقات ناقابلِ تلافی
 جانی نقصان کا باعث بن جاتی تھی۔ اور عمران جو ملکی سلامتی
 کے مجرموں کو اتنی آسانی سے ہلاک کر دیتا تھا جیسے کوئی چٹکی میں
 مچھر کو مسل دے۔ لیکن عام حالات میں وہ ایک بلی کو بھی کار

کو اس طرح گھسیٹ کر لگاتے دیکھ کر پیدل گزرنے والے تجسس اور دل چسپی کی وجہ سے چوک پر اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔

”کیا بات ہے نا درخان۔ اس بے چارے کو کیوں اس طرح کچھ کر لادے ہو۔“ چوک پر کھڑے ہوئے ایک سپاہی نے نا درخان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اسلم خان۔ یہ کار چور ہے۔ کار چور۔ بہت بڑا کار چور۔“ نا درخان نے بڑے فخریہ انداز میں کہا۔

اور کار چور کا سنتے ہی سپاہیوں کے ساتھ ساتھ دلوں اکٹھے ہونے والے لوگ بھی بڑی طرح چوک بڑھے۔ اب وہ سب حیرت سے عمران کی شکل دیکھ رہے تھے جس کے عجیب و غریب ٹیکنی کھلباس کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے کی کیفیات بھی عجیب تھیں۔ اچانک خوف کی ایک آفتاب سی اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں خوف کے نمایاں تاثرات تھے۔

”مم۔ مم۔ میں کار چور نہیں ہوں چور کار ہوں۔“

عمران نے گلگیاٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

”چور کار۔ دہ کیا ہوتا ہے۔ دوسرے سپاہی نے

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کاہل اور شست کو کہتے ہیں۔ ڈیڈی مجھے ہی کہتے

ہیں۔“ عمران نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ارے کام چور کہو۔ چور کار کیا ہوتا ہے؟“

دوسرے سپاہی نے اپنی قابلیت کی پوری طرح نمائش کرتے

بڑے فخریہ انداز میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

عمران نے بڑے سستے ہوئے انداز میں کار کا دھواڑہ کھولا وہ

اس وقت اپنے مخصوص ٹیکنی کھلباس میں تھا۔ چونکہ آج

کل اس کے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا۔ اس نے ہوٹل گدی کا شغل

کرتا پھیر رہا تھا۔ اب بھی وہ کسی اچھے سے ہوٹل میں جا کر دوپٹا

کا کھانا کھانا چاہتا تھا۔ کہ سپاہی نے اسے چوک پر دھر لیا۔

اور ظاہر ہے عمران بھلا آفرینج کے ایسے مواقع کہاں ملتے

جانے دیتا تھا۔ اس لئے اس نے بھی بے داغ اداکاری کا

آغاز کر دیا اور سپاہی کی آنکھوں میں ابھرنے والی چپک سے

ظاہر ہو رہا تھا جیسے اس نے بین الاقوامی کار چوروں کے سرعے

کو پکڑ لیا ہو۔

عمران کے باہر نکلتے ہی اس نے جلدی سے عمران کا بازو

پکڑ لیا۔ جیسے اسے خطرہ ہو کہ عمران کا دے نکل کر فرار ہو

جائے گا۔

”ارے ارے۔ میرا بازو۔ ارے تمہارا ہاتھ بے

پلاس ہے۔ اڑو۔ اڑو۔ میری پڈی ٹوٹ جائے

گئی۔“ عمران نے تقریباً دو دینے والے لہجے میں کہا۔

”نا درخان کی پکڑ سے بڑے بڑے سودا نہیں نکل سکے۔“

کیسے نکل جاؤ گے پٹنوزے۔“ نا درخان نے بڑے استہزاء

انداز میں کہا اور عمران کو بازو سے پکڑے چوک کی ایک سڑک

کی طرف بڑھنے لگا۔ جہاں دو اور سپاہی بھی موجود تھے، عمرا

ہوئے کہا

”کام چور۔ ارے ماں۔ واقعی ڈیڈی ہی پری کہتے ہیں۔ میں منتری جی۔ جڑے کی زبان ہے غوطہ کھا جاتی ہے ویسے ایک بات ہے بزرگ کہتے ہیں گھرائی میں موتی جوتے ہیں۔ اس لئے غوطہ گھرا ہونا چاہیے۔“ عمران کی زبان چل پڑی۔ اب وہ چوک پر ایک کافی بڑے مجمع کے درمیان جھپو بنا کھڑا تھا۔
”ایسے سیدھی طرح بات کر۔ زیادہ قابلیت بھاڑنے کی کوشش کی تو ایک تھپڑ میں بتیسی نکال دوں گا۔“ نادر خان نے خوشخوار بے چین کہا۔

”بب۔ بب۔ بابا۔ تم شاید ڈیفنل پیسٹرسٹ ہو۔ واہ۔ کیا صدری نسخہ ہے، سالمہ بتیسی باسٹ۔“ عمران نے سہم کر کہا۔ اور مجمع اس کی بات سن کر کھل کھلا کر ہنس پڑا۔
”تم لوگ یہاں کیوں کھڑے ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔“ نادر خان اب مجمع پر امٹ پڑا۔ لیکن لوگ بھلا اس قدر دلچسپ موقع ہاتھ سے جانے دیتے تھے۔

”نادر خان۔ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ کار چور ہے۔ مجھے تو یہ کوئی احمق سا نوجوان نظر آتا ہے۔“ دوسرے سپاہی نے نادر خان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بالکل بالکل جناب۔“ غافل احمق۔ سچا نے سرکار کیسے انہیں درد دی پہنا دیتی ہے۔“ عمران نے بڑے غصے سے بھرے انداز میں سر ملاتے ہوئے کہا۔

اور اس بار مجمع کے حلق سے ٹکٹے والے قہقہے اس قدر زوردار تھے کہ ارد گرد کا علاقہ گونج اٹھا۔ وہ عمران کا اشارہ بخوبی سمجھ گئے تھے۔ نادر خان کے تو جیسے تن بدن میں آگ جگ گئی۔ اس نے بڑی تیزی سے ہاتھ تھما یا۔ وہ شاید پوری قوت سے عمران کو تھپڑ مارنا چاہتا تھا لیکن عمران انتہائی پھرتی سے نیچے جھکا اور نادر خان کا تھپڑ مٹا ہوا ہاتھ پوری قوت سے اپنے ساتھی سپاہی کے گال پر پڑا۔ چٹاخ کی زوردار آواز کے ساتھ ہی نادر خان کا ساتھی جھپٹا ہوا زمین پر جا گرا۔

”اچھا اچھا۔ تو آپ بتیسی نکلا رہے ہیں۔“ ویکیموں نکلی ہے۔ کیسی ہوتی ہے۔“ عمران نے تھپڑ تھاکر گرے ہوئے سپاہی پر تیزی سے جھکے ہوئے کہا۔

اور مجمع کے قہقہوں نے اس بار تو شاید ساری ٹریفک ہی روک دی۔ ہر شخص تیزی سے ادھر ہی دوڑا ہوا آ رہا تھا۔ نادر خان بالگوں کی طرح کبھی عمران کو دیکھتا اور کبھی زمین پر پڑے ہوئے اپنے ساتھی کو جسے اب عمران اٹھا رہا تھا۔ اس کی شاید سمجھ میں اب تک نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ نیچے گرا ہوا سپاہی جیسے ہی اٹھا اس نے پہلے تو منہ بھر کر نادر خان کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اور پھر وہ یوں اس کی طرف لپکا جیسے اُسے کچا ہی چبا جائے گا۔

”ارے ارے۔“ یہ کیا۔ ٹریفک کے محافظ اگر آپس میں ہی ایک سیڈ ٹکٹ کرنے لگے تو ٹریفک کون کنٹرول کرے گا؟

عمران نے دوسرے سپاہی کے درمیان میں آکر اُسے روکتے ہوئے کہا۔ اس کا اتنا نالایا تھا جیسے وہ یہاں بطور مجرم نہیں بلکہ بیچ بچاؤ کرانے آیا ہو۔

”کیا جو رہا ہے۔ کیوں مجمع اکٹھا کیا ہوا ہے؟“
ایک ایک دعاؤتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور پھر مجمع چیرتا ہوا ایک ٹریفک سارجنٹ وٹاں پہنچ گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت تھی۔

نادر خان نے مجھے تعظیم دلا ہے!
دوسرے سپاہی نے دو دینے والے انداز میں شکایت کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن جناب۔ نادر خان تو ڈنٹل سپیشلسٹ ہے۔ وہ شاید ان صاحب کی بتیسی باہر نکال رہے تھے۔ ویسے جناب بڑا اچھا نسخہ ہے۔ نہ ہی انجکشن لگانے کی ضرورت۔ نہ ادواؤں کی۔ نہ سرسری کرنی پڑی۔ بس ہاتھ گھمایا اور بتیسی باہر۔“
عمران نے سارجنٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔
”کیا کیئے ہو۔“
نادر خان کیا بات سے۔ کیا اسی لئے تہا بادی ڈیوٹی میں نے یہاں لگائی تھی۔“
ٹریفک سارجنٹ عمران کو جھاڑ کر نادر خان پر چڑھ دوڑا۔

”بچ۔ جناب۔ یہ کارچور ہے۔ میں اسے پکڑ لایا۔ میں اسے تھپڑ مار رہا تھا کہ یہ نیچے جھیر گیا اور میرا ہاتھ اسلم خان کو لگا۔ جناب میرا قصور نہیں ہے۔“
نادر خان کی ساری

پچھے خانی غائب ہو چکی تھی۔ اور اب وہ بڑے مسے سے بچے میں بات کر رہا تھا۔

”کارچور۔ کون کارچور۔ کسے پکڑ لائے تھے؟“
ٹریفک سارجنٹ کارچور کا سننے ہی سارا اچھکڑا بھول گیا۔ وہ حیرت سے مجمع کو دیکھ رہا تھا۔

”یہ جی۔ یہ شخص کارچور ہے۔“
نادر خان نے جلدی سے عمران کا بازو پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
”یہ۔ یہ کارچور ہے۔ کیوں؟“
ٹریفک سارجنٹ حیرت سے عمران کو دیکھنے لگا۔

جس نے بڑے مطمئن انداز سے نادر خان کا ہاتھ پر سے جھٹک دیا تھا۔

”ان سے ہی پوچھیں جناب۔ کسی مجھے کارچور کہتے ہیں کبھی کام چور۔“
عمران نے بڑے مصحوم سے ہلے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”نادر خان۔ تم کیسے کہتے ہو یہ کارچور ہے؟“
ٹریفک سارجنٹ نے نادر خان سے پوچھا۔ اُسے شاید عمران کی شکل دیکھ کر اس کے کارچور ہونے کا یقین نہ آیا تھا۔

”جناب۔ اس نے ٹریفک سگنل توڑنے کی کوشش کی تو میں نے اس کی کار ایک طرف گوائی۔ اس نے خود ہی تسلیم کیا کہ کارچوری کی ہے۔“
نادر خان نے اُبھے ہوئے ہلے میں کہا۔

”آپ ابھی گاڑی کے کاغذات پوچھ رہے ہیں۔ ظاہر ہے۔
 یل گاڑیاں ٹھکمرے دیلوے چلاتا ہے۔ میں تو نہیں چلاتا کہ ان
 کے کاغذات میرے پاس ہوں۔“ عمران نے منہ بناتے
 ہوئے جواب دیا۔ اس بار مجمع کے قہقہوں نے آسمان سر
 اٹھایا۔

”تم۔ تم۔ میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ تمہاری یہ
 برأت۔“ ٹریفک سارجنٹ بڑی طرح بھڑکیا۔
 ”آہستہ ہوئے جناب۔ میں شریف شہری ہوں۔ آپ
 کی طرح باوردی ملازم نہیں ہوں کہ افسروں کی بھانڈیں کھاتا
 ہوں۔ میں تو بھاریوں کی بجائے ان کے پھل کھاتا ہوں۔“
 عمران نے اس بار سچاٹ ہنسنے میں کہا۔ اور مجمع میں دلی دہی
 بھنی ابھرنے لگی۔

”نادرخان۔ اسلام خان۔ جھگاوان کو۔“ دفعہ کرد
 سب کو۔“ ٹریفک سارجنٹ نے مجمع کی ہنسی پر ہانگی ہوتے
 ہوئے کہا۔

”سب کو۔“ یعنی مجھے بھی اجازت ہے۔ پہلے بھی بڑی دیر
 ہو گئی ہے۔“ عمران نے مڑتے ہوئے کہا۔
 ”تم ٹھہرو۔ تم کہاں جا سکتے ہو۔ مجھے واقعی تم کوئی بہت
 بڑے مجرم نظر آ رہے ہو۔“ ٹریفک سارجنٹ نے بڑے
 غصیلے انداز میں عمران کا بازو پکڑتے ہوئے جبراً کہہ دیا۔

”یعنی میں مجرم ہوں نہیں۔“ نظر اٹھا ہوں۔ واہ۔ کیا

کہاں ہے وہ کار؟“ ٹریفک سارجنٹ نے کہا۔
 ”ادھر۔“ دوسری طرف کھڑی ہے جناب۔“ نادرخان
 نے جواب دیا۔

”کاغذ کہاں ہیں۔“ ٹریفک سارجنٹ نے اس بار عمران سے
 مخاطب ہو کر کہا۔

”کاغذ۔“ کاغذ تو شیشی کی دکان پر ہوتے ہیں۔ آپ کو
 اتنا بھی نہیں معلوم۔“ عمران نے بڑے معصوم سے ہنسنے
 میں کہا۔ اور مجمع ایک بار بھڑکنس پڑا۔

”سیدھی طرح بات کرو۔ میں گاڑی کے کاغذات پوچھ
 رہا ہوں۔“ ٹریفک سارجنٹ نے غصیلے ہنسنے میں کہا۔
 ”گاڑی کے کاغذات۔“ وہ تسمہ کار کے پاس ہوں گے۔
 ”مم۔ مم۔ میرا کیا تعلق۔“ عمران نے بونکھائے ہوئے
 ہنسنے میں جواب دیا۔

”سمر کار کے پاس۔ کیا مطلب۔ کیا یہ سمرکاری گاڑی
 ہے۔“ ٹریفک سارجنٹ نے بڑی طرح چوہکتے ہوئے
 کہا۔ اور اب مجمع بھی حیرت سے عمران کو دیکھنے لگا۔

”نہرگاڑی سمرکاری ہوتی ہے جناب۔“ آخر حکومت نے
 ٹھکمرے دیلوے بنایا کس لئے ہے۔“ عمران نے میدھا سادھا
 جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھکمرے دیلوے۔ کیا بک رہے ہو۔“ ٹریفک سارجنٹ
 نے بڑی طرح الجھ کر کہا۔

خوب مجرم شناسی ہے۔ آپ کو متذہن مجرم شناسی ملتا ہے؟
 عمران نے اپنا بازو پھرا دیا کہہ کر۔
 "کار کے کاغذ کہاں ہیں۔ جلد ہی بتاؤ۔ ورنہ ابھی جیل بھیج دو
 گا۔" ٹریفک سارجنٹ نے کہا۔
 "کار کے کاغذ کمال ہے۔ اب کاغذ کی کار بھی بننے لگے
 ہے۔ مگر بننا اب۔۔۔ میری کار تو اب سے جی ہے۔ کار کا لو
 پیش کر سکتا ہوں۔" عمران نے معصوم سے بچہ میں کہا۔
 "اوہ۔۔۔ تم بہت گھبرائے ہو۔ ٹریفک ہے۔۔۔
 تمہارے۔۔۔ ٹریفک سارجنٹ نے اُسے غور سے دیکھتے
 کہا۔

"گھبرا گئے ہو۔ کمال ہے۔۔۔ ابھی مجرم لگ رہا تھا
 اب گھبرا گئے لگ گیا ہوں۔" عقوبتی دیر اجدا دینچا گئے لگور
 پھر چوڑا لگوں گا۔۔۔۔۔۔ عمران کی زبان پل پڑی
 اور مجمع کی ہنسی ایک بار پھر سنارٹ ہو گئی۔
 "سٹاپ۔۔۔ تم ضرورت سے زیادہ بکواس کرنے
 عادی ہو۔ چلو تمہارے۔۔۔ وہاں جا کر دیکھو گا تمہاری زبان
 کتنی چلتی ہے۔" ٹریفک سارجنٹ نے غصے کی شدت
 سے برسی طرح بگڑتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے
 بڑی پھرتی سے اپنا سر وں ریو اور نکال لیا۔

"اے۔۔۔ بڑا خوب صورت ریو اور ہے۔۔۔
 دکھانا تو۔۔۔ عمران نے ایک نکتہ انتہائی معصوم سے بچ

کہا اور ایک جھگے میں اس نے ہاتھ بڑھایا تو دوسرے ریو اور
 اس کے ہاتھ میں تھا۔۔۔ ٹریفک سارجنٹ ایک لمحے کے لئے
 نورشند رہ گیا لیکن دوسرے لمحے وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ اس کے
 ساتھ ساتھ ٹاؤرخان اور اسلم سپاسی جواب کھڑے ہٹا شا دیکھ
 رہے تھے۔ عمران کے ہاتھوں میں ریو اور دیکھ کر برسی طرح
 گھبرا کر پیچھے کی طرف ہٹے۔ مجمع بھی گھبرا گیا۔ ان سب کا خیال
 تھا کہ ابھی عمران فائرنگ کرتا ہوا فرار ہو جائے گا۔ لیکن دوسرے
 لمحے ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب عمران نے
 بڑے معصوم سے انداز میں ہاتھ میں تھا ریو اور ریو اپس ٹریفک
 سارجنٹ کے ہاتھ میں دے دیا۔

"تم آفر ہو کیا چیز؟" ٹریفک سارجنٹ اب پوری طرح
 بچ ہو چکا تھا۔

"یہ تم نے پہلی بار کام کا سوال کیا ہے مسٹر ٹریفک سارجنٹ؟
 اچانک عمران کا لہجہ بدل گیا۔ اور ساتھ ہی اس کے چہرے پر
 موجود احمقانہ آبشار انتہائی باوقار سنجیدگی میں تبدیل ہو گئی۔ اور
 یہ تبدیل اس قدر حیران کن تھی کہ ٹریفک سارجنٹ اور مجمع یکجہت
 دم بخود ہو کر رہ گئے۔

عمران نے حیب سے ایک کار ڈکالا اور اُسے ٹریفک سارجنٹ
 کی طرف بڑھا دیا۔

"نو پڑھو۔۔۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ تم کس پر ریو اور نکالتا ہے۔
 رہے تھے۔ عمران نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔ دھکا
 دے گئے تھے۔

ٹریفک سارجنٹ نے حیرت سے دم بخود انداز میں عمران سے بات کی۔
 "اگر ڈیڑھ گھنٹہ اور پھر جیسے ہی اس کی نظر سب کا رڈ پر پڑیں اس کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور دوسرے نے اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں عمران کو سیلوٹ کر دیا۔ کار ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔ ٹریفک سارجنٹ کو سیلوٹ کر دیکھ کر سپاہیوں نے بھی بوکھلاہٹ میں سیلوٹ بھاڑے۔ اور نادر خان کا دلچسپ توبیک تحت زور پڑ گیا تھا۔

"کیا خیال ہے اب تم تینوں کی پیشیاں اتار دوں۔ دھیرے دھیرے کمزور اچھے بہتیں۔ یہی کام کرتے ہو تم۔" کمر شریف آؤ کر پکڑ کر ذیل کرتے ہوئے عمران نے غراتے ہوئے کہا۔
 "مم۔ مم۔ معافی چاہتا ہوں سر۔ مم۔

..... ٹریفک سارجنٹ کی زبان تریبی طرح لڑا جھمی۔ ادھر مجمع بھی ہم کر خاموش ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ کوئی بہت بڑا افسر ہے۔ جسے غلطی سے وہ کا چوہ بنا کر لائے ہیں۔

"ہو تو دکھاؤں گا فڈ گاڑی کے ٹی۔ عمران۔
 تلخ لہجے میں کہا۔

"سورہی سر۔ سر۔ معافی سر۔.....
 اس بار ٹریفک سارجنٹ کے ساتھ ساتھ دونوں سپاہیوں کھاتے ہوئے کہا۔

ایک شرط پر معافی دے سکتا ہوں کہ تم دو

اسی اور ٹریفک سارجنٹ تم تینوں میری گاڑی کو دھکا لگا کر ان سارے مجمع کے سامنے چوک کر اس کراد۔ تاکہ ہمیں اس سب کے کہ تم عوام کے خادم ہو ان کے آقا نہیں سمجھے۔ ہوو ط منظور ہے یا پھر....." عمران نے عزائے دئے کہا۔

"مم۔ مم۔ منظور ہے جناب۔ ٹریفک سارجنٹ دونوں سپاہیوں نے فوراً ہی عالی بھرنی۔ گوان کی نظروں میں ان کی رسوائی کی حد تھی۔ بہر حال بطرفی سے تو بچ سکتے تھے۔
 "چلو۔ پھر جلدی کرو۔ پہلے ہی تم نے میرا بہت وقت ضائع کر دیا ہے۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور تیزی سے اپنی دکی طرف بڑھنے لگا۔

ٹریفک سارجنٹ اور دونوں سپاہی مجرموں کے سے انداز میں دھکا لگائے اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ جب کہ پورا مجمع یہ بات سمجھ کر دل چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ تھا۔ شاید ان کی زندگی کا انوکھا ترین واقعہ تھا کہ ٹریفک سپاہی اور ٹریفک سارجنٹ چوک پر کسی گاڑی کو دھکا لگائیں گے۔ اب پورے چوک کی ٹریفک بند ہو گئی۔ ریسرگوشیوں میں بات بہت دھکم پھیل مچی تھی۔ اور وہاں بے پناہ جوش اٹھ رہا تھا۔ شروع دھکا تھا۔ عمران نے کار کا دروازہ کھولا اور شیرنگ پر بیٹھ گیا۔ جب کہ سپاہیوں اور ٹریفک سارجنٹ نے عمران کی کار کو دھکا لگنا شروع کر دیا۔ ان تینوں کے چہرے لگے ہوئے تھے۔

اور یوں لگتا تھا جیسے وہ کار کو دھکا نہ لگا رہے ہوں نہ پچانسی پہ چڑھنے جا رہے ہوں۔ غلام پر ہے وہ تو اپنے آپ کو عوام میں بلند تر کوئی چیز سمجھتے تھے۔ ورنہ تو یہ بھی ٹریفک پولیس کے خلاف میں شامل ہے کہ وہ عوام کی خدمت کے لئے کوئی دقیقہ فرنگ نہ نہ کریں۔

عمران کی کار دھکیلتی ہوئی جب چوک کراس کر گئی تو عمران نے بڑے شاعر کا کر دیا۔ اس کے خیال میں اتنا ہی کافی تھا۔ کار شارت ہوئے ہی ٹریفک سارجنٹ اور دونوں سپاہی عمران سائیڈ پر آئے اور انہوں نے ایک بار پھر اسے سیلوٹ مارا۔ کار ڈا ابھی مکان ٹریفک سارجنٹ کے ماتھے میں دبا ہوا تھا۔

”سنوے کتنے پڑھے ہوئے ہو؟“ عمران نے جگہ بدلتے ہوئے ٹریفک سارجنٹ سے پوچھا۔

”سر۔ ایف۔ اے پاس ہوں سر۔“ ٹریفک سارجنٹ نے جھکاتے ہوئے کہا۔

”پھر تو توڑی بہت انگریزی پڑھے ہی لوگے۔ اب میرے جگہ کے بعد کار کو غور سے پڑھنا۔ اس پر انسپکٹر جنرل آف پولیس نہیں بلکہ انسپکٹر جنرل آف پبلک ٹکھا ہوا ہے۔ اور پورا اور پبلک کے درمیان جو فرق ہے وہ تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔ اس نے بیک مرر میں دبا کر ٹریفک سارجنٹ نے بوکھلا کر ماتھے میں کپڑے ہونے کا

دیکھا اور دوسرے لمحے وہ یوں اچھلا کہ جیسے اس کے پیروں تلے آچھٹ پڑا ہو۔ بیک مرر میں دور سے بھی اس کا جھوٹا ہوا ہنرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ اور عمران جانتا تھا کہ اب وہ اسے ہیوی موٹر سائیکل کی طرف دوڑ لگانے گا۔ اور پھر انتقام کی آگ میں تپ کر اس پر چڑھ دوڑے گا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ جب تک وہ اس کے پاس پہنچتا وہ لگے موڑ کے فریب رانا دس میں پہنچ چکا ہوگا۔ چنانچہ اس نے مسکرا کر کار کی رفتار دیرینہ کمادی وہ دل ہی دل میں ٹریفک سارجنٹ اور سپاہیوں کی حالت زاد پر لطف اندوز ہو رہا تھا۔ یہ ایسی چوٹ تھی جو شاید انہیں عمر بھر یاد رہے گی۔

ہوا۔ ایئر کنڈیشن ڈبے کے کوئی بھی مسافروں سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ ایئر کنڈیشن ڈبے تقریباً ٹرین کے وسط میں تھا۔ نوجوان بریٹ کیس مہیا کیے تیزی سے مشین کے لیٹرین کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس نے بڑی پھرتی سے بریٹ کیس کو واٹر ٹینک کے پیچھے ڈبے کی دیوار کے درمیان خلا میں پھنسا دیا اور پھر برقی رفتار سے باہر آ گیا۔ لیٹرین کا دروازہ بند کر کے اس نے جیب سے ایک مڑا ہوا کیل سا نکالا اور اس کے لاک میں ڈال کر اسے مخصوص انداز میں گھما دیا۔ ٹرین ابھی اسٹیشن کے آخری حصے پر تھی، اور دوسرے اسٹیشن پر کھڑے ہوئے لوگ اپنے اپنے عزیز واقارب کو ہاتھ جلا رہے اور اداع کہہ رہے تھے۔ جب کہ ٹرین کے ہر دروازے اور کھڑکی سے لوگ باہر نکلتے ہوئے تھے اور وہ سب بھی ہاتھ جلا رہے اپنے عزیز واقارب کو سلام کر رہے تھے۔

غیر ملکی نوجوان لیٹرین کا دروازہ لاک کر کے تیزی سے دوسری طرف کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اُسی لمحے ٹرین کی رفتار ہلچکا کھا کر تیز ہونے لگی۔ لیکن غیر ملکی نوجوان انتہائی پھرتی سے نیچے اتر کر کچھ لمحے ٹرین کے ساتھ ساتھ دوڑتا رہا پھر گر گیا۔ اس طرف چوں کہ لوگ کھڑے ہوئے اور دروازوں میں موجود نہ تھے۔ اس لئے وہ رکنے کے بعد اس وقت تک کھڑا رہا جب تک ٹرین کا آخری ڈبہ نہ کھل گیا۔ وہ اب جاتی ہوئی ٹرین کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ موجود تھی۔ اس

سچے ایکسپریس لیٹرین داران حکومت کے بیٹے دیو۔ اسٹیشن پر آ کر رکی تو سب کھیلوں افراد ٹرین سے اترے اور اس میں سوار ہوئے۔ یہ مملکت بھاشا نہ کی مین ٹرین تھی۔ ہر ہر وقت بے پناہ روشن رہتا تھا۔ اور اس وقت بھی عام حالات کی طرح ٹرین کا ہر ڈبہ غور توں اور مردوں سے بھرا ہوا تھا۔ خاص طور پر پشور کلاس کے ڈبوں میں جن کی تعدد خاصی تھی۔ مسافروں کا اس قدر جھوم تھا کہ تل دھرنے کی جگہ

بھی ٹرین کے آگے بڑھے گا وقت ہوا تو کارڈ نے جھنڈی دو اور ٹرین دواگلی کی دسل دے کر آہستہ آہستہ کھینے لگی۔ اسی اس کے ایئر کنڈیشن ڈبے کے سامنے کھڑا ایک غیر ملکی نوجوان جس کے ہاتھ میں ایک بریٹ کیس تھا۔ بیک کر ڈبے میں دا

قدامت کی پورٹ ملتی رہے۔ آرنلڈ نے جواب دیا۔
 کرنل شریف۔ لیکن اس سے پہلے اس کا نام ہمیں
 نہیں بتایا گیا۔ چارلس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 اس وقت کرنل شریف ملک سے باہر تھا۔ اور اس کی
 اسی کی ابھی کوئی توقع نہ تھی۔ لیکن شاید سوانی جہاز کے
 حادثے کے بعد اسے جنگی طود پر واپس بلا لیا گیا ہے۔ وہ
 آج صبح ہی واپس آیا ہے۔ آرنلڈ نے جواب دیا۔
 ”اگر وہ تیز طراد اور ذہین آدمی ہے تو مشن سے پہلے اس کا
 ماتمہ کیا جانا ضروری ہے۔“ چارلس نے کہا۔
 ”میرا خیال ہے ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ
 سی بی کے ہمارے لئے خطرہ ثابت ہونے لگا تو پھر اس کا ماتمہ
 یا جاسکتا ہے۔ اور اس کا ماتمہ کچھ زیادہ مشکل بھی نہیں ہے۔
 بول کہ اس کا چیت اسسٹنٹ کمیشنر تمیز الدین جسے کمیشن
 یز می کہا جاتا ہے انتہائی عیاض ٹائپ آدمی ہے اسے آسانی
 سے بلیک میل کر کے کرنل شریف کا ماتمہ کرایا جاسکتا ہے۔“
 آرنلڈ نے جواب دیا۔

بہر حال تم پوری طرح ہوشیار رہنا۔ اس کے متعلق بھی ہمیں
 وقت پر پوریں ملنی چاہئیں۔ ہم مشن کے آغاز سے پہلے اس
 اس میں موجود ہر خطرہ کو دور کر دینا چاہتے ہیں۔ اور کمیشنر تمیز
 دوریان میں لاسے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کام ہم خود کر
 لیتے ہیں۔ اس کے لئے سہارے کی ضرورت نہیں۔ تم صرف

”اوسکے۔ اگر ایسا ہو جائے تو مشن کی کامیابی اور زیادہ
 قریب ہو جائے گی۔“ آرنلڈ نے جواب دیا۔
 ”یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ بھاشانہ کے لوگ ہمارا مقابلہ نہیں
 کر سکتے۔ یہ ابھی ہماری ذہانت اور کارکردگی سے سیکڑوں
 سال پیچھے ہیں۔ تم بس اتنا کر دو کہ حکام اور عوام کے رد عمل
 سے ہمیں برابر مطلع کرتے رہو۔ تاکہ ہم اس کے مطابق اپنے
 مشن کو آگے بڑھا سکیں۔“ چارلس نے کہا۔
 ”بلیک ہے باس۔ ویسے میرا خیال ہے کہ سوانی جہاز
 کے حادثے کے بعد اب ٹرین کے اس خوف ناک حادثے
 نے پورے بھاشانہ کو مار کر رکھ دیا ہے۔ اور شاید صدر
 مملکت کوئی جنگی میٹنگ کال کریں۔“ آرنلڈ نے توقع
 ظاہر کرتے ہوئے کہا۔
 ”اگر ایسا ہو سب آرنلڈ۔ تو ہمیں اس میٹنگ کی مکمل
 کارروائی سے باخبر ہونا چاہیے۔“ چارلس نے تیز لہجے
 میں کہا۔

”آپ بے فکر ہیں۔ ٹیپ شدہ کارروائی آپ تک
 پہنچ جائے گی۔ میں نے سب کچھ سوچ کر پہلے ہی منصوبہ بندی
 کی ہوئی ہے۔ مجھے بس یہاں کی سیکورٹی سروس کے
 چیف کرنل شریف سے خطرہ ہے۔ کیوں کہ کرنل شریف
 خاصا تیز طراد اور ذہین واقع ہوا ہے۔ میں نے اس کی
 مگرانی کے لئے آدمی چھوڑ دیئے ہیں۔ تاکہ اس کی کارکردگی اور

۴۲
کرنی شریف کا حدود اور جہت یاد دینا۔ باقی کام چنگی سجاتے میں مہربانی
گائی۔ چارلس نے زور دے کر کہا۔
”ٹھیک ہے باس۔ میں آپ کو بتا دوں گا۔ ویسے وہ اتنے
بھی تر مڑا آدمی نہیں ہے کہ ہم سے مقابلہ کر سکے۔ اس لئے اگر
کے متعلق زیادہ پریشانی کی ضرورت نہیں۔“ آرنلڈ نے
جواب دیا۔

”پریشانی۔ اور ڈی۔ ایف کو۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو
ڈی۔ ایف کو پریشانی کرنے والے ابھی اس دنیا میں پیدا نہیں
ہوا اور نہ ہی ہم نے کبھی پیدا ہونے دیا ہے۔ بہر حال محتاط
رہنا ضروری ہے۔ اور۔۔۔ گڈ بائی۔“ چارلس نے
کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے
پہرے پر گھبرے المیہ خان کے آٹا رنمایاں تھیں۔

بھاشا نے سیکرٹ ممبرس کے عہد کو اس کے آپریشن روم میں
ایک بڑی سی میز کے نیچے ایک بھاری جسم اور درمیلنے والے کا آدمی
بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا پہرہ کسی ملٹری کی طرح سوچا ہوا تھا۔ آنکھوں
سے شدید پریشانی اور الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ روبرے پہنچے ہوئے
تھے۔ اور وہ بار بار اپنی منھیاں پینچ کر سامنے موجود میز پر گئے
برسنا شروع کر دیتا۔ اس کے پہرے کے عضلات یوں
پھٹک اٹھتے جیسے اس پر اچانک ریشمی کی بنیادی کا اٹیک ہو گیا ہو۔
اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد لیکن سڈول جسم کا
نوجوان اندر داخل ہوا۔ نوجوان کے جسم پر بہترین قریش کا
سوٹ تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور ٹھوڑی ٹھوکی تھیں۔ پہرے
سے سخت گیرمی عیاں تھی۔
”کیا رپورٹ ہے کیپٹن تیز مزی۔“ کچھ پتہ چلا۔۔۔ کرسی کے

جیسے بیٹھے ہوئے شخص نے آنے والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کچھ بہتر نہیں چل رہا کرنل۔ اعلیٰ درجہ کی بات ملے ہے کہ ٹرین کے ایئر کنڈیشن ڈبے میں انتہائی خوف ناک بم رکھا گیا ہے۔ اور یہ بم دروازے کے قریب ہی لیٹرین میں رکھا گیا ہے۔ یہ کہیں کہیں راستے میں مسافروں نے شکایت کی تھی کہ لیٹرین کا دروازہ لاک ہے باوجود کوشش کے نہیں کھل سکا۔“ کیپٹن تیزی نے میز کے سامنے رکھی ہوئی گرسی پر بیٹھے ہوئے کہا۔

”باکاریلوے اسٹیشن پر انکو انری کرنی تھی۔ آخر کسی نہ کسی نے ان لوگوں کو مزور دیکھا ہوگا جنہوں نے یہ بم رکھا ہے۔“ کرنل نے متنبہ ہوتے ہوئے کہا۔

”میں نے وہاں بھی انکو انری کی ہے۔ لیکن مجھے کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جو اس کے متعلق کچھ بتا سکے۔“ کیپٹن تیزی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”صورت حال انتہائی گزرا ہے کیپٹن۔ اعلیٰ درجہ سخت پریشان ہیں۔ ان تحریکی کارروائیوں کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ اور ظاہر ہے اس قدر خوف ناک تحریکی کارروائیاں بے مقصد نہیں کی جاتیں۔“ مجھ پر زبردست وباؤ پڑ رہے ہیں کہ میں ان کے مقصد کو تلاش کروں۔“ کرنل نے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کیپٹن کوئی جواب دیتا۔ میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی گرجت آواز سے بچ اٹھی۔ کرنل نے رسیور اٹھایا۔

”چیت آف سیکرٹ سروس کرنل شریف سپیکنگ؟“ کرنل نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”ہائس۔۔۔ میں واجہ بولی رہا ہوں۔ میں نے باکاریلوے اسٹیشن کے ایک ایسے قلعی کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ جس کا بیان ہے کہ اس نے ایک آدمی کو ٹرین چلتے وقت لیٹرین میں گھستے دیکھا تھا۔ ایئر کنڈیشن بوگی کی لیٹرین میں۔۔۔ اس کے بیان کے مطابق وہ ایک غیر ملکی نوجوان تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا بریٹ کیس بڑا ہوا تھا۔۔۔ وہ بریٹ کیس سمیت لیٹرین میں گھستا چلا گیا۔ اگر آپ نہیں تو میں اس قلعی کو مجید کو ارٹھے آؤں گا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔“

”تم اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟“ کرنل شریف نے تیزی لہجے میں پوچھا۔ واجہ کی رپورٹ سے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی۔

”میں ریلوے اسٹیشن سے ہی بولی رہا ہوں جناب۔“ واجہ نے جواب دیا۔

”اور۔۔۔ تم دین کو۔۔۔ میں اور کیپٹن تیزی وہیں آ رہے ہیں۔ یہ ایک اہم کلیو ہے۔“ کرنل شریف نے کہا۔ اور پھر دوسری طرف سے کوئی جواب سننے بغیر اس نے رسیور کو ٹیل پر رکھا۔ اور ایک جھکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”آؤ کیپٹن۔۔۔ واجہ نے واقعی اہم کلیو تلاش کیا ہے؟“ کرنل شریف نے کہا۔ اور تیزی قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی

حرف بڑھ گیا۔ کیپٹن تیززی بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔

اور چند لمحوں بعد ان کی کار تیز رفتاری سے ریوے اسٹیشن کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

”غیر ملکی نوجوان سے تو یہی مطلب نکلتا ہے کہ ان تجزیہ کاروں کو آپ کے پیچھے کوئی غیر ملکی تنظیم کام کر رہی ہے۔“ کیپٹن تیززی نے جوڈرائنگ سیدٹ کے ساتھ والی سیدٹ پر بیٹھا تھا۔ ڈرائیو بنگ کرتے ہوئے کرنل شریف نے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ لیکن اب یہ وضاحت ضروری ہے کہ قلعے کے غیر ملکی کہہ دیا تھا۔ کیا وہ کسی ہمسایہ ملک کا باشندہ تھا یا کسی یورپی ملک کا۔“ کرنل شریف نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور کیپٹن تیززی نے بھی اثبات میں سر ہلادیا۔

تقریباً دیر بعد ان کی کار دارالحکومت باکا کے خوبصورت اور وسیع و عریض ریوے اسٹیشن کے پورچ میں جا کر رک گئی اور کرنل شریف اور کیپٹن تیززی دونوں ہی باہر اتر آئے۔ اسی لمحے برآمدے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے ایک لمبا ترنگا نوجوان ان کی طرف لپکا۔

”کہاں ہے وہ قلعہ۔“ کرنل شریف نے آنے والے سے پوچھا۔

”وہ انکار می روم میں بیٹھا ہوا ہے۔ بلاؤں اُسے آنے والے نے پوچھا۔“

”ہاں۔ بلاؤں اُسے۔“ کرنل شریف نے ادھر ادھر

دیکھتے ہوئے کہا۔ اور واجد تیززی سے واپس مڑ گیا۔

”یہاں راستے میں بات کرنے کی بجائے ہمیں کسی ریٹورنٹ کے فیملی کین میں بیٹھ جانا چاہیے۔“ کیپٹن تیززی نے کہا۔ ”نیکس ہے۔“ بارگلا ریٹورنٹ ٹھیک رہے گا۔ میں وہیں جا رہا ہوں۔ تم اور واجد اس قلعے کو گھر میں آ جاؤ۔“ کرنل شریف نے کہا اور پھر وہ تیززی سے قدم اٹھاتا دائیں طرف بڑھنے لگا۔

بارگلا ریٹورنٹ اسٹیشن کی حدود کے اندر ہی ایک خوبصورت اور جدید ریٹورنٹ تھا۔ جسے ابھی حالی ہی میں تعمیر کیا گیا تھا۔ کرنل شریف قدم بڑھاتا ایک بڑے فیملی کین کی طرف بڑھتا گیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ کین میں جا کر بیٹھا۔ ویٹر اس کے سر ہو گیا۔

”ابھی جاؤ۔“ جب میرے ساتھی آجائیں گے پھر بلا لوں گا۔“ کرنل شریف نے انتہائی کثرت لہجہ میں کہا۔ اور ویٹر اس کا ہنسنے ہی کا ان دہلے سے واپس مڑ گیا۔

چند لمحوں بعد ہی کیپٹن تیززی اور واجد ایک ادھیڑ عمر قلعہ کو ہمراہ لے گئے کین میں داخل ہوئے۔ قلعہ خاصا سہما ہوا تھا۔ شاید واجد نے اُسے بتا دیا تھا کہ وہ کون ہیں رقی نے اندر آتے ہی بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

”واجد۔ تم باہر ٹھہرو۔“ اور خیال رکھنا کہ کہیں ہماری گرانی تو نہیں چور ہو رہی۔“ کرنل شریف نے واجد سے

مناطوب ہو کر کہا، اور واجد سر ملاتا ہوا کہیں سے باہر نکل گیا۔
”بیٹھ جاؤ۔ اور سغو۔ اگر تمہارے دل میں اپنے وطن
کی محبت موجود ہے تو سب کچھ سچ بتانا۔“ کرنل شریف نے
ادھر طرف قلی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جناب۔ میں سچ بتاؤں گا۔ جو کچھ میں نے دیکھا ہے۔
قلی نے مودبانہ بیچے میں کہا۔ اور پھر کرنل کے سامنے والی کرسی
بڑے مودبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔ جب کہ کیپٹن تمیزی نے اس
کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ لی۔

”تمہارا نام کیا ہے۔“ کرنل شریف نے قلی کو غور سے
دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”جناب۔ میرا نام اسلام الدین ہے۔ میں کسان کالونی
میں رہتا ہوں۔ اور گزشتہ دس سالوں سے یہاں قلی کا کام کرتا
ہوں۔“ قلی اسلام الدین نے از خود اپنا پورا تعارف کر لیا
ہوئے کہا۔

”اچھا۔ اب تفصیل سے بتاؤ کہ تم نے کیا دیکھا۔“
کرنل شریف نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

”جناب۔ ٹرین یہاں آکر رکی سنے، ایئر کنڈیشن ہوگی اور
مسافروں کا سامان رکھا۔ انہوں نے مجھے سونگے کا نوٹ دیا۔
میرے پاس ریگنڈی نہ تھی۔ اس لئے میں اپنا بیچ ان کے حوالے
کر کے اُسے تڑوانے چلا گیا۔ بڑا نوٹ تڑوانے تڑوانے مجھے دیر
ہوگئی۔ چنانچہ جب میں ڈبے کے پاس پہنچا تو گاڑی چل پڑی تھی

میں نے دیکھا کہ ایک لمبا سا نوجوان جو غیر ملکی تھا۔ ہاتھ میں بریف کیس
اٹائے چلتی گاڑی پر چڑھ گیا اور جناب سیدھا لیٹرین میں
گھس گیا۔ میں بھی اوپر چڑھا اور میں نے اپنے مسافر کو بٹکا یا رقم
دے کر جلدی سے اس سے اپنا بیچ لیا۔ اور چوں کہ گاڑی
چل رہی تھی۔ اس لئے میں فوراً واپس آ کر آیا۔ بس جناب میں
نے یہی دیکھا ہے۔“ اسلام الدین نے تفصیل بتاتے
ہوئے کہا۔

”تم واپس اُسی دروازے سے اترے تھے جہاں وہ لیٹرین تھی
یا کسی اور دروازے سے اترے تھے۔“ کرنل شریف نے
چند لمحے سوچنے کے بعد پوچھا۔

”اُسی دروازے سے جناب۔ اس وقت لیٹرین بند تھی۔
قلی نے جلدی سے جواب دیا۔
”اچھا۔ اس کا علیہ اور لباس کی تفصیل بتاؤ۔ لیکن دیکھو
سچ کر بتانا۔“ کرنل شریف نے کہا۔

اور قلی نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بڑی تفصیل سے
علیہ اور لباس کی تفصیلات بتادیں۔
”اس کے بعد تم نے اُسے دیکھا۔“ کرنل شریف نے
پوچھا۔

”نہیں جناب۔ پھر میں نے اُسے نہیں دیکھا۔“ قلی
نے جواب دیا۔

”اب اگر اُسے دیکھ لو تو پہچان سکتے ہو۔“ کیپٹن تمیزی

نے پہلی بار سوال کیا۔

”جناب۔ بالکل پہچان لوں گا۔“ قلی نے بڑے باوقار
لہجے میں کہا۔

”اچھا۔ ایک بار پھر سوچ لو کہ جو کچھ تم نے بتایا ہے۔ وہ
درست ہے۔“ کرنل شریف نے اس بار قدرے سخت
لہجے میں کہا۔

”بالکل جناب۔ بالکل سچ ہے جناب۔“ قلی نے
جواب دیا۔ البتہ کرنل شریف کی بات سن کر اس کی آنکھوں میں
حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”ماہہ انٹالو۔ تم ہمیں احمق سمجھتے ہو۔“ اچانک
کرنل شریف نے جیب سے دیو اور نکال کر قلی پر تان لیا۔ اس
کی آنکھوں سے شے نکلنے لگے۔ کیپٹن تیزی کے چہرے پر
یہ سوجش دیکھ کر حیرت کے تاثرات ابھر اُٹے تھے۔ لیکن اس نے
بھی جلدی سے دیو اور نکال ہی لیا۔

”تم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔“ قلی نے زحمت
بوکھا کر ماہہ اٹھالے تھے بلکہ وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس
کے چہرے پر شدید ترین خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔

”تمہارے بیان کے مطابق جب تم ڈبے کے پاس پہنچے تو
وہ غیر ملکی اور پرچہ رہا تھا۔ اور پھر وہ سامنے والی لڑین میں
گھس گیا۔ تم اس کی پشت پر تھے۔ تم تو اس کا چہرہ دیکھ ہی نہ
سکتے تھے۔ پھر تم نے اتنی تفصیل سے اس کا حلیہ کیسے بتا دیا

تمہاری بتائی ہوئی تفصیل سے تو یوں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے تم اُسے
سامنے بٹھا کر کسی گھنٹے دیکھتے رہے ہو۔“ بولو۔ کیوں تم نے
یہ جھوٹ بولا ہے۔ دیکھو۔ اگر اب ہمیں احمق بنانے
کی کوشش میں کی تو یہیں ڈھیر کر دوں گا۔“ کرنل شریف نے
پھاڑ کھٹنے والے لہجے میں کہا۔ اور کیپٹن تیزی یوں سر ہلانے
لگا جیسے کرنل شریف کی عقل مندی کی داد دے رہا ہو۔

”سچ۔ جناب۔ میں نے جھوٹ نہیں بولا جناب۔ لیٹرین
کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے ایک لمحے کے لئے مڑ کر دیکھا
تھا جناب۔ اور میں نے اس کا چہرہ دیکھ لیا تھا جناب۔ اور
جناب میں قلی ہوں۔ مجھے مسافروں کے چہرے یاد رہتے ہیں
جناب۔ میں نے قطعی جھوٹ نہیں بولا جناب۔“ قلی نے
بڑی طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور کرنل شریف نے چند
لمحے اُسے غور سے دیکھنے کے بعد دیو اور واپس جیب میں ڈال لیا
کیوں کہ قلی کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ سچ کہہ رہا
ہے۔

”ہوں۔“ ٹھیک ہے جاؤ۔“ کرنل شریف نے کہا اور
قلی یوں تیزی سے مڑ کر باہر نکلا جیسے اگر اُسے ایک لمحے کی بھی
دیر سوچنی تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

”گتے تو آپ نے خوب نکالا تھا باس۔“ کیپٹن تیزی
نے بھی دیو اور زینب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

”وہ نوجوان لازماً گاڑی سے اترتا ہو گا۔ کیوں کہ یہاں سے چلنے

عمران نے ٹریفک سارجنٹ سے جان چھڑا کر رانا گاؤس میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ کیوں کہ اُسے معلوم تھا کہ اب ٹریفک سارجنٹ بغیر کچھ سوچے سمجھے اس پر چڑھ دوڑے گا۔ کار پورچ میں روک کر دھنچے اترا تو برآمدے میں کھڑے جوزف اور جوانانہ کے چہرے مسرت سے کھل اُٹھے۔ عمران غصے و نفوس کے بعد ادھر آیا تھا۔

"ہاں بھیا۔۔۔ بلیک ٹائیگرز کی جوڑی کا کیا حال ہے؟"
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"باس۔۔۔ جوڑی ادا اس ہے؟" جوزف نے منہ ہلکتے ہوئے کہا۔
"تو بھر میں تمہاری جگہ بیلے کی جوڑی کیوں نہ لے آؤں۔ کہ

کے بعد گاڑی حادثے کے مقام تک کہیں بھی نہیں رکی اور وہ خود اپنی جان پر نہیں کھیل سکتا۔ لہذا اسٹیشن کر اس ہونے سے پہلے وہ لڑائی لڑنے لگا۔ اسی لئے اس نے لیٹرین کو لاک کر دیا تھا تاکہ ہم پھٹنے سے پہلے کوئی اُسے چیک نہ کر سکے۔ اور ایسی صورت میں اُسے فائس جلتے ہوئے ضرور دیکھا گیا ہوگا۔ تم ایسے کرو کیپٹن۔ کہ حلیہ بنا کر تمام قلیوں اور دیلوے کے عملے سے پوچھ گچھ کرو۔ کوئی نہ کوئی ضرور معلومات مہیا کرے گا۔"

کرنل شریفین نے اکتے ہوئے کہا۔
"بلیک ہے سر۔۔۔ کیپٹن تیز می نے سر ہاتھتے ہوئے جواب دیا۔

"تمام سیکرٹ سروس کو یہ حلیہ بتا کر شہر میں پھیلادو جہاں اس جیلے کا کوئی آدمی نظر آئے اس کی سختی سے نگرانی کی جائے اور مجھے رپورٹ خود اپنی پائی جائے۔" کرنل شریفین نے تیز لہجے میں کہا اور پھر تیز می سے قدم اٹھانا کہیں سے باہر نکل کر کیفے کے بیرونی ٹیبلٹ کی طرف بڑھتا گیا۔

اداس بھی نہ ہوگی اور خرچہ بھی بچ جائے گا۔ اسے ڈرمون کے حساب سے شراب پی جلتے ہو۔ اور پھر بھی جوڑی اداس ہے کیوں؟ عمران نے کاٹ کھلنے والے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”باس۔ ہم ناکارہ ہو گئے ہیں۔ باس۔ جو ذن دی گریٹ جس سے سرکنڈوں کا سانپ بھی خوف زدہ رہتا تھا بے کار ہو گیا ہے۔ باس۔ اب اڑتی ہوئی چیل بھی مجھے دیکھ کر غوطہ نہیں کھاتی۔ باس۔ اب دلدل کا سرخ مینڈک بھی مجھ سے بہتر ہو گیا ہے۔ وہ اچھل تو لیتا ہے۔ جو ذن نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”یہ تو گیا کام سے۔ اسے تو میں اب سرخ مینڈک سے کشتی لڑنے اور اڑتی چیل کے پر گھٹنے اور سرکنڈوں کے سانپ کا زہر لانے کے لئے واپس افریقہ بھیج دیتا ہوں۔ تم بتاؤ جو اٹل تم کیا کہتے ہو۔ عمران نے اس بار بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”باس۔ آپ چاہے جو کچھ کہیں میں اپنی بے کاری سے تنگ آ گیا ہوں۔ ماسٹر کلرڈ کا جوانا جو زندگی کو بھرپور انداز میں گزارنے کا عادی تھا۔ اب ماسٹر عمران کا جو نیربشہ کے بعد سوائے جھانیاں لینے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ جوانا نے بھی جڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ تم دونوں نے میرے خلاف سازش تو نہیں کر لی۔ ایک ہی سہریں بول رہے ہو؟ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ماسٹر۔ آخر آپ ہمیں کیوں بے کار پال رہے ہیں۔ کچھ کام کرنے دیجئے۔ جو اٹل نے کہا۔ جو ذن خاموش ہی رہا۔ شاید وہ ان کی دھمکی سے خوف زدہ ہو گیا تھا۔
 ”کیوں کام کرنا چاہتے ہو؟ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”باس۔ اپنے مخالفین کی فہرست میرے ہاتھوں میں ہے کیجئے۔ اور پھر دیکھئے جو اتنا کس طرح ان مخالفین کو جہنم میں دھکلتا ہے۔ جو اٹل نے اشتیاق سے بھرپور لہجے میں کہا۔ اس کی ٹھنوں میں یک لحظہ چمک اُبھر آئی تھی۔
 ”اس وقت تو میرا سب سے بڑا مخالف جو ذن ہے۔

عمران نے آنکھیں پنچاتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں ماسٹر۔ ایسے نہیں۔ اصلی مخالفین کے نام بتاؤ؟
 ”اٹل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اب تم مجبور کرتے ہو تو سنو۔ میں تم دونوں کو ایک کام بتاتا ہوں۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ضرورتاً ماسٹر۔ ضرورتاً؟“ جو اٹل نے چپکتے ہوئے کہا۔

”تم دونوں شہر کے ہر کیف بار روم اور ہوٹل میں جاؤ۔ اور وہاں جا کر ایسے بڑے مجرموں کی ٹوہ لگاؤ جو غیر قانونی کاموں میں ملوث ہوں۔ تم زیر زمین دنیا میں اینٹاگر وپ بتاؤ۔ بلیک ڈیٹھ گروپ۔ اور خوب اددعہ مچاؤ۔ بس اتنا کام کرنا کہ جب

کبھی کوئی ایسی تخلیق سامنے آئے جو ملکی سلامتی کے خلاف کام کر رہی ہو تو مجھے اطلاع کر دیا کرنا ہے۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ ماسٹر۔ دیر سی گز آئیڈیا۔ واہ ایک ڈیجیٹل۔ واہ۔
 و بہشت خیر نام ہے۔ لیکن ماسٹر۔ بیک ڈیجیٹل کام کیا کرے
 گی۔ کیا چیف و دفاتروں جیسا کام کریں گے۔ جو انا نے کہا۔ اس
 لیے میں بے نیاز خوشی تھی۔“

”نہیں۔ غیر کا۔ کیا تو پھر عمران کے بستے چڑھ جاؤ گے اور اس کے ایک بلیک ڈیجیٹل اسٹیٹس تبدیل ہو جائے گا۔ تم نے مجھوں کو ایسی سزا دینی ہے کہ وہ آئندہ جرم کر سنے سے باز آجائیں۔ بلیک ڈیجیٹل کے خوف سے وہ جرم چھوڑ کر نیک اور متقی بن جائیں۔ اور بس۔“ عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا: ”کیا کام بتایا ہے باس۔ اب بلیک ڈیجیٹل بیچ کر قتی پیر مجھوں کو سیاحی داء دکھائی پھرے۔ مجھ سے یہ کام نہیں ہوتا۔ جوڑنے سے منہ بنا تے ہوئے کہا۔“

تبلیغ صحت کرو۔ سناؤ ایں دو۔ پس غیر قانونی کام میں ملوث نہ ہونا۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے ماسٹر۔ جوڑ پہلے ہے راضی ہو یا نہیں جو اکیلے ہی یہاں کے عجموں کے لئے کافی ہے۔ لیکن باس یہاں مجھے پورا گروپ قائم کرنا پڑے گا۔ بیڈ کو اور ٹرینا بنا کر لے گا۔“ جو اٹھ اٹھ گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ باقاعدہ

کوئی بزنس شروع کرنے کی پلاننگ کر رہا ہو۔

تو میں کیوں راضی نہ ہوں گا۔ میں تم سے زیادہ بڑی اُمید ہوں۔ میرے نام سے تو پورا افریقہ کانپتا ہے۔ جو زف نے جلدی سے کہا۔

وہ بھلا عمران کے سامنے جو اناسے پیچھے رہ جانے کا اقرار
کئے کر لیتا۔

”تو آؤ پھر میں تمہارا ابتدائی تعارف کروا دوں، اس کے بعد تم جاناؤ اور تمہارا کام۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ابتدائی تعارف“ وہ کیسے پاس؟ جو انانے حیران مہوتے ہوئے کہا۔

”یہاں دارالحکومت میں کھٹے شانی لاک کا مالک ماسٹر شانی لاک ہے۔ زبردست لڑاکا۔ پتہ چھٹ ہے۔ اس سے پوری زیر زمین دنیا کا پتہ ہے۔ اگر تم نے اسے زبرد کر لیا تو سچو لو ادھی کلہیائی حاصل کر لی۔“ سلمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ! گدا پاس۔۔۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔
خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع ہوا۔۔۔ ورنہ اب تک دارالحکومت
مجرموں سے پاک ہو چکا ہوتا۔۔۔ جو انانے اچھلے بیوے کہا
”آکھیر علی سی کروڑ۔۔۔ عمران نے کاری طرف بڑھتے ہوئے
کہا۔

اور جوزف اور ہونا جلد ہی سے کار کی پچلی نشست پر آکر

بیٹھ گئے۔

اور تھوڑی دیر بعد عمران کی کاروانا ہاؤس سے نکل کر کیٹھ شانی لاک کی طرف دوڑنے لگی۔ عمران چوں کہ فارغ تھا۔ اس لئے بس تماشا دیکھنے کے لئے وہ ایسی حرکتیں کر رہا تھا۔ کیٹھ شانی لاک کا انتخاب بھی اس نے جان بوجھ کر کیا تھا۔ کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ ماسٹر شانی لاک کتنے کی دم ہے۔ وہ آسانی سے سیدھا ہوا جوگا اور ابھی خاصی تفریح رہے گی۔ تھوڑی دیر بعد کار کیٹھ شانی لاک کے دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ اور عمر سمیت وہ دونوں نیچے اتر آئے۔

ٹھیکاً ہے بائیس۔ اب آپ ہمارے کام میں مدد نہ کریں اور دیکھیں کہ بلیک ڈیوٹ کیا کرتی ہے۔ جو انا نے بڑے تحیر آمیز نظروں سے کیٹھ کے دروازے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

دیر ہجرت دیر ہجرت۔ اتنی جلدی کی ضرورت نہیں۔ پناہ گاہ پر کام۔ ابھی تو صرف شانی لاک کو دھکی دو گئے اسے سیدھا بوجھنے کا نوٹس دو گئے۔ اس کے بعد کاروانا شانی لاک ہو گی۔ اور یہ نگارفت میں کرا دیتا ہوں۔ عمران نے کہا۔

اور کیٹھ کے گریٹ میں داخل ہو گیا۔ کیٹھ واقعی زیر زمین دنیا کے افراد سے بھرا ہوا تھا۔ وہ سب شراب پیئے اور اونچے اونچے طبقے لگنے میں مصروف تھے۔ چوں کہ یہاں ہر ٹائپ کے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ اس لئے کسی نے جوزف اور جو

ن دل چسپی نہ لی۔

عمران انہیں لئے ہوئے سیدھا کاروانا کی طرف بڑھ گیا۔ کاروانا البتہ حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ خود قد و قامت اور کل و صورت سے لڑاکا نظر آ رہا تھا۔ اس کی کبھی آنکھیں عمران اور انا پر مچی ہوئی تھیں۔

ماسٹر گھانچو۔ کہاں ہے وہ تمہارا استاد شانی لاک؟ ان نے کاروانا کے قریب پہنچتے پہنچتے بڑے موخرانہ انداز میں کہا۔

میرا نام وہی ہے۔ گھانچو نہیں۔ اور ماسٹر کا نام ادب ہے۔ وہ زبان نکال کر تھیلی پر دھرونی لگا۔

نظرین وہی نے انتہائی گرجتے لہجے میں کہا۔ مگر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ جو انا کا لباس انا پر ری سے آگے بڑھا۔ اور وہی یوں اچھل کر کاروانا کے اوپر بڑھا۔ جو انا ہوا بال کی کرسیوں پر جاگرا جیسے وہ کوئی معمولی سا ہوا ہو۔

تمہاری یہ جرات۔ کہ تم بلیک ڈیوٹ کے سامنے گستاخی سے نہ کرو۔ جو انا کی دھڑکنے لگی دہی۔

دیر ہجرت کی گرجتے سے میرا اور ایک کرسی کے ٹوٹنے کے ساتھ جو انا کی دھڑکنے پورے بال کو ایک لمحے کے لئے خود کر دیا۔ وہ سب حیرت سے عمران۔ جو انا اور ان کو دیکھ رہے تھے۔ وہی نیچے گرتے ہی چیخا ہوا لٹکھڑا

پے جاگرا۔ جو زن کا زور دار ہر کسی سے تھوڑے کی طرح آگے
 بڑھتے ہوئے دکی کے چہرے پر پڑا تھا۔ دکی نیچے گرتے ہی
 جلی کی سی تیزی سے اٹھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ سیدھا
 پڑا۔ جوانا کی لات حرکت میں آئی۔ اس نے اس انداز میں
 بٹے ہوئے دکی کے پیٹ میں ٹھوکر ماری تھی جیسے فٹ بال کا
 لٹلائی لاگ پیٹ لگا رہے۔ اور واقعی دکی جیسا بھاری
 برقم جوان کسی فٹ بال کی طرح فضا میں اڑتا ہوا بال کے آخری
 انارے پر موجود میز پر جاگرا۔ اس کے حلق سے اس قدر
 دو ٹوک چیخیں نکل رہی تھیں کہ پورا بال گونج اٹھا تھا۔ لیکن وہ
 نیچے گرنے کے بعد نہ اٹھ سکا۔ بلکہ چند لمحے پھر کھٹکے کے بعد وہیں
 رہش پر ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔

سنو۔ میری بات غور سے سنو۔ اب بلیک
 ڈیج اس شہر کی مالک ہے۔ جس نے بلیک ڈیج کی مرضی کے
 بغیر کوئی جرم کیا۔ تو پھر بلیک ڈیج اسے موت کی سزا دے
 گی۔ اور وہ شخص دوسرا سا سنو بنے گا۔
 جوانا نے قدم پھیل کر چیخے ہوئے کہا۔

یہ کیا شور ہے۔ کون ہو تم؟ اچانک کہنے کے
 ایڈیٹس سے ایک نرور دار دھاڑ سنائی دی۔ اور سب لوگوں
 نے انفراس آدھر دوڑ گئیں۔ دروازے پر ایک گینڈے جیسی
 مہمت کا مالک شخص کھڑا تھا۔ اس نے گلے میں سرخ رنگ
 ارومال باندھا ہوا تھا۔ اور چہرے پر غزروں کے بے شمار

ہوا۔ اس کا چہرہ انتہائی غضب ناک ہو گیا تھا۔ چہرے کے عقد
 غصے کی شدت سے پھر کھٹکے گئے تھے۔

بال میں موجود دکی غنڈے نما فوجان پیروں سے رلیا لو۔
 نکلے تیزی سے ان تینوں کی طرف بڑھنے لگے۔

”نظر دو۔ انہوں نے دکی پر پانچ اٹھا یا ہے اور دکی
 بتائے گا کہ ان کے بازو کتنے لمبے اور سلامت رہتے ہیں۔“
 دکی نے دھاڑتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا
 ”بڑے خوب صورت فقرے بولتے ہو۔ کہیں تقریر
 اداکاری کرتے رہے ہو؟“ عمران نے اس کی بات کا نہ
 اڑاتے ہوئے کہا۔

”اس کی شکل دیکھی ہے۔ بلیک ڈیج کے مقابلے پر آ
 والے کی شکل ذرا غلط دیکھی۔ جو ہے عینی شکل ہے۔ اور بات
 رہا ہے بلیک ڈیج سے۔“ جوانا نے یوں منہ بنا کر
 کہا جیسے دکی واقعی چوہا ہو حالانکہ دکی خاصا لمبا چوڑا جلد
 تھا۔ اور اس کے بازوؤں کی پھڑکی ہوئی پھیلیاں۔
 تھیں کہ اس میں خاصا دم خم ہے۔ لیکن ظاہر ہے جو
 ساتھ تو اس کا کوئی جوڑ نہ تھا۔

”تم مجھے چوہا کہہ رہے ہو تم؟“ دکی نے جھپٹے
 کہا اور پھر تیزی سے اچھل کر وہ جوانا پر حملہ آور ہوا۔ مگر
 سے پہلے کہ وہ جوانا تک پہنچتا۔ جو زن نے ایک ڈ
 بڑھایا اور دوسرے لمحے دکی بڑی طرح چیخا ہوا پشت سے

نشانات تھے۔ یہ ماسٹر شانی لاک تھا۔ دارا لکھو موت کا مشہورۃ
غندہ۔

"اوسے ماسٹر شانی لاک — تم کہاں تھے — بھائی
تو ڈھونڈا ڈھونڈا کر پاگل ہو گیا تھا — اچانک عمرا
یوں بے تاب نہ انداز میں اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا جیسے
مہ توں بعد کسی عزیز سے مل رہا ہو۔

"اوہ — عمران صاحب آپ — لیکن یہ دکی کو کیا
یہ میزیں کیوں ٹوٹی پڑی ہیں؟ — شانی لاک نے سرچ
ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔
"ماسٹر — یہ تعجبیہاں آئے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو
ڈیوڈ کبہ زبے ہیں۔ یہ انہوں نے دکی کو مارا ہے؟
ایک نوجوان نے جو دو دانے کے قریب کھڑا تھا۔ دھڑ
بجھے ہوئے بیٹے میں کہا۔

"بیک ڈیوڈ — کیا مطلب؟ — شانی لاک نے
سے جو زف اور جمانا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کالی موت — مجھ سے پوچھو میں
کا تر جان ہوں؟ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"یہ جو بھی ہیں — لیکن یہ معلوم نہیں کیسے شانی
میں موت بھی سرھٹکا کر داخل ہوتی ہے؟ — اچانک شا
لاک نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اوداس کے ساتھ ہی ا
سے تیزی سے ریوالور نکال لیا۔ اب ٹال میں موجود

شخص کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے انہیں یقین
ہو کہ اب کالی موت یقیناً خود موت کا شکار ہو جائے گی۔ کیوں
کہ وہ شانی لاک کی فطرت کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ وہ ہر بات
کرنے سے پہلے گولی چلائے گا عادی ہے۔

"لیکن جیسے ہی شانی لاک کے ہاتھ میں ریوالور نظر آیا ایک
دھماکہ ہوا اور ریوالور شانی لاک کے ہاتھوں سے اڑتا ہوا دور
جاگرا — عمران نے بڑے اطمینان سے ہاتھ اوپر اٹھا کر ہاتھ
میں پکڑے ہوئے ریوالور کی نال سے نکلنے دھوین کو زور سے
پھونک ماری۔

"ان کھلونوں کو رہنے دو شانی لاک — آج تو صرف تعارفی
تقریب منعقد ہو رہی ہے۔ یہ دونوں صاحبان تم سے واقف
نہ تھے — چنانچہ میں تعارف کرانے ان کے ساتھ آگیا ہوں؟
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

شانی لاک کا چہرہ ٹری طرح بگڑ گیا تھا۔ اب وہ بڑی کینہ توڑ
ظروں سے ان تینوں کو دیکھ رہا تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟ — شانی لاک نے ہونٹ کاٹے
وئے کہا۔

"سن او پڑے شانی لاک — میرا نام جوان ہے اور یہ
اساتھی ہے جو زف اور ہم دونوں کا نام ہے بلیک ڈیوڈ
ہم — اور ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب کم از کم دارا لکھو موت
ن کوئی مجرم باقی نہ رہے گا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم اس شہر

”انہیں ریوا اور پھینکے کا حکم دو مچر کی اولاد سے۔ جو انانے اپنے بازو کو زور سے جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔ اور شانی لاک جو اپنے آپ کو اس کے بازو کی گرفت سے چھڑانے کے لئے جو انان کی پٹھیلیوں پر چڑھ کر اس کے پیٹ میں کہنیاں مار رہا تھا۔ زوردار جھٹکا لگتے ہی کسی دم کٹی پھینکی کی طرح ٹوٹنے لگا۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔ رک جاؤ۔ پھینک دو۔ اس نے گھٹی گھٹی آواز

میں کہا اور اس کے ساتھی حیرت سے بت بٹے کھڑے رہے۔ تم نے اپنے باس کا حکم نہیں سنا۔ اچانک عمران نے فراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فریاد کیا۔ اور ایک نوجوان کسی لٹو کی طرح گھومتا ہوا فرخس پر جا گرا۔ گولی اس کے بازو میں لگی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی باقی افراد نے تیزی سے ریوا اور پھینک دیئے۔

ان کے ریوا اور پھینکے ہی جو انانے اپنا بازو کھول کر سینے سے لگے گیندے نما شانی لاک کو آگے کی طرف دھکیلا اور جیسے ہی شانی لاک منہ کے بل نیچے کی طرف نیچے گرنے لگا جو انان نے اشتہائی تیزی سے جھک کر اس کے دونوں پیر کو پٹے اور اس کے ماتھے جیسے ہی اوپر کو اٹھے۔ عجم شحیم شانی لاک جو انان کے ہاتھوں میں کسی بکری کے بچے کی طرح اٹھا لٹکا ہوا تھا۔

”اب اگر جرم کیا تو تھانگیں چیر کر پھینک دوں گا“

کے سب سے بڑے کتے ہو۔ بھونکنے والے کتے۔ تم کان کھول کر سن لو کہ اب بد معاشی نہیں چلے گی۔ اب اگر ہمیں معلوم ہوا کہ تم کسی جرم میں ملوث ہو تو تمہاری ہڈیاں توڑ کر تمہاری لاشیں کسی کوڑے کے ڈرم میں پھینکوا دی جائے گی۔ جو انان نے اشتہائی سرد اور انصہیک آمیز لہجے میں شانی لاک سے مخاطب ہو کر کہا۔

گولیوں سے اڑا دو ان کالے کتوں کو۔ مار دو۔ بھوا ڈالو۔ اچانک شانی لاک نے بری طرح چیخے ہوئے کہا اور بال میں پھیلے ہوئے اس کے مسلح ساتھیوں نے جلد ہی سے ریوا اوروں کے رخ ان تینوں کی طرف کئے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی گولی چلاتا جو انان کی سہیلی کی سہیلی سے اپنی جگہ سے اچھلا اور دو مسکے دروازے پر کھڑا ہوا شانی لاک بری طرح چیخے ہوئے مڑا۔ پلک بھینکے میں وہ جوانان جوڑے سینے سے لگا ہوا تھا۔ جو انان نے ایک بازو اس کی گردن کے گرد ڈال کر اُسے یوں اٹھا کر سینے سے لگایا ہوا تھا جیسے اس کا کوئی وزن ہی نہ ہو۔

”خبردار۔ اگر کسی نے گولی چلائی تو یہ کتا ابھی دم توڑ دے گا۔ جو انان کی زوردار دھاڑ سے پورا بال گونج اٹھا تھا جب کہ جوزف اور عمران دونوں کے ہاتھوں میں ریوا اور چیک رہے تھے۔ اور وہ پوری طرح ارد گرد پھیلے ہوئے شانی لاک کے مسلح ساتھیوں سے چونکا نظر آ رہے تھے۔

نے پہنچ گئی۔ وہاں پولیس موجود نظر آ رہی تھی۔ عمران نے کار کی اور تیزی سے نیچے اتر آیا۔ اسی لمحے انسپکٹر واسطی اُسے کیفے کے اندر سے نکلتا ادا کھائی دیا۔

”اوہ۔۔۔ عمران صاحب۔۔۔ پولیس انسپکٹر واسطی، عمران کو دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا۔“
”مجھے انسپکٹر ریاض نے بتایا ہے کہ سوپر فیاض کو کسی نے گولی دی ہے۔“ عمران نے کار سے اتر کر قریب آتے ہوئے انسپکٹر ریاض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ انسپکٹر ریاض نے۔۔۔ لیکن انہیں کیسے معلوم پڑا۔۔۔ انسپکٹر واسطی نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”میں یہاں سے گز رہا تھا۔ میرے سامنے اس شخص نے ریاض کو گولی ماری ہے۔۔۔ میں اس کے تعاقب میں گیا۔“
”کیفے شافی لاک کے قریب میری موٹر سائیکل کا پٹرول ختم دیا اور مجرم ہاتھ سے نکل گیا۔ وہاں عمران صاحب نظر کے توں نے ان سے ذکر کیا۔ کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ عمران صاحب نے ریاض کے دوست ہیں۔“ انسپکٹر ریاض نے ضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”تم بتاؤ فیاض کا کیا حال ہے۔۔۔ بعد میں تفتیش کرتے پتا۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں انسپکٹر واسطی سے کہا۔“
”وہ خطرے سے باہر ہیں۔ گولی ان کی پسلیوں میں لگی تھی۔

شاداب سے گز رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ سوپر فیاض کسی شخص بازو سے پکڑے کیفے نشاط سے باہر نکلے۔ وہ بڑے تیزی میں نظر آ رہے تھے۔ جب کہ وہ شخص بھی تیز تیز بول رہا تھا۔۔۔ سے پہلے کہ میں وہاں پہنچتا۔ اس شخص نے اچانک جھپکا دیا۔ کہ اپنا بازو چھڑا دیا۔ اور دوسرے لمحے اُس نے دیوالو نکالی کہ سوپر فیاض کے سینے میں گولی اتار دی۔ سوپر فیاض چیخ کر سرک پر گرے۔ جب کہ وہ شخص بھاگ کر وہاں موجود ایک کار میں بیٹھا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ وہاں چوک پرچوں کہ کافی لوگ تھے۔ اس نے میں نے سوچا کہ وہاں کی سبائے اسے گرفتار کیا جائے۔ میں نے موٹر سائیکل اس کا پیچھا کیا۔ لیکن میں اُسے پکڑ نہ سکا۔ پھر کیفے کے قریب پہنچ کر موٹر سائیکل کا پٹرول ختم ہو گیا۔ اور وہ شخص نکل کر میں موٹر سائیکل چھوڑ کر ادھر آیا تاکہ یہاں سے میرا گوارا ٹر فو کر دوں کہ آپ کیفے سے نکلتے ہوئے دکھائی دیئے۔“

انسپکٹر ریاض نے تیز تیز لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
اور عمران سمجھ گیا کہ یہ انسپکٹر جان بوجھ کر موتح سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ کیوں کہ ایسے موقعوں پر یہ لوگ مجرم سے سامنے آنے سے کتراتے ہیں۔ اور اب سوپر فیاض کے ساتھ نمبر بنانے کے لئے وہ عمران کا سہارا لے رہا ہے۔ لیکن ظاہر ہے وہ کیا کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار چوک شاداب پر کیفے نشاط کے

رکے اُسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔
 "سٹو بلیک ڈیٹھ کے پاس۔ پہلا کیس پہنچ گیا ہے۔
 سوپر فیاض کو گولی مارنے والا شافی لاک تھا۔ اور اب اُسے
 اس کی پوری سزا ملنی چاہیے۔" عمران نے سرد ہلچے
 میں کہا۔
 "شافی لاک نے۔۔۔ اود۔۔۔ پھر تو واقعی اس کی موت آ
 ئی۔۔۔ جو اتنا بچہ بچتے ہوئے کہا۔"

"نہیں۔۔۔ موت نہیں۔ صرف سزا۔ بلیک ڈیٹھ
 کے پاس کسی کو مارنے کے اشتیاقات نہیں۔ صرف سزا۔
 بس قدر چاہو ہونا ک سزا دو۔ لیکن زندگی بہر حال قائم
 رہنی چاہیے۔ کیوں کہ کسی کو اس طرح مارنا قانون کی خلاف ورزی
 ہے۔" عمران نے کہا۔

"لیکن پاس۔۔۔ موت کے علاوہ کسی کو کیا سزا دی جاسکتی
 ہے۔۔۔ جو اتنے حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔"

"اس کی تمام ہڈیاں توڑ کر سڑک پر پھینک دو۔ چہرہ
 کاٹ دو۔ کان کاٹ دو۔ ناک اڑا دو۔ کوئی آدھ
 لی چسپ اور سنسنی خیز سزا دو۔ لیکن جان سے تم نے
 ہیں مارنا۔" عمران نے کہا۔

اور اسی دوران وہ رانا ٹاؤن کے گھیسٹ پر پہنچ گیا۔
 "تم دونوں نیچے اتر دو۔ میں واپس جا رہا ہوں۔ کل مجھے شافی
 لاک کی سزا کی خبر ملنی چلی ہے۔" عمران نے سرد ہلچے میں

انہیں فوری طور پر ہسپتال پہنچا دیا گیا ہے۔ اور اب وہ خطرے
 میں ہیں۔ لیکن انسپکٹر فیاض صاحب۔ آپ اس آڈ
 کو جانتے ہیں جس نے گولی مار دی تھی؟۔ انسپکٹر واسطی نے
 انسپکٹر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں۔۔۔ میں اُسے نہیں جانتا۔۔۔ دراصل میں ابھی
 پتھوڑے دن ہونے سے تعینات ہوا ہوں۔" انسپکٹر فیاض
 نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ شافی لاک تھا۔ کینے شافی لاک کا مالک۔ یہاں سب
 لوگ اُسے جانتے ہیں۔ میں اُسے گرفتار کرنے جا رہا ہوں۔"
 انسپکٹر واسطی نے کہا۔

"شافی لاک۔۔۔ اود۔۔۔ وہ تو سوپر فیاض کا بڑا دوست
 تھا۔ کوئی خاص بات ہی ہوگئی ہوگی۔ بہر حال اگر واقعی
 ہے تو پھر اب اس کا دیل مٹا نکالی ہے۔" عمران نے
 سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔ وہ ملے گا تو نہیں۔۔۔ بہر حال مجھے تو جانتا ہے
 انسپکٹر واسطی نے کہا۔

"فیک ہے۔۔۔ جاؤ۔" عمران نے کہا۔ اور واپس
 اپنی کار کی طرف مڑ گیا۔

کیا ہوا پاس۔ سوپر فیاض بچ گئے۔ جو خوف
 نے اشتیاق آمیز ہلچے میں پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ وہ بچ گیا ہے۔" عمران نے کار اشارت

کہا اور چوڑا اور جوانا سر ملاتے ہوئے نیچے اتر گئے۔
 عمران نے کار آگے بڑھائی۔ اب وہ ہسپتال جا رہا تھا تاکہ
 سوپر فیاصل سے مل کر اصل صورت حال کا پتہ چلا سکے۔ کیوں
 کہ اُسے یقین تھا کہ کوئی خاص بات ہی درمیان میں ہو گی۔ ورنہ
 عام حالات میں تو شانی لاک جیسے خنڈے بھی سمجھے جاتے۔ کہ
 ایشی جنس کے سپرنٹنڈنٹ کو اس طرح سر راہ گونی مارنے کے
 کیا نتائج نکل سکتے ہیں۔ اور وہ اُسی خاص بات کا ہی
 پتہ چلا نا چاہتا تھا۔

ہشاک بک کے دارالحکومت باکا میں قیامت
 کا سماں تھا۔ ہر شخص شدید ترین پریشانی کے عالم میں
 سہا ہوا تھا۔ موت نے باکا کو اس بُری طرح سے گھیر لیا تھا کہ
 کہیں جانے پناہ نظر نہ آ رہی تھی۔ شہر سے ملحقہ قریبی
 گردیاں گھبراہٹ اور پانی کے خوف ناک دھبے دارانحکومت پر
 چڑھ دوڑے تھے۔ ہمارے شہر میں خطرے کے سامن
 بچ کسے تھے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر سب سے نیچی آبادیوں
 کو فوراً گھر پر ڈکراؤ پجی جگہوں پر جلنے کی ہدایات دی جا رہی
 تھیں۔ شہر کو فوج نے سنبھال لیا تھا۔ اور لوگ افراتفری
 کے عالم میں دوڑ رہے تھے۔ پورے شہر کے عرق آب ہوئے
 کا شدید قطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ پٹلی آبادیاں بانی میں ڈوب
 چکی تھیں۔ سینکڑوں ہزاروں افراد بانی میں ڈوب چکے تھے۔

شخص کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ کسی کو سمجھ نہ آتی تھی کہ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ کون کر رہا ہے۔ پہلے ہوائی جہاز کا خوف ناک حادثہ اس کے بعد سپر ایکسپریس ٹرین کی تباہی اور پھر ڈیم کی تباہی نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ حالات اتنے بگڑ چکے تھے کہ جو عوام اور پریس حکومت کے خلاف ہو گئے تھے۔ کہ جو اس قدر خوف ناک تباہی کے باوجود اصل حالات کا بھی پتہ نہ چلا سکتی تھی۔

صدر مملکت نے شہر کے حالات سنبھالتے ہی جمیع ٹاپ سیکرٹ جنگامی میڈنگ طلب کر لی تھی۔ اور اس وقت پریذیڈنٹ ہاؤس کے خفیہ میڈنگ ہال میں ملک کے تمام اعلیٰ حکام منہ بٹکائے موجود تھے۔ ان سب کے چہروں سے شدید پریشانی ٹپک رہی تھی۔ سیکرٹ سروس کا سربراہ کرنل شریف بھی ایک سائیڈ پر موجود تھا۔ لیکن وہ بھی بیٹھا ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور بھاشانے کے صدر اندر داخل ہوئے۔ ان کا چہرہ ہلکا ہوا تھا آنکھیں سو جی ہوئی تھیں۔ ظاہر ہے جنگامی حالات کی وجہ سے وہ ساری رات سو نہ سکے ہوں گے۔

صدر مملکت کے استقبال کے لئے میڈنگ میں موجود تمام اعلیٰ حکام اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ صدر مملکت نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر وہ خود بھی اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گئے۔ ”آج کی میڈنگ موجودہ پیمانہ ہونے والے خوف ناک حالات پر غور کرنے کے لئے بلائی گئی ہے۔ تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ

پانی کی سطح مسلسل بلند ہوتی جا رہی تھی۔ اور لاکھوں افراد جو اونٹنے علاقوں میں پہنچے تھے۔ اب انہیں بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن اب وہ کہاں جا سکتے تھے۔ پورا شہر انفرافری کاشکار ہو چکا تھا۔ اور ڈیم کی مرمت جنگامی بنیادوں پر جاری تھی۔ فوج کا انجینئرنگ شعبہ جیلے نو جوانوں کی مدد سے پانی سے جنگ لڑ رہا تھا۔ لیکن پانی کی خوف ناک طاقت کے سامنے وہ بے بس نظر آ رہے تھے۔ حکومت نے جنگامی حالات کا اعلان کر دیا تھا۔ پانی کے ساتھ مسلسل جنگ کی جا رہی تھی۔ فوج کی بے پناہ نفری کو اس عجیب و غریب جنگ میں جھونک دیا گیا تھا۔ اور پھر تقریباً آٹھ لاکھوں کی زبردست اور جان توڑ کوششوں کے بعد ڈیم کی مرمت کا کام مکمل ہو سکا۔ اور پانی مزید بلند ہونا ختم ہو گیا۔

اس کے بعد شہر کے حالات کو سنبھالا جانے لگا۔ زمینوں کو ہسپتالوں میں غبی امداد دی جانے لگی۔ لاشیں نکال نکال کر انہیں اجتماعی قبروں میں دفن کیا جانے لگا۔ بے گھر لوگوں کو سنبھالا جانے لگا۔ غرضیکہ پورا شہر ایک ایسی انفرافری کاشکار ہو چکا تھا۔ کہ جس کا حل آسان نظر نہ آتا تھا۔ کمزوروں روپوں کی جاتیہ ادیں تباہ ہو چکی تھیں۔ اور پھر عوام اور فوج نے مل کر پوری رات امدادی کارروائیاں جاری رکھیں تو وہ دوسری صبح جا کر شہر کے حالات پر سکون ہوئے۔ یہ ایسی خوف ناک قیامت تھی کہ جس نے ہر

ان کے سامنے رکھی ہوئی میز پر موجود سمرخ رنگ کے شلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔ یہ ایمر جنسی فون تھا اور انتہائی ایمر جنسی کے بغیر اس پر کسی کو بات کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کے اس طرح میٹنگ کے دوران بول بڑے پر پال میں موجود ہر شخص چونک پڑا۔ صدر مملکت کا چہرہ یک لحظ زرد پڑ گیا۔ کیوں کہ اس وقت ایمر جنسی کال کا مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ملک پر کوئی اور قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ لیکن بہر حال اب فون تو سننا ہی تھا صدر مملکت نے ہاتھ بڑھا کر رسوورا نکال لیا۔

”یس۔۔۔ صدر مملکت نے ہونٹ بیچنے ہوئے پوچھا۔“
”سہ۔۔۔ کافرستان کے پرائم منسٹر آپ سے فوری طور پر بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ دوسری طرف سے ان کے پی۔ ایس کی آواز سنائی دی۔“

”کافرستان کے پرائم منسٹر۔۔۔ اودہ۔۔۔ بات کراؤ۔“
صدر مملکت نے برسی طرح چونکتے ہوئے کہا۔
”ہیلو ہیلو۔۔۔ میں اشور چند بول رہا ہوں۔ (پرائم منسٹر کافرستان)۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی کافرستان کے پرائم منسٹر کی گھمبیر آواز سنائی دی۔“

”یس۔۔۔ گھوسہ پیکنگ۔ پریذیڈنٹ بھاشنا۔“
صدر مملکت نے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
”مجھے ابھی ابھی آپ کے دارالحکومت پر ٹوٹنے والی قیامت کی خبر ملی ہے۔ میری اور میرے عوام کی طرف سے دلی ہمدردی

آخر ملک پر یہ قیامتیں کیوں اچانک ٹوٹنے لگ گئی ہیں۔ اور ان کے پیچھے کون لوگ ہیں اور وہ کیا چاہتے ہیں۔ میں کرنل شریف سے پوچھوں گا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ کیوں کہ یہ براہ راست ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو تماشے کریں جو ان حالات کے ذمہ دار ہیں۔ صدر مملکت نے سخت لہجے میں گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

”جناب صدر۔۔۔ میں اور میری ٹیم تیزی سے کام کر رہی ہے۔ لیکن مجرم انتہائی ہوشیار اور کامیاب نظر آتے ہیں۔ وہ کوئی گلیو اپنے پیچھے نہیں چھوڑ رہے اور نہ ہی ان کی کوئی ایکشن ریجن نظر آرہی ہے۔ سبھی وہ ہوائی جہاز گرا دیتے ہیں بھیڑیں اڑا دیتے ہیں اور کبھی ڈیم۔۔۔ بہر حال اب ملک کی تحقیقات کے مطابق اتنا معلوم ہوا ہے کہ ان تحریکی کا رد واپسوں کے پیچھے غیر ملکی ہاتھ سے۔ کیوں کہ ٹرین کی تباہی کا ذمہ دار شخص جس نے ایک بریف کیس میں بم بند کر کے ایئر کنڈیشن بوگی کی لیٹرین میں رکھا تھا اس کے متعلق پتہ چلا ہے کہ وہ غیر ملکی قتل کسی یورپی علاقے کا باشندہ۔۔۔ کرنل شریف نے کسی سے اٹھ کر انتہائی مؤکد بانہ لہجے میں کہا۔“

”یورپی خبر۔۔۔ لیکن یورپی خبروں کو ہمارے ملک سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ ہمارا ان سے کیا تعلق۔“ صدر مملکت نے چونکتے ہوئے کہا۔
اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل شریف کوئی جواب دیتے۔ اچانک

قبول فرمائیے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم میڈیکل ٹیم اور امدادی سامان جو ہم سے ہو سکے بھجوا دیں گے۔ ایسٹورینڈس نے جہر دانا پہنچے ہیں کہا۔

اور۔۔۔ تھینک یو۔۔۔ ہمدردی کے لئے بے پناہ شکریہ۔ ہم آپ کی اور آپ کے عوام کی انسان دوستی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ ہمارے عظیم سمائے ہیں۔ ہمیں آپ کی انسان دوستی پر فخر ہے۔ لیکن حالات کو سنبھال لیا گیا ہے۔ فوری طور پر امداد کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ ایک بار پھر میری اور میرے عوام کی طرف سے اس ہمدردی پر شکریہ قبول فرمائیے۔ صدر مملکت نے سیاسی زبان استعمال کرتے ہوئے کہا۔

حالات کہ بھاشانہ اور کافرستان کے درمیان کافی طویل عرصے سے تعلقات انتہائی کشیدہ چلے آ رہے تھے۔ کافرستان چاہتا تھا کہ کسی طرح بھاشانہ کو کافرستان میں شامل کر دیا جائے کیوں کہ کافی سال پہلے جب کہ بھاشانہ پاکیشیا کا ایک بڑا صوبہ تھا بھاشانہ کے ایک سیاسی لیڈر نے کافرستان کے ساتھ سازش کر کے عوام کو پاکیشیا کے خلاف بغاوت کا دیا تھا۔ اور پھر کافرستان کی مدد سے بھاشانہ کو پاکیشیا سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس وقت بھی کافرستان کا یہی منصوبہ تھا کہ پاکیشیا سے بھاشانہ کو علیحدہ کر کے کافرستان میں شامل کر دیا جائے۔ لیکن اس کے لئے بین الاقوامی دباؤ سے بچنے کے لئے اس نے سیاسی طریقہ استعمال

کیا تھا کہ پہلے بھاشانہ کو علیحدہ آزاد مملکت قرار دیا جائے۔ اور جب حالات پرسکون ہو جائیں تو پھر بھاشانہ کے صدر کی طرف سے جو سیاسی لیڈر تھا جس نے اس سازش میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ اسے کافرستان میں عدم کرنے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ لیکن بھاشانہ کے عوام ذہنی طور پر کافرستان کے خلاف تھے۔ انہوں نے اس خوف ناک سازش کی بوسہ گھڑ لی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس سیاسی لیڈر کو جو نو آزاد مملکت بھاشانہ کا پہلا صدر تھا کہ اس کے پورے کہنے سمیت گولیوں سے بھون ڈالا تھا۔ اس طرح کافرستان کا یہ منصوبہ فوری طور پر کھٹائی میں پڑ گیا تھا۔ پھر حالات تیزی سے بدلتے گئے۔ اور بھاشانہ کے عوام کو معلوم ہو گیا کہ پاکیشیا سے علیحدگی نے انہیں فائدے کی بجائے نقصان پہنچایا ہے۔ اور وہ کافرستان کی خونخوار سازش کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور پھر پاکیشیا نے بھاشانہ کو تسلیم کر کے اس کے ساتھ بہترین تعلقات قائم کر لیے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پاکیشیا نے انتہائی تیز رفتاری سے ترقی کی تھی۔ جب کہ بھاشانہ میں ترقی کی رفتار بھی خاصی سست تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وطن قدرتی آفات۔ قحط۔ خشک سال بھی اکثر وارد ہوتی رہتی تھی۔ اس سے پہلے ایسی صورتحال میں پاکیشیا اپنے وسائل سے بھاشانہ کو بھرپور اور فوری امداد دے دیا کرتا تھا۔ اور صورت حال بہتر ہو جاتی تھی۔ لیکن اب ایسی بات نہ تھی۔ اب سب کچھ انہیں اپنے وسائل سے کرنا ہوتا تھا۔

اور ان کے وسائل انتہائی محدود تھے۔ اور کافرستان کے ساتھ ان کے تعلقات ہمیشہ آہستہ آہستہ کشیدہ ہوتے چلے جا رہے تھے۔ کیونکہ کافرستان کے حکام کی نظر میں بھاشانہ بزرگی ہوتی تھیں۔ اور وہ بھاشانہ میں مختلف سازشیں کر رہے تھے۔ تاکہ کسی طرح بھاشانہ کے عوام کو کاسگر حکومت کے خلاف بغاوت کرائی جائے۔ اور پھر خود دس صورت حال کا بہانہ بنا کر بھاشانہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہی حالات تھے کہ کراکل کافرستان سے تعلقات انتہائی کشیدہ تھے جب کہ پاکیشیا کے ساتھ تعلقات میں روز بروز گہرائی آتی جا رہی تھی۔ اور اب تو یہ مطالبہ خواہاں زور پکڑ گیا تھا۔ کہ بھاشانہ کی پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن قائم کی جائے تاکہ دونوں برادر ملک ایک باہم رکھتے ہو سکیں۔ یہ مطالبہ عوام اور مختلف سیاسی حلقوں پر اس قدر زور پکڑ گیا تھا کہ اب حکومت بھی اس پر غور کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ لیکن کافرستان کے حلیف سچر پاد رو میاہ اس کی شدید مخالفت کر رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایکریہا بھی جو ایک اور سپر پاور تھی۔ اظہار خاموش تھا۔ کیونکہ اندرون خانے وہ بھی پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن کی مخالفت کر رہا تھا۔ اور دونوں سپر پاور کی طرف سے مسلسل یہ دباؤ ڈالا جا رہا تھا کہ بھاشانہ نہ صرف پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن کا خیالی چھوڑ دے بلکہ اس کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات بھی منقطع کر لے۔ لیکن بھاشانہ کے عوام کی طرف سے حکومت پر مسلط

دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ اور اس سلسلہ میں ایک بہت بڑی اور بااثر سیاسی جماعت بھاشانہ لیگ جسے عرف عام میں بی۔ ایل۔ پی۔ ارنی کہا جاتا تھا سب سے زیادہ دباؤ ڈال رہی تھی۔ یہی وجوہات تھیں کہ بھاشانہ اور کافرستان کے درمیان بس رسمی سے تعلقات رہ گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے بھاشانہ کے صدر نے فوری طور پر اعداد لینے سے سیاسی انداز میں انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ صدر جانتے تھے کہ عوام انتہائی مشکوک کے باوجود کافرستان کی طرف سے کوئی اعداد قبول نہ کریں گے۔

”مسٹر پریذیڈنٹ ہمیں آپ کے ملک میں ہونے والے واقعات پر گہری تشویش ہے۔ کیونکہ بہر حال آپ ہمارے ہمسایہ ہیں۔ کافرستان کے وزیراعظم الشیچند نے اس بار سپاٹے لہجے میں کہا۔

”تشویش کا شکریہ۔ ایسا تو اکثر ہوتا رہتا ہے۔ بہر حال جلد ہی صورت حال واضح ہو جائے گی۔“ صدر مملکت نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مسٹر پریذیڈنٹ ہمسایہ ملک ہونے کے ناطے میں آپ ملک ایک اطلاع پہنچانا چاہتا ہوں۔ ہمارے سیکرٹ سرورس نے ٹاپ سیکرٹ اطلاع دی ہے۔ کہ ان واقعات کا تعلق آپ کی حکومت پر بی۔ ایل۔ پی۔ ارنی کے اس دباؤ پر ہے کہ بھاشانہ کی پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن قائم کی جائے۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ آپ کی سیاسی بصیرت اس دباؤ کے تحت نہ آنے گی لیکن

اس کے باوجود آپ کو اس سلسلے میں محتاط رہنا چاہیے۔
وزیر اعظم نے سرور ایچ میں کہا۔ اور وزیر اعظم بات سی کر صدر
مملکت بریلی طرح چونک پڑے۔

”اوه۔ آپ کی یہ اطلاع ہمارے لئے انتہائی حیرت انگیز
ہے۔ یہ تو ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کے مترادف
ہے۔ اس امر کا فیصلہ تو ہم نے خود کرنا ہے کہ ہم کیا کریں اور
کیا نہ کریں۔ اس سلسلے میں کسی دوسرے کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا
پھر یہ تجویزی کارروائیاں کیوں کی جا رہی ہیں۔ اور اہم بات
یہ ہے کہ کون کر رہا ہے۔ صدر مملکت نے انتہائی برہم
ہجے میں کہا۔

”جناب پریذیڈنٹ۔ اسی بات کا کھوج لگانا تو آپ کی
حکومت کا کام ہے کہ ایسا کون کر رہا ہے۔ بہر حال ہم
مکاب جو اطلاع پہنچی تھی وہ ہم نے آپ تک نیک نیتی سے پہنچا
دی۔ اور اگر آپ چاہیں تو ہم انہی خبری کارروائیاں کر سکتے
ہیں۔ واولوں کا کھوج لگانے کے لئے اپنی سیکرٹ سروس آپ کی
سیکریٹ سروس کی امداد کے لئے روانہ کر دیں۔ وزیر اعظم
نے سپاٹ ایچ میں کہا۔

”بے حد شکریہ۔ ہماری سیکریٹ سروس جلد ہی ان
مجرموں کا کھوج لگائے گی۔ آپ کی پیش کش پر ہم نے حد
مشکور ہیں۔ صدر مملکت نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔
”جناب پریذیڈنٹ صاحب۔ بین الاقوامی اور علاقائی

صورت حال تو آپ ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ آپ کی سیاسی بصیرت
کے ہم دل سے قائل ہیں۔ آپ ہمارے ہمسائے ہیں جب کہ
پاکستان آپ سے کافی دور ہے۔ آپ کے ملک کی سیاسی پارٹی
بی۔ ایل۔ وراصل پاکستان کی شدید کنفذ ریشن کا شوشہ چھوڑ رہی
ہے۔ اس لئے ایسا نہ ہو کہ آپ اس پارٹی کے دباؤ کے
تحت پاکستان سیکرٹ سروس کی امداد قبول کریں۔ ایسی
صورت میں ہمیں دلی تکلیف پہنچے گی۔ وزیر اعظم کا فرستان
نے اس بار قدرے صبر فرمایا۔

”آپ کا شکریہ۔ ادلی تو ایسی کوئی بات نہیں۔ اور
اگر ایسا مسئلہ کبھی درپیش بھی آیا تو یہ سوچنا ہمارا کام ہے کہ ہمارے
ملک کا مفاد کس میں ہے۔ صدر مملکت نے اس چھی چھی
دھمکی پر بڑی مشکل سے اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔
”بالکل۔ آپ اپنا مفاد بہتر سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمیں بھی
بہر حال آپ کا مفاد عزیز ہے۔ شکریہ۔ اب سمجھئے
اجازت۔ گڈ بائی۔ وزیر اعظم کا فرستان نے ایک
بار پھر اپنی غیظ دھمکی دوہرائی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو
گیا۔

صدر مملکت نے ایک چمکے سے ریسورکرڈیل پر دکھا۔ ان
کا چہرہ غصے اور برہمی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ چند لمحے
خاموش رہے۔ اس کے بعد انہوں نے میڈیٹنگ کے شرکا سے
مخاطب ہو کر کہا۔

”جناب۔ ایک ملک اور بھی ہے جو اس محلے میں عوث ہو سکتا ہے۔ اور وہ ہے اسرائیل۔ وہ کافرستان کا بھی حلیف ہے۔ اور انگریز یا کابھی۔ اور ویسے بھی وہ لوگ مسلم ہمارے کے اتحاد کے دشمن نہیں ہیں۔ ایک اور صاحب نے اٹھ کر کہا۔

”میرا خیال ہے جناب۔ ابھی ایسا سوچنا قبل از وقت ہے۔ جب ملک مجرموں کی طرف سے کوئی مطالبہ سامنے نہ آئے یا ان کا کوئی داغ و خال نہ مل جائے۔ فی الحال ہمیں اپنی پوری توجہ مجرموں کی گرفتاری پر مرکوز کر دینی چاہیے۔“ سیکرٹری آف سٹیٹ نے کہا۔

”کافرستان کے وزیر اعظم نے ہماری سیکرٹ سروس کی امداد کے لئے اپنی سیکرٹ سروس بھیجے گی ابھی آخر کی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ اگر ہم نے کسی بھی مرحلے پر پاکستان یا سیکرٹ سروس کی امداد حاصل کی تو اس بات کو وہ اپنی سیکرٹ سروس کی توہین سمجھیں گے۔“ صدر مملکت نے دعا صحت کرتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کسی بھی ملک کی سیکرٹ سروس کی امداد حاصل کرنا ہماری توہین ہے۔ ہماری سیکرٹ سروس خود ہی ان مجرموں پر قابو پانے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لئے اس پہلو پر سوچا جائے نہ جلے۔“ کرنل شریف نے فوراً ہی اٹھ کر کہا۔

”ابھی ابھی کافرستان کے وزیر اعظم صاحب نے یہ اعلان دی ہے کہ ان تخریبی کارروائیوں کا تعلق بھاشانہ اور پاکیش کے کنفدریشن کی تجویز سے ہے۔ آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔“ صدر مملکت کا ابھی ابھی تک برہم تھا۔ جناب صدر۔ اگر اس پہلو پر سوچا جائے تو صورتحال خاصی الجھ جاتی ہے۔ جیسا کہ کرنل شریف صاحب نے انکشاف کیا ہے کہ مجرم سفید فام ہیں۔ اور ابھی تک ان کی طرف سے کوئی مطالبہ بھی سامنے نہیں آیا۔ وہ بھی مسلسل تخریبی کارروائیاں کئے چلے جا رہے ہیں۔ اگر ان تخریبی کارروائیوں کا تعلق کنفدریشن کے امکان فی منصوبے سے ہوتا تو بجائے تخریبی کارروائیاں کرنے کے ہم پر سیاسی دباؤ ڈال جاتا۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ ایسی بات نہیں ہو سکتی۔ وزیر خارجہ نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ کنفدریشن کے اس منصوبے سے اگر کسی کو ٹھیکہ لیا جاسکتا ہے تو وہ کافرستان ہو سکتی ہے۔ یا اس کا حلیف روس یا۔ لیکن تخریبی کارروائیاں کرنے والے تو سفید فام ہیں۔“ سیکرٹری وزارت دفاع نے کہا۔

”ایک اور پہلو پر بھی غور ہونا چاہیے۔ دونوں حکومتیں ان تخریبی کارروائیوں کے لئے کسی بین الاقوامی مجرم تنظیم کی امداد بھی حاصل کر سکتی ہیں تاکہ وہ براہ راست عوث نہ ہوتے پائیں۔“ وزیر دفاع نے کہا۔

"لیکن کرنل صاحب۔ مجرم جس تیز رفتار سی ہولناک تخریب کارروائیاں کئے چلے جا رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہماری سیکرٹ سروس کی کارکردگی اتنی تیز رفتار نہیں ہے۔ اگر مجرم اس وقت پکڑے گئے جب پورا ملک تباہ ہو گیا تو پھر اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ صدر مملکت نے اس بار انتہائی گرفتار رہے ہیں کہا۔

"جناب۔ مجرم ابھی تک چھپے ہوئے ہیں۔ غائب ہے وہ اپنا مشن لے کر آئے ہیں اور پہلے سے تمام انتظامات کر کے آئے ہوں گے۔ اب ان کو گرفتار کرنے کے لئے ہم تفتیش ہی کر سکتے ہیں۔ علم نجوم کی مدد سے تو ان کے نام دیتے ہمیں معلوم نہیں ہو سکتے۔ اس لئے اس میں بہر حال وقت تو لگے گا۔ اگر آپ کسی اور ملک کی سیکرٹ سروس کو امداد کے لئے بلوا بھی لیں تو انہیں بھی تو وقت چاہیے۔ کرنل شہر لینے جواب دیا۔

"اچھا۔ آپ کتنا وقت ان مجرموں کی گرفتاری کے لئے لینا چاہتے ہیں؟" صدر مملکت نے دو ٹوک جواب دیا۔ "کوئی تاریخ تو مقرر نہیں کی جاسکتی، بہر حال ہماری تو کوشش ہے کہ ہم جلد از جلد مجرموں کو گرفتار کر لیں۔ ہمارا خیال ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے تک ہم ان مجرموں کے خلاف کوئی واضح کیو کیو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔" کرنل شہر لینے نے جواب دیا۔

"او۔ کے۔ ٹھیک ہے۔ میں آپ کو ایک ہفتہ مزید

دیتا ہوں۔ اور مجھے انتہائی فخر ہو گا۔ اگر ہماری سیکرٹ سروس مجرموں کو گرفتار کرے۔" صدر مملکت نے کہا۔

"جناب صدر۔ مزید تخریب کارروائیوں سے بچنے کے لئے ہمیں اہم ترین اور حساس مقامات کی انتہائی گہری نگرانی کرنی ہوگی؟ سیکرٹری داخلہ نے اللہ کر کہا۔

"ہاں۔ اس کے لئے میں نے احکامات پہلے ہی جاری کر دیئے ہیں۔ فوج اہم ترین مقامات کی گہری نگرانی کرے گی۔ جب کہ پولیس فورسز اور ملٹری اینٹی جس بھی ان مقامات کے گرد بھیلے رہے گی تاکہ مشکوک افراد کو پکڑا جاسکے۔ اب یہ میسنگ برتات کی جاتی ہے۔ ایک ہفتہ بعد اگر ضرورت محسوس ہوئی تو دوبارہ میسنگ بلائی جائے گی۔" صدر مملکت نے کہا اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے اٹھتے ہی سب افراد ابھی اٹھنا بکھرے ہو گئے۔

"مسٹر حسین۔ آپ میرے چیمبر میں تشریف لائیں۔ ایک ضروری گفتگو کرنی ہے۔" صدر مملکت نے وزیر خارجہ سید حسین احمد سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور وزیر خارجہ کے سر ہلاتے ہی وہ تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس کی طرف بڑھ گئے۔

میسنگ کے باقی شرکار کے جانے کے بعد وزیر خارجہ سید حسین احمد صبح سے آخر میں میسنگ روم سے نکلے۔ اور پھر سید سید پرید بیٹنٹ چیمبر کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اجازت ملنے پر وہ جب چیمبر میں داخل ہوئے تو صدر مملکت کو انہوں نے انتہائی پریشانی

کے عالم میں اپنے چیمبر میں بیٹھتے ہوئے دیکھا۔

”مسٹر جین احمد۔ حالات بے حد خراب ہیں۔ اندرون بھی اور بیرون بھی۔ میں نے میٹنگ میں تو بات نہیں کی۔ لیکن وزیر اعظم کا فرستان کی دھمکی اس سلسلے میں انتہائی واضح ہے۔ اور یہ سارا چکر واقعی کنفڈریشن کے سلسلے میں چلا یا جا رہا ہے۔ اور جہاں تک میں سمجھا ہوں۔ کا فرستان کا ہاتھ ان بختری کارروائیوں میں ضرور ہے۔ اب آپ بتائیں کیا کیا جائے؟“

”جناب۔ صورت حال انتہائی پیچیدہ ہے۔ عوام کا واضح رجحان پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن کی طرف ہے۔ اور حکومت پاکیشیا سے بھی اس سلسلے میں انتہائی بات چیت مکمل کر لی گئی ہے۔ ایسی صورت حال میں اگر ہم پیچھے ہٹے تو اندرون کی طور پر عوام بکڑ جائیں گے اور پاکیشیا کے ساتھ بھی مہارے تعلقات کو خالصتاً چھکا پھینکا گا۔ اور مسئلہ صرف پاکیشیا کا نہیں بلکہ مکمل اسلامی ملک کا ہے۔ کیوں کہ پورے اسلامی ملک کی بھی یہی رائے ہے کہ کنفڈریشن جو جانی چاہیئے۔ اگر ایسا ہو تو ہم بین الاقوامی طور پر تہوارہ جائیں گے۔“ وزیر خارجہ نے ٹھوس پہلے میں کہا۔

”تو پھر اس کا کوئی حل بتائیے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔“ صدر مملکت نے بے بسی سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ مجرم جو یقیناً انتہائی اہمیت والی چیزیں۔ جاری سیکرٹ سروس کے بین کارڈنگ نہیں ہیں میں اس سلسلے میں لازماً کسی نہ کسی سے امداد حاصل کرنی ہوگی۔ اگر میں ان مجرموں کو گرفتار کر لیں تو پھر معاملہ سیدھا ہو سکتا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ اسے دے دیتے ہوئے کہا۔“

”بھروسے سے امداد حاصل کی جائے۔ وزیر اعظم کا فرستان نے اصرار رکھی دھمکی دے دی ہے کہ اگر ہم نے پاکیشیا سے اس سلسلے میں امداد حاصل کی تو وہ کوئی بڑا اقدام کر سکتے ہیں۔ اور کا فرستان سیکرٹ سروس کو بلا نا تو دشمن کے ہاتھ میں اپنی مکمل فینے کے مترادف ہے۔“ صدر نے کہا۔

”جناب۔ اسی دھمکی میں ہی یہ سارا راز نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سارے کھیل میں کا فرستان کا اہم کردار ہے۔ اور انہیں اگر خطرہ ہے تو صرف پاکیشیا سیکرٹ سروس سے۔ کیوں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی کارکردگی بے پوری دنیا واقف ہے۔ پہلے بھی آپ کو معلوم ہے کہ فلسطینی ہتھیاروں کے سرائیل سے انتقام لینے کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کی امداد حاصل کی تھی۔ اور انہوں نے سرائیل سے ایسا بھیا تک انتقام لیا تھا کہ وہ آج تک اپنے زخم جانتے چر رہے ہیں۔ اسی طرح کا فرستان کے خلاف بھی پاکیشیا سیکرٹ سروس نے انتہائی کامیاب کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس لئے اگر انہیں خطرہ ہے تو صرف پاکیشیا سیکرٹ سروس

سے وزیر خا رجہ نے کہا۔ ان کے بچے میں بے پناہ جوش
جھلک رہا تھا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ
کافرستان ایک بڑا ملک ہے۔ وہ کسی بھی بہانے سے چار
ساتھ کوئی ایسا قضیہ چھیڑ سکتے ہیں کہ ہم بے پناہ نقصان اٹھا
لیں۔ پھر دوسیاہ بھی اس کا حلیف ہے اور ایکرمیا بھی
درپردہ اس معاملے میں اسلامی ہلاک کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر
صورت میں ہم پاکیشیا سیکرٹ سروس کو کس طرح امداد کے
بلا سکتے ہیں۔ ہمیں خود ہی اس مسئلے کو ٹھٹھانا ہوگا؟
صدر مملکت نے جواب دیا۔

”جناب۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ ایسے مجرم بہانہ
سیکرٹ سروس کے بس کا لوگ نہیں ہیں۔ ہمیں کچھ کرنا
گرمیرے خیال میں اگر یہ صورت حال پاکیشیا کے چیف آف
سیکرٹ سروس کے سامنے رکھ دی جائے تو وہ یقیناً اس
کوئی بہتر حل نکال لے گا۔“ وزیر خا رجہ نے کہا۔

”ہاں۔ یہ بھی درست ہے۔ تو پھر ذمہ دار ہی بھی آپ
اٹھائیں۔ آپ پاکیشیا کا خفیہ دورہ کریں اور اس الجھن کا کوئی
حل نکال کر لائیں جس سے ہم اس الجھن سے صحیح طور پر باہر
سکیں۔“ صدر مملکت نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے جناب۔ میں اس دورے کے انتظامات
کرتا ہوں۔ پاکیشیا کے سیکرٹری وزارت خا رجہ سر سلطان

برے ذاتی دوست ہیں۔ وہ ضرور کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔
وزیر خا رجہ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر صدر مملکت سے
بازت لے کر وہ چیمبر سے باہر نکل گئے۔



ایک بڑے کمرے کے درمیان رکھی ہوئی میز کے گرد چار
رادہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب کہ پانچویں کرسی خالی پر بیٹھی ہوئی
تھی۔ چاروں افراد فیملی تھے اور ان کے چہروں پر بگہری سنجیدگی
رہی تھی۔ یہ چاروں اسرائیل کی انتہائی خفیہ ایجنسی فیس آف
ایٹم جسے عرف عام میں ایٹم۔ ڈی کہا جاتا تھا کے مختلف شعبوں
کے انچارج تھے۔ ڈی اسرائیل کی اسی تنظیم تھی۔
جن کا کام دوسرے ملکوں میں خوف ناک قسم کی تخریب کارروائیاں
لانا تھا۔ اسی تخریب کارروائیاں جن سے پورے ملک کا نظام
آہرہ بالا ہو کر رہ جائے۔ اسرائیل نے یہ تنظیم ایک خصوصی مقصد

کے لئے تیار کی تھی۔ اور اس کا بھرپور انتہائی چھان بین کے بعد اور کڑے
امتحانات کے بعد اس تنظیم میں شامل کیا گیا تھا۔ اور اس کے
بعد اسے اس قدر سخت ٹریننگ دی گئی تھی کہ یہ تنظیم صحیح معنوں
میں خیس آن ڈیوٹ یعنی موت کا چہرہ بن چکی تھی۔ جب بھی اس
اپنے کسی مخالف ملک کی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا وہ الین ڈی
حرکت میں لانا اور توجہ ہمیشہ اس کے حق میں ہی رہا تھا۔ الین ڈی
کی فائل تیزی سے شاندار کارناموں سے بھر جاتی جا رہی تھی۔ او
اب تو الین ڈی نے اپنی اہمیت اور حیثیت اس حد تک قائم
کر لی تھی کہ الین ڈی کے الفاظ کو کامیابی کے مترادف سمجھا جاتا
اور خاص طور پر جب سے الین ڈی نے ایکریمیا جیسی سپر پاور کے
خلقات اس کے صدر کو جیلز کے کاشنڈار کارنامہ سرانجام دیے
تھا اس وقت سے الین ڈی دنیا بھر کی تنظیموں سے باڈی لے
گئی تھی۔ ویسے تو ایکریمیا اسرائیل کا زبردست حلیف تھا۔
لیکن ایک بار اس کے ایک صدر نے اسرائیل کی بجائے
مشرق وسطیٰ کے اسلامی ملک کی درپردہ مدد کو فی شرع کر
دی تو اسرائیلی حکام نے فیصلہ کیا کہ اس سے پہلے کہ صورت حال
جگڑ جائے۔ ایکریمیا کے صدر کو اقتدار سے ہٹا دیا جائے۔ اور یہ شاید
دنیا کا سب سے مشکل اور کٹھن کام تھا۔ کیوں کہ امریکہ کی خفیہ
تنظیمیں اس قدر باخبر تیز اور با وسائل تھیں کہ الین ڈی کی
سرگرمیاں دلوں عام حالات میں کام نہ دے سکتی تھیں۔ لیکن الین
ڈی نے اس زبردست چیلنج کو قبول کر لیا۔ اور اس کے بعد

یہ۔ ڈی نے ایک نیا لاکھ عمل اپنایا اور اخباری نمائندوں کے
دب میں صدر کے خلاف ایک ایسا اسکینڈل کھڑا کر دیا کہ پوری
یورپی رائے عامہ صدر کے خلاف ہو گئی۔ اور آخر کار صدر
اقتدار سے ہٹا ہی پڑا۔ حالانکہ یہ سارا اسکینڈل الین ڈی کا
غیب دیا ہوا تھا۔ لیکن انہوں نے اس مہارت سے یہ
اسکینڈل کھڑا کیا تھا کہ صدر کی کوئی وضاحت ایکریمیا عوام کو مطمئن
کر سکی اور الین ڈی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ اس کے
شاندار کارنامے نے اسرائیلی حکام کی نظروں میں اس کی اہمیت
بار بار بلند کر دی تھی۔ اور وہ سوچنے لگ گئے تھے کہ
ین ڈی کی مدد سے وہ ایک روز پوری دنیا پر پھیلی ہوئی یہودی
ظلمت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

چند محوں بعد ہی بال کمرے کا بقی دروازہ کھلا۔ ایک لمبے قد
بستول جیم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کی ڈیڑھی بڑی ہونچوں
اس کے بھاری چہرے کو اور زیادہ بھاری اور نفوت ناک بنا
تھا۔ یہ الین ڈی کا سربراہ کرنل چارلس تھا۔ دنیا کا
اہوا ایجنٹ۔ جن کا نام ہی دہشت پیدا کرنے کے لئے کافی تھا۔
نل چارلس لڑائی بھڑائی کے فن میں انتہائی ماہر ہونے کے
علاوہ خطرناک حد تک ذہین اور چالاک واقع ہوا تھا۔ وہ
بے پناہ ذہانت سے مشکل سے مشکل سچو مشن کو اس طرح کنٹرول
رہتا تھا کہ اس کی ذہانت کو دشمن بھی تسلیم کر لینے پر مجبور
ہو جاتا تھا۔

”ایسی کوئی بات نہیں باس۔ دراصل میں آئندہ مشن کے رے میں سوچ رہا تھا۔ کیوں مجھے اطلاع ملی تھی کہ بھاشاند سیکرٹ سروس کا چیف ہماری لائن پر چل نکلا ہے۔ اس نے تعلق ڈھونڈ نکالا ہے جو میں میں ہم رکھنے کا عین شاہد ہے اور اس نے اس آدمی کا تفصیلی حلیہ کرنل شریعت ایک پہنچا دیا ہے جس نے یہ ہم دکھا تھا۔ اور اب پوری سیکرٹ سروس اسے تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ میجر ہارسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اے۔۔۔ یہ تو واقعی سنجیدہ ہونے والی بات ہے۔ پھر آپ نے کیا کیا؟“ کرنل چارلس نے چونکے ہوئے کہا۔
”وہ آدمی اصل میں تو میرے ہی گروپ کا تھا جس نے ہم دکھا تھا ور میں نے عارضی طور پر اسے آپ کی کوٹھی پر بھیج رکھا تھا۔ چنانچہ اطلاع ملنے ہی میں نے اسے گولی مار دینا زیادہ بہتر سمجھا۔ تاکہ بیشک کے لئے اس کی شکل گم ہو جائے۔“ میجر ہارسن نے ہل اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ جیسے اس نے اپنے گروپ کے آدمی کو قتل کرنے کی بجائے کسی ضرورساں کیمرے کو ہلاک کر دیا ہو۔

”جگہ۔۔۔ مجھے آپ کی ضمانت سے یہی امید تھی۔ مشن کی خاطر رشم کی قربانی ہمارا مانگو ہونا چاہیے۔ لیکن آپ مطمئن نہیں رہی شہریت ہمارے متعلقے میں بچے۔ وہ زندگی بھر بھی دشمن کو تار رہے تو ایف۔ ڈی کا راستہ نہیں کاٹ سکتا۔“

کرنل چارلس۔۔۔ تیز تیز قدیم اثاثا آگے بڑھا اور پانچویں خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ میز کے گرد بیٹھے ہوئے چاروں افراد اور کرنل چارلس کی طرف ہی دیکھ رہے تھے جیسے وہ اس کے بول کے منتظر ہوں۔ لیکن کرنل چارلس باری باری ان سب کو عتابی نظروں سے جانچنے میں مصروف تھا۔
”میجر ہارسن۔۔۔ آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں؟“ کرنل چارلس نے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”پریشان۔۔۔ نو باس۔۔۔ پریشانی کیسی۔۔۔ سب اور کے۔۔۔ اس آدمی نے چونک کر جواب دیا۔
”کیپٹن کالبرج۔۔۔ آپ کا کیا خیال ہے۔“ میجر ہارسن پریشان نہیں ہے۔ کرنل چارلس نے ایک دبلے پتلے نو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مجھے تو ایسے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے۔ البتہ وہ ضرورت زیادہ سنجیدہ ضرور ہیں۔“ میجر ہارسن کے ساتھ بیٹھے نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”میجر ہارسن تو رہتے ہی سنجیدہ ہیں۔ یہ کوئی نئی بات تو نہ ہو۔“ میجر ہارسن کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک بھاری جسم کے آدمی نے کہا۔

”میجر آرنلڈ۔۔۔ آپ کی بات بھی درست ہے۔ بہر حال۔۔۔ ایسا ہی احساس نجا اس لئے میں نے پوچھ لیا۔“ کرنل شہر نکراتے ہوئے کہا۔

کرنل چارلس نے جسے ٹھوس اور با اعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن میرا نظریہ کچھ اور ہے۔ ایک اور آدمی نے جو اب تک خاموش بیٹھا ہوا تھا اچانک بات کرتے ہوئے کہا۔

”ایک نظریہ مسٹر رابرٹس۔ کھل کر بات کیجیے۔“

کرنل چارلس نے اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

”کرنل شرافت بے حد تربیت یافتہ جاسوس ہے۔ اس نے ایک یمنی الشی ٹیوٹ آف کو منالوجی میں باقاعدہ تربیت لی ہوئی ہے۔ اور اس کا دماغ کا ریکارڈ شاندار ہے۔ اس نے ہمیں اس طرح نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔“

رواب دیا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ ہم نے اسے نظر انداز نہیں کر رہے۔ آرٹلڈ ان کی انگریزی کر رہے ہیں۔ یہی وہ ہمارے خطرے کا باعث بنا ہم اسے فوراً ہی راستے سے ہٹا دیں گے۔“

کرنل چارلس نے کہا۔

”ہاں۔ میرے خیال میں اب آئندہ مشن کے لیے میں تفصیلات ملے کر لی جائیں تاکہ جو ابتدائی ٹارگٹس ہم نے ہاں کئے ہیں ان کا بھرپور اور دوسری فائدہ اٹھایا جاسکے۔“

کارپور نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس میٹنگ کا اصل مقصد یہی ہے کہ اب ہمیں مشن کا آغاز کر دینا چاہیے۔ آپ کو اب تک اس مشن۔“

مسد میں اس نے بریف نہ کیا گیا تھا کہ ہمارے لئے یہ تین ٹارگٹس بٹ کرنا انتہائی ضروری تھا۔ اور میں چاہتا تھا کہ آپ اس مسئلے میں اپنی پوری توجہ صرف کر دیں۔ اور مجھے خوشی ہے کہ

ہم اپنے منصوبے کے مطابق انتہائی کامیاب رہے ہیں۔ اب وہ گیا اصل مشن تو میں اس کی تفصیلات آپ کو بتا دیتا ہوں۔ تاکہ

اس سے مشن کو ذہن میں رکھ کر کام کو آگے بڑھایا جاسکے۔“

کرنل چارلس نے کہا۔

”ہم سن رہے ہیں ہاں۔ باقی چاروں ممبروں نے ایک آواز ہو کر کہا۔“

”جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ پاکیشیا اسلامی بلاک کا لیڈر ہے۔ وہ جدید ترین ٹیکنالوجی پر پوری مہارت رکھتا ہے۔ اور

یہ ٹیکنالوجی دیگر اسلامی ممالک کو سپلائی کرتا رہتا ہے۔ اس طرح اسرائیل کا پوری دنیا پر پوری سلطنت پھیلانے کے عظیم منصوبے میں رکاوٹیں پیدا ہوتی جا رہی ہیں۔ اب ایک نئی بات سامنے

آئی ہے کہ بھاشا نے جو کسی زمانے میں پاکیشیا کا ایک بڑا صوبہ تھا۔ اور جسے روسیہ، انگریزیا، اسرائیل اور افغانستان

نے ایک عویل سازش کے تحت پاکیشیا سے علیحدہ کیا تھا دوبارہ پاکیشیا کے ساتھ شامل ہونے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔“

کرنل چارلس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا بھاشا نے پاکیشیا میں مدغم ہونا چاہتا ہے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو ایک آزاد ملک ہے۔“

”معلم ہونے کی بات نہیں۔ گواصل مقصد یہی ہے وہ پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن قائم کرنا چاہتا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو پاکیشیا ایک بار پھر بہت زیادہ طاقت ور ہو جائے گا اور کافرستان کے ساتھ ساتھ اسرائیل کو بھی شدید ترین نقصانات پہنچانے کے قابل ہو جائے گا۔ اور اس کی بین الاقوامی پوزیشن بھی بہت طاقتور ہو جائے گی۔ چنانچہ اسرائیلی حکام نے اس سلسلے میں کافرستانی حکام سے بات چیت کی تو کافرستانی حکام نے بھی اس خدشے کا اظہار کیا۔ اطلاعات کے مطابق حکومت بھاشا نے اس سلسلے میں اصولی طور پر یہ کہہ کر کنفڈریشن ہوگی۔ اس کے لئے انہوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کی ہے۔ اور ایک بااثر سیاسی جماعت کو اس مشن پر لگا دیا ہے کہ وہ رائے عامہ کو اس منصوبے کی حمایت میں تیار کرے۔ یہ سیاسی جماعت جسے بی۔ ایل پارٹی کہا جاتا ہے۔ اس معاملے میں خاصی تیز رفتاری ثابت ہوئی ہے۔ اور یہ بھی اطلاعات ملی ہیں کہ پاکیشیا کی طرف سے بھی اس جماعت کو تعاون حاصل ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ بھاشا کے صدر گوبہرائے جی نے بھی اس کنفڈریشن کے حامی ہیں۔ چنانچہ جسے حدسودج بچا کر کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ الیف۔ ڈی کو اس منصوبے کے خلاف حرکت میں لایا جاتے ویسے تو کافرستانی سیکرٹ ایجنسیاں بھی یہاں کام کر سکتی تھیں۔ لیکن چون کہ کافرستان کے براہ راست ملوث ہونے پر بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔ اس لئے یہ فیصلہ ترک کر دیا گیا۔

ایف۔ ڈی پر یہی انحصار کر لیا گیا۔ اور اس طرح الیف۔ ڈی بھاشا کے لئے جو کچھ یہاں اسرائیل کا سفارت خانہ موجود نہیں ہے۔ اس لئے کافرستانی سفارت خانہ جاری مشن پر بھی اس کے لئے اور یہاں ایڈجسٹ ہونے کے لئے ابتدائی تیاریاں بھی کافرستانی سفارت خانے نے ہی پوری کی ہیں۔ الیف۔ ڈی نے کامنصوبہ بنایا گیا کہ الیف۔ ڈی۔ اسے بھاشا نے میں لگاتار ایسی فونٹ ناک تحریکی کارروائیاں کرے گی کہ پورے ملک کے عوام اور اپنی حکام پر ہی طرح ہو کر جائیں۔ اس کے بعد اس کا ایک نمبر عوام میں یہ پروپیگنڈا پھیلا دے گا کہ اگر پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن کی گئی تو پورے ملک کو تباہ کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد بی۔ ایل پارٹی کے عہدے داروں کو چون چون کر قتل کر دیا جائے گا۔ ایسے اخبارات کے ذخائر تباہ کر دیئے جائیں گے۔ جو کنفڈریشن کے حق میں ہوں گے۔ ایسے سیاست دانوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا جو کنفڈریشن کے منصوبے پر عمل پیرا ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ پورے ملک میں تحریکی کارروائیاں جاری رکھی جائیں گی تاکہ حکومت بھاشا نہ پر مسلسل اور خوف ناک دباؤ ڈالا جائے۔ اور جب تک اس منصوبے کے ترک کر دینے کا واضح طور پر اعلان نہ کر دیا جائے یہ کام جاری رکھا جائے گا۔ اور اگر سب سے آخر میں ضرورت پڑی تو حکومت کا تختہ الٹ کر ایسی پارٹی کو برسرِ اقتدار لایا جائے گا جو کافرستان اور اسرائیل کے حق میں ہوگی اور پاکیشیا کی دشمن ہوگی۔ اس طرح

یہ منصوبہ نہ صرف ہمیشہ کے لئے اپنی موت مر جائے گا بلکہ اگر
 بھی کسی کو یہ جرأت نہ ہو سکے گی کہ وہ اس لائن پر سوچ بھی سکے
 چنانچہ اپنے منصوبے کے مطابق ابتدائی تین ٹارگٹس جنٹ کر
 میں کامیاب ہو گئی ہے۔ دوا کی چھانڈ کا حادثہ پھر مسافر
 کی تباہی اور آخر میں ڈیم کا اڑدینا۔ ان تینوں منصوبوں
 مطلوبہ نتائج حاصل ہوئے ہیں اور پورے ملک کے عوام زبردست
 پریشانی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ایک نامعلوم سا خوف مہم
 طاری ہو چکا ہے۔ اسی طرح اعلیٰ حکام بھی جرمی طرح بوکھلا گئے
 کافرستانی حکومت کے ذہن میں ایک خدشہ تھا جس کی میں
 بھرپور انداز میں مخالفت کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ پاکیشیا
 سیکرٹ سروس اگر ایف۔ ڈی کے مقابلے پر آگئی تو ایف۔ ڈی
 کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ حالانکہ ایسا سوچنا بھی جہ
 ہے۔ لیکن امرائیلی حکام بھی کافرستانی حکام کی طرح پاکیشیا
 سیکرٹ سروس سے خوف زدہ تھے۔ کیوں کہ اس سے قبل
 اسرائیل کی دیگر ایجنسیاں پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ٹھکرانے
 ناکام ہو چکی ہیں۔ چنانچہ پہلے یہ طے ہوا کہ پاکیشیا سیکرٹ
 سروس کو ان کو اپنے ہی ملک میں انجھالنے کے لئے کافرستان
 اپنی کوئی نیم پاکیشیا بھیج دے۔ لیکن کافرستانی حکام نے
 اس منصوبے پر عمل درآمد سے انکار کر دیا۔ کیوں کہ ان کے فقط
 سے سوائے ان کی نیم کے نقصان کے اور کچھ حاصل نہ ہونا تھا۔ اور
 وہ اپنے آدمی اس طرح ضائع کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس کے

امرائیلی حکام نے فیصلہ کیا کہ کوئی امرائیلی نیم بھیجی جائے۔ لیکن
 ستانی حکومت نے اس سلسلہ میں اور تجویز پیش کر دی۔ کہ
 جاشانہ حکومت پر سیاسی دباؤ ڈالیں گے۔ کہ وہ پاکیشیا
 رٹ سروس کی امداد حاصل کرنے سے باز رہیں۔ اس کے لئے
 ای پلاننگ تھی کہ ان ابتدائی تحریکیں کاروباروں کے بعد وہ
 شانڈ کے صدر سے بات کر کے انہیں یہ بتائیں گے کہ یہ سب
 ہفتہ ریشن کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ وہ
 اسے مقابلے کے لئے اپنی سیکرٹ سروس کی امداد کی آخر
 میں گے جسے ظاہر ہے قبول نہیں کیا جائے گا۔ تب جاشانہ
 یہ دھمکی دے دی جائے گی کہ اگر کافرستانی سیکرٹ سروس
 امداد قبول کرنے سے انکار کرے بعد اس نے پاکیشیا سیکرٹ
 سروس کی امداد حاصل کی تو کافرستان اسے اپنی توہین سمجھے
 گا۔ اور اس کے سنگین نتائج جاشانہ کو بھگتنے پڑیں گے۔
 جاشانہ کی سیاسی پوزیشن ایسی ہے کہ وہ کھلی کر کافرستان کے
 علاقے میں نہیں آسکتا۔ چنانچہ اس طرح وہ پاکیشیا سیکرٹ
 سروس سے امداد حاصل کرنے سے باز رہیں گے۔ اور اگر اس
 کے باوجود بھی جاشانہ نے پاکیشیا سیکرٹ سروس سے امداد
 فصل کی تو پھر کافرستان براہ راست اقدام کر کے صورتحال
 کو مزید خراب کر دے گا۔ چنانچہ ہمارے مجبراً داس نے
 ہدایات خارج میں سیکرٹری ہے یہ اطلاع دی ہے کہ صدر حکومت
 نے ایک جنگی میٹنگ کال کی ہے۔ اس میٹنگ کے

دوران کا فرستان کے وزیر اعظم نے صدر کو امیر جنسی کال کر کے برلیٹ کر دیا ہے۔ اور اس کے بعد صدر مملکت اور وزیر خارجہ کی علیحدہ میٹنگ بھی ہوئی۔ اور وزیر خارجہ ایک خفیہ دورے پر پاکیشیا جارہے ہیں؟ کمرل چارلس نے پوری تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”باس۔ وزیر خارجہ پاکیشیا کے خفیہ دورے پر کیوں جا رہے ہیں۔ جب کہ یہاں ملک میں حالات انتہائی مختل و مزاج ہیں۔“ کمرل چارلس نے کہا۔

”اس کے متعلق دو نظریات ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ وزیر خارجہ اس لئے خفیہ دورے پر جا رہے ہیں کہ وہ پاکیشیا کے حکام معبود کریں کہ وہ ایسا بیان جاری کریں جس سے گرفتاری ناممکن ہو جائے تاکہ بھاشا کے عوام مطمئن ہو سکیں کہ گرفتاری سے انکار بھاشا نے نہیں کیا بلکہ پاکیشیا نے کیا ہے۔ اس طرح جی۔ ایل پارٹی کو بھی خاموش کیا جاسکتا ہے۔ اور دوسرا نظریہ ہے کہ وہ خفیہ طور پر ہمارے خلاف پاکیشیا سیکرٹ سروس کی اہ حاصل کرنے گئے ہیں۔ کمرل چارلس نے کہا۔

”میرا خیال ہے دوسرا نظریہ درست ہوگا۔ کیوں کہ بھاشا اتنی جلدی اپنے منصوبے سے باز نہیں آسکتا۔ حکومتی فیصلے اتنی آسانی سے نہیں بدلے جاتے۔ وہ گئی بات پاکیشیا سیکرٹ سروس کی۔ تو میرے خیال میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کو خواہ مخواہ جوابنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ انہیں یہاں ہمارے مقابلے

میں آئے دیا جائے۔ پھر انہیں پتہ چلے گا کہ ایف۔ ڈی کی طاقت کتنی ہے۔“

”میں نے بھی اس بارشلی حکام سے یہی کہا تھا۔ بلکہ میں نے تو تجویز پیش کی تھی کہ بھاشا کے اس مشن کے آغاز سے پہلے ہم پاکیشیا کے پالیٹیا سیکرٹ سروس کے خفیہ کامشن مکمل کر دیتے ہیں۔ تاکہ ان کے ذہنوں میں واضح شدہ یہ خدشہ ہمیشہ کے لئے ختم کیا جاسکے۔ لیکن اعلیٰ حکام اس تجویز پر رضامند نہ ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ جب تک ایف۔ ڈی۔ اے پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ کرے گا بھاشا نہ اور پاکیشیا کی طرف سے گرفتاری کا اعلان ہو جائے گا۔ اور اس طرح سارا مشن ہی ختم ہو کر رہ جائے گا۔“ کمرل چارلس نے کہا۔

”اگر ایسی بات ہے تو وزیر خارجہ کو اس دورے سے پہلے ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔“ مارٹن نے منہ نہاتے ہوئے کہا۔

”وزیر خارجہ کا نام ہٹ لسٹ پر ہے۔ لیکن ابھی اسے قتل نہیں کیا جاسکتا۔“ وہ بین الاقوامی طور پر بہت بڑا جنگامہ

کہا دیا جاسکے گا۔ اور ویسے بھی اس کی ضرورت نہ ہے۔ ہمارے حکام چاہے پاکیشیا سیکرٹ سروس سے جس قدر بھی خوف زدہ ہوں۔ ختم از کم ایف۔ ڈی۔ اے اپنے مقاصد میں کچھ نہیں سمجھتی اس لئے میری یہ دلی خواہش ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس یہاں ہمارے مقابلے پر آجائے۔ تاکہ ایک تیر میں دو شکاں کے باسکیں۔ ہم اپنا مشن بھی مکمل کر لیں گے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس

کو بھی یہاں دفن کیا جائے گا۔ کرنل چارلس نے کہا۔

”جہاں تک میرا خیال ہے، بھاشا نے حکومت اس قدر اچھی نہیں چوسکتی کہ وہ فرسٹان جیسے بڑے اور طاقت ور ملک کی طرف سے واضح دھمکی کے باوجود پانچ شیا سیکرٹ سروس کی امداد حاصل کرنے کا سوچے گی۔ وزیر خارجہ کا دورہ یقیناً اس کنفڈریشن کے خاتمے کے مسئلے میں ہو گا۔“ — رابرٹ نے کہا۔

”جو کچھ بھی ہو گا بہر حال سامنے آجائے گا۔ ہمیں اب اپنے مزید اقدامات کا جائزہ لینا چاہیے۔ تاکہ ہم پوری توجہ سے اس اہم مشن کو کامیاب کر سکیں۔“ — کرنل چارلس نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ اب کنفڈریشن کے خلاف پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تہنی۔ ایل یا رنی کے دفاتر ان کے اہم عہدے داروں کا قتل شروع کر دیا جائے اس کے بعد اخبارات کے دفاتر کی تباہی اور ساتھ ہی کوئی بڑا بجلی گھر بھی اڑا دیا جائے۔ تاکہ بھاشا نے حکومت اور عوام کو پوری طرح جھکا یا جائے۔“ — میجر مارسن نے کہا۔ اور پھر کرنل چارلس سمیت سب نے اس بات کی تائید کر دی۔ اور اس کے بعد وہ ان اقدامات کی تفصیل طے کرنے میں مصروف ہو گئے۔

کرنل شریف ہونٹ بھینے انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑائے جا رہا تھا۔ اس کی نظر اس تو مشرک پر جمی ہوئی تھیں لیکن اس کا ذہن ان مجرموں کی طرف ہی لگا ہوا تھا۔ جنہوں نے بھاشا نے میں ایسی قیامت برپا کر دی تھی کہ ہر شخص بڑی طرح پریشان ہو چکا تھا۔ اور ڈیم کی تباہی کے بعد جب فی۔ ایل پارٹی کے چند عہدے داروں کو دن و رات سے قتل کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خوف ناک دھماکے سے ایک بڑے اخبار کا دفتر اڑا دیا گیا تو پبلک بڑی طرح اٹھٹی۔ اب ہر طرف حکومت کے خلاف ہی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ حکومت مجرموں کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئی ہے۔ حکومت کی مخالفت پارٹیاں ایسی صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہی تھیں۔ اور وہ حکومت کے خلاف عوام کے جذبات کو اور زیادہ مشتعل

کرتی جا رہی تھیں۔ اور پھر آج صبح تو بات کھل کر سامنے آگئی تھی۔ پورے شہر میں ایسے پمفلٹ تقسیم کئے گئے تھے جس میں ان تخریبی کارروائیوں کی ذمہ داری کو قبول کرتے ہوئے یہ کہا گیا تھا۔ کہ جب تک حکومت بھاشا نہ پانچیشیا کے درمیان کنفڈریشن کے منصوبے کے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کا اعلان نہیں کر دیتی اس وقت تک یہ کارروائیاں جاری رہیں گی۔ پمفلٹوں کے نیچے صرف دو الفاظ درج تھے ڈی۔ ایف۔ اب بھلنے یہ ڈی۔ ایف کیا بلا تھی اور یہ کون لوگ تھے۔ پمفلٹ میں البتہ اس قدر ضرور درج تھا۔ کہ چونکہ کنفڈریشن بھاشا نہ کے عوام اور اس کی آزادی سے غداروں کے مترادف ہے۔ اس لئے اس کے خاتمے کا اعلان ضروری ہے۔ ان پمفلٹوں نے عوام کو ایک نیا موضوع دے دیا اور اس کے بعد تو خوف سے سبھ ہوئے عوام نے کھل کر حکومت پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ بھاشا نہ کو تباہی سے بچانے کے لئے وہ کنفڈریشن کے خیال سے باز آجائے۔

”کرنل مشرین کو ابھی ابھی کیپٹن تیزہ نے اطلاع دی تھی کہ اس نے ایک ایسے مشکوک آدمی کو دریافت کر لیا ہے۔ جو اس پمفلٹ کیس میں ملوث بنا یا جاتا ہے۔ اور یہ آدمی ہوٹل اولنگا میں رہائش پذیر ہے اور غیر ملکی ہے۔ اور یہ اطلاع ملتے ہی کرنل مشرین آندھی اور طوفان کی طرح ہوٹل اولنگا کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

ہوٹل اولنگا کے کمپاؤنڈ میں اس نے جیسے ہی کارموڈ کر پارکنگ میں روکی۔ ایک کار کی اوٹ سے کیپٹن تیزہ کی نکل کر اس کی طرف بڑھا۔ کیسے شک ہوا۔ اس آدمی پر۔ کرنل مشرین نے تیزہ میں پوچھا۔

”ارشد کی ڈیوٹی اس ہوٹل پر تھی۔ اس نے رات کو اس غیر ملکی کو کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر جاتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بنڈل سا تھا۔ جس میں اس کے خیال کے مطابق پمفلٹ تھے۔ ارشد نے چیک کیا تو وہ غیر ملکی اسی ہوٹل کی دوسری منزل کے کمرہ نمبر چھپس میں رہائش پذیر ہے۔ اس کا نام ڈیوڈ ہے اور وہ دلشیرن کار میں کا باشندہ ہے۔ اس کے بعد ارشد نے ڈانٹ سے کام لیا اور وہ ہوٹل کی ایکسچینج میں چلا گیا۔ جہاں اس نے آپریٹر کی مدد سے وہ کالی سن لی جو اس ڈیوڈ کے کمرے میں پہنچے۔ اسے بتوڑی دیر بعد ڈائریکٹ لائن پر کی۔ اور جس میں اس نے کسی کو صرف اتنا کہا کہ وہ ٹھیک تھاگ پہنچ گیا ہے اور سب ٹھیک ہے۔ اس کے بعد ارشد اس کی ٹھکانی کو تار مار۔ لیکن نہ صرف اس کے بعد کوئی اس سے ملنے آیا اور نہ ہی وہ کہیں گیا۔ چنانچہ اس نے مجھے اطلاع دی اور میں نے یہ اطلاع آپ تک پہنچا دی۔ کیپٹن تیزہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ آؤ۔ اگر اس کے کمرے سے وہ بنڈل مل

نے جواب دیا۔

”ہوں۔۔۔ سنو۔۔۔ ہم اندر جا رہے ہیں۔ کوئی مداخلت نہ ہو۔ ورنہ تم بھی گرفتار ہو سکتے ہو۔ یہ ملکی سلامتی کا مسئلہ ہے۔ سمجھے؟“ کرنل شریف نے انتہائی حکمانہ لہجے میں کہا۔ اور ویشر لکھلا کہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

”اوه جناب۔۔۔ میں تعاون کروں گا جناب۔۔۔ کوئی مداخلت نہ ہو گی۔“ ویشر شریف کرنل شریف کے لہجے اور ملکی سلامتی کے مسئلے کا سن کر گھبرا گیا تھا۔ اور کرنل شریف نے سر ہلاتے ہوئے دردانہ بے پردہ سے دستک دی اور اس کا دوسرا ہاتھ کوٹ کی جیب کے اندر موجود ریلو اور کے دستے پر جما ہوا تھا۔ اس کے پیچھے گھڑا ہوا کیپشن تمیزی بھی پوری طرح چوکنا نظر آ رہا تھا۔

”کون ہے؟“ اندر سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”پولیس۔۔۔ دروازہ کھولئے۔“ کرنل شریف نے انتہائی حکمانہ لہجے میں کہا۔

”پولیس۔۔۔ اوه۔۔۔ پولیس کا میرے ساتھ کیا کام؟“ اندر سے بڑبڑانے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر ایسی آوازیں ابھرنی لگیں جو کوئی بیڈ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ رہا ہو۔ دوسرے لمحے چٹخنی کھلی۔ اور دروازہ کھلتے ہی ایک لمبا تڑخا غیر ملکی دروازے پر نظر آیا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ جیسے وہ کبھی

ہلے تو سمجھو بات میں گئی۔“ کرنل شریف نے کہا۔ اور پھر وہ دونوں تیز ترین قدم اٹھاتے ہوئے مل کے مین گیٹ میں داخل ہو گئے۔ بال تقریباً خالی پڑا ہوا تھا۔ اکا دکا لوگ دیبا موجود ٹائٹے میں مصروف تھے۔ وہ دونوں سیدھے لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ اور چند لمحوں بعد وہ دوسری منزل کے کمرہ نمبر پچیس کے سامنے پہنچ گئے۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ کرنل شریف نے تھک کر کی ہول سے دیکھا لیکن دروازے کے سامنے پڑے ہوئے پردے کی وجہ سے کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔

”کون ہیں آپ۔۔۔ اور کیوں تھکا کر رہے ہیں؟“ اچانک ایک گرفت سی آواز دونوں کو سنائی دی۔ اور وہ چونک کر مڑے۔ اس منزل کا ڈیوٹی ویشر سخت نظروں سے انہیں گھور رہا تھا۔

”پولیس۔۔۔ کرنل شریف نے کوٹ کی جیب سے بیج نکال کر ویشر کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔ اور ویشر کا چہرہ ایک لمحت ڈھیل پڑ گیا۔

”اوه۔۔۔ سوئی سہ۔۔۔ میرے لائق کوئی خدمت؟“ ویشر نے اس بار مودوبانہ لہجے میں کہا۔

”یہ مسافر کب سے یہاں ٹھہرا ہوا ہے؟“ کرنل شریف نے کمرہ نمبر پچیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اوه۔۔۔ ڈیوڈ صاحب۔ ایک ہفتہ تو ہو گیا ہے جناب بڑے اچھے آدمی ہیں۔ بھاری شپ دیتے ہیں۔“ ویشر

ہند سے جاگا جو۔ اس کے جسم پر شب خوانی کا لباس تھا۔ اور وہ حیرت بھری نظروں سے کرنل شریفین اور کیپٹن تمیزی کو دیکھ رہا تھا۔

کرنل شریفین نے پھرتی سے ریو اور نکالا اور پھر اُسے دھکیلتا ہوا کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ کیپٹن تمیزی نے اس کی پیروی کی۔ اس کے ہاتھ میں بھی ریو اور نظر آ رہا تھا۔ ”ہاتھ اٹھا کر منہ دیوار کی طرف کر لو۔ اور سنو۔ اگر ذرا بھی غلط حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔“ کرنل شریفین نے غزاتے ہوئے کہا۔

”کیوں کیوں کیا کیا ہے میں نے؟“ ڈیوڈ نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔ وہ شاید اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔ ”جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔“ کرنل شریفین نے انتہاء کرخت لہجے میں کہا۔

اور ڈیوڈ نے ہونٹ پیچھے ہوئے دونوں ہاتھ سر سے بلند کر لئے۔

”یہ زیادتی ہے۔ میں اپنے سفارت خانے سے احتجاج کروں گا۔“ ڈیوڈ نے دانت جیسے ہوئے کہا۔

”اگر موقع ملے تو ضرور کریڈٹ فی الحال گھوم جاؤ۔ اور میں گولی چلا دوں گا۔“ کرنل شریفین نے سخت لہجے میں کہا۔

اور ڈیوڈ اس کی بات سن کر دیوار کی طرف گھوم گیا۔

”اسی طرح دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے رہو۔ اگر مٹنے کی کوشش کی تو انجام اچھا نہ ہوگا۔“ کرنل شریفین نے قدم بڑھا کر اس کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس کا ریو اور والا ہاتھ بجلی کی سی تمیزی سے حرکت میں آیا۔ اور ریو اور کا دستہ پورے قوت سے ڈیوڈ کی کھوپڑی پر پڑا۔ اور ڈیوڈ اچرہ کی آواز نکالتا ہوا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ کرنل شریفین نے اس کے نیچے گرتے ہی بڑی پھرتی سے جیب سے کپ بھنگڑی نکالی۔ اور فرشس پر پڑے ہوئے ڈیوڈ کے دونوں بازو اس کی پشت پر لئے آکر بھنگڑی اس کی کلائیوں میں ڈال دی۔ ”یہ پڑا ہے بندل جناب؟“ کیپٹن تمیزی کی اشتیاق سے بھرپور آواز سنائی دی۔ وہ وارڈ درب کھول کر دیکھ رہا تھا۔

”کہاں ہے؟“ کرنل شریفین نے تمیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔

اور کیپٹن تمیزی نے ہاتھ بڑھا کر وہ بندل اٹھالیا۔ بندل اخبار میں باقاعدہ بندھا ہوا تھا۔ اس کا ساکر باکسل پمفلٹ جیسا تھا۔ کیپٹن تمیزی نے اور بندھا ہوا اخبار پھاڑا۔ اور دوسرے لمحے اس کا چہرہ لٹک گیا۔ کیوں کہ بندل کے اندر پمفلٹ کی بجائے ایک کاروباری فارم تھا۔ یہ کنٹرولنگ فارم تھا۔ جس کے ذریعے فرموں کو ان کے آرڈر پر مال سپلائی کیا جاتا تھا۔

”اوہ۔۔۔ یہ تو کٹر شریٹ فارم ہے۔۔۔ کرنل شریٹ نے کہا۔

”میں بائیں۔۔۔ دور سے پھٹ ہی لگتا تھا؟ کیپٹن تمیزی نے ڈھیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ یہ تو واقعی زیادتی ہوئی ہے۔۔۔ کرنل شریٹ نے منہ بٹاتے ہوئے کہا۔

لیکن وہ کھلم کھی کسی خیال کے ذہن میں آتے ہی وہ چونک بڑھا۔

”کیپٹن۔۔۔ پورے کمرے کی تلاشی لو۔ شاید کام کی کوئی چیز مل جائے۔۔۔ کرنل شریٹ نے کیپٹن تمیزی سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور کیپٹن تمیزی نے سر ملا تے ہوئے ہاتھ میں پکڑا ہوا فارمولہ کا بندل میز پر رکھا اور کمرے کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گیا۔

”تھو ڈی دیر بعد وہ ایک بریف کیس کی خفیہ تہہ سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر برآمد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

ٹرانسمیٹر بالکل جدید انداز کا تھا۔

”ٹرانسمیٹر۔۔۔ اوہ۔۔۔ پھر تو لازماً یہ مشکوک آدمی ہے؟

کرنل شریٹ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”میں بائیں۔۔۔ شاید اسے نگرانی کا علم ہو گیا تھا۔ اس نے پکڑ دینے کے لئے یہ بندل بنا کر رکھ دیا ہو۔ تاکہ ہم مطمئن کیا جاسکے۔۔۔ کیپٹن تمیزی نے کہا اور کرنل شریٹ

نے اثبات میں سر ملا دیا۔

”اسے ہوش میں لاؤ۔ اب یہ خود تلے گا کہ اس کا تعلق ایسی۔ ایٹم سے ہے یا نہیں؟۔۔۔ کرنل شریٹ نے کرنٹ لہجے میں کہا۔

اور کیپٹن تمیزی نے آگے بڑھ کر فرش پر اوڑھ بٹے ہوئے ڈیوڈ کو اٹھا کر ایک کرسی پر بٹھایا۔ اور پھر اس کے چہرے پر زوردار پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ چند پتھر کھانے لگے

بعد ڈیوڈ نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ متوحش نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ کرنل شریٹ نے ریو اور حبیب میں ڈال کر ایک باریک دھار کا پتھر ہاتھ میں لے لیا تھا۔

”ڈی۔ ایٹم سے تیار کیا تعلق ہے مسٹر ڈیوڈ؟

کرنل شریٹ نے کرسی گھسیٹ کر اس کے قریب بیٹھے ہوئے کہا۔ جب کہ کیپٹن تمیزی ریو اور ہاتھ میں پکڑے ڈیوڈ کی پشت پر موجود کھڑا تھا۔

”ڈی۔ ایٹم۔۔۔ یہ کیا ہوتی ہے۔ میں کسی ڈی۔ ایٹم کو نہیں جانتا۔ اور تم نے مجھے کیوں باندھ رکھا ہے۔ آخر تم کو کون اور کیا چاہتے ہو؟۔۔۔ ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہمارا تعلق عزرائیل کے ڈیپارٹمنٹ سے مسٹر ڈیوڈ۔ اگر تم اپنی زندگی بچا نا چاہتے ہو تو جو ہم پوچھیں اس کا صحیح جواب دے دو۔ دوسری صورت میں تمہاری دونوں آنکھیں ایک لمحوں میں حلقوں سے باہر آجائیں گی۔ یہ ٹرانسمیٹر دیکھ رہے ہو

تم اپنی زندگی بچا نا چاہتے ہو تو جو ہم پوچھیں اس کا صحیح جواب دے دو۔ دوسری صورت میں تمہاری دونوں آنکھیں ایک لمحوں میں حلقوں سے باہر آجائیں گی۔ یہ ٹرانسمیٹر دیکھ رہے ہو

تم اپنی زندگی بچا نا چاہتے ہو تو جو ہم پوچھیں اس کا صحیح جواب دے دو۔ دوسری صورت میں تمہاری دونوں آنکھیں ایک لمحوں میں حلقوں سے باہر آجائیں گی۔ یہ ٹرانسمیٹر دیکھ رہے ہو

تم اپنی زندگی بچا نا چاہتے ہو تو جو ہم پوچھیں اس کا صحیح جواب دے دو۔ دوسری صورت میں تمہاری دونوں آنکھیں ایک لمحوں میں حلقوں سے باہر آجائیں گی۔ یہ ٹرانسمیٹر دیکھ رہے ہو

یہ تمہارے بریف کیس کے خفیہ خانے سے ملے ہیں۔
کرنل شریف نے خفیہ اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے
کہا۔

فرانسسٹر۔ اور بریف کیس کے خفیہ خانے سے۔ بکواس
نہ میرے پاس ایسا بریف کیس ہے جس کا خفیہ خانہ ہو اور نہ ہی
میرا کسی ٹرانسمیٹر سے کوئی تعلق ہے۔ میں تو انجینئر ہوں۔
اور یہاں ایک فرم سے ایک بڑے کنٹرول پر بات کرنے
آیا ہوں۔ ڈیوڈ نے جواب دیا۔
کس فرم سے۔ کرنل شریف نے پوچھا۔

لارسن اینڈ کینی کوئر مال روڈ پر اس کا دفتر ہے۔ انہوں نے
یہاں کی حکومت سے ایک بڑا بند بنانے کا ٹھیکہ لیا ہے۔ اور
میں نے اس کی ڈیزائننگ کرنی ہے۔ ڈیوڈ نے تیز لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم منہ اندھیرے سے بندل اٹھا کر کہاں سے گئے تھے؟“
کرنل شریف نے کہا۔

”بندل۔“ اوہ یہ بندل تو کنٹرولنگ فارمولہ سے لارسن
اینڈ کینی کے مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر لارسن کی کوٹھی پر لٹکنا تھا۔
میں اس میں مدعو تھا۔ واپسی پر انہوں نے یہ بندل مجھے
دیا کہ میں اسے ویسٹرن کارمن بچو ادوں تاکہ اگر۔۔۔ شہر اٹھا
ویسٹرن کارمن میں ہمارے فرم کو منظور ہوں تو یہ کنٹرولنگ سائن
ہو سکیں۔ ڈیوڈ نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب

دیتے ہوئے کہا۔ اب وہ بالکل مطمئن نظر آرہا تھا۔ اس کا انداز
ایسا تھا جیسے وہ کسی ڈرائنگ روم میں بیٹھا دوستوں سے
باتیں کر رہا ہو۔

”تمہارا کیا خیال ہے بھاشا میں اتنی جگہ کنٹرولنگ فارمولہ
ایک ہی جگہ ہے یا اس کا پورا بندل ہوتا ہے؟“ کرنل شریف
نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ بہت بڑے بند کا کنٹرولنگ ہے۔ ہمارے
فرم سے کم از کم سوچاں کے قریب انجینئر اور دیگر ماہرین آئیں
گئے۔ اور قانون کے مطابق ہر ایک کو کنٹرولنگ سائن کرنا
ہوگا اس لئے یہ بندل بھیجا جا رہا ہے۔ ڈیوڈ نے بڑا سا
منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”نمبرے میں پہنچ کر مرنے کے خون کیا تھا؟“ کرنل شریف
نے ایک اور پہلو پر بات کرتے ہوئے کہا۔
”میں نے لارسن صاحب سے بات کی تھی۔ انہوں نے کہا
تھا کہ دارالحکومت کے حالات مخدوش ہیں۔ اس لئے
میں ہوٹل پہنچ کر ان سے بات کروں تاکہ انہیں تسلی رہے۔“
ڈیوڈ نے جواب دیا۔

”تمہاری سب باتیں بڑی مناسب ہیں اور تمہاری وضاحتیں
بہت ٹھیک ہیں۔ لیکن یہ ٹرانسمیٹر کسی خانے میں فٹ نہیں
ہو رہا۔ اس لئے میں آخری موقع دے رہا ہوں تمہیں۔ صرف
تین بج گئوں گا۔ اس کے بعد تمہاری ایک آنکھ باہر ہوگی۔“

بہتر یہی ہے کہ سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتا دو۔ کرنل شریف نے اپنا کھجور بگڑے ہوئے ہونے میں کہا۔
 لیکن اس سے پہلے کہ ڈیوڈ کوئی جواب دیتا۔ کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا۔ اور کرنل شریف اور کیپٹن تیزنی چونک کر مڑے۔
 یہاں کیا ہو رہا ہے۔ خبردار۔ اگر کسی نے حرکت کی۔ دروازے میں موجود ایک پولیس انسپکٹر نے چیخے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں سروس ریوالتھ تھا۔ اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا جس نے سوٹ پہنا ہوا تھا۔ کرنل شریف کو اس دیر کی بھی جھلک برآمدے میں نظر آ گئی۔ جس سے انہوں نے کمرے میں داخل ہونے سے قبل بات کی تھی۔

”ادھر آؤ انسپکٹر۔ میسرے پاس آؤ۔“ کرنل شریف نے انسپکٹر کو دیکھتے ہی حکمانہ لہجے میں کہا۔
 ”خبردار ریوالتھ جیک دو پہلے۔ جلدی کرو۔ ورنہ گولی چلا دی جا۔“ انسپکٹر نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 اور کرنل شریف نے ہاتھ میں رکھ لیا ہوا خنجر میز پر رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کیپٹن تیزنی کو بھی اشارہ کیا۔ اس نے بھی ریوالتھ ایک طرف رکھ دیا۔
 ”خبر صاحب۔ یہ آپ کے ہوش کا انتقام ہے۔ یہ غنڈے یوں دن و رات مجھے لوٹنے آگئے ہیں۔“

اپنا کھ ڈیوڈ نے پیچھے ہونے کہا۔
 لیکن دوسرے لمحے اس کے حلق سے زوردار چیخ نکل گئی۔ کرنل شریف نے گھوم کر پوری قوت سے اس کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔
 ”خبردار۔“ انسپکٹر نے آگے بڑھ کر چیخے ہوئے کہا۔
 ”سٹ اپ یوں نانس۔“ اسٹانڈ سیکرٹ سروس۔ کرنل شریف نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔
 اور انسپکٹر سیکرٹ سروس کا سننے ہی ہو کھلا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ کرنل شریف نے جیب سے اپنا مخصوص کارڈ نکال کر آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ اور انسپکٹر نے گھبرا کر باقاعدہ سیلوٹ کر دیا۔ انسپکٹر کے ساتھ آنے والا ادھیڑ عمر آدمی جوشاد جوش کا خنجر تھا۔ اب برسی طرح گھبرا گیا تھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔
 ”ادھ۔“ سروسی سر۔ مجھے تو خبر صاحب نے فون کیا تھا کہ کمرے میں مسافر پتہ نہ دیا جا رہا ہے۔“ انسپکٹر نے ہلکتے ہوئے کہا۔
 ”اس آؤ کے بیٹھے۔“ ڈیوڈ نے ریوالتھ دی ہوگی۔ حالانکہ میں نے اسے پہلے آگاہ کر دیا تھا کہ وہ مداخلت نہ کرے۔
 کرنل شریف نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
 ”میں مجرم نہیں ہوں یہ مجھ پر زیادتی ہے۔ پلیز خبر صاحب۔“

میرے سفارت خانے فون کریں۔ یہ مجھ پر زیادتی ہو رہی ہے۔
ڈیوڈ نے چیخے ہوئے کہا۔

”شٹ آپ۔۔۔ اب میں دیکھوں گا کہ تم ہمیں انٹرنیٹ
کہا نیاں سنا کر کیسے ملتے ہو؟۔۔۔ کرنل شریف نے کہا۔
”۔۔۔ میری مدد کی ضرورت ہو تو۔۔۔“ انیسٹر

نے کہا۔
”تم جا سکتے ہو۔۔۔ اور اس منیجر کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ اور سنو
منیجر۔۔۔ اگر مزید کوئی مداخلت کرنے کی کوشش کی تو
کھرے کھرے ہوٹل سیل کروں گا۔۔۔ دفع ہو جاؤ؟
کرنل شریف نے کہا۔

”یس۔۔۔ یس۔۔۔ منیجر نے پہلی بار زبان
کھولتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں اٹھے قدموں تیزی سے
دروازے سے باہر نکل گئے۔

”کیپٹن۔۔۔ دروازہ بند کرو۔۔۔ کرنل شریف نے
کیپٹن تیزی سے کہا۔ اور کیپٹن تیزی سے سر ملاتا ہوا دروازے
کی طرف بڑھا۔

”اسی لمحے ڈیوڈ کے منہ سے غرغراہٹ کی عجیب سی آواز بھگی
اور کرنل شریف اور کیپٹن تیزی اس کی طرف مڑے۔

”اوہ۔۔۔ اس نے تو زہر ملا کیپٹن چا لیا؟۔۔۔ کرنل
شریف نے تیزی سے اس کا جبراً پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن
ڈیوڈ کا جسم ایک جھٹکے سے بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس کی

آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ منہ سے نیلے رنگ کا مادہ ہونٹوں کے کناروں
سے بہہ رہا تھا۔ اور اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہ ہمیں اب تک پکڑ دے رہا تھا۔ ہم نے
صحیح آدمی پر ہاتھ ڈالا تھا۔“ کوشش۔۔۔ مجھے پہلے سے معلوم ہوتا
کہ اس کے دانتوں میں زہر ملا کیپٹن ہے۔۔۔ کرنل شریف
نے متاسف سے پوچھا۔

”اس کا مطلب ہے یہ ڈنمی۔ ایف خامی خوف ناک تنظیم ہے۔
درہ عام تنظیموں کے افراد اس طرح اپنی جان پر نہیں کھیل جاتے؟
کیپٹن تیزی نے کہا۔

”ظاہر ہے۔۔۔ بہر حال اس گھرے کی ایک بار پھر مکمل تلاشی
ہو۔ میں اس لارن اینڈ کمپنی کا پتہ کروں۔۔۔ کرنل شریف
نے کیپٹن تیزی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور خود اس نے فلی فون
کا ریسیور اٹھا کر اکو انری کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
چند لمحوں بعد ہی اسے جواب مل گیا۔ کہ اس نام کی کوئی فرم دارالحکومت
میں نہیں ہے۔

”گھرے میں اور کچھ نہیں ہے جناب۔۔۔ کیپٹن تیزی نے
بھی تھوڑی دیر بعد اپنی ناکامی کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔

”اب ایک ہی گھوڑہ گیا ہے۔۔۔ اگر وہ فون نہ معلوم ہو
جلے جس پر ڈیوڈ نے بات کی تھی تو بات آگے بڑھ سکتی ہے؟
کرنل شریف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”شاید اس آپریٹر سے معلوم ہو سکے جو ایس جی میں موجود تھا؟

کیپٹن تمیز می نے کہا۔
 "یاں کو شمش تو کی جاسکتی ہے۔۔۔ کرنل شمش
 نے کہا۔ اور پھر اس نے مردہ ڈیوڈ کے ہاتھوں سے ہتھکڑی
 کھولی اور ٹرانسمیٹر اٹھا کر جب میں ڈالا اور دونوں تیز تیز قدم
 اٹھاتے دروازے سے باہر نکل گئے۔
 ان کے باہر جلتے ہی کرسی پر لاش کی صورت میں پڑے
 ہوئے ڈیوڈ نے اچانک آنکھیں کھول دیں۔ اور دوسرے
 لمحے وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی پر اسرار
 مسکراہٹ دیکھ رہی تھی جیسے وہ کرنل شمش کی اور کیپٹن تمیز
 کی حماقت اور سادہ لوحی پر ہنس رہا ہو۔

صَفْدَن نے جیسے ہی کار کو چوک پر سہ رخ پتی کی وجہ
 سے روکا۔ اس کی نظریں چوک کی دوسری طرف کھڑی ہوئی
 ایک سیاہ رنگ کی کار پر پڑیں اور صفدر چوک پڑا۔
 "ارے۔۔۔ یہ تو رانا یاد داس کی کار ہے۔۔۔ اوم۔۔۔ جو زف
 ہے سٹیئرنگ پر۔۔۔ جو انا بھی نظر آ رہا ہے۔ یہ جوڑی کہاں جا
 رہی ہے۔۔۔ صفدر نے چونکتے ہوئے ساتھ بیٹھے ہوئے
 کیپٹن شمش کے منہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ دونوں خارج ہونے
 کی وجہ سے تفریح کے لئے نکلے تھے۔ اور ان کا پود گرام
 ساحل سمندر پر جا کر کچھ دیر تفریح کرنا تھا۔
 "میں دیکھ رہا ہوں۔۔۔ یہ دونوں مشنڈے تو خواہ مخواہ
 عمران نے پال رکھے ہیں۔ بنانے ان کا خرچہ وہ کیسے برداشت
 کرتا ہے؟ کیپٹن شمش کیل نے منہ ہلکے ہوئے کہا۔

بالکل اسی طرح جس طرح ایک ٹوٹے ہوئے پال رکھا ہے
نکام نہ کاج۔ لمبی تختاؤں میں رہی ہیں۔ آراستہ فلیڈ
ہیں۔ گاڑی مفت۔ پٹرول مفت۔ ٹیلی فون فری
ہوٹلوں میں کھانے پینے کا بل فری۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیوں۔ مفت کیوں۔ ہم بھی تو اپنی جان مقبلی پر لے
پھرتے ہیں۔“ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔
”اُسی لمحے ٹریفک سگنل سبز ہو گیا تو صفدر نے کار کو آگے
بڑھانے کی بجائے سائیڈ پر کیا۔ اور پھر ایک سائیڈ روڈ
پر اس نے گاڑی دوڑانا شروع کر دی۔“
”ارے کیا ہوا۔ اور کبوں چل پڑے۔“

کیپٹن شکیل نے حیران ہو کر کہا۔
”میں ذرا ان مفت خوردوں کی چیکنگ کرنا چاہتا ہوں۔ اور
دونوں کے چہرے بتا رہے ہیں کہ یہ کسی خاص مشن پر نکلے ہیں
صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔“
اور پھر سائیڈ روڈ سے اس نے کار دوسری سڑک پر گھما دی
اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک اور چوک پر گھوم کر جب پہلی والی
سڑک پر آیا تو جوزف اور جو انا کی کار ان سے ٹھوڑے فاصلے پر
آگے دوڑ رہی تھی۔

”مشن کیا ہوگا۔ بس بیٹے بلائے جا رہے ہوں گے۔
خدا کی پناہ۔ یہ جوزف تو شاید اب تک ایسا اتنی شہر اب

بکا ہوگا یعنی دارالحکومت کے سارے شہرانی مل کر بھی نہ پنی سکے ہوں
تھے۔“ کیپٹن شکیل نے منہ بندتے ہوئے کہا۔ اور صفدر
بے اختیار خنس پڑا۔

”اچھا چھوڑو۔ تم بات کر رہے تھے کہ ہم جان مقبلی پر لے
پھرتے ہیں۔“ صفدر نے جیسے ہوئے مودتوں بدلی دیا۔

”تو اور کیا۔ ہم ان دونوں کی طرح بہر حال مفت خوردے
تو نہیں۔“ کیپٹن شکیل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ویسے کیپٹن۔“ گزشتہ کچھ عرصے سے میں اپنے آپ کو
اب مفت خوردہ ہی سمجھنے لگا ہوں۔ کیس تو سارا اٹھتا دیتا ہے
عمران۔ اور ہم کیا کرتے ہیں۔ بس کسی کی نگرانی نہ کی۔ کسی کا
تعاقب نہ کیا۔ کوئی چھوٹی موٹی معلومات حاصل کر لیں۔ اللہ
الغیر سدا۔“ صفدر نے کہا۔

”بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ واقعی سیکرٹ سروس اس
عمران کے سامنے مخلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ ہم دونوں یا مس جو لیا
تو علوانا کچھ بھی کر رہے ہیں۔ تنویر۔ صدر۔“ جو ان نے لہجائی
یہ کہہ کر تے ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ عمران کو اول تو کسی کی امداد کی
مذرت ہی نہیں پڑتی۔ اگر پڑتی بھی ہے تو اس نے اپنا علیحدہ اسسٹنٹ
رکھا ہوا ہے۔ ٹائیگر۔ وہ اس سے کام لے لیتا ہے۔ ہمیں تو
کیس کے خاتمے کا ہی پتہ چلتا ہے اور بس۔“ کیپٹن شکیل
نے کہا۔

”ارے۔ یہ تو کیسے شافی لاک کے سامنے رکھ گئے ہیں۔“

واقعی بہتہا را خیال درست ہے۔ یہ پینے پلانے ہی شکے ہیں۔
 صفر نے کار کو ایک طرف روکتے ہوئے کہا۔
 ”دو تو پینے پلانے رکے ہیں۔ لیکن تم نے کار کیوں روک
 دی ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔
 ”میرے ذہن میں ایک اور بات آئی ہے۔ عمران کا دوسرا
 سوپر فیاض زخمی ہو کر ہسپتال پہنچ گیا ہے۔“ سخا نے
 دارالحکومت کے مشہور ہسپتال کے شافی لاک نے اُسے سہراہ
 گولی مار دی ہے۔ ایسی پوزیشن میں ان دونوں کا خاص طو
 پر کیفے شافی لاک پر آنا کوئی خاص وجہ رکھتا ہے۔ درنہ ایسے
 کیفے اور بار بار آنا اُس کے قریب بھی موجود ہیں۔ صفر
 نے کار روک کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔
 ”یہ کیسے ہوا۔ بہتہا را کیسے الملاح علی۔“ کیپٹن شکیل
 نے چونک کر کار سے نیچے اترتے ہوئے پوچھا۔
 ”مجھے جو لیانے بتایا تھا۔ وہ وہاں سے گزری تھی۔ جب
 سوپر فیاض کو ہسپتال لے جایا جا رہا تھا۔“ صفر نے کہا۔
 اور تیز تیز قدم اٹھاتا کیفے شافی لاک کی طرف بڑھنے لگا۔
 ابھی ان دونوں نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے۔ کہ
 اچانک کیفے کے اندر سے تیز اور مسلسل فائرنگ کی آواز سنائی
 دینے لگیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں اچانک خوف ناک
 جنگ شروع ہو گئی ہو۔
 ”اوہ۔“ یہ کیا ہوا۔ ان دونوں نے اچھٹے ہوئے کہا۔

اور پھر ان دونوں نے کیفے کی طرف دوڑ لگا دی۔ لیکن اس سے
 پہلے کہ وہ دروازے تک پہنچے۔ جو زف اور جو انا دوڑ کر
 کیفے سے باہر نکلے۔ جو انا نے ایک آدمی کو کاندھے پر اٹھایا ہوا
 تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں بکڑی ہوئی مشین گن سے وہ
 مسلسل دروازے کی طرف فائرنگ کر رہا تھا۔ جب کہ جو زف بھی
 کار کی طرف اٹھتے قدموں دوڑتا ہوا مشین گن سے فائرنگ میں
 مصروف تھا۔ خوف ناک اور کھلی فائرنگ کی وجہ سے سرک
 پر شدید آفراتفری مچ گئی اور سرک پر چلنے والی ٹریفک تیزی سے
 متروک ہوئے لگ بھگ۔ لوگ آٹریس ڈھونڈنے لگے۔ اور کچھ
 صفر اور کیپٹن شکیل کے دیکھتے ہی دیکھتے جو زف اور جو انا
 نے کاندھے پر موجود آدمی کو کار میں پھینکا۔ اور وہ دونوں کار
 میں چھپنے لگے۔ جو انا مسلسل فائرنگ کرتے جا رہا تھا۔ دوسرے لمحے
 کار ایک جھگ سے آگے بڑھی۔ اور پھر ویران اور سنسان
 سرک پر انتہائی تیز رفتار سے دوڑتی گئی۔
 ان کے آگے بڑھ جانے کے بعد کیفے میں سے چند مسلح افراد
 تیزی سے باہر نکلے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالتھے انہوں
 نے جو زف اور جو انا کی کار پر فائرنگ کی کوشش کی۔ لیکن ان
 کی کار خاصی دور جا چکی تھی۔ اور پھر وہ سب تیزی سے پارکنگ
 پر موجود دو کاروں کی طرف بڑھے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دونوں
 آریس ریوالتے ہوا رول سے لمبی سونہیں جو زف اور جو انا کی
 ٹائروں کے نیچے دوڑ پڑیں۔

”ارے ماں۔۔۔ اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ نزدیک دوں ہے
ریونی۔ بات کرو۔ میں رفتار آہستہ کر رہا ہوں“
صدر نے کہا۔

اور اس بار اس نے واقعی رفتار آہستہ کر لی۔ کیفے والوں کی
دونوں کا دین ان کے آہستہ ہونے ہی زن کی آواز سن سکتی تھی۔
ان کے پاس سے جو کہ آٹھے بڑھتی تھیں رجبہ جو زف کی سیاہ
پیراہن خد سے ٹاٹے پر دوڑتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ چون کہ
بڑک بچھے چوک سے نکلی کہ ایک مضامین قصبے کی طرف جاتی تھی۔
اس لئے اب اس پر ٹریفک خاصا کم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دیو اور
پردار دونوں کی کاروں اور جو زف کی کار کے درمیان صرف چند
میٹر کا ریس تھیں۔

”کیپٹن شکیل کا لنگ جو زف اور“
کیپٹن شکیل نے اس دوران ٹرانسمیٹر آن کر کے جو زف کو کال
کرنا شروع کر دیا۔

”ریس۔ بلیک ڈیٹھ سپیکنگ اور“۔ دوسری
زف سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ آواز تو جو زف کی
ہی تھی۔ لیکن اب جو خاصا بدلہ آجاتا تھا۔ کیپٹن شکیل اور صدر
دونوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔
”بلیک ڈیٹھ۔ کیا مطلب۔ جو زف۔ میں کیپٹن
شکیل ہوں رہا ہوں اور“۔ کیپٹن شکیل نے اس بار
نکتہ ابجے میں کہا۔

”آؤ شکیل۔ یہ تو کوئی لمبا ہی معاملہ ہے“
صدر نے کہا۔ اور وہ دونوں تیزی سے واپس دوڑتے ہوئے
اپنی کار کے پاس پہنچے۔ اور چند لمحوں بعد ان کی کار بھی تیز
رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی ریو اور پرداروں کی کاروں کے تعاقب
میں دوڑنے لگی۔
”یہ چکر کیا ہو سکتا ہے۔ کیپٹن شکیل نے دانت
بھینچے ہوئے کہا۔
”وہ تمہارے اکرام کو شاید دھونے کی کوشش کر رہے ہیں
کہ وہ ہفت خورے میں کام نہیں کرتے۔“ صدر نے
مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ساتھ ہی اس نے ایک سیٹیلٹ پر پیر
کا ہوا اور بڑھا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ان دونوں کاروں کے بالکل عقب میں
پہنچ گئے۔ جو ان کے سامنے جو زف اور جو ان کی کار کے پیچھے
گلی تھیں۔ اور پھر ایک جگہ راستہ ملتے ہی صدر راتباہ تیز رفتاری
سے ان دونوں کاروں کو گراں کر کے آگے بڑھ گیا۔

”یہ کیا کر رہے ہو۔ ان کے پیچھے دھونے کی پتہ چلے کہ کیا ہو
رہا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔
”میں ان سے پہلے تو زف سے بات کرنا چاہتا ہوں“
صدر نے کہا۔

”ارے۔۔۔ ٹرانسمیٹر تو جو زف کی گاڑی میں بھی ہوگا۔ اس
پر بات کر لو۔“ کیپٹن شکیل نے اچانک چونکے ہوئے کہا۔

میں جانا ہوں شکیل صاحب۔ لیکن اس وقت میری جوت نہیں بلیک ڈیجیٹ بول رہا ہوں دوسری بلیک ڈیجیٹ جوت بھی میرے ہمراہ ہے۔ اور آپ نے کال کیوں کی ہے اور جوت کی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔۔۔ یہ کوئی نیا جکر ہے۔ بہر حال پتہ کسے کیسے شان لاک سے اٹھا کر کے لے جا رہے ہو۔ کیسے کے غنڈوں کی دو کاریں تمہارے تعاقب میں ہیں اور۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔“

”شان لاک کا اسسٹنٹ کرا رہا ہے چار سے پاس۔۔۔ نے اس سے شان لاک کا پتہ پوچھنا ہے۔ اور میں معلوم ہے کہ کاریں چار سے تعاقب میں ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کی کار بھی ان کے پیچھے آرہی ہے۔ ہم نے آپ کو کیسے کے پاس دیکھا تھا۔ صفدر صاحب بھی آپ کے ہمراہ ہیں۔ لیکن بلیک ڈیجیٹ سے ٹکرانا ان غنڈوں کے پس کی بات نہیں۔ سمر گل چوک کے بعد دیکھنا ان کا کیا مشہور تاج ہے ذرا دباں بجاک پہنچ لیں اور دوسری طرف سے جوت کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”یہ کوئی نیا جکر ہے۔ بلیک ڈیجیٹ والا۔۔۔ کیپٹن شکیل نے ٹرانسمیٹر آف کر کے ہونے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔“
”خاصا دل چاہ کر معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال دیکھتے ہیں صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

اب جوت کی کار سمر گل چوک سے گھوم کر ان کی نظروں سے غائب ہو چکی تھی۔ جب کہ غنڈوں کی دونوں کاریں اب چوک سے قریب پہنچ رہی تھیں۔ صفدر نے جان بوجھ کر اپنی کار کی رفتار آہستہ کر لی تھی۔ اور چند لمحوں بعد دونوں کاریں بھی چوک پر نوڑ کاٹ کر ان کی نظروں سے غائب ہو چکی تھیں۔

چند لمحوں بعد جیسے ہی ان کی کار چوک پر پہنچی انہوں نے دُور سے دو خوف ناک دھماکے سنائی دیئے۔ اور پھر جیسے ہی ان کی کار گھوم کر سیدھی چلی انہوں نے دونوں کاروں کو سرشک کے کنارے الٹی پڑی ہوئی دیکھا۔ الٹی کاروں میں سے ایک اور بڑا دارغندھے شکل شکل کر دوڑ رہے تھے۔ اسی لمحے سائیڈ میں موجود ذخیرے سے مشین گن چلنے کی تڑتڑاہٹ سنائی دی۔ اور آواز فطری میں بھاگتے ہوئے کسی غنڈے کے پیچھے ہونے والی ہوئی۔ سڑک پر ڈھیر ہو گئے۔ صفدر نے انتہائی تیزی سے اپنی کار کو سائیڈ میں گھمایا اور پھر جیسے ہی اس نے بریک لگا کر کار کو سرشک پر دو اور خوف ناک اور کان بھلا دھماکے

ہونے۔ اور الٹی پڑی کاروں سے آگ کے شعلے بلند ہونے اور اس کے ساتھ ہی جیسے ارد گرد آگ اور کاروں کے جلتے ہوئے پرندوں کی بارشیں ہو گئی۔ اگر صفدر بروقت کار کا رخ نہ موڑتا تو یقیناً یہ دھماکے عین اس وقت ہوتے جب کہ صفدر کی کار ان کاروں کے قریب پہنچ چکی ہوتی۔ اس کے بعد جو ہونا تھا وہ تو ظاہر تھا۔

سرک پر ڈھیر ہونے والے اور دو تین بجاتے ہوئے غنڈے اس آگ کی لمبیٹ میں آگئے۔ اور پھر انہوں نے جلتے ہوئے شعلوں کی طرح اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی ان کے کپڑوں کو آگ بکڑ چکی تھی۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ دوبارہ ڈھیر ہو گئے۔ اسی لمحے ذخیرے سے جوزف اور جوانا کی کار برآمد ہوئی۔ اس کا رخ اسی طرف تھا جہر صفدر اور کمیشنر شکیل کی کار تھی۔ اور اس سے پہلے کہ وہ انہیں روکتے۔ کار سائیں کو جواز دے دینا نکالتی ہوئی ان کے قریب سے تھکتی گئی۔ البتہ جوزف نے کھڑکی میں سے ہاتھ نکال کر اُسے یوں لہرایا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو۔ دیکھا بلیک ڈیوٹیک کا کار نامہ۔

کمال ہے۔ یہ دونوں تو یوں دندناتے پھر رہے ہیں۔ جیسے اس ملک میں کوئی قانون ہی نہ ہو۔ جسے چاہا اخذ کر لیا جسے چاہا مار ڈالا۔ کمیشنر شکیل نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ یہ کوئی اور ہی چکر ہے کمیشن۔ اس کے پیچھے لانا حمران کا تھا ہے۔ ورنہ یہ دونوں ایسے کھلے عام دہشت گردی نہیں کر سکتے تھے۔ صفدر نے کار موڑتے ہوئے کہا۔ اور پھر جب وہ چوک پر پہنچے تو جوزف اور جوانا کی کار دور دور تک کہیں نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ بنائے کسی سرک پر آگئے تھے۔ صفدر نے چند لمحے کار چوک پر آہستہ کی۔ اس کے بعد اس نے شہر کی طرف جاتے والی سرک پر کار کا رخ موڑ دیا۔ جس سرک پر یہ

یادی کار روانی ہوئی تھی۔ وہ چون کر زیادہ تر سسٹن انڈی ہیتی تھی۔ اس نے فوری طور پر تو پولیس کے دہلی پہنچے کا خطرہ تھا۔ لیکن بھی تو ہو سکتا تھا کہ کوئی کار وہاں سے گزرنے آ رہی ہو۔ اس لمحے میں طوٹا سمجھ لیا جلتے۔ چنانچہ اب وہ جلد از جلد اس بل سے دور ہو جانا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ جوزف اور جوانا شائی بل کے اسٹینٹ کوٹے کر سیدھے رانا پلاؤس پہنچیں گے وہ رچا جتا تو رانا سیر پر ان سے گفتگو کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے درہی پر دو گرام بنالیا تھا۔ وہ اس سارے چکر سے پہلے ایک ٹوکو مطلع کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد جیسے وہ جہازات دے۔ چنانچہ شہر میں پہنچتے ہی اس نے کار ایک پبلک بوتھ کے قریب روک دی۔

میں ذرا ایک ٹوکے بات کر آؤں۔ دیکھیں وہ بلیک ڈیوٹیک کے متعلق کیا کہتا ہے۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ارکا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ جب کہ کمیشنر شکیل وہ چل بیٹھا رہا۔ اس کی آنکھوں میں بلی سی بیزاری کے تاثرات نظر آتے مل گئے تھے۔ صفدر نے کسے ڈال کر ایک ٹوکے کا نمبر لکھا۔ ایکس ٹو۔ رابطہ قائم ہونے ہی دوسری طرف سے مخصوص آواز سنائی دی۔

صفدر بول رہا ہوں جناب۔ ایک اطلاع ہے صفر صفدر نے مودبان لہجے میں کہا۔ اور پھر اس نے جوزف اور جوانا

کی ساری کارروائی کے ساتھ ساتھ ان کا بطور ایک ڈیجیٹل ہاتھ کے متعلق بھی تفصیل سے بتا دیا۔

”یہ عمران کا ہی کوئی نیا شوشہ ہو سکتا ہے، ریا پھر جوت اور جو انہی کے کار بیٹھے بیٹھے تنگ آ گئے ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس قسم کی کارروائیاں شروع کر دی ہوں گی۔ ایکس ٹونے نرم لہجے میں کہا۔

”ان کے متعلق کوئی ہدایت دیا انہیں ان کے حال پر دیا جائے۔“ صفدر نے پوچھا۔

”اگر یہ منگروں، غنڈوں، بد معاشوں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ ہماری لائن کا کام نہیں ہے۔“ ایکس ٹونے جواب دے کر فرمایا۔ ”لیکن سر۔ ایک درخواست ہے۔“ اچانک صفدر نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”درخواست کیسی درخواست۔“ ایکس ٹونے کا ایک لمبا ایک لمبا گھٹ کر خست ہو گیا۔

”سر۔ ابھی ابھی کیپٹن شکیل سے بھی بات ہو رہی تھی۔ اور باقی ممبران کا بھی یہی خیال ہے کہ آج آج سیکرٹ سروس بے کار ہوئی جا رہی ہے۔ سارے کیس عمران کے ہی نمائندہ ہے۔ یا پھر اس کا اسٹنٹ ماسٹر ساتھ ہوتا ہے اس سے ممبروں میں بدولی سی پہیلی جا رہی ہے۔ اس نے درخواست ہے کہ سیکرٹ سروس کو دوبارہ فعال ہونے کا موقع

پہنچے۔“ صفدر نے ہونٹ چلبے ہوئے آخر بات کہہ

دی۔ ”مجھے پہلے ہی عمران نے رپورٹیں دی ہیں کہ تم لوگوں نے اس سلسلہ میں عمران سے بھی اکثر جھگڑا کیا ہے۔ اور بعض شہر کے دوران ممبران کا رویہ انتہائی غلط تھا کہ انہوں نے عمران سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ خاص طور پر جو لیانے اس سلسلہ میں کئی بار محققانہ باتیں کی ہیں۔ لیکن میں اس لئے

دوش ربا تھا کہ بعض کیسز کی صورت عالی ایسی تھی کہ جس میں عمران تعاون حاصل کرنا ضروری تھا۔ ورنہ حکم کے باوجود عدم تعاون داری کی صورت ہو جاتا ہے اور تم جانتے ہو کہ میرے نزدیک فدا کی کی کیا سزا ہوتی ہے۔“ ایکس ٹونے لہجے میں اس قدر زہر آہٹ عود کر آئی تھی کہ صفدر کے جسم میں بے اختیار سردی کی لہریں دوڑنے لگیں۔

”سر۔ ہمارا مقصد عدم تعاون نہیں۔ ہم صرف غافل ہونا چاہتے ہیں سر۔“ صفدر نے جھکتے ہوئے کہا۔

”میرے نزدیک ملک کی سلامتی اور اس کے مفادات کا تحفظ ہماری مخالفت یا بے کارگی سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ جس کو جس سے جو کام لینا ہوتا ہے۔ لے لیا جائے۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن تم دونوں کی کیس ایسے سامنے آئے ہیں کہ جس میں اگر ساری سیکرٹ سروس کو حرکت میں لے آیا جاتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ جو مشن عمران چند روز میں پورا کر لیتا ہے اسے کئی ہفتے لگ جاتے۔ اور

اور اس دوران ملک میں توڑ پھوڑ یا ہلکی سلامتی کے تحفظ کا خدشہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے ہمیں حرکت میں نہیں لایا گیا۔ اور یہ نے صرف عمران سے ہی کام لے لیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سیکرٹ سرورس ہمیشہ کے لئے بے کار ہو کر رہ گئی ہے۔ لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ کسی بھی وقت کوئی ایسا کیس سامنے آسکے کہ اس کے بعد تمام قصص کے صفحات کو تیر سونگے۔ ایک نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ دیسے سر۔۔۔ یہ بلیک ڈیٹہ والا چکر بھی شاید کسی کیس کے سلسلہ میں ہو۔ اور عمران اس کیس کو بالابالہ ہی نہٹا لیتا جا۔ بتاؤ۔۔۔ صفدر نے ایکسٹو کے نرم لہجے سے شہ پر گرا کر کہا۔

"سوچ سمجھ کر بات کیا کرو صفدر۔۔۔ میں ایسی احمقانہ بات برداشت نہیں کیا کرتا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ عمران جس کیس کا کام کرتا ہے اس کا علم مجھے نہیں ہو سکتا۔ اور وہ بالابالہ کچھ کر لیتا ہے۔ ایکسٹو کا لہجہ ایک بار پھر سخت ہو گیا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب۔۔۔ میرا یہ مطلب نہ تھا۔" صفدر نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ واقعی اس سے حماقت ہو گئی تھی۔

"آئندہ محتاط رہنا۔۔۔ دوسری طرف سے سرور لہجے میں کہ گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

اور صفدر نے رسید رکھ کر چینی پیڑ آئے والا پسینہ آستیم

صاف کیا اور پھر پبلک ہونے سے باہر آکر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا۔۔۔ خاصی لمبی بات ہو گئی تھی؟۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں۔۔۔ ابھی خاصی جھاڑ سنی ہو گئی تھی؟۔۔۔ صفدر نے سہمے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے ایکسٹو سے ساری گفتگو کی

فصیل کیپٹن شکیل کو سنا دی۔

"یہ اچھا ہوا کہ تم نے ایکسٹو کے کان میں بات ڈال دی۔ اب وہ یقیناً ہم سے کام لے گا۔" کیپٹن شکیل نے سر ہٹے ہوئے جواب دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟۔۔۔ صفدر نے کار کو آگے بڑھاتے دے کہا۔

"پروگرام کیا ہوئے۔۔۔ کہیں چل کر تفریح کرتے ہیں؟ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"عمران کے فلیٹ پر نہ چلا جائے ذرا اُسے ٹیولیں کر یہ بلیک

زیتہ والا کیا حکم ہے۔۔۔ صفدر نے پوچھا۔

"اس میں بھی کوئی نیرج نہیں۔۔۔ ویسے تمہارے ذہن میں ایک ڈیٹہ چپک سی گئی ہے۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ عمران سے ملنا بھی تو تفریح میں ہی شامل ہے۔" کیپٹن شکیل نے سہمے ہوئے جواب دیا۔

اور صفدر نے سر ہٹاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

عمران اور اس کی چوڑی بھی خوب ہے۔ بچے بردہ میں
دو نوں ۛ کیپٹن شکیل نے جیسے ہوئے کہا۔ صفدر نے
صرف سر ملنے پر ہی اکتفا کیا اور دونوں ڈرائنگ روم کی طرف
بڑھ گئے۔ دو سحر لمحے وہ دروازے پر ہی ٹھٹھک کر رک
جئے کیوں کہ ڈرائنگ روم کے صوفے پر بیٹھا عمران واقعی کسی
نئی بیوہ ہونے والی عورت کی طرح بچکیاں لے کر رو رہا تھا۔
”کیا ہوا عمران صاحب۔ کیا کوئی محبوبہ فوت ہو گئی ہے؟“
صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ بھگوڑے بھائی تم۔ ارے غضب ہو گیا میں
لٹ گیا۔ تباہ ہو گیا۔ برباد ہو گیا۔ ارے بھگوڑے
بھائی۔ بس کچھ نہ پوچھو۔ مجھے جی بھر کر رونے دو۔“
عمران نے آنسو بہاتی ہوئی آنکھیں اٹھاتے ہوئے انتہائی گلوگیر
ہجے میں کہا۔ اور ایک بار پھر زور زور سے رونا شروع کر دیا۔
”میرا خیال ہے رونا بھی صحت کے لئے مفید ہوتا ہے۔ میں
نے حال ہی میں کسی کتاب میں پڑھا تھا۔ اس سے دل میں
گداز بھی پیدا ہوتا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

”کدالی۔ ارے باپ رے۔ دل میں کدال پیدا ہو
گیا تو دل تو کھودا جائے گا۔ پھر اس میں گھاس پھوس آگ
آئے گی۔ اور گھاس میں سانپ ریٹنے لگیں گے۔ زہریلے
سانپ۔ ارے غضب ہو گیا۔ سانپ تو کاٹتے بھی ہیں۔“

مختلف سرٹوں سے گزرنے کے بعد وہ کنگ روڈ پہنچ گیا،
اور اس نے کار عمران کے فلیٹ کے سامنے روک دی۔ اور
پھر کار سے اتر کر وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچ گئے۔ اور
صفدر نے ہاتھ بٹھا کر کال ہیل کا بٹن دبا دیا۔
چند لمحوں بعد دروازہ کھلا۔ اور سلیمان دروازے پر کھڑ
نظر آیا۔

”اوہ صفدر صاحب۔ آپ۔۔۔ سلیمان نے قدرے
مؤدبانہ ہجے میں کہا۔

سلیمان عمران کے ساتھیوں میں سے صرف صفدر اور
کیپٹن شکیل کا ہی احترام کرتا تھا۔ کیوں کہ وہ دونوں
وقت سنجیدہ رہتے تھے۔

عمران ہے اندر۔۔۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا:
”جی ہاں۔ بیٹھے رو رہے ہیں۔۔۔ سلیمان نے بڑے
سنجیدہ ہجے میں کہا اور ایک طرف ہٹ گیا۔

”رو رہے ہیں۔ کیا مطلب ۛ۔۔۔ صفدر نے حیرت
بھرے ہجے میں پوچھا۔ کیپٹن شکیل نے بھی حیرت سے
آنکھیں جھپکائی تھیں۔

”آپ خود ہی مطلب پوچھ لیجئے۔ مجھ سے تو گریخت ایک
بھتے سے بول چال ہی بند ہے۔“ سلیمان نے منہ
بندتے ہوئے کہا۔ اور دروازہ بند کر کے وہ تیز قدم اٹھاتا
باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا۔

دیکھ لیتا ہوا اندر آ رہا تھا۔

”اچھا۔ تو میں شوے بہار رہا ہوں۔ میں اپنی مجھ سے زندگی میں سب سے بڑی غلطی ہوئی ہے کہ ایک عالم فاضل جگہ خشی فاضل قسم کا باورچی رکھ لیا ہے۔“ — عمران نے انھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”صفر صاحب! ان سے کہہ دیں۔ مجھ سے بے تکلف ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہماری بول چال بند ہے۔“
سلیمان نے صفر سے مخاطب ہو کر کمرخت لیجے میں کہا۔ اور ساتھ ہی چائے کی دو پیالیاں بنا کر صفر اور کوپٹن شکیل کے سامنے رکھ دیں۔ عمران کو اس نے جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔

”عمران کے لئے چائے نہیں بنائی۔“ کوپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سادھی جناب۔ میں آپ کی عزت اپنی ذاتی جیب سے کر رہا ہوں۔ میری ذاتی جیب مفت خوروں کے لئے نہیں ہے۔“ سلیمان نے بڑا سمانہ بناتے ہوئے کہا۔

”سلیمان ڈیر۔ اسے ظالم کب تک مجھ سے ناراض رہو گے۔ دیکھو تمہارے بچہ میں میرا درد کر کیا حال ہو گیا ہے۔ تم کب سے اتنے کٹھن ہو گئے ہو۔“ عمران نے اچانک ٹھنڈے عاشقانہ لہجے میں کہا۔

”جب تک آپ ان کانے حبشیوں کو مجھ پر فوقیت دیتے ہیں

عمران نے ایک لحظہ رونا موقوف کرتے ہوئے سمجھ ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو تیزی سے ٹٹک ہو گئے تھے۔

”آخر اس قسم کی حرکتیں کرنے سے آپ کو کیا ملتا ہے؟“
صفر نے سامنے کھڑے پر بیٹھے ہوئے قدرے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”سلیمان نے میرے رونے کی آواز سن لی ہے؟“
عمران نے آگے بڑھ کر بڑے سرگوشیاں لہجے میں صفر سے پوچھا۔

”اُسی نے تو ہمیں بتایا ہے کہ صاحب بیٹھے دو رہے ہیں اور میری بول چال ایک ہفتے سے بند ہے۔“ صفر نے جانتے ہوئے کہا۔

”اور اس کے باوجود وہ مجھ سے سہمہ روی کرنے نہیں آیا۔ غضب خدا کا۔“ آج کل ملازموں کا خون بھی سفید ہو گیا ہے بالکل سفید۔“ عمران نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

”ملازموں کا خون سفید نہیں ہوا بلکہ مالکوں کے اندر خون ہی نہیں رہا۔ پہلے مالک ہوتے تھے جو ملازموں کی خوشنودی کی خاطر اپنا خون بہا لے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ اور آج کل کے مالک بس شوے بہا نا ہی جانتے ہیں۔“

اُسی لمحے سلیمان کی آواز دروازے سے سنائی دی۔ وہ ڈرائی

گئے: سلیمان نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔
اور صفد کے علق سے بے اختیار تہقہہ نکل گیا۔ اس
جگہ کے کا پس منظر اب اس کی سمجھ میں آیا تھا۔
"توہ تو بہ۔۔۔ کالے جیشیوں کو تم پر فوقیت۔۔۔ کیسے
ہو سکتا ہے، تم میرے پیارے سلیمان ہو۔ اور وہ تو جین کالے
ان سے تمہارا کیا مقابلہ؟" عمران نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

"جی ہاں۔۔۔ اسی لئے میں سارا دن باورچی خانے میں
گھسا اپنا دل جلا کر بتا جاؤں۔ اور وہ دونوں رانا کا دوس میں
پڑے شرا میں پی پی کر ایشیٹھے رہتے ہیں۔" سلیمان
نے کہا۔

"یہ تمہارا ہی غلط فہمی ہے سلیمان۔ آج کل وہ ایشیٹھے
نہیں پڑ رہے، بلکہ غنڈوں سے لڑتے پھر رہے ہیں۔ ابھی
تھوڑی دیر پہلے انہوں نے دس بارہ آدمی مار ڈالے ہیں۔
دو کاریں تباہ کر دی ہیں۔" صفد نے کہا۔

"اچھا۔۔۔ ماہ۔۔۔ آپ کے منہ میں گھٹی منکر۔ اب وہ
ضرور پچھانسی چڑھیں گے، خشن کم جہاں باگ۔ آپ نے مجھ پہلے
کیوں نہیں بتایا؟" سلیمان نے اچانک خوش ہوتے ہوئے
کہا۔ اور جلد ہی سے ایک چائے کی پیالی بنا کر عمران کے
سلسلے رکھ دی۔

"صاحب۔۔۔ غلطی معاف۔۔۔ آپ نے اچھا کیا کہ انہیں

پچھانسی پر چڑھانے کا سامان کر دیا۔ میں تو باورچی خانے میں ہی
بھٹا۔" سلیمان نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر شرابی
دیکھنا تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس کے چہرے پر مسرت
جیسے آبدار کی طرح بہہ رہی تھی۔
"یہ کیا جگر جلا دیا ہے تم نے؟" اسے مارویلا ہے ان کالے
جیشیوں نے۔ عمران نے سلیمان کے جانے کے بعد
خیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اب ہمارے سامنے بننے کی ضرورت نہیں ہے عمران صاحب
تم تو خود آپ سے ہی پوچھتے آتے ہیں کہ یہ بلیک ڈیٹے کا کیا
چکر ہے؟" کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"بلیک ڈیٹے۔۔۔ اوہ۔۔۔ تو کیا واقعی وہ دونوں بلیک
ڈیٹے بن گئے ہیں۔ اور میں نے تو سوچا تھا چلو یہ دونوں کام کاج
کچھ نہیں کرتے۔ ان کے تدو قاصت سے ہی فائدہ اٹھایا
جائے۔ کچھ دہشت ڈالی جائے۔ کچھ آمدنی کا ذریعہ
بنے۔ لیکن یہ کاریں تباہ کرنا اور آدمی مارنے کا کیا چکر
ہے؟" عمران نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔ اور صفد نے
تفصیل بتا دی۔

"اچھا۔۔۔ تو یہ بات سب سے تم نے مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔
آج کل میں بھی پر جوں۔ اس لئے میری جگہ وہ میرے دوست
سو پر نیاض کا انتقام شافی لاک سے لیتے پھر رہے ہیں؟"
عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے ماں۔ جو یوں نے مجھے بتایا تھا کہ شانی لاک نے سو پر فیاض پر حملہ کیا تھا۔ کیا چکر تھا!۔۔۔ صہد نے چائے کی چمکی لیتے ہوئے کہا۔

"سو پر فیاض شانی لاک کی محبوبہ لے اڑا تھا۔ اور تم جانتے ہو کہ شانی لاک سب کچھ برداشت کر سکتا ہے۔ بے وفا فی برداشت نہیں کر سکتا!۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"بے وفا فی کی تو اس کی محبوبہ نے۔۔۔ اور گولی اس نے مار دی سو پر فیاض کو۔ یہ کیا بات ہوئی!۔۔۔ کیپٹن جھکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے۔۔۔ تم اتنا بھی نہیں جانتے۔ کہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانا مردوں کا شیوہ نہیں ہوتا تھا۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور صہد اور کیپٹن شکیل دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

"پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوئی نیز پر پڑا ہوا شیلی فون زوردار آواز سے بچ اٹھا۔ اور عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔۔۔ تاجران بلدی چونا۔ عمران۔ صہد۔۔۔

"شکیل سپیکنگ!۔۔۔ عمران نے رسیور اٹھاتے ہی کہا۔

"عمران۔ فوراً میرے پاس کو بھٹی پر پہنچو۔ آٹ از ایمر جنسی۔۔۔ دوسری طرف سے سر سلطان نے کہا۔

"سوری جناب۔ بلدی کی کاشاک عثم جو گیلی ہے۔ اور چونا بغیر بلدی کے بے کار ہے۔ عمران نے منہ بنا تے ہوئے جواب دیا۔ لیکن دوسری طرف سے رسیور رکھا جا چکا

تھا۔ عمران نے بڑا سادہ بناتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"کس کا فون تھا!۔۔۔ صہد نے پوچھا۔ وہ چون کر فاصلے پر تھے اس لئے وہ سر سلطان کی آواز نہ سن سکے تھے۔

"یار۔ ایک کام کرو گے۔ پلیز۔ دیکھو انکار نہ کرنا!۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"انکار کیا مطلب۔ آپ کام بتائیں!۔۔۔ صہد نے

"میں اس طرح سنجیدہ ہوتے دیکھ کر پوچھا۔

"اپنی زبان ناک کی ٹو سے لگا کر دکھاؤ!۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی!۔۔۔ صہد نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم لگاؤ تو سہی۔۔۔ ابھی بات بھی بتاتا ہوں!۔

عمران اسی طرح سنجیدہ تھا۔

"بس بس۔۔۔ احمق بننے کے لئے ہم یہ رہ گئے ہیں!۔

صہد نے جھپٹتے ہوئے کہا۔

"تم کو کب رہے تھے کہ انکار نہیں ہو گا پھر!۔۔۔ عمران نے اس بار انفعیلے لہجے میں کہا۔

"اب آپ نے کام ہی ایسا بتایا ہے!۔۔۔ صہد نے کہا۔

"صہد صاحب۔ میرا خیال ہے عمران صاحب اب ہمیں یہاں سے بھگنا چاہتے ہیں۔۔۔ فون پر کسی نے بلایا ہو

گاہ۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”واہ۔۔۔ اسے کہتے ہیں عقل مند ہی۔ کمال ہے اللہ تعالیٰ نے کیا دماغ ویسا ہے۔۔۔ یا تم مجھے حل کیا کرو یا نہی۔ دی کے انعام دینے والے پروردگار اموں میں شرکت کیا کرو۔ خواہ مخواہ معصومی سی تنخواہ کے لئے ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے ہو۔ لمبی کمائی جوگی ٹ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اُسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔ اور عمران نے فون کو گھورتے ہوئے رسیا اور اٹھالیا۔

”بس۔۔۔ تاجران چونامبدی۔۔۔ عمران۔۔۔ صفدر
اور شکیل سپیکنگ۔۔۔ عمران نے اس بار بلدی چو نے
سکو بدل کر چونامبدی کر دیا تھا۔

اٹ اڑ ایک ٹو۔ صفدر کو رسورڈ دو۔ دوسری طرف سے بلیک زبرد کی مخصوص آواز سنائی دی۔ ارے۔ یہ کہاں سے ٹپک پڑا۔ کوئی لڑکا ہی پنجویں گھنٹے سے۔ عمر ان نے یوں مائیک پر بات کر کے گر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ جیسے اُس خطرہ ہو کہ مائیک سے کوئی سانپ باہر نکل آئے گا۔ اور رسورڈ صفدر کی طرف رٹھا واپس۔

تمہارا باپس میرا بتانا، خواہ مخواہ اور کوئی نصیحت ڈال دے گا۔۔۔ عمر ان نے اسی طرح مائیک پر باتھ دیکھے جو نئے سرگوشیاں انداز میں کہا۔ اور صفدر نے مسکراتے ہوئے ریورس اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔

”میں سُر—صغیر بول رہا ہوں ش—صغیر نے
مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”مغذرت۔ تم اور کیپٹن شکیل دونوں چیرنگ کراس کے پہلے چوک پر پہنچو۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں۔ دہاں سے سرخ رنگ کی جدید ماڈل کی ایک کار گزرے گی۔ جس کی بھیت کا رنگ سفید ہوگا۔ تم نے اس کا انتہائی ہوشیار سی سے تباہ کرنا ہے۔ اور پھر مجھے رپورٹ دو۔ کہہ کر کار کہاں جاتی ہے سمجھے۔ ایکس ٹریسے کہا۔“

”میں ہنس۔۔۔ کیسی کوئی نیا کس شروع جو ٹیکے ہے“
 حفصہ نے اشتیاق بھرے بچے میں کہا۔
 ”نہایت۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ
 ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ اور حفصہ نے ریسور کریدل پر رکھا۔ اور
 کیڈٹ کے ہاتھ کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

”اے ارے۔۔۔ وہ میرا کام۔۔۔ وہ تاک کی نوک اند
دہ زبان۔۔۔ عمران نے بنوئیں اچکاتے ہوئے کہا۔
”ایسے کام تم ہی کر سکتے ہو۔۔۔ جیم فالتو نہیں ہیں۔ آؤ
شکیل۔۔۔ غصہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے
بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ جب دروازہ بند ہونے
کی آواز عمران کے کانوں میں پہنچی تو عمران نے رسیور اٹھا کر
تیزی سے نمبر ڈائل کئے۔

"ایک ٹو"۔ دوسری طرف سے بلیک زیر دکی آواز
 سنائی دی۔
 "یہ کس کار کا تعاقب کیا جا رہا ہے جناب بلیک زیر و صاحب
 عمران نے کہا۔

"اوہ۔ عمران صاحب۔ دراصل سر سلطان نے
 مجھے فون کیا تھا کہ وہ عمران سے فوراً ملنا چاہتے ہیں۔ لیکن عمران
 کے ٹیلیفون میں صفدر اور بیکپٹن شکیل موجود ہیں۔ اس لئے
 شاید عمران کو آنے میں دیر ہو جائے۔ ہم ان دونوں کو چلتا کر
 کے عمران کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ میں نے فون کر کے
 ان کو ایک خواہ مخواہ کا کام بتا دیا۔ اب یہ کھڑے انتظار کرتے
 رہیں گے سرخ کار کا۔ بلیک زیر د نے ہنستے ہوئے
 جواب دیا۔

"اور اگر وہاں سے ایسی کوئی کار گزر رہی تھی تو۔۔۔ اور
 اُسے چلا بھی کوئی محترمہ رہی ہو تو۔۔۔ عمران نے منہ ہلستے
 ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا۔۔۔ آپ کا رشتہ بھی جو ادوں گا؟
 بلیک زیر د نے کہا۔

"رشتہ۔۔۔ واہ۔ رشتہ مجھ سے زیادہ عزیز ہے تمہیں۔
 یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رشتہ وہاں پہنچ جائے اور میں وہاں بیٹھا
 سلیمان کے خوجے سے ہتھارہوں۔ تم مجھے ہی بھجوا دینا؟
 عمران نے کہا اور بلیک زیر د بے اختیار ہنس پڑا۔

"اچھا۔۔۔ فی الحال تو آپ سر سلطان کے پاس پہنچیں۔ وہ بھی
 بے تاب نظر آتے ہیں۔ اور شاید وہاں ان کے پاس کوئی اور
 غیر متعلق صاحب بھی موجود ہیں۔۔۔ بلیک زیر د نے ہنستے
 ہوئے کہا۔

"مگر ان کی صاحب زادہ کی شادی تو ہو گئی۔ اب میں وہاں
 جا کر کیا کروں گا۔۔۔ ہاں البتہ وہ غیر متعلق صاحب کوئی رشتہ
 سے کر آئے ہوں تو اور بات ہے۔۔۔ عمران نے ہر اسامہ
 ہنستے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے انہوں نے اپنی کسی ملازمہ کی شادی کا فیصلہ کر
 لیا ہو۔۔۔ بلیک زیر د نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوسے باپ رہے۔۔۔ آہستہ بولو۔۔۔ سلیمان نے سن لیا
 تو ایک بار پھر ناراض ہو جائے گا۔ پہلے بڑی مشکلی سے بول چال
 شروع ہوئی ہے۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر بلیک زیر د کی
 بات سننے بغیر اس نے رسیور رکھنا اور آٹھ کر ڈیسک روم کی
 طرف بڑھ گیا۔ سر سلطان کی بے ثباتی واقعی غیر معمولی تھی۔
 ورنہ وہ اتنے چکر میں کبھی نہیں پڑتے کہ بلیک زیر د کو فون کر کے
 ممبرز کو دہان سے ہٹا دے اس کا مطلب تھا کہ کوئی امیر جنسی پیدا
 ہو چکی ہے۔ اور ظاہر ہے امیر جنسی پیدا ہونے کے بعد اس
 کی پرورش کی ذمہ داری تو عمران کے ہی ذمہ تھی۔ چنانچہ اب
 وہ جلد از جلد سر سلطان تک پہنچنا چاہتا تھا۔

کر کسی بھیلے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ شاید سپروائزر تھا۔ ان دونوں کو یوں اندر آتے دیکھ کر سپروائزر حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

کرنل شریف فرام سیکرٹ سروس کے کرنل شریف نے سپروائزر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اؤہ۔۔۔۔۔ میں سہ۔۔۔۔۔ حکم فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔ سپروائزر سیکرٹ سروس کا سنتے ہی بولکھٹا گیا۔

رات کو یہاں ڈیوٹی پر کون تھا۔۔۔۔۔ کرنل شریف نے پوچھا۔

”آصف ہی تھا جناب۔۔۔۔۔ بس اب اس کی ڈیوٹی ختم ہوئی ہے۔ والی ہے۔۔۔۔۔ کیوں جناب۔۔۔۔۔ کیا کوئی شکایت ہے جناب۔۔۔۔۔ سپروائزر نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں۔۔۔۔۔ بس کچھ معلومات چاہتیں تھیں۔۔۔۔۔ کرنل شریف نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سپروائزر کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔

”آصف۔۔۔۔۔ سپروائزر نے مشین سے اٹھ کر آئے۔ نو جوان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور خود قدم بڑھاتا اس کے قریب پہنچ گیا۔

”میں سہ۔۔۔۔۔ نو جوان نے چونک کر مڑتے ہوئے پوچھا۔

”یہ سیکرٹ سروس کے کرنل شریف ہیں۔ تم سے کچھ معلومات چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ میں تمہارا کام سنبھال لیتا ہوں تم ان سے

کرنل شریف اور کیپٹن تمیز می دو سہری منزل سے اتر کر نیچے پالی میں پہنچے اور پھر سید سے ٹیلی فون ایکس چینج والے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازے پر ایک بار دسی وربان بیٹھا ہوا تھا۔ اور دروازے کے اوپر داخل المذاہم داخل نمونہ ہے کا بورڈ بھی نصب تھا۔

دروازہ کھولا۔ پولیس۔۔۔۔۔ کرنل شریف نے کرخت لہجے میں وربان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور وربان پولیس کا لفظ سنتے ہی بولکھٹا کر نہ صرف کھڑا ہو گیا بلکہ اس نے پھرتی سے دروازہ بھی کھول دیا۔ کرنل شریف اور کیپٹن تمیز می اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے اندر دو سولائون کا ایک ایک کرسی پہنچ موجود تھا۔ اور وہاں صرف دو آدمی تھے۔ ایک مشین کو آپریٹ کر رہا تھا جب کہ دوسرا ایک طرف میز

کامل تعداد نہ کر دیتے۔ سپروائزر نے کہا۔
اور آصف نے سر پر چڑھا ہوا اسپیکر فون اتار کر سپروائزر
کے حوالے کیا اور کہہ کرسی سے اٹھ گیا۔ اس کی جگہ سپروائزر
نے سنبھال لی۔

”میں سر۔۔۔ فرمائیے۔۔۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟
آصف نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں ان دونوں سے مخاطب ہو
کر کہا۔

”ضلع منہ اندھیرے کمرہ نمبر پچیس کی دوسری منزل کے
مسٹر ڈیوڈ نے کال کی تھی کیا تمہیں یاد ہے۔۔۔ کرنل شریفین
نے کہا۔

”او۔۔۔ ہاں۔۔۔ پولیس کا ایک آدمی بھی یہی کال چیک
کرنے یہاں آتا تھا۔ میں نے گیسے وہ کال سنا دینی تھی“
آصف نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

”یہ کال کس نمبر پر کی گئی تھی۔ ہمیں وہ نمبر چاہیے۔۔۔ اور
سنو۔ انکار مت کرنا۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہ ڈائریکٹ کال
تھی۔ لیکن ہمیں وہ نمبر چاہیے۔ یہ اسم مسٹر ہے ملکی سلامتی
کا۔۔۔ کرنل شریفین نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے
کہا۔

”او۔۔۔ سر۔۔۔ آپ سپروائزر صاحب سے پوچھ لیں۔
ڈائریکٹ کال ہم صرف سن سکتے ہیں اس کے علاوہ ہمیں اور
کچھ علم نہیں ہو سکتا۔ آٹو میٹک لائن پر کال ملتی ہے۔ تو

ہمیں نمبر کا علم نہیں ہو سکتا۔۔۔ آصف نے جواب دیا۔
”ناکو فی صورت اس نمبر کو ٹریس کرنے کی۔۔۔ کرنل
شریفین نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”سو ہی سہ۔۔۔ اگر کوئی بوقی تو یقیناً میں آپ کو بتا دیتا:
آصف نے جواب دیا۔ اور کرنل شریفین اس کے چہرے کے
تاثرات دیکھ کر یہی سمجھ گیا کہ وہ سچ بولی رہا ہے۔

”او۔۔۔ کے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ کرنل شریفین نے کندھے
اچکاتے ہوئے کہا۔ اور پھر تعین تک یہ کہہ کر بیردنی دروازے کی
طرف مڑ گیا۔

یشی غون ایکس پیج والے کمرے سے نکل کر وہ جیسے ہی
بال میں پہنچے۔ اچانک وہی ویٹر جو دوسری منزل پر ان سے
بھرایا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی تیزی سے ان کی طرف مڑھا۔

”جناب۔۔۔ مسٹر ڈیوڈ جی دروازے سے نکل گئے ہیں۔ ان
کا انداز انتہائی مشکوک تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ کو بتا دوں؟“
ویٹر نے قریب آتے ہوئے کہا۔

اور کرنل شریفین اور کیپٹن تیزی بوں آنکھیں پھاڑ کر ویٹر کو
دیکھنے لگے جیسے اس کے سر پر سیڈنگ نکل آئے ہوں۔

”کیا ایک رہے ہو۔۔۔ وہ تو مر چکا ہے۔ ہم اس کی لاشیں
کمرے میں چھوڑ آئے ہیں؟“ کرنل شریفین نے انتہائی کڑھٹ
لہجے میں کہا۔

”مر چکا ہے۔۔۔ نہیں جناب۔۔۔ آپ کے جلنے کے

پروڈیوٹر پر نظر پڑتے ہی اس نے اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔
جوٹلی کے چین گیشٹ سے نکل کر وہ جلدی سے کارڈنگ پہنچے۔
ڈرائیو ٹھیک سیٹ کر ٹل شریٹ نے سنبھال لی۔ کیدپٹن تمیزی
ساتھ والی سیٹ پر براہِ جان ہو گیا۔

کر ٹل شریٹ نے کارڈ اسٹارٹ کی اور اسے کہا وہ آؤ گیشٹ
سے باہر لے آیا۔ میٹر کی پروکارڈ وڑاتے ہی اس نے ہاتھ بڑھا
کر ویش بورڈ کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ ویش بورڈ
کے ایک خانے میں سے سبز رنگ کا ٹپ بل اٹھا۔
”یس۔ ایس۔ ایس۔ ہبیڈ کو آرڈر اٹنڈنگ اور“

چند لمحوں بعد ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔
”کر ٹل شریٹ سپیکنگ۔ کتنے ممبرز ہبیڈ کو آرڈر میں موجود
میں اور“ کر ٹل شہ لیت نے جھکمان بجے میں کہا۔
”سارے ممبرز موجود ہیں سوائے ارشد حسین کے اور“
دوسری طرف سے جواب ملا۔

”اوسکے۔ ان سب کو فوراً شیپن آباد کی کوٹھی نمبر بارہ پر
بھیج دو۔ سب کو پوری طرح چوکانا اور مسلح ہونا چاہیے۔ اس کوٹھی
پر ریڈ کرنا ہے۔ میں اور کیدپٹن تمیزی وہاں پہنچ رہے ہیں۔
جلدی۔ اور ورائنڈ آل۔“ کر ٹل شہ لیت نے ہدایت دیتے
ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر بٹن آف کر دیا۔
”کیا آپ اس کوٹھی پر پاور ریڈ کرنا چاہتے ہیں۔“ کیدپٹن تمیزی
نے حیرت بھرے بلجے میں پوچھا۔

کہا۔ مگر کر ٹل شہ لیت اس کی باقی بات سے بغیر تمیزی سے کاؤنڈا
طرف دوڑنا گیا۔ اس نے کاؤنڈا پر پڑا ہوا فون جلدی سے اپنے
طرف کھسکا یا اور پھر رسیور اٹھا کر تمیزی سے غمزہ ڈال کر کہنے شروع کر
دیتے۔ کاؤنڈا میں حیرت سے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اتنی دیر
کیدپٹن تمیزی اور ویٹر بھی کاؤنڈے کے پاس پہنچ گئے۔

میلو اگوا آرمی۔ میں کر ٹل شریٹ ٹیٹ آف سیکرٹ سوز
بول رہا ہوں۔ کر ٹل شہ لیت نے باقاعدہ اپنا تعارف
کراتے ہوئے کہا۔

”میں۔۔۔ حکم فرمائیے سر۔۔۔ دوسری طرف سے
آپریٹر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
”فون نمبر پتھری سکس پتھری سکس کی نوکیشن بتاؤ۔ جلدی۔
کر ٹل شہ لیت نے کہا۔

”ایک منٹ سر۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور پھر
چند لمحوں بعد جواب ملا۔

”سر۔۔۔ فون نمبر پتھری سکس پتھری سکس۔ ٹچن آباد کی
کوٹھی نمبر بارہ کا ہے۔ ڈاکٹر سبطین احمد کے نام پر جناب
اگوا آرمی آپریٹر نے جواب دیا۔

”او۔ کے۔“ کر ٹل شہ لیت نے جواب دیا۔ اور رسیور
کر ٹل پر رکھ کر وہ تمیزی سے بیرونی دروازے کی طرف مڑا۔
”آؤ کیدپٹن۔۔۔ اوہ ٹھیک یو ویٹر۔۔۔ ٹھیک یو۔
کر ٹل شہ لیت نے مڑتے ہوئے پہلے کیدپٹن تمیزی سے کہا اور

”ہاں۔۔۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ مجرموں کی تباہ کاریاں روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ اور ہم صرف دوڑتے پھر رہے ہیں۔۔۔ کرنل شہر لیفٹ نے کہا۔“
 لیکن اس طرح تو مجرم ہوسٹیاں ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے کوئی بہت بڑا سنٹر تو نہ ہو گا کہ پوری ٹیم گرفتار ہو جائے۔ ہمیں ان کی خفیہ نگرانی کرنی چاہیے تھی۔۔۔ کیپٹن تیزری نے سر ملائے ہوئے کہا۔

”ہونا تو ایسا ہی چاہیے کیپٹن۔ لیکن اب نگرانی کا وقت نہیں رہا جس اعلیٰ حکام کو ملے کہ کس کے لئے فوری طور پر ایک بڑا سیکرٹ سائٹ لانا چاہتا ہوں تاکہ وہ کسی حد تک مطمئن ہو جائیں۔ کہ ہم واقعی کام کر رہے ہیں۔۔۔ ورنہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر یہی صورتحال رہی تو اعلیٰ حکام شاید کسی اور ملک کی سیکرٹ سروس کی امداد طلب کر لیں گے۔ اور ہمارا اہتمام کرپٹ جمیڈ کے لئے ختم ہو جائے گا۔۔۔ کرنل شہر لیفٹ نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ واقعی ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ ویسے سر۔۔۔ اگر کوئی اور سیکرٹ سروس آگئی تو پھر۔۔۔ کیپٹن تیزری نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد پوچھا۔

”تو پھر اسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا ہو گا۔ ہم خفیہ طور پر ان کی مخالفت کریں گے۔ کیوں کہ ان کی کامیابی ہمیں ہمیشہ کے لئے نکتہ بنا دے گی۔۔۔ کرنل شہر لیفٹ نے فیصلہ کن پہلے میں کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔۔۔ ایسا ہی ہونا چاہیے کیپٹن تیزری نے سر ملائے ہوئے کہا۔
 اور اس کے بعد گارڈیں خاموشی چھا گئی۔ شاید دونوں ہی اپنے اپنے خیالات میں مگن ہو گئے تھے۔

و انہی انتظامات کے طور پر عمارت کے گرد انتہائی طاقتور سرچ
میں نصب کی گئی تھیں۔ اور مسلح پارٹی و دیگر عمارت کے اندر
چھپے ہوئے چوکنے والے انداز میں موجود تھے۔ عمارت کے باہر
میں خاص خصوصی دستہ پہلے پر موجود تھا۔ ان کے ساتھ
رہائی و دیگر بھی موجود تھے۔ سب پارٹی و دیگر کے پاس جدید ترین
سلاح تھا جن کے لئے حکومت نے خصوصی پریمٹ جا رہی کرانے
تھے۔ چون کہ بی۔ ایل پارٹی کا حکومت پر بے پناہ اثر تھا۔

نئے نئے پریمٹ جا رہی کرانے جانے میں انہیں کوئی مشکل پیش
آئی تھی۔ ایک طرف بارگنگ بنائی گئی تھی۔ جہاں اس
سم کے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔ دہلی پولیس کا ایک
ایسا خصوصی دستہ تعینات کیا گیا تھا جسے انٹی ہم اسکوڈ کہا جاتا
تھا۔ اس دستے کے پاس ایسے جدید ترین آلات تھے جو کسی
جی ٹیم کے بم کو چیک کرنے اور پھر اسے فوری طور پر ناکارہ کر
سکتے تھے۔ ہر علاقہ چیئر مین کو ایسے خصوصی کارڈ جا رہی کئے
گئے تھے جن کی نقل تیار نہ کی جاسکتی تھی۔ اس کے علاوہ خصوصی کوڈ
بھی مخصوص کئے گئے تھے جو علاقہ چیئر مین کو ذاتی طور پر بتائے گئے
تھے۔ اور جن سے کسی غیر آدمی کا واقف ہو جانا ناممکن تھا۔

کیا بڑے گریڈ پر پارٹی کے اعلیٰ عہدے دار خود موجود تھے۔ جب
آنے والے چیئر مین سے خصوصی کوڈ پوچھ کر اور کارڈ چیک کر کے
اُسے اندر جانے کی اجازت دیتے تھے۔ اس دوران ان کی
گور کا تفصیلی چیک آپ کیا جاتا تھا۔ اور اس کے بعد کارڈ کو اندر

گھر سے سرخ رنگ کی اینٹوں سے بنی ہوئی شان دار
عمارت اس وقت یوں روشن ہو رہی تھی جیسے دہلی کوئی بہت بڑا
نکلشن ہو رہا ہو۔ چاروں طرف سرچ لائٹیں لگائی گئی تھیں اور
عمارت کے کمپاؤنڈ گاڑیوں پر روشنی میں جگہ جگہ رہا تھا۔ عمارت کے
اندرونی بل میں ترتیب سے کرسیاں بھیجی ہوئی تھیں اور سامنے
سیٹج بنایا گیا تھا۔ یہ عمارت بھاشا نہ کی سب سے بااثر سیاسی
پارٹی بی۔ ایل پارٹی کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ اور آج اس عمارت
میں پورے بھاشا نہ میں پھیلے ہوئے بی۔ ایل کے علاقہ چیئر مینوں کا
ایک اجلاس منعقد کیا جا رہا تھا۔ یہ اجلاس ملکی صورت حال پر
غور کرنے کے لئے پارٹی کے صدر جناب رشید الرحمن اور جنرل
سیکرٹری مسیح الدین نے طلب کیا تھا۔ اس اجلاس کو
ممبروں کی نوڈ سے بچانے کے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے

کو اور زیادہ کرخت بنا دیا تھا۔ اس غیر ملکی کے اندر آتے ہی کہاؤند
میں موجود دسوں افراد چوکنے جو گئے۔ ان کے اندر مستعدی کی
لہریں دوڑ گئی۔

”سب انتظامات مکمل ہیں۔۔۔ غیر ملکی نے ان کے قریب
پہنچ کر کرخت بلجے میں کہا۔

”میں باس۔۔۔ ہم کام کے لئے تیار ہیں صرف سگنل کا
انتظار رہے۔۔۔ ایک آدمی نے مودبانہ بلجے میں جواب دیا۔

”سنو۔۔۔ انتظامات انتہائی سخت ہیں۔ ہمیں ایسے انداز
میں کام کرنا ہوگا کہ سارا کوئی آدمی پکڑا بھی نہ جائے اور پوری عمارت
بھسم ہو کر رہ جائے۔ یہ ساری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔۔۔ کیوں
کر یہی ایک ایسی یادنی بات ہے جو ہمارے مشن کے خلاف کام کر رہی ہے۔

ادریہ ان کی بد قسمتی کی انتہا ہے کہ انہوں نے پوری پارٹی اُسے حلقہ
چیرمینوں کا اجلاس بلا لیا ہے۔۔۔ آج کی کارروائی کے بعد پوری
پارٹی کو کام و نشان ختم ہو کر رہ جائے گا۔۔۔ باس نے سر د
بلجے میں کہا۔

”آپ بے فکر ہیں باس۔۔۔ ایف ڈی ایکشن گروپ کے
لئے یہ انتظامات انتہائی اطمینان ہیں۔ کامیابی بہر حال ہمارے قدم
اسے گی۔۔۔ اُسی آدمی نے جواب دیا جو شاید ان دس افراد
ناظم کا انچارج تھا۔

”بھیسے ہی اجلاس شروع ہوگا۔ تم نے کارروائی کا آغاز کر دینا ہے
نولی سی کو تاہی بھی ناقابل برداشت ہوگی۔۔۔ باس نے

پارکنگ میں جلسے کی اجازت ملتی تھی۔ کہاؤند گیٹ کے بعد
جب آنے والے اندرونی ہال کے دروازے پر پہنچے تو وہاں
صدر رشید الرحمن اور سیکرٹری جنرل مسیح الدین بذات خود
موجود تھے جو ایک بار اس بات کی تسلی کرتے کرتے ٹہر گئے والہ دانی
ان کی پارٹی کا حلقہ چیرمین بنے۔

اس قدر خصوصی انتظامات کے بعد سب اپنی اپنی جگہ پوری
طرح مطمئن تھے کہ مجرم اس اجلاس کے خلاف کسی قسم کی
کارروائی نہ کر سکیں گے۔۔۔ اس کے باوجود ڈپٹی پریذیڈنٹ
کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ پوری عمارت میں گھوم کر سب وکر کو
بقاعدگی سے چیک کرتا رہے کہ وہ پوری طرح چوکنے میں یا نہیں
عمارت سے دو سو گز دور ایک ٹنگ سی لگی ہیں واقع ایک

بڑے سے مکان کے اندر دس افراد موجود تھے۔ وہ ایک
ایک کر کے اس مکان میں داخل ہوئے تھے۔ ان سب نے عام
سے سوٹ پہن رکھے تھے۔ اور وہ سب شکل و صورت
بہا شاندہ کے ناظر طبعی سے تعلق رکھنے والے تھے۔ ان سب

کے ہاتھوں میں برلین کیس تھے۔ اور وہ اس عمارت کے
بڑے کمپائڈنٹ میں خاموش کھڑے تھے۔ ان سب کی نظریں
مکان کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔۔۔ تھوڑی دیر بعد
دروازہ ایک بار پھر کھلا اور ایک طویل القامت اور سڈول جبہ

کا مالک غیر ملکی اندر داخل ہوا۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ
پہنا ہوا تھا۔ اور اس کی بڑی بڑی مونچھوں نے اس کے چہرے

پرائیونٹ گروپ کے دونوں افراد ہی ڈرامہ مکمل رہے تھے۔ وہ
 چوں کہ مقامی میک اپ میں تھے اور بھاشانہ میں انگریزی بولنا
 بڑے لوگوں کی شان سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے انہیں زبان بدلنے
 کا بھی مسئلہ نہ تھا۔ اور پھر انہیں گروپ کی کامیاب اداکاری نے
 دیکھتے ہی دیکھتے حالات کو ان کے حق میں پلٹ دیا۔ مین گیٹ
 سے دونوں افراد اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ جب کہ
 چاروں سمتوں سے جانے والے ادھر ادھر پولیس کے ساتھ گھومتے
 ہوئے حفاظتی انتظامات کا یوں جائزہ لے رہے تھے جیسے وہ واقعی
 حفاظتی انتظامات کو چیک کر رہے ہوں۔ اور ساتھ ہی ساتھ وہ
 سر بلا بلا کر یوں اطمینان کا اظہار بھی کر رہے تھے جیسے انہیں
 انتظامات بے حد پسند آ رہے ہوں۔ ان کے نامتوں میں
 بریٹ کیس موجود تھے۔ اور ظاہر ہے سیکرٹ سروس کے ارکان
 تسلیم کئے جانے کے بعد انہیں بریٹ کیس چیک کرنے کے لئے
 نہ کہا گیا۔ اور پھر باس کے دیکھتے ہی دیکھتے ان سب نے اپنی
 گھڑیوں پر نظریں ڈالیں اور پولیس اور پارٹی وکرز کے ساتھ بات
 کر کے وہ سب اپنے اپنے بریٹ کیس کھولنے لگے۔ بریٹ
 کیس کے اندر جدید قسم کی مشینری موجود تھی جسے انہوں نے خفیہ
 ٹیپ ڈیٹا انسٹر چیک کرنے کا جانا تھا۔ مین گیٹ سے اندر
 جانے والے یہ ٹیپ ڈیٹا انسٹر مال کے مین دروازے کی چیلنگ
 میں مصروف تھے جب کہ سمتوں میں موجود افراد بیرونی چیلنگ میں
 مصروف تھے۔ بریٹ کیس سے ان سب نے تداریس نکال کر

کاہنگن تھا۔ اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار نمایاں ہو گئے۔
 عمارت کے حفاظتی انتظامات خالصتہ جدید انداز میں کئے گئے تھے۔
 اور اگر انہیں گروپ اس مشن میں ناکام ہو گیا یا اس کا کوئی آدمی
 گرفتار ہو گیا تو پیر ایف ڈی کے بڑے منشی کو ناکامی سے کوئی
 ڈبچا سکتا تھا۔ اس لئے باس کی فراخ دیشانی پر بلا شعوری
 طور پر شکوک کا جال سا پھیل گیا تھا۔ کاربن بھی مشین کے
 سامنے سے ہٹ کر باس کے ساتھ رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔
 کیوں کہ اب سولے سکریں پرائیونٹ گروپ کی کارکردگی دیکھنے
 کے لئے بھی اور کوئی کام نہ رہا تھا۔

چند لمحوں بعد ہی دونوں چونک کر سیدھے ہو گئے۔ کیوں
 کہ سمیتیں ظاہر کرنے والی چاروں سکریں پرائیونٹ گروپ کے
 دو دو آدمی نظر آنے لگ گئے تھے۔ جب کہ دو آدمی مین
 کپاؤنڈ گیٹ پر پہنچ چکے تھے۔ سمتوں والے افراد پولیس اور مسلح
 پارٹی وکرز کے ڈسٹے میں تھے۔ اور وہ ان سے یوں بات چیت
 کر رہے تھے جیسے کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو۔ باس جانتا تھا کہ اس
 وقت ان سب نے اپنے آپ کو بھاشانہ سیکرٹ سروس کا ممبر
 ظاہر کیا ہے۔ ان کے پاس مصنوعی شناختی کارڈ موجود تھے۔
 اور وہ حکومت کی طرف سے ان کے حفاظتی انتظامات کی چیلنگ
 کے لئے آئے تھے۔ باس کو معلوم تھا کہ سیکرٹ سروس
 والے عام طور پر اپنی شناخت ظاہر نہیں کرتے۔ اس لئے پولیس
 اور پارٹی وکرز انہیں پہلے سے نہ جانتے ہوں گے۔ مین کپاؤنڈ

دیواروں اور دروازوں سے چٹائیں اور برایت کیس کی مشینری کو آگ کر دیا۔ اور باس کے چہرے پر پراسر اسی مسکرانہٹ لٹاری ہو گئی۔ تین چار منٹ تک مختلف جگہوں پر تاروں کے آگے گئے ہوتے تاکہ سڑ سے بیرونی دیواریں اور اندرونی عمارت کی دیواروں کے کچھ کچھ کونوں اور دروازوں کو چیک کیا جاتا رہا۔ ان سب کے ساتھ پارٹی ڈور کے اور مسلح پولیس کے دستے بڑے چوکنے انداز میں گھوم رہے تھے۔ لیکن باس کو ان سب پر بڑی ہی طرح ترس آ رہا تھا۔ اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ان پس ماندہ لوگوں کو کیسے غلام ہو سکتا تھا کہ جینگ کے بہانے دیواروں اور دروازوں کے رخنوں میں جدید قسم کا وائر لیس ڈائنامٹ بھرا جا رہا تھا۔ یہ انتہائی باریک بیناں تھیں جو دیوار کے رخنوں میں اس طرح اندر گھس جاتی تھیں کہ جب باکسر کو جیسا جاتا تو وہ نظر نہ آتی تھیں۔ چار پانچ منٹ تک یہ بارودی مصالحہ دیواروں کے دروازوں اور کچھ کچھ کونوں کے رخنوں میں بھرے جانے کے بعد ایکشن گروپ نے برایت کیس واپس بند کرنے شروع کر دیئے۔ وہ اب ان سب کو اطمینان سے دیکھ رہے تھے کہ انہوں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ کہیں نہ ہی کوئی بم ہے اور نہ ہی کوئی ایسا زائستہ میٹر جو یہاں کی کارروائی کو کسی اور جگہ منتقل کر سکتا ہو۔ اور ان کے حفاظتی اشتغالات انتہائی بے درخ ہیں۔ باس کو پولیس اور پارٹی ڈور کے چہروں پر ایکشن گروپ کی بات چیت کے بعد پھٹکنے والے اطمینان پر سنہی آ رہی تھی۔ اور وہ سوچ

رہا تھا کہ بھلا الٹ۔ ڈی جیسی تنظیم کا مقابلہ یہ سادہ لوح لوگ آخر کس طرح کر سکتے ہیں۔

ایکشن گروپ کے ارکان اب سب کا شکریہ ادا کر کے واپس چور سے نکلے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب ایک ایک کر کے سڑیوں سے غائب ہو گئے۔

یہ قسم نے اچھا کیا کالہرچ۔ کہ پہلے ڈائنامٹ نہیں لگایا ورنہ وہ لاڈلا چمک ہو جاتا۔ باس نے مسکراتے ہوئے کالہرچ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کی چٹائی پر موجود پریشانی کی شکنائیں اب صداقت ہو چکی تھیں۔

"پہلے میں نے ہی سوچا تھا کہ ٹیٹ ڈاؤس کے ملازم کے روپ میں بارودی سرنگیں نصب کر دوں۔ لیکن پھر میں نے سوچا۔ کہ جو سکتا ہے جلسے سے پہلے جینگ کی جائے تو یہ جلسہ منسوخ بھی ہو سکتا تھا۔ اس لئے بعد کا منصوبہ بنایا تھا۔" کالہرچ نے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا کیا۔ اب میں دیکھوں گا کہ اس بی۔ ایل پارٹی کو دنیا کی کون سی طاقت بچا سکتی ہے۔" باس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

میں سڑیوں سے اندر ہال میں ہونے والے جلسے کی کارروائی ان کی نظروں کے سامنے تھی۔ چوں کہ آواز ان تک نہ پہنچ رہی تھی اس لئے وہ صرف مقررین کے اعضا کی حرکت اور بولنے پکھننے والے گھگھے ہی اندازہ لگا سکتے تھے کہ بڑی دھواں دھار

تقریریں کی جا رہی ہیں۔ اور انہوں نے آوازوں کا کرنا بھی کچھ نہیں تھا۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ تمام تقریریں مقامی بھاشا نہ زبان میں ہو رہی ہوں گی۔ جو انہیں اتنی زیادہ نہ آتی تھی کہ وہ ان کا صحیح مفہوم سمجھ سکیں اور پھر آواز کے لئے انہیں ایسی مشینری دیاں سیدٹ کرنی پڑتی جسے گھنگرے جیٹ کر سکتا تھا۔ اور ظاہر ہے یہ رسک وہ نہ لے سکتے تھے۔

”باس۔ بی۔ ایل پارٹی کے خاتمے کے بعد کیا حکومت کنفیڈریشن کے منصوبے کے خاتمے کا اعلان کر دے گی؟“

کالہرج نے پوچھا۔
”اُسے بہر حال کرنا ہی ہو گا۔“ باس نے مبہم سے جواب دیا۔

”باس۔ ایک سوال میرے ذہن میں ہے۔ میں میننگ میں بھی پوچھنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر میں خاموش رہا۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو پوچھ لوں؟“ کالہرج نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ڈرتے ڈرتے کہا۔

”کون سا سوال۔“ پوچھو۔“ باس نے چونک کر کالہرج کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”سیر۔“ اگر حکومت کنفیڈریشن کے منصوبے کے خاتمے کا اعلان کر دے تو ہمارا مشن مکمل ہو جائے گا اور ہم واپس چلے جائیں گے۔ لیکن بعد میں کسی بھی وقت اچانک کنفیڈریشن کا اعلان کر دیا جاتا ہے تو پھر کیا ہو گا۔ کیا ہمارا یہ مشن اس لحاظ سے

امتحان نہیں ہے۔“ کالہرج نے دکتے دکتے کہا۔

”ہوں۔“ تو تم ایف۔ ڈی اور اسرائیل کے اعلیٰ ترین دافنوں کو اجیت سمجھتے ہو۔“ باس کے حلق سے غراہٹ سی نکلی اور کالہرج کا جسم خوف سے جھٹکے کھلنے لگا۔ اُسے باس کے بدلے اہوتے بچے میں اپنی موت صاف نظر آنے لگی تھی۔

”بب۔ جب۔ باس۔ میں نے پہلے.....“ کالہرج نے خوف کی شدت سے بھٹکتے ہوئے کہا۔

”تم نے ٹھیک سوچا ہے کالہرج۔“ یہ سوال ہر ذہین آدمی کے ذہن میں آنا چاہیئے۔ میں نے میننگ میں جان بوجھ کر اس پہلو کو نہ چھوڑا تھا۔ کیوں کہ ایف۔ ڈی کا طریقہ کاری یہ ہے کہ وہ مشن کے ابتدائی حصے کو میں مشن فاسر کر تلے جب وہ حصہ مکمل ہو جاتا ہے تو پھر دوسرا حصہ سامنے لایا جاتا ہے۔ لیکن اب تم نے سوال کر ہی دیا ہے۔ اور ظاہر ہے ایسا ہی سوال باقی ممبروں کے ذہنوں میں بھی لانا آیا ہو گا۔ تو میں نہیں بتا دیتا ہوں کہ اصل صورت حال اور ہے۔ ہم یہاں صرف کنفیڈریشن کے منصوبے کے خاتمے کا صرف اعلان سننے نہیں آئے۔ بلکہ ہمارا اصل مقصد یہاں کی حکومت کو تبدیل کر کے ایسی حکومت لانا ہے جو پاکستان اور اسرائیل کی پالیسیوں کی ہم خیال ہو۔ جو بھاشا نہ کی پاکستان کے ساتھ کنفیڈریشن بلکہ اُسے اس میں مدغم کرنے کے منصوبے پر کام کرتی رہے۔ رائے عامہ کو مجبور کرے اور جب رائے عامہ مجبور ہو جائے تو اس کا

۱۷۴
سکر بن یک ٹنٹ تار یک ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس قدر خوف ناک دھماکہ ہوا کہ ان کا کمرہ جیسے زبردست نرگھ لے کر زمین پر آ گیا۔ وہ دونوں ہی لوگوں کو کھڑا کر فرشتے پر گھرے رہنے پر بھی بری طرح ہٹی۔ لیکن چونکہ وہ زمین میں نصب تھی۔ اس لئے نیچے نہ گری۔

۱۷۵
اس خوف ناک اور کال بھاڑ دھماکے کے بعد کئی دھماکوں کا آواز سنائی دیتی رہا۔ اور اس کے بعد آہستہ آہستہ خاموشی طاری ہوتی گئی۔ اور باس اور کال پرچ ایک طویل سانس لینے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ مشین اب خاموش تھی اس کے بطن بچنے والے تمام بلب اب مستقل طور پر تار یک ہو چکے تھے۔

۱۷۶
"بی۔ ایل پارٹی تو گئی۔ ہمارا مشن کامیاب رہا۔ آؤ فلڈ اس کے تفصیلات اور رد عمل بتاؤ گے۔ تم اس مشین کو ہیکر کو روکنا منتقل کرنے کا بندوبست کرو۔"

۱۷۷
"باس۔ میں اسے تہہ خانے میں منتقل کر دیتا ہوں۔ میں نے جانیں گے۔ کیوں کہ میرا خیال ہے۔ اس خوف ناک تباہی کے بعد اس پورے علاقے کو پولیس اور فوج نے گھیرے میں لے لیا ہے۔ کال پرچ لے گیا۔"

۱۷۸
"اوہ یس۔ جلد ہی کرو۔ واقعی مجھے اس کا خیال نہیں رہا تھا۔" باس نے ہونٹ کلٹے ہوئے کہا۔ اور کال پرچ نے دوڑ کر سوپر بورڈ کے نیچے گئے ہوئے ایک جھوٹا سب سے ڈھکا ڈھینے والا بشن پولیس کر دیا۔ دوسرے لمحے مشین تیزی سے

کے صدر کے سامنے ظاہر نہ کر سکے تھے۔ کیوں کہ ظاہر ہے ان کے ساتھ ملاقات رسمی حدود تک ہی محدود رہی تھی۔

”یہ پاکیشیا اور بھاشانہ کے خلاف بہت بڑی سازش ہے۔ حسین احمد۔ اس کا فوری تدارک ہونا چاہیے۔“ سر سلطان نے سید حسین احمد سے تفصیل سننے کے بعد کہا۔

”اسی لئے تو میں یہاں خفیہ دورے پر آیا ہوں۔ صورت حال بے حد الجھ گئی ہے۔ زبردست تحریکی کارروائیوں کے بعد خوف اور دہشت کی وجہ سے بھاشانہ کے عوام اس کنفیڈریشن کے خلاف ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا ملک بھی خوف ناک تباہی سے دوچار ہوتا جا رہا ہے۔ ادھر کافرستان کے پرائم منسٹر نے دھمکی دے دی ہے کہ اگر ہم نے پاکیشیا سے کوئی امداد حاصل کی تو اسے وہ اپنی توہین سمجھے گا۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ہم کیا کریں اور کیسے کریں؟“ سید حسین احمد نے انتہائی ابلھے ہوئے انداز میں کہا۔

”یہ تو واقعی بے حد پیچیدہ صورت حال ہے۔ آخر آپ نے اس مسئلے میں کیا سوچا ہے؟“ سر سلطان نے پوچھا۔ ”دیکھیں سلطان صاحب۔ ہم کنفیڈریشن کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ہم اپنے ملک کی تباہی کسی قیمت پر ایسا نہیں کر سکتے۔ اردو دوسری بات یہ کہ ہمارے ملک کی جغرافیائی صورت حال ایسی ہے کہ ہم کافرستان سے بھی فوری طور پر کوئی بگاڑ پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ کیوں کہ سپر پاور روس یا ہوری طرح

سر سلطان نے کی نظر س دروازے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ اس وقت وہ اپنی کونجی کے ایک خاص کمرے میں موجود تھے۔ ان کے ساتھ بھاشانہ کے وزیر خارجہ سر حسین احمد موجود تھے۔ وہ آج ہی بھاشانہ سے انتہائی خفیہ دورے پر پاکیشیا پہنچے تھے۔ اور پاکیشیا پہنچ کر وہ صدر مملکت سے ملنے کے بعد سید سر سلطان کے پاس آئے تھے۔ صدر مملکت نے فون پر سر سلطان کو ان کی خفیہ آمد کی اطلاع دیتے ہوئے کہا تھا کہ سر حسین احمد انتہائی نازک اور اہم مشن پر آئے ہیں۔ ان کی فوری اور پوری طرح امداد کی جائے۔ حسین احمد سر سلطان کے خاص بے تکلف دوست بھی تھے۔ اس لئے سر سلطان کو انہوں نے بھاشانہ میں ہونے والے تمام واقعات تفصیلی سے بتا دیئے۔ اور ساتھ ہی وہ خدشات بھی جو شاید وہ پاکیشیا

”سر سلطان۔ مجھے آپ سے یہ امید تھی کہ اس قدر نازک اور پیچیدہ صورت حال میں آپ ہمارے ساتھ اس قسم کا مذاق رواد رکھیں گے کہ انکس اجماع اور سفرے سے ایسے پیچیدہ بین الاقوامی اور سیاسی مسئلے پر گفتگو کریں گے۔ جو اجماع اور سفرے ہے۔ وہ سنجیدہ نہیں ہو سکتا میں نہیں مانتا۔“ سر حسین احمد نے بڑی طرح جھگڑے ہوئے بلجے میں کہا۔

”سر حسین احمد۔ آپ میرے متعلق کیا جانتے ہیں۔ کیا آپ مجھے غیر ذمہ دار سمجھتے ہیں۔“ سر سلطان نے سنجیدہ بلجے میں کہا۔

”اوہ نہیں سر سلطان۔ ایسی بات نہیں۔ اگر میں آپ کو غیر ذمہ دار سمجھتا تو میں آپ کے پاس آنا ہی کیوں۔ لیکن جب آپ خود اسے مسخرہ اور اجماع کہہ رہے ہیں تو.....“

سر حسین احمد نے اٹھتے ہوئے بلجے میں کہا۔

”اگر آپ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں تو پھر اس اعتماد کو برقرار رکھئے۔ مجھے اس پیچیدہ صورت حال کا پوری طرح احساس ہے۔ اگر میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں تو کم از کم میں اسے اس قابل سمجھتا ہوں تب ہی۔“ سر سلطان نے کہا۔ اب وہ سر حسین احمد کو کیا بتاتے کہ وہی اجماع اور سفرے ہی دراصل سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔ اور اُنسی کی وجہ سے پانچویں سیکرٹ سروس کا نام پوری دنیا میں سر بلند ہے۔

”اور کسے۔“ ٹیٹیک ہے۔ میں اپنے الفاظ پر عذرت خواہ

ہوں۔ آپ بہتر سمجھتے ہیں۔“ سر حسین احمد نے شرمندہ سے بلجے میں کہا۔

اور سر سلطان نے میز پر رکھا جواٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس۔“ تاجران بلدی جونا عمران، صدر اور شکیل پیکنگ۔“ دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

”عمران۔ فوراً میرے پاس کوٹھی پہنچو۔“ اس اڑا ہر جیسی سر سلطان نے تیز بلجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبا دیا۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ عمران کی کبواس شروع ہو گئی تو پھر اسے روکنا محال ہو جائے گا۔

”یہ تاجران بلدی چمکنے کا کیا مطلب ہوا۔ کیا یہ کوئی کوڈ ہے۔“ سر حسین احمد نے حیرت بھرے بلجے میں کہا۔ وہ چون کر قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے رسیور سے ابھرنے والی آواز ان کے کانوں تک بھی واضح طور پر پہنچ رہی تھی۔

”نہیں۔ کوئی کوڈ نہیں ہے۔ بس ایسے ہی۔“

سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر انہوں نے دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ کیوں کہ عمران کی بات سے وہ سمجھ گئے تھے کہ اس کے پاس سیکرٹ سروس کے ممبر، صدر اور کیپٹن شکیل موجود ہیں اور

ظاہر ہے عمران ان کے سامنے اٹھ کر ان سے ملنے کے لئے آئے ہیں
 رہا۔ اور ان دونوں کے اٹھ کر جانے میں بچانے کتنا
 وقت لگے۔ چنانچہ انہوں نے اس کے لئے اور قریب سوچی
 اور ایکس ٹوکے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ گو سر حسین احمد
 کے سامنے وہ ایک ٹوکے نمبر گھمانا تو نہ چاہتے تھے۔ لیکن اب
 مجبوری تھی صورت حال ایسی ہی تھی۔ اس کے باوجود انہوں
 نے دوسرا گانٹھ اس طرح ڈاکل اور سر حسین احمد کے درمیان
 آڑ کی صورت میں رکھ لیا کہ سر حسین احمد اس بات کو محسوس
 بھی نہ کر سکیں اور انہیں نمبر کا بھی صحیح طور پر علم نہ ہو سکے۔
 ایک ٹوکے۔ چند لمحوں بعد رسیور سے ایک ٹوکے کی مخصوص
 آواز سنائی دی اور سر سلطان نے سر حسین احمد کو چمکتے ہوئے
 دیکھا۔

جناب میں سلطان بول رہا ہوں سیکرٹری وزارت
 خارجہ جناب۔ سر سلطان نے جان بوجھ کر اس انداز
 میں بات کرتے ہوئے کہا۔

کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کا نام سننے ہی بلیک زبرد نے
 اپنی اصل آواز میں بات کرنا شروع کر دینی ہے۔ اب بلیک زبرد
 کو تو نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ سر حسین احمد ان کے قریب بیٹھے
 ہوئے ہیں۔ البتہ اس انداز کے تعارف کے بعد وہ جانتے
 تھے کہ بلیک زبرد فوراً محسوس کر جائے گا کہ سر سلطان کے پاس
 کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس کے سامنے ایک ٹوکے کا بھر م قائم

رکنا ہے۔

”یس۔ سر سلطان۔ ایک ٹوکے لہجے میں اور
 زیادہ وقار بھلا کر آیا تھا۔ ظاہر ہے بلیک زبرد کو سر سلطان کے
 فقرے اور انداز کی سمجھ آگئی تھی۔ کہ انہوں نے اس قسم کے تعارف
 کی ضرورت کیوں سمجھی ہے۔

”جناب میں نے ایک ضروری کام کے لئے عمران صاحب
 کو اپنے پاس بلوایا ہے۔ لیکن ان کے ٹیلیٹ پر کیپٹن شکیل
 اور صفدر موجود ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی وجہ سے عمران صاحب
 کو آنے میں دیر ہو جائے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کو
 نوٹ کر دوں کہ آپ بھی کوئی بندوبست کریں۔ سر سلطان
 نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنے
 سے کسی بہت بڑے رینک کے افسر سے مٹا طلب ہوں۔

”اور۔۔۔ ایک ٹوکے مختصر انداز میں کہا اور اس
 کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ اور سر سلطان نے طویل سانس
 لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”آپ نے میرے بارے میں کچھ ذکر کر دینا تھا۔ میں نے سنا
 تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف ایک ٹوکے کہتا ہے۔ آج
 سن لیا ہے۔ سر حسین احمد نے کہا۔

”سر حسین احمد۔ ایک ٹوکے حد مصروف رہتے ہیں۔ اس
 لئے وہ ایک لفظ بھی فضول سننے کا روادار نہیں ہوتا۔ اور آپ
 کا سرگذاہر ہے خاصا طویل گفتگو کا متقاضی ہے۔ یہ بھی میں

نسبی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ملک کے وزیر خراج تھے۔
اس لئے بے پناہ غصے کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو کنٹرول
میں رکھا۔ اور صرف پیر پانچ کروڑ درازے کی طرف بڑھ گئے۔

”آپ کمال کر رہے ہیں سر۔ جب میں نے آپ کو پہلے بتا
دیا ہے کہ یہ بظاہر احمق اور مسخروہ دکھائی دیتا ہے۔ پھر بھی آپ اس
قدر غصہ کھا رہے ہیں۔ تشریف رکھیے۔“ سر سلطان نے
اٹھ کر جلدی سے سر حسین احمد کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں جی ہاں۔“ سر سلطان سچ کہہ رہے ہیں۔ یہ بظاہر
والی بات کا خیال نہ کیجئے۔ اور رشتہ منقطع کر دیجئے۔“ عمران
نے بھی مصدوم سے بچے میں کہا۔

”یوشٹ آپ۔ کیا رشتہ رشتہ کی بکواس لگا رکھی ہے؟“
سر سلطان اس قدر زور سے دھاڑے کہ آخر میں بے اختیار
لٹکے گئے۔

”سرس۔“ سودی۔ آخر اس میں اتنے غصے کی کیا بات
۔ رشتہ کوئی جرم تو نہیں ہوتا۔ ملکوں کے درمیان رشتہ ہوتا
ہے۔ قوموں کے درمیان رشتہ ہوتا ہے۔ شہروں کے
درمیان ہوتا ہے۔ جانوروں کے درمیان ہو سکتا ہے۔ تو پھر
میرے رشتے پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟“ عمران نے سہمے
ہاتھ بچے میں کہا۔

”عمران۔“ اگر اب تم نے بکواس کی تو میں یہاں ابھی خود کشی
لوں گا سمجھئے۔“ سر سلطان نے بے اختیار میز کی دراز

بٹے کو دبانے کی بجائے کہا۔
”شادی۔“ شادی کا کیا مطلب؟“ اس بار سر حسین احمد
نے کہا۔

”جناب۔ میں بڑا فرماں بردار قسم کا شوہر ثابت ہوں گا۔
وہ جسے ہماری زبان میں زن پیر۔ اوہ سواری۔ جن مرید۔
اوہ۔ زبان ایک بار پھر غوطہ کھا گئی۔ جناب کیا کروں۔
اسد میاں نے زبان کو غوطہ کھانے سے روکنے کے لئے فن تیراکی
سکھایا ہی نہیں۔ مجبوری ہے۔“ عمران کی زبان حسب
عادت چل پڑی۔ اور سر حسین احمد یک نیت ایک جھٹکے سے
اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کا چہرہ غصے اور جھنجھلاہٹ سے سرخ
پڑ گیا تھا۔

”مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی سر سلطان۔ کہ آپ اس
طرح اس ناؤ کو اور عجیبہ معاملے میں مجھ سے مذاق روا رکھیں گے
بہر حال یہ مذاق پانچوشیا کو انتہائی ہرنگا پڑے گا۔“ سر
حسین احمد نے کاٹ کھانے والے بچے میں کہا۔

”کیا سمجھاؤ چل رہا ہے مذاق جناب۔ پہلے تو سنا تھا۔
اب بڑی مشکل سے ہرنگا ہوا ہے۔ پہلے سر کوئی بھی کہتا تھا کہ کیا یہ
جذوقی ہے۔ سنا مذاق کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ چلیے
اب ہرنگا تو ہوا۔“ عمران نے دیدے پٹپٹاتے ہوئے کہا۔

اور سر حسین احمد کو بول محسوس ہوا۔ ایسے ان کے تن بدن میں
جھگ گھگ گئی جو۔ انہوں نے اس قسم کی گفتگو کبھی زندگی میں

کہوں کر دیوالیہ اور نکلتے ہوئے کہا۔ ان کی جھنجھلاہٹ اب شاید پورے عروج پر پہنچ چکی تھی۔

”خود کشی۔۔۔ ایسے ڈیڈ می رے۔۔۔ خود کشی تو عرام ہے جناب۔۔۔ آپ خود کشی کی بجائے ہلکٹ کشی نہیں کر سکتے میرے خیال میں خود کو آگرہ بڑی میں ہلکٹ ہی کہتے ہیں۔۔۔ بالکل اس طرح آگرہ بڑی میں کام ہو جائے گا۔ پھر عرام نہیں جوگا۔۔۔ عمران نے منہ پھٹا ڈھٹے ہوئے کہا۔

اور سر سلطان اب عمران کو یوں گھورنے لگے جیسے وہ اب اپنے آپ کو گوئی مارنے کی بجائے عمران کو گوئی مارنے کا ارادہ کر رہے ہوں۔

”مم۔۔۔ مم۔۔۔ معافی چاہتا ہوں۔ وہ مجھے کالے چھینٹے بہکا دیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ شاید آپ رشتے کے لئے مجھے تلاش کر رہے ہیں۔۔۔ عمران نے ہلکے کھینٹے ہوئے انداز میں کہا۔

اور سر سلطان چند لمحے کھڑے ہونٹ کاٹتے رہے۔ پھر انہوں نے دیوالیہ رو میں میز پر رکھ کر قریب کھڑے سر حسین احمد سے مخاطب ہوئے۔ ان کے چہرے پر موت جیسی سختی تھی۔

”میں شرمندہ ہوں سر۔۔۔ ذاتی آپ کا وقت ضائع ہوا۔ اور آپ کو وقت اٹھانی پڑی۔ اگر پانچ شیڈ کی قسمت میں بجائے۔۔۔ سے کنفیڈریشن نہیں ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ آئیے۔ میں

آپ کو باہر تک چھوڑ آؤں۔۔۔ سر سلطان نے سر دیوے میں کہا۔

”دام۔۔۔ کیسے نہیں قسمت میں۔۔۔ بزرگ تو کہتے ہیں رشتے آسمانوں پر بٹے جوتے ہیں۔ کنفیڈریشن بھی تو ایک رشتہ ہے۔

اب یہ کافرستان۔۔۔ اسرائیل۔۔۔ روسیاء اور انگریزیا لاکھ سریشیں لیکن یہ کنفیڈریشن تو بہر حال ہو کر رہے گی۔

ایمانک عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر موجود طاقت کی تہیں یک نخت غائب ہو چکی تھیں۔ اب اس کے چہرے اور آنکھوں سے طاقت کی آبشار کی بجائے ذہانت کا

دریا بہتا ظاہر ہونے لگا تھا۔ اور سر حسین احمد یوں حیرت سے عمران کو دیکھنے لگ گئے جیسے عمران کوئی بھوت ہو جو روپ بدل سکتا ہو۔ اب کرسی پر وہ چند لمحے پہلے والے احمق کی بجائے ایک سنجیدہ اور ذہین نوجوان میٹھا نظر آ رہا تھا۔

”مہربان کیسے معلوم ہوا یہ سب کچھ۔۔۔ سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ عمران کو سنجیدہ دیکھ کر ان کے چہرے پر ایک نخت نرمی اچھی نختی۔

”کس کو معلوم نہیں جناب۔۔۔ بہر حال فرمائیے کیا حکم ہے۔ لیکن پلیز۔۔۔ اس بات کا خیال رہے کہ وقت بے حد قیمتی چیز ہے۔۔۔ عمران اب ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ تھا۔

نایاب وہ انتظامی کارروائی پر اتر آیا تھا۔

”عمران۔۔۔ ایک انتہائی اہم اور پیچیدہ سیاسی مسئلہ سامنے آئے ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم اس کا کوئی نہ کوئی حل سوچ لو گے۔ سر سلطان نے جلدی سے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ

انہیں خطہ تھا کہ عمران کہیں پھر ٹٹری سے نہ اتر جائے۔ سر حسین احمد بھی اب بدلی ہوئی صورت حال کے پیش نظر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئے تھے۔

فرمائیے۔ تفصیل سے بات کیجیے۔ عمران نے کہا۔
اور سر سلطان نے ساری صورت حال بتا دی۔ اس کے بعد سر حسین احمد نے بھی کافرستان کی دھمکی اور پیچیدہ صورت حال کا ذکر کیا۔

”جہاں تک مجھے یاد ہے بھاشا نہ سیکرٹ سروس کے چیف کرنل شریف ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ وہی ہیں۔“ وہ خوشی سے کہہ رہے ہیں۔ لیکن

سر حسین احمد اپنے ہی ملک کی بڑائی شاید کھلی کر نہ کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے فقرہ مکمل کرنے سے پہلے ہی خاموش ہو گئے۔

”میں سمجھتا ہوں جناب۔ ان کی عادت اور فطرت کو بھی جانتا ہوں۔ وہ پہلے یہاں متحدہ پاکمشیا میں ٹٹری سیکرٹ سروس میں تھے۔ اور اب کافرستان اور روسیہ کی بات کر رہے

ہیں۔ کرنل شریف صاحب یہ نہیں چاہیں گے کہ کوئی اور سیکرٹ سروس وہاں آکر کام کرے۔ عمران نے سر ملائے ہوئے کہا۔

سر حسین احمد نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ہونٹ پیچ کر غائب ہو گئے۔ اور ان کی یہ خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ عمران کی بات سے متفق ہیں۔

”تو پھر اب اس کا کیا حل ہو سکتا ہے۔“ سر سلطان نے تشریح سے بڑے لہجے میں کہا۔

”یہ مسئلہ صرف کنفیڈریشن کے منصوبے تک ہی

محدود نہیں ہے۔ آپ خود سوچیے۔ آج اگر بھاشا نہ یہ اعلان کر دیتا

ہے کہ وہ کنفیڈریشن نہیں کریں گے۔ اور وہ تختی تنظیم ظاہر

ہے واپس چل جائے گی اور ایک ماہ بعد اچانک کنفیڈریشن کا اعلان

کر دیا جائے تو وہ تنظیم کیا کرے گی۔“ عمران نے کہا۔ اور سر

سلطان کے ساتھ ساتھ سر حسین احمد عمران کی بات سن کر محاورہ

”جی نہیں بلکہ جی ہاں“ سے اچھل پڑے۔ ان کا منہ حیرت سے

کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اور وہ یوں عمران کو دیکھ رہے تھے جیسے انہیں

عمران کی بجائے وہاں اچانک نیا انسان پیش نظر آ گیا ہو۔

”ارے کمال ہے۔ اس کیجیو کی طرف تو ہم میں سے کسی کا ذہن

نہیں۔“ اور جمال بے مسرہ علی عمران۔ میں

اپنے ساتھ ساتھ رویہ پر سخت شرمندہ ہوں۔ آپ کی ذہانت تو بے پایاں

ہے۔“ سر حسین احمد نے بے اختیار ہو کر عمران کی ذہانت

کی داد دیتے ہوئے کہا۔

”اس میں ذہانت کا کوئی حصہ نہیں جناب۔ صرف سوچنے

کی بات ہے۔ بہر حال میرا آئیڈیہ ہے کہ کنفیڈریشن کو صرف آڈ

کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ فوجیوں کا مقصد دراصل اور

ہے۔“ عمران نے کہا۔

”اور کیا مقصد ہو سکتا ہے۔“ سر حسین احمد نے

مجھے پورے حالات کا تو علم نہیں۔ صرف آپ کے بتائے ہوئے حالات سے میں یہ اندازہ کر سکتا ہوں کہ یہ تنظیم کوئی مجرّم تنظیم نہیں ہے۔ کئی شہریت کی اس بات پر کہ تین میں ہم نے والا ایسا غیر ملکی تھاجن کا تعلق کا فرستان جیسے ملک سے نہ تھا۔ تو اس سے صاف مطلب ہے کہ یہ تنظیم یقیناً اسرائیل کی کوئی تنظیم یا سرکاری تنظیم ہے۔ اور یہ سب کچھ بھاشاؤں کے خلاف خصوصاً اور پاکیزہ اور دیگر اسلامی ممالک کے خلاف عمومی جہری سازش کے طور پر کیا جا رہا ہے۔ اور اس سازش میں کافرستان اسرائیل اور روسیاء شامل ہو گا۔ روسیاء کی کوئی تنظیم اس لئے ملنے نہ آئی ہو گی کہ اس طرح ایکرمیا کو بہر حال مقابلے پر آنا پڑتا۔ چاہے رہنما ہی سہی۔ کافرستان ظاہر ہے ملنے آئے نہ تھا۔ دیکھ لے سکتا تھا۔ اب باقی رہ جائے اسرائیل۔ اس کے آسنے ایکرمیا بھی خاموش رہ سکتا ہے اور کافرستان اور روسیاء کا مقصد بھی حل ہو سکتا ہے۔ عمران نے باقاعدہ تجربہ کرتے ہوئے کہا۔

”حیرت ہے۔ کمال ہے سر سلطان۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے عمران صاحب کو واقعی غلط سمجھا تھا۔ حالاں کہ میں اب تک یہی سمجھتا رہا تھا کہ امور خارجہ اور بین الاقوامی سیاسی صورت حال کا تجربہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن واقعی اونٹ جب پہاڑ کے نیچے آتا ہے تب ہی اسے اپنی وقعت کا

احساس ہوتا ہے۔ سر حسین احمد اب مکمل طور پر عمران کی زیادت کے سامنے حقیر و ذال بن چکے تھے۔ اور سر سلطان کے چہرے پر فخر کی روشنی نمایاں ہو چکی تھی۔ سر حسین احمد میں نے غلط نہیں کہا تھا اور یہی وجہ ہے کہ میں اس کی حقائق بھی برداشت کر رہی تھی۔ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ آپ کی بات درست ہے۔ مگر عمران صاحب۔ پھر آپ کے خیال میں اس تنظیم کا مشن کیا ہو گا۔ سر حسین احمد نے کہا۔

”حکومت کی تبدیلی۔ کسی ایسی پارٹی یا افراد کو برسرِ اقتدار لے آنا جو بھاشاؤں کو کافرستان میں تنظیم کرنے کا کام کر سکیں۔ عمران نے جواب دیا اور سر حسین احمد منہ پھاڑے رہ گئے۔ لیکن کیسے۔ اس کا کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے۔ بغاوت ہو گی۔ سر حسین احمد نے کہا۔

”یہ بات نہیں۔ بہر حال ایسی لابی بھاشاؤں کی سیاست میں موجود ہے جو پردہ کافرستانی ہے۔ پاکیزہ کے مفید رہنما کے غائب ہونے کے اعلان کے ساتھ ہی یقیناً رائے عامہ حکومت کے خلاف ہو جائے گی۔ اور وہ لابی حرکت میں آجائے گی۔ یا پھر اسی طرح تحریکی کارروائیاں جاری رہیں گی۔ جہاں تک میرا خیال ہے بھاشاؤں کے عام انتخابات بھی قریب ہیں۔ ان تحریکی کارروائیوں کی بنا پر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان تحریکی کارروائیوں کے

زور پر اس لڑائی کے حق میں انتہائی جبری کرانے جاتیں۔ یہ بھی ہو سکتے کہ انہی کا فرستائی جتنی بھی قدر و شخصیت ہیں ان سب کا ایک ایک کر کے خاتمہ کر دیا جائے۔ بہت کچھ ہو سکتا ہے: عمران نے صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

”اگر واقعی سر سلطان۔۔۔ یہ صورت حال تو اور زیادہ پریشا کن ہے۔ اس کا تو مطلب ہے کہ جو کچھ ہم سمجھ رہے ہیں وہ صرف سطحی ہے۔ اس خلیفہ کا مشن تو ملک کو مکمل طور پر تباہ کرنا ہے: سر حسین احمد اب بڑی عرصہ پریشان ہو چکے تھے۔“

”اور۔۔۔ اب میری سمجھ میں بھی یہ بات آئی ہے کہ آخر کا فرستان کے وزیر اعظم نے کیوں یہ دھمکی دی ہے کہ پاکدیشیا سیکرٹ سروس کو درمیان میں نہ لایا جائے۔ ورنہ انہیں یہ ضرورت پڑے گی کہ اس خاص طور پر ایسا پیغام دینے کی۔۔۔ سر سلطان نے سر ملاتے ہوئے جواب دیا۔“

اور پھر اس سے پہلے کہ سر سلطان کی بات کا کوئی جواب دیتا۔ میز پر پڑا ہوا ٹیلی فون بج اٹھا۔ سر سلطان نے چونک کر رسیو کرنا دیکھا۔

”یس۔ سلطان سپیکنگ۔۔۔ سر سلطان نے باوقار لہجہ میں کہا۔“

”صدر مملکت سے بات کریں جناب۔۔۔ دوسری طرف سے صدر مملکت کے پی۔ اے کی آواز سنائی دی۔ اور صدر مملکت کا نام سن کر عمران حمیت سب چونکا پڑے۔ کیوں کہ اس

وقت صدر مملکت کی براہ راست کال کا مطلب تھا کہ کوئی اہم اور خاص مسئلہ درپیش ہے۔

”جیلو۔۔۔ چند لمحوں بعد صدر مملکت کی گھمبیر آواز رسیو پر ابھری۔“

”یس۔۔۔ میں سلطان بول رہا ہوں۔۔۔ سر سلطان نے فوراً ہی مؤدبانہ لہجہ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔“

”سر حسین احمد آپ کے پاس موجود ہیں۔۔۔ صدر مملکت نے کہا۔“

”یس۔۔۔ موجود ہیں۔ کیا میں انہیں رسیو دوں؟“ سر سلطان نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ بجائے صدر ان سے فوری طور پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے کال کیا تھا کہ میں ان کا رابطہ۔۔۔“

حسین احمد سے کرا دوں۔ میرا خیال تھا کہ وہ آپ کے پاس موجود ہوں گے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ پہلے چیک کر لوں۔ آپ جو لڈ آن کریں وہ بات کریں گے۔“

صدر مملکت نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔“

اور سر حسین احمد اپنا ہونٹ چبا لے گئے۔ ان کے چہرے پر ٹینکوں کا جال سا پھیل گیا تھا۔ ظاہر ہے صدر کی اس کال کا مطلب تھا کہ بھارت میں کوئی اہم واقعہ ہوا ہے۔

”آپ کے صدر بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ سر سلطان نے

۱۹۰
 "اوم۔ دیر سیٹی۔ اومہ واقعی یہ انتہائی دردناک واقعہ ہے۔ اومہ بہتر سر۔ میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔"

جناب..... "سر حسین احمد کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اتنی مایوسی کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن خروہ کرنا ہے۔"

اُسی لمحے ساتھ دالی کرسی پر بیٹھ جوبے عمران نے اپنا تک
سر حسین احمد کے ہاتھ سے ریوڑ جھپٹ لیا۔ سر حسین احمد
حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے۔

جیلو جناب صدر۔ میں پاکشیا سیکرٹ مہروس کے چیف ایجنٹ کو کا خصوصی نمائندہ بول رہا ہوں۔ میرا نام علی عمران ہے جناب۔ کسی بھی حکومت کے لائق یہ بات نہیں کہ وہ مجرموں کے سامنے اس طرح شکست کا اعلان کر دے۔ اس طرح تو حکومت ایک روز بھی نہیں چل سکتی۔ جناب سر حسین احمد صاحب نے مجھے پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا ہے۔ اور جو جودہ بولناک واقعے کے متعلق میں نے بھی سن لیا ہے۔ آپ تو صبر رکھیے اور حکام نے مجرموں کے مقصد کا اعلان کرنے کے ان سے مقابلہ کرنے

Scanned By Wagar

بڑے سنجیدہ انداز میں رسیورسٹر حسین احمد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اور مر حسین احمد نے ڈھیلے ہاتھوں سے رسی پورے لیا۔
 عمران اس دوران آنکھیں بند کئے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ البتہ اس
 کی قرآن چیشائی پر بھی شکستیں نمودار ہو رہی تھیں جیسے وہ کسی گھبری
 سورج میں ہو۔

”میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔“

سر حسین احمد نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”سر حسین — یہاں غضب ہو گیا ہے۔ پورے ملک میں
 ہنگامی حالات کا اعلان کرنا پڑ گیا ہے۔ حالات بے حد جوڑ گئے
 ہیں۔ بی۔ ایل پارٹی ٹھننے اپنے ملک کے تمام حلقہ جیموں کا
 فیض اجلاس بلایا تھا تاکہ موجودہ ملکی صورت حال کا جائزہ لے کر
 اپنی ٹیلیسی کا اعلان کیا جائے۔ اور مجرموں نے پوری عداوت
 پوری ڈائنامیٹ سے اڑا دیا ہے۔ سات سو افراد ہلاک اور سینکڑوں
 زخمی ہو گئے ہیں۔ پوری پارٹی ختم ہو گئی ہے۔ پورے ملک
 میں شدید خوف و ہراس پھیل گیا ہے۔ آپ فوراً واپس آئیں تاکہ
 ہم مجرموں کے مقصد کا اعلان کیا جا سکے۔ میرے خیال میں
 اب اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں رہا۔“

کے لئے قوم کو اجازت دے۔ باقی رہے مجرم تو انہیں ہم پر چھوڑ دیکئے۔
ہم خود ان کا بندوبست کر لیں گے۔ عمران نے انتہائی
سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مشرقی عثمان۔ اچھا ہوا آپ نے براہِ راست مجھ
سے بات کر لی۔ حالات انتہائی بدتر ہوئے جا رہے ہیں۔ اور مجھے
یہ رپورٹ بھی ملی ہے کہ کافرستان نے بھاشانہ پھر پورا کیشن
کرنے کے لئے تیار ہی شروع کر دی ہے۔ وہ شاید ہمسایہ ملک
میں بدامنی اور گردباز کو روکنے کے لئے پولیس ایکشن کا بہانہ بنا کر چلتے
ہیں۔ جب کہ مجرموں کے متعلق کوئی کلیو نہیں مل رہا۔ ایسے
حالات میں سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ فوری طور پر
مجرموں کے مقصد کا اعلان جاری کر دیا جائے۔ بعد میں حالات
سنجھنے پر اس کے متعلق مزید غور کر لیا جائے گا۔ میں نے آپ کے
مقررہ صدر سے بھی ابھی بات کی ہے۔ بھاشانہ کے صدر نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ آپ ایک ہفتہ تک اس اعلان کو روکیئے۔ میں
آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک ہفتے کے اندر اندر مجرم بھاشانہ
قوم کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے۔ اور اگر اسے گستاخی
نہ سمجھا جائے تو میں یہ عرض کر دوں کہ آپ کے اس اعلان کے
بعد ضرورت حال سنبھلے گی نہیں بلکہ اور زیادہ جگہ جملے گی۔
مجرموں کی سازش بے حد گہری ہے۔ ان کا مشن صرف
یہیں تک ہی محدود نہیں ہے۔“ علی عمران نے بڑے

باوقار لہجے میں کہا۔

”کیا آپ ایک ہفتے کے اندر اس قدر خوف ناک مجرموں کو
پرہیز کئے ہیں۔ نہیں یہ ناممکن ہے۔ اس قدر خوف ناک اور
انتہائی خطرہ میں اتنی جلد ہی گرفت میں نہیں آ سکتیں۔ اور دوسری
بات یہ کہ اگر پاکشیا سیکرٹ سروس نے مداخلت کی تو کافرستان
سے بہانہ بنائے گا۔ وہ اس معاملے میں پہلے ہی بڑے واضح
الفاظ میں ہمیں دھمکی دے چکا ہے۔“ بھاشانہ کے صدر نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ میں ذرا دیر سے بات کر رہا ہوں۔ باقی رہی
پاکشیا سیکرٹ سروس کی مداخلت کا مسئلہ تو پاکشیا سیکرٹ
سروس ہرگز مداخلت نہیں کرے گا۔ اس طرح کافرستان
کو کوئی بہانہ نہ مل سکے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ اگر آپ کو میری
بات کا یقین نہ آ رہا ہو۔ تو آپ سر سلطان صاحب سے بات کر
لیجیئے۔ ہمارے صدر صاحب سے بات کر لیجیئے وہ یقیناً آپ
کو میری بات کا یقین دلادیں گے۔“ عمران نے انتہائی
باوقار لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا لہجہ ہی بتا رہا
ہے کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں آپ وہ کر سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے
میں ایک ہفتہ تک رک جاتا ہوں۔ لیکن آپ کے ذہن میں آخر
طریقہ کار کیا ہے۔“ صدر مملکت نے کہا۔
”جناب گستاخی معاف۔ طریقہ کار کی وضاحت میں نہیں کر

صدر نے مطمئن ہو کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔
سر حسین احمد نے رسیور کر پڈل پر رکھ دیا۔

”سشکرہ جناب۔۔۔ آخ میں بڑھکے میں کامیاب ہو ہی گیا
اب تو میرا حنا زہ بھی جائز ہو جائے گا۔ کیوں جناب بیڈ کنگ صاحبہ؟
عمران نے ایک بار پھر تنجید کی کو خیر کیا دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے
چہرے پر دوبارہ حماقتوں کا نقاب چڑھ گیا تھا۔

”آپ بے فکر ہیں جناب۔۔۔ عمران نے اگر ایک ہفتے کا وقت
مقرر کر دیتے تو آپ یقین کیجیے مجرموں کے دن گھنے جا چکے ہیں“
سر سلطان نے اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے سر حسین احمد
سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”ایک ہفتہ۔۔۔ چلو ایک ہفتہ بھی گزر ہی جائے گا۔ چلو دن
تو گھنے ہی گئے۔ آج تک جب بھی میری باری آتی تھی۔ ہر ایک کو
گنتی سی بھول جاتی تھی۔۔۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے
کہا۔ اور سر حسین احمد حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے۔ وہ یقیناً
ایک بار پھر الجھن سی محسوس کرنے لگے تھے۔

”اچھا جناب۔۔۔ آپ دونوں تو اب مجھ سے بات سی نہیں
کرتے۔ مجھے اجازت دیجئے میں نے بات کا انتظام بھی کرنا ہے۔
سو پر فیاض سے کچھ رقم ادھار مانگنی پڑے گی۔ اپنا تو بس یہی
مال ہے کہ جو کمایا کھایا بلکہ میں نے کمایا اور میرے باورچی نے
کھالیا۔“ عمران نے کہا۔

”ارے۔۔۔ کم از کم یہ تو بتائیے کہ آخر آپ نے کیا سوچا ہے؟“

کتا۔ اس طرح بات مجرم تخلیم تک پہنچ جائے گی۔ بہر حال اس بات
کا یقین رکھیے کہ پاکیشیا سکرٹ سروس کوئی مداخلت نہیں کئے
گی۔ اس کے علاوہ بھی دیگر ذرائع ہیں جن سے کام لیا جاسکتا
ہے۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”اور سکے۔۔۔ سر حسین احمد سے میری بات کراہیے؟“
بھاشانہ کے صدر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور
عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور مجھے کی صورت میں خاموش
بیٹھے سر حسین احمد کی طرف بڑھا دیا۔

”اوہ۔۔۔ میں سسر۔۔۔ سر حسین احمد نے چونک کر رسیور
پکڑتے ہوئے کہا۔

”آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا ہمیں ایک ہفتہ مزید رک جانا چاہیے۔
جب کہ حالات دوزخ و زجر گزرتے جا رہے ہیں۔۔۔ بھاشانہ کے
صدر نے سر حسین احمد سے مخاطب ہو کر کہا۔

در اصل وہ علی عمران کے متعلق سر حسین احمد سے وضاحت
طلب کر رہے تھے۔ لیکن ظاہر ہے انداز سیاسی ہی تھا۔

”بالکل جناب۔۔۔ عمران صاحب سے میری ملاقات ہوئی ہے۔
اور میں سمجھتا ہوں جناب کہ وہ حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک
ہیں۔۔۔ سر حسین احمد نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
اور عمران نے یوں شرماکر سر ہٹا لیا جیسے کسی کنوارے لڑکی کی بھری
مخمل میں تعریف کر دی گئی ہو۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ بہر حال آپ جلد واپس آجائیے۔ گڈ بائی۔“

سر حسین احمد نے پریشان سے بچے میں کہا۔
 "سوچنا کیا۔ بات پوچھ جائے گی۔ ایک ہفتہ بعد آپ سے
 ملاقات ہوگی۔ البتہ مولوی کا انتظام آپ کو کرنا ہوگا باقی باقی
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے دروازے کی
 طرف مڑ گیا۔ اور سر حسین احمد حیرت سے — اُسے یوں
 واپس جاتے دیکھتے رہ گئے۔

"آپ بے فکر رہیں جناب۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔
 اس کی بات کو چتر کی ٹیکر سمجھیں۔" سر سلطان نے سر
 حسین احمد سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "حیرت ہے۔ میں نے بھی دیکھا دیکھی ہے۔ مگر اس نوجوان کی
 جانب کم از کم میری سمجھ میں نہیں آتی۔" سر حسین احمد
 نے کہا۔
 "آپ ہی کیا۔ اسے آج تک کوئی بھی نہیں سمجھ سکا۔
 سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور سر حسین احمد کا منہ اچکا کر
 رہ گئے۔

کر نلکے شہر یون نے ٹخن آباد کے پہلے چوک پر سی کار
 ل دی اور پھر وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر آئے۔ کیسی تیزی
 نیچے اتر آیا تھا۔ اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے آگے بڑھتے
 تھے۔ ان کی نظریں سرشک کے دونوں اطراف میں موجود
 ہانسی کوٹھیوں کے نمبروں پر جمی ہوئی تھیں۔ تھوڑی سی
 پر بعد انہیں کوٹھی نمبر بارہ نظر آئی۔ یہ ایک خاص بڑی عمارت
 تھی جس کی دیواروں کی کسی قطعے کی طرح اونچی تھیں۔ چھانک پر
 اکثر سبیلین کی شیم پلیٹ موجود تھی جس کے نیچے ڈگریوں کی لمبی چوڑی
 نگار بھی صاف نظر آ رہی تھی۔ ان کے دباؤ پہنچنے کے چند ہی
 لمحوں بعد چار کاریں آگے پیچھے دوڑتی ہوئی دباؤ پہنچیں۔ اور پھر
 ان میں سے سیکرٹ مروس کے ممبران نکلنے لگے۔ ان کی
 مقدار دس کے قریب تھی۔ ان سب کی بغلوں میں موجود اچھا

بلایے تھے کہ انہوں نے کوٹ کے اندر مشین گنیں چھپائی ہوئی ہیں۔
”عکلم سرہ۔“ ان میں سے ایک نے آگے بڑھتے ہوئے
کہا۔

”سامنے والی کوٹھی پر ریڈ کرنا ہے۔ اس کے گرد پھیل جاؤ۔ دوبا
پر چڑھنے کا سامان اپنے ساتھ رکھنا۔ میں اور کیپٹن تمیز می پینا
اندر جائیں گے۔ جب ضرورت ہوگی میں تمہیں واپس کاٹش دے
دوں گا۔ اس کے بعد کارروائی کا آغاز ہو جائے گا۔“ کرنل شریو
نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور وہ سب سر ملاتے ہوئے چلے
اور پھر مشرک پاؤں کر کے وہ تیزی سے کوٹھی کی سائیڈ ٹھکیوں میں چلے
چلے گئے۔ وہ چول کہ پہلے سے ہی فخر ریڈ کے لئے تیار ہو کر آئے
تھے۔ اس لئے سب متعلقہ سامان ان کی جیبوں میں موجود تھا۔
”آؤ کیپٹن۔“ دیوالور تمہارے پاس ہے ناٹھ۔“ کرنل شریو
نے کہا۔

”میں سرہ۔“ کیپٹن تمیز می نے سر ملاتے ہوئے کہا۔
اور کرنل شریو نے جیسے جیسے ونگ بھرنا مشرک پاؤں کر کے کوٹھی کے پینا
پر پہنچ گیا۔ پینا تک بند تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کال ہیل کے پٹن
پر انگلی رکھ دی۔ وہ کافی دیر تک اُسے دبا دبا رہا پھر اس نے ہاتھ
لیا۔ تھوڑی دیر بعد پینا تک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک مقام
نوجوان نے باہر جھانکا۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں
تھے۔

”کیا بات ہے؟“ اس نے ان دونوں کو دیکھتے ہی باہر قدم رکھنے

نے کہا۔

”مگر دو سب سے ہی لمبے چٹاخ کی زوردار آواز گونجی اور نوجوان
ناہوا پہلو کے بل زمین پر جا کر اُسے کرنل شریو کا بھرپور
خود اس کے منہ پر پڑا تھا۔

”اسے سنبھالو۔“ کرنل شریو نے تیز لہجے میں کہا۔ اور
واپس چل کر اس ذیلی کھڑکی سے کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ چند
بل بعد ہی کیپٹن تمیز می بھی اس نوجوان کو اندر دھکیلتا ہوا پہنچ
ا۔ اس کے پانچہ میں دیوالور تھا۔ اور نوجوان دیوالور کی وجہ سے
ی طرح سہا ہوا تھا کہ کوٹھی بالکل خالی نظر آرہی تھی۔ البتہ پورچ
ہاؤلڈن کھڑکی ایک نئی کار موجود تھی۔ جب کہ آدمی کہیں نظر
آ رہا تھا۔

”کہاں ہے ڈاکٹر۔“ کرنل شریو نے مڑ کر اس نوجوان
کو کہا۔

”وہ اندر ہیں جناب۔“ نوجوان نے انتہائی گھبرائے
لہجے میں کہا۔ اس کا ایک گال سرخ ہو رہا تھا جب کہ اس
آنکھوں سے دہشت کے آثار نمایاں تھے۔
”اور کون ہے؟“ کرنل شریو نے پھاڑ کھلنے والے
بے میں کہا۔

”اور کوئی نہیں ہے جناب۔“ وہ لاہریری میں ہیں جناب۔“
ان نے دہشت زدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ایک ہی
پورچ پر چڑھنے اُسے پوری طرح سیدھا کر دیا تھا۔

لات چا دی۔ وہ آج انتہائی جارحانہ موڈ میں تھا۔ یہ شاید اب تک کی مسلسل ناکامی کا رد عمل تھا۔

کرنل شریف کے لات مارنے ہی دروازے کے دونوں پٹ ایک دھماکے سے کھل گئے۔ وہ شاید اندر سے بند نہ تھے۔

دروازہ کھلتے ہی کرنل شریف ریو اور نکالے اچھل کر اندر داخل ہوا۔ جب کہ کیپٹن چیمزلی ان کے بعد ارشد کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

”خبردار۔ اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔“ کرنل شریف نے اندر داخل ہوتے ہی چیخ کر کہا۔

اور سامنے ایک کونے میں بیٹھا ہوا سفید بالوں اور سفید ڈھنسی والا خالصا بوڑھا آدمی جس کی آنکھوں پر سنہرے رنگ کے تینے فریم والی بڑی انجینس سی عینک موجود تھیں۔ عینک کے اندر سے

انجینس پھاڑے ان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار پھیل گئے تھے۔

”تک۔ کون ہو تم۔“ بوڑھے نے حیرت اور قدرے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

”میں سیکرٹ سروس کا چیف کرنل شریف ہوں۔“

کرنل شریف نے اس کے قریب پہنچتے ہی کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”سیکرٹ سروس کا چیف کیا مطلب۔ کیا سیکرٹ

سروس کا چیف اس طرح کسی غمزہ آدمی سے ملے آتا ہے؟“

بوڑھے نے جو شاید اب اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔ انتہائی کلنزیہ

”تو چلو ان کے پاس لے چلو۔ یاد رکھو اگر ذرا بھی غلط حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔“ کرنل شریف نے بھی جیب سے ریولور نکالتے ہوئے کہا۔

”تک۔ کوئی حرکت نہ کروں گا۔“ نوجوان نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ کوئی سیدھا

سادہ سا ملازم لگتا تھا۔ اس نے کچھ ضرورت سے زیادہ ہی خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔

اور پھر وہ اس ملازم کی رہنمائی میں چلتے ہوئے عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ اور قتل ڈھمی دیر بعد ایک راہ داری سے

گزر کر وہ ایک دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔

”صاحب اندر ہیں؟“ نوجوان نے مرمر دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”دستک دو۔“ کرنل شریف نے غراٹے ہوئے کہا اور نوجوان نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر دستک دی۔

”کیا بات ہے ارشد۔“ اندر سے ایک لڑکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”دو صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔“ نوجوان نے ہر کانام شاید ارشد تھا سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔“ میں آ رہا ہوں۔“ اندر سے دسی لڑکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

مگر اسی لمحے کرنل شریف نے پوری قوت سے دروازے پر

بھی میں کہا۔

”نیکو اس صحت کو بوڑھے کمرنل شریف نے جیتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے ہاتھ بڑھا کر بوڑھے کی پتلی سی گردن پکڑ لی اور ایک زوردار جھٹکا دیا۔ بوڑھا بڑی طرح چٹخا ہوا کسی سے اللہ کو گمراہی کے درمیان قائلین پر آگرا۔ اس کی عینک اڑ کر کہیں دور جا گری۔ اور عین اُسی لمحے نوجوان نے انتہائی پھرتی سے ہاتھ مارا اور دوسرے لمحے وہ کپڑوں میں تیزی کے ہاتھ سے ریو اور چھینٹا ہوا چھپے جھٹ گیا۔

”خبردار!۔۔۔ نوجوان نے جیتے ہوئے کہا۔

مگر کمرنل شریف اس نوجوان سے کہیں زیادہ تیز نکلا اور اس نے بجلی کی سی تیزی سے مفرک نوجوان پر فائر کر دیا۔ اور نوجوان جو ابھی ریو اور وال کا تھ سیب۔ ہاسی کر رہا تھا چٹا ہوا اسٹ کر پشت کے بل قائلین پر جا گرا۔ گوئی اس کے سینے میں لگی تھی۔ اس کے نیچے گرتے ہی کپڑے تیزی میں اس پر جھپٹا اور اس نے اس کے ہاتھ سے نکلنے والا اپنا ریو اور دوبارہ تھپٹ لیا۔

”گگ۔ گگ۔۔۔ تم نے اسے مار ڈالا۔۔۔ عزیز کو مار ڈالا!۔۔۔ قائلین پر گمراہی ہوئے بوڑھے کی آنکھیں یوں پٹی ہوئی تھیں جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے ایک سخت اندھیرا چھا گیا ہو۔ اور وہ دیکھنے کے لئے آنکھیں پھاڑ رہا ہو۔ نوجوان صرف چند لمحے ہی تڑپ سکا اور پھر بے حس و حرکت ہو گیا۔

”بہار ابھی یہی حشر ہو سکتا ہے بڑھے۔۔۔ کمرنل شریف

نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”مم۔۔۔ مگر تم کیا چاہتے ہو۔۔۔ تم تو سیکرٹ سروس کے چیف ہو۔۔۔ بوڑھے نے خوف زدہ بچے میں کہا۔

”تم ڈاکٹر بطنین ہو۔۔۔ کمرنل شریف نے جھک کر ایک بار پھر بوڑھے کو گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور اب بوڑھا اس کے ہاتھوں میں لٹکا بڑی طرح ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ اس کے جسم کا سارا خون اس کے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔ اور اس کا منہ ایسے کھلا ہوا تھا جیسے وہ جبراً سانس لینے کی کوشش کر رہا ہو۔ شاید اس کی پتلی سی گردن کمرنل شریف کے بھاری پنجے میں اس طرح دب گئی تھی کہ اس کا سانس بند ہو گیا تھا۔ کمرنل شریف نے اُسے دوبارہ کرسی پر پھینک دیا۔ یہ وہ ایسی چیز تھی جس میں آدمی تقریباً لیٹ جاتا ہے اور مطالعے کے لئے خصوصی طور پر تیار کی جاتی ہے۔

”کمرنل شریف نے اُسے کرسی پر پھینکے ہوئے کہا۔

”بوڑھا چند لمحے تو دونوں ہاتھوں سے بے اختیار اپنی گردن مستار کیا۔ جب اس کا گڑا ہوا چہرہ قدرے درست ہوا تو۔۔۔

”کھلا ہوا منہ بند ہوا۔

”ہاں۔۔۔ میں ڈاکٹر بطنین ہوں۔۔۔ مم۔۔۔ مگر؟

ڈاکٹر بطنین نے گھٹے گھٹے بچے میں کہا۔

اور دوسرے لمحے چٹاخ کی آواز کے ساتھ اس کے حلق سے

ایک پتہ نکل گئی۔ کرنل شریف نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا تھا۔

”بونو۔ ڈیوڈ تمہیں کیوں فون کرتا تھا۔ کس تنظیم سے تمہارا تعلق ہے۔“ کرنل شریف نے ریوانور کی مال اس کی گردن میں کھسکے ہوئے انتہائی گزشتہ ہیچے میں کہا۔
 ”ڈیوڈ۔ فون۔ تنظیم۔ کلک۔ کیا مطلب۔ میں تو کسی ڈیوڈ کو نہیں جانتا۔“ بوڈھے ڈاکٹر نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔
 ”مگر اسی لئے وہ ایک بار پھر چیخا ہوا وہیں کسی پرسی پیر کئے لگا۔“ کرنل شریف نے اس بار بھر پور قوت سے تھپڑ مارا تھا۔

”سچ اگل دو پٹھے۔ ورنہ ریشہ ریشہ کر دوں گا۔“ بولو یہ کون سی تنظیم ہے جو ملک کو تباہ کر رہی ہے۔ خبردار اگر اب کہا کہ میں کسی کو نہیں جانتا۔ کھانچ بول دو ورنہ۔“ کرنل شریف نے غرائے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت کی چمک نمایاں تھی۔ اندازاً ایسا تھا کہ اس بار وہ بوڈھے ڈاکٹر کو کچا ہی چبا جائے گا۔

”مم۔ میں اس ملک کا معزز شہری ہوں۔ تم اس طرح مجھ پر تشدد نہیں کر سکتے۔ میرا کسی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔“ بوڈھے ڈاکٹر نے جواب میں رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”مسنو معزز شہری۔ اس وقت پورا ملک تمہاری نظم کے ماتحت تباہ ہو رہا ہے۔ ہزاروں شہری ہلاک ہو چکے ہیں۔ اور کروڑوں دہشت زدہ ہیں۔ اس لئے تم پر رحم کھانا ملک کے ساتھ نظم ہے۔ میں تم جیسے پڑھے موطوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔“ دو لگا بولنے سے غیر ملکی ڈیوڈ تمہارے نمبر پر فون کرتا رہتا تھا۔ یہ بات یقینی ہے۔ اور ڈیوڈ کا تعلق مجرم تنظیم سے ہے۔ یہ بات بھی طے ہے۔ چنانچہ اس بار اگر تم نے سیدھی طرح بات کرنے کی بجائے کہو اس کی توانا لٹکا کر ٹاک میں مریض چڑھا دوں گا سمجھے۔“ کہو۔ کس تنظیم سے تمہارا تعلق ہے۔“
 کرنل شریف نے انتہائی طنز یہ لہجے میں کہا۔ اس کی تیز نظریں ڈاکٹر کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

”میرے فون پر۔“ وہ یہ ناممکن ہے۔ یقین کرو میرا کسی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو بس مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ دیکھتا رہوں۔ صدر مملکت مجھ سے اچھی طرح واقف ہیں۔“ بوڈھے ڈاکٹر نے کہا۔

”صدر کا رعب مجھے مدت دو۔ ان سے تو اب تمہاری روح کی ہی ملاقات ہو سکتی ہے۔“ شیک ہے مت بتاؤ ابھی جب تمہارا ریشہ ریشہ علیحدہ ہو گا تو تم خود ہی کو اس کو گئے۔“ کرنل شریف نے غرائے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے تیزی سے ریوانور جیب میں ڈالا۔ اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک پتلی دھار کا خنجر نکال لیا۔

اب میں دیکھتا ہوں تم میں کتنی جان ہے۔ کرنل شریف نے کہا۔ اور اس سے پہلے کہ ڈاکٹر کچھ کہتا اس کا فخر بالا ہاتھ حرکت میں آیا اور ڈاکٹر سبطین کی ہولناکی سننے سے کمرہ گونج اٹھا۔ کرنل شریف نے بڑی لمبے دردمی سے بوڑھے ڈاکٹر کا دایاں کان کاٹ ڈالا۔ اس کے تیز خنجر نے بڑی مٹائی سے کان کو جسم سے علیحدہ کر دیا تھا۔ ڈاکٹر برسی طرح پھر دکتا ہوا ایک نحت کسی پر سی ساکت ہو گیا۔ کرنل شریف نے جلدی سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ دوسرے لمبے اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔ ڈاکٹر مرا نہیں تھا بلکہ بے ہوش ہوا تھا۔ اس کے دایاں کان کی جگہ سے خون بہت تیزی سے بہہ رہا تھا۔ جب کہ اس کا کان ایک طرف قایلین پر گر پڑا اٹھا۔ بوڑھے ڈاکٹر کا چہرہ تنکافت کی شدت سے برسی طرح مسخ ہو چکا تھا۔

کیپٹن۔ میں جب تک اس بوڑھے کا آپریشن کر دوں تم اس کو کٹھنی کی مکمل تلاش کرنے لے ڈالو۔ اور سنو۔ باقی ساتھیوں کو بھی اندر بلاؤ۔ مگر یہ کاش نہ دینا۔ ورنہ وہ فائرنگ کرتے اور ہمارے اندر گھس آئیں گے۔ کرنل شریف نے مرو کہ کیپٹن تیزی سے مخاطب ہو کر کہا جو کرنل شریف کے اس بے دردانہ تشدد پر خود بھی سہا ہوا سا کھڑا تھا۔

”بہتر جناب۔ کیپٹن تیزی نے تیزی سے کہا۔ اور پھر مرو کہ برونی دروازے کی طرف بھاگ پڑا۔ کرنل شریف نے خنجر کو بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور پھر انتہائی تیز رفتاری

سے بوڑھے ڈاکٹر کے چہرے پر پتھر ڈال کر مارش کر فی شروع کر دی۔ چند ہی پتھر پھیلنے کے بعد ڈاکٹر کے جسم کو حرکت ہوئی۔ اور اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور مسخ شدہ چہرہ اور زیادہ مسخ ہونے لگا۔ ساتھ ہی اس نے چننا شروع کر دیا۔ بند کرو یہ خنجر۔ ہتھاری خنجر سننے یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ کرنل شریف نے ایک بار پھر پوری قوت سے اس کے گال پر پتھر مارنے ہوئے کہا۔ اور بوڑھا ڈاکٹر یوں سم کہ خاموش ہو گیا جیسے چابی بھرا ہوا گھوٹا چابی ختم ہو جانے پر ساکت ہو جاتا ہے۔ البتہ اس کی آنکھوں سے بے پناہ درشت کا اظہار نمایاں تھا۔ اس کا جسم مسلسل جھٹکنے لگا تھا۔

کرنل شریف نے اس بار خون آلود خنجر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا کر تنظیم سے تہہ ہار اعلق ہے۔ بوڑھا۔ کرنل شریف کے لیے میں کتھو کے بھٹیڑے جیسی غراہٹ تھی۔ ”مہم۔ مہم۔“ مجھے تنظیم کا پتہ نہیں۔ مجھے تو جان ہنٹ نے کہا تھا کہ اس کا دوست جو پیغام دے وہ میں تم سے پوچھ لوں گا۔ کیوں کہ سفارت خانے میں براہ راست کسی غیر متعلق کا فون آنا ان کی عزت و وقار کے خلاف ہے۔ بوڑھے ڈاکٹر نے جھپکیاں لیتے اور کہتے ہوئے کہا اور کرنل شریف کی آنکھوں میں کامیابی کی چمک ابھرا آئی۔

”جان ہنٹ۔۔۔ کوئی ہے یہ؟“ کرنل شریف نے بلبلے کو
اور زیادہ کڑخت کرتے ہوئے کہا۔

”ولیسٹن کارمن سفارت خانے کا چیف سیکرٹری ہے۔ میسر
کلاس فیلو رہا ہے۔ میرے اس سے بے حد پرینہ تعلقات ہیں۔
بوڑھے ڈاکٹر نے جواب دیا۔

”جو ہنہ۔ کیا پیغام دیتا تھا یہ ڈیوڈ۔۔۔ اور کب پوچھتا تھا
یہ جان ہنٹ۔“ کرنل شریف نے کہا۔

”ڈیوڈ نہیں۔ پیغام دینے والے کا نام لارنس تھا جس پیغام
ابھی ہوتے تھے کہ ڈاکٹر کی نہیں ملی۔ کچھ کرو۔ کبھی یہ کہہ دو
کہم سوچتی ہے اور مجھو!۔ کبھی یہ کہ میں بیمار ہوں کسی لپٹے سے
ڈاکٹر کا پتہ بتاؤ۔ بس اس قسم کے پیغام ہوتے تھے۔ جو میں سن
کہ ڈاکٹر سی پروفٹ کر لیتا تھا اور جب جان ہنٹ فون کرتا تھا تو میں
پیغام دوہرا دیتا تھا بس۔۔۔ بوڑھے ڈاکٹر نے کہا۔

”کہاں ہے وہ ڈاکٹر سی جس پر تم پیغام نوٹ کرتے تھے؟
کرنل شریف نے کہا۔

”میزن کی ورازی میں ہے سرخ رنگ کی جلد والی ڈاکٹر سی۔
ڈاکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا اس کا لہجہ بے حد گندور تھا۔

”جو ہنہ۔ تم نے پوچھا نہیں اس جان ہنٹ سے کہ وہ ایسے
پیغام اس کی معرفت کیوں منتقل ہے۔ ایسے بے ضرر پیغام تو
سفارت خانے میں براہ راست دیئے جاسکتے ہیں۔“

کرنل شریف نے ہنٹ کیلئے ہوتے ہوئے کہا۔

”میں نے پوچھا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ لارنس اس کی پرسنل گھڑل
فرینڈ کا بھائی ہے۔ اس کے پاس ایسے فوٹو ہیں جن سے وہ اُسے
کو کسی سے نکلوا سکتا ہے۔“ ڈاکٹر نے جواب دیا۔

”جو ہنہ۔ ٹھیک ہے۔ چلو اس جان ہنٹ کو فون کرو۔
اور اُسے کہو کہ وہ فوراً تمہاری کونٹری پر پہنچے۔ اور سنو۔ کچھ بھی
کہو۔ بہر حال اُسے دس منٹ کے اندر یہاں مونا چاہیے۔ اور اگر
تم نے اُسے کوئی اشارہ کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو بڑھے۔ ایک
ایک ہڈی توڑ دو! اور گا۔“ کرنل شریف نے پیچھے ہٹتے ہوئے
پوچھ میں کہا۔

”تم۔۔۔ مجھے پانی پلاؤ۔ میرا دل ڈوب رہا ہے۔“
ڈاکٹر نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔
”کہاں ہے پانی؟“ کرنل شریف نے ادھر ادھر
دیکھتے ہوئے کہا۔

”غسل خانے میں۔ وہاں جگ ہے۔“ ڈاکٹر نے بڑے
کمزور سے انداز میں شمالی سمت ایک دروازے کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔ اور کرنل شریف نے ایک لمحے کے لئے
کچھ سوچا۔ دوسرے لمحے اس نے ڈاکٹر کو بازو سے پکڑا اور ایک
جھگڑے سے اٹھا کر بائیں دروازے کی طرف گھسنے لگا۔

”تم مجھے ڈانچ دینا چاہتے ہو۔ مجھے کرنل شریف کو۔ جو
سیکٹ سرورس کا چیف ہے کہ میں بائیں دروازے میں تمہارے لئے پانی
لیئے جاؤں اور تم فرار ہو جاؤ۔“ کرنل شریف نے عزائے

ہوئے کہا۔

لیکن بولتے ڈاکٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ شاید کافی خون بہہ جلنے کی صورت میں جواب دینے کے بھی قابل نہ رہا تھا۔

کرنل شریف اُسے گسیٹا ہوا ہاتھ دوم میں لے آیا۔ اور پھر اس نے سب سے پہلے جگ میں پانی ڈال کر ڈاکٹر کے منہ سے جگ لگا دیا۔ ڈاکٹر یوں پانی پیتے لگا جیسے یہاں اونٹ پانی پیتا ہے۔ اُسی لمحے کرنل کی نعریں ہاتھ دوم میں رکھے ہوئے امیر جنسی میڈیکل باکس پر پڑیں تو اس نے وہ باکس اٹھایا۔

میں تمہارے کئے ہوئے کان کی بندھچ کر دیتا ہوں۔ کہیں اور زیادہ خون بہہ نہ تم آسان موت نہ مر جاؤ۔ کرنل شریف نے بڑے طنز آمیز انداز میں کہا۔ اور پھر اس نے بڑی پھرتی سے ڈاکٹر کے کان کی بندھچ کر دی۔ البتہ اس دوران وہ ڈاکٹر کی طرف سے کسی بھی رد عمل کے مقابلے کے لئے پوری طرح چوکنا تھا۔ لیکن ڈاکٹر بے خس و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ بڑی طرح بھجا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ذہنی طور پر اپنی موت کو قبول کر چکا ہو۔

آؤ اب فون کرو۔ سنو ڈاکٹر۔ میں نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا ہے۔ صرف ملکی سلامتی کے لئے کیا ہے۔ ورنہ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اب بھی اگر تم جان منٹ کو مسخنے لے آؤ تو میں سمجھوں گا کہ تمہیں صرف استعمال کیا گیا ہے مہربان اصل صورت حال کا علم نہ تھا۔ اس لئے تم بے گناہ ہو۔ ایسی صورت میں تمہاری جان بخشی کی جا سکتی ہے اور تمہارے محلے کو مرید نہیں

اچھا لا جائے گا اور ڈاکٹر کم از کم اتنا تو تم بھی سمجھتے ہو کہ زندگی کے بدلے ایک کان کا سودا کچھ اتنا نہ بھگنا بھی نہیں ہے۔
کرنل شریف نے ڈاکٹر کو بازو سے پکڑ کر ہاتھ دوم سے باہر لے آئے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ اُسی لمحے کیپٹن تیزی اندہ داخل ہوا۔

ہاس۔ ہم نے مکمل تلاشی لے لی ہے۔ کوئی مشکوک چیز نہیں ملی۔ کیپٹن تیزی نے کہا۔
شیک ہے۔ تم اپنے آدمیوں کو لے کر اس کوٹھی میں چھپ جاؤ۔ میں ایک عزم کو یہاں بولارہا ہوں۔ ہم نے اُسے زندہ گرفتار کر لیا ہے۔ کرنل شریف نے کہا۔

بہتر۔ کیپٹن تیزی نے کہا اور تیزی سے واپس مر گیا۔

فلو۔ فون کرو۔ بہر حال جان منٹ کو دس منٹ کے اندر اس کوٹھی میں موجود ہونا چاہئے۔ کرنل شریف نے ڈاکٹر کو میز کے قریب رکھی جوئی آفس چیر پر بٹھاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا اور ڈاکٹر کے رسیبورا اٹھایا۔ اور آہستہ آہستہ بائیں طرف لے کر لے شروع کر دیئے۔ کرنل شریف بخود ان نمبروں کو دیکھ رہا تھا۔ تاکہ بعد ازاں بھی انہیں استعمال کرنا پڑے تو کر سکے۔

یس۔ دیشن کا رن ایم بیسی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنی دی۔

میں ڈاکٹر بیٹھیں بول رہا ہوں۔ جان منٹ صاحب سے

”تمہارا نام جان ہنٹ ہے۔“ کرنل شریف نے آگے بڑھ کر غیر ملکی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ میرا نام جان ہنٹ ہے۔ اور میں ویسٹرن کالونیاں میں چیت سیکر ٹری ہوں۔ تم لوگ کون سا اور یہ کیا جو رہا ہے؟ جان ہنٹ نے اس بار اپنے بچے کو مضبوط ہلاتے ہوئے کہا۔

”میں کرنل شریف ہوں۔ بھاشا نہ سیکرٹ سروس کا چیت۔ لارنس سے تمہارا کیا تعلق تھا بولو؟“ کرنل شریف نے عزتے ہوئے کہا۔

”لارنس کون لارنس؟“ جان ہنٹ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مگر دوسرے لمحے اس کے حلق سے جھنجھکی مچی۔ کرنل شریف کا تجربہ اور تبحر اس کے چہرے پر پڑا تھا۔

”جو اس کرتے ہو۔“ ڈاکٹر کہتا ہے کہ وہ لارنس کے پیغام تمہیں دیتا رہتا ہے۔ اور تم کہتے ہو کون لارنس؟“ کرنل شریف نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”سنو جان ہنٹ۔ تم ایک بڑے ملک کے سفارتخانے کے اعلیٰ عہدے دار ہو۔ اس شخص نے جو اپنے آپ کو یہاں کی سیکرٹ سروس کا چیت کہا کرتا ہے۔ مجھ پر سگھ لانا اور بے دردانہ تشدد کیا ہے۔ یہ ظالم اور مسفک آدمی ہے۔ میں نے صرف اعلیٰ ڈاکٹر کو فون کر کے آیا ہوں کہ وہ فوراً مع ایملو لنس یہاں پہنچے اور حکام تک اپنی بات پہنچانے کے لئے تمہارا نام لے دیا۔“

اب تمہیں یہاں بلا لیا ہے۔ یہ تمہیں مار نہیں سکتا۔ قتل نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ مجھے مار دے گا۔ اس نے میرے ملازم کو بھی جھولی مار دی ہے۔ تمہیں میرا انتقام لینا ہے۔ ویسے میرا کسی مجرم تنظیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ جس ڈاکٹر بسطین کو مجرم کہہ رہا ہے اس نے بھاشا نہ کو ٹیکنا لوجی کے میدان میں دوسری قوموں کے ہم پلہ کرنے کے لئے کتنی محنت کی ہے۔ البتہ صدر مملکت کو اچھی طرح علم ہے۔ اگر یہ مجھے مار ڈالے تو تم صدر تک میرا پیغام پہنچا دینا۔ بس اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔ ڈاکٹر نے پیر تیز تیز مجھے میں کہا اور اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔

”اوہ تم۔“ تمہنے مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ میں تمہاری ہڈیاں تو درودوں گا۔“ کرنل شریف غصے سے پاگل ہو کر کسی پریوینٹ ڈاکٹر کی طرف بڑھا۔

”کرنل شریف۔“ دک جاؤ۔ خبردار اگر تمہنے ڈاکٹر پر ہاتھ اٹھایا۔ میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں۔“ اچانک جان ہنٹ نے چیختے ہوئے کہا۔

”میں تمہیں بھی دیکھتا ہوں۔“ میں سیکرٹ سروس کا چیت ہوں۔“ کرنل شریف نے تیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔ ”سنو کرنل شریف۔“ میں صدر مملکت کے خاص ڈاکٹر کو فون کر کے آیا ہوں کہ وہ فوراً مع ایملو لنس یہاں پہنچے اور اگر تم نے مجھے ڈاکٹر کو پتہ کہا تو یہ تمہارے

ہے کہا۔

”تمہیں اس کے لئے خیال نہ بھگتنا پڑے گا کرنل!۔ ڈاکٹر
ہیں نے اس بار انتہائی گرفت پکڑ لی ہے۔ جب کہ جان ہنٹ
بکند سے اچکا کر رہ گیا۔“

”بھگتنا۔ اور مجھے۔ تم دیکھو توہی میں تم دونوں کا کیا
رہتا ہوں!۔ کرنل شریف نے غصے سے پیر پٹتے ہوئے

اسی لمحے کیپٹن تیزی ایک اوجھڑ عمر باوقار سے آدمی کو
اندرو داخل ہوا۔ یہ ڈاکٹر رحمان تھے صدر مملکت کے
ڈاکٹر۔ وہ حیرت سے اس ماحول کو دیکھ رہے تھے۔
مجھے بتایا گیا تھا کہ ڈاکٹر سبطین کو پارٹ ایکس ہوا ہے۔“
رحمان نے میز کے قریب کھڑے ڈاکٹر سبطین کی طرف غور
دیکھتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر رحمان۔ میرا نام کرنل شریف ہے۔ میں سیکرٹ
ن کا چیف ہوں۔ یہ ڈاکٹر سبطین قومی مجرم سے۔ میں نے اسے
رکھ لیا ہے۔ پارٹ ایکس والی سبب ہو اس سبب سے۔“
مرحمت نے ڈاکٹر رحمان سے مختا طلب ہو کر کہا۔

ڈاکٹر رحمان۔ یہ پاگل آدمی ہے۔ اس نے مجھے اور جان
کو گرفتار کر رکھا ہے۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ میرا کسی
نظم کے ساتھ منسلک ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔
تم صدر مملکت سے میری بات کرناؤ۔ دیکھو اس نے میرے

حق میں اچھا نہ ہوگا۔۔۔ جان ہنٹ نے تیز لہجے میں کہا۔
اور اسی لمحے باہر سے ایمبولینس کے مخصوص سائمن کی آواز
سنائی دی۔ اور اس لمحے ساتھ ہی کئی بھٹکتے ہوئے قدموں
کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

”سر۔۔۔ صدر مملکت کے خاص ڈاکٹر رحمان ایمبولینس لے
کر آئے ہیں۔ ہم نے انہیں باہر روک دیا ہے۔ لیکن وہ اندرون
پر بند ہیں۔۔۔ کیپٹن تیزی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔
”سر جان ہنٹ کو چھوڑ دو۔ اور ڈاکٹر کیپٹن تیزی۔ ڈاکٹر
سبطین کو باقاعدہ گرفتار کر لو۔ یہ قومی مجرم ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر
رحمان کو اندر لے آؤ۔“ کرنل شریف نے دانت پیستے ہوئے
کہا۔ اور جان ہنٹ کے بازو چھوڑ دینے لگے۔ جب کہ کیپٹن
تیزی نے بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر سبطین کے بازو
چھپے کی طرف موڑ کر اس کی کلائیوں میں کلپ جھکڑی ڈال
دی۔

”میں اس گرفتاری پر احتجاج کرتا ہوں۔ ڈاکٹر سبطین ملک
کے انتہائی معزز شہری ہیں۔“ جان ہنٹ نے پر زور لہجے
میں کہا۔

”یوشٹ اپ۔ اور تم بھی اپنے آپ کو حراست میں سمجھو۔
سفارتی آداب کی وجہ سے تمہیں جھکڑی نہیں لگانی پڑے گی۔ لیکن
اگر تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو تمہیں بھی گرفتار
کیا جاسکتا ہے۔“ بھٹکتے ہوئے کرنل شریف نے غصے سے دہاتے

کرنل شریف خاموش کھڑا رہا۔ غلام ہر پہ وہ ڈاکٹر رحمان کو فون کرنے سے توباز نہ رکھ سکتا تھا۔ وہ باہر جا کر بھی ایسا کر سکتا تھا۔
”کہو فون۔“ میں سیکرٹ سروس کا چیف ہوں کوئی گھسیارہ نہیں ہوں سمجھے۔ کرنل شریف نے دانت پیسے ہونے کہا۔

”ادب کو ٹھوڑا رکھیں کرنل شریف۔ میں بھی کوئی گوجران نہیں ہوں۔“ ڈاکٹر رحمان نے رسیور اٹھاتے ہوئے مڑ کر غصیلے بولے میں کہا۔

ادھر پھر اس نے تیزی سے منبر گھمانے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد وہ پی۔ اے کی محفلت صدر مملکت سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ادھر پھر اس نے فون پر صدر مملکت کو پوری صورت حال بتانے کے ساتھ ساتھ کرنل شریف کے غیر اخلاقی اور غیر فہم دارانہ رویے کی شکایت بھی کر دی۔
”فون کرنل شریف کو دو۔“ صدر مملکت نے کہا۔ اور ڈاکٹر رحمان کے اشارے پر کرنل شریف نے آگے بڑھ کر رسیور تمام لیا۔

”یہیں۔۔۔ میں کرنل شریف بول رہا ہوں۔“
کرنل شریف نے سپاٹ بولے میں کہا۔

”یہ آپ نے کیا مٹا شہناز رکھا ہے۔“ ڈاکٹر سبطین انتہائی معزز آدمی ہیں ادھر پھر ان کی عمر ایسی ہے کہ وہ مجرم کیسے ہو سکتے ہیں۔ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔۔۔ مجھے بتائیے۔“

غلام کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے اور خچر سے میرا کان کاٹ ڈالا ہے۔ اور اس نے مجھ بوڑھے پر اس قدر سنگد لاندہ تشدد کیا ہے۔ کہ اتنا تشدد جانوروں پر بھی نہیں کیا جاتا۔۔۔ ڈاکٹر سبطین نے سونے والے بلچے میں نگہا۔

”کرنل شریف۔ آپ کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر سبطین تو دی۔ آئی۔ پی۔ میں۔ ہمارے ملک کے انتہائی معزز اور ان کے یہ مجرم کیسے ہو سکتے ہیں۔“ ڈاکٹر رحمان نے صورت حال کو سمجھتے ہوئے بڑے نرم بولے میں کرنل شریف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ مجھے سمجھانے والے کون ہیں۔ آپ اپنا کام کریں کون مجرم ہے کون نہیں ہے اس کا فیصلہ کرنا میرا کام ہے۔“
کرنل شریف انتہائی برحیظہ و دڑا۔ اسے واصل ڈاکٹر سبطین بے پناہ غصہ تھا کہ اس نے چکر دے کر جان جھٹ کو ہلا لیا ہے اس طرح اپنے بہادر وید اکرم نے کی کوشش کی ہے۔ وہ پوری طرح فیصلہ کر چکا تھا کہ چلے پھریں کیوں نہ ہو وہ اس ڈاکٹر کو جیڈ گوارڈ لے جا کر اسے انتہائی گھبراہٹ کے جسم کا ایک ایک ریشہ غلیظہ کرے گا۔ تاکہ اسے پتہ چلے کہ کرنل شریف کو چکر دینے والے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

”ایسی صورت میں مجھے صدر مملکت سے بات کرنی پڑے گی۔“ ڈاکٹر رحمان نے غصیلے بولے میں کہا۔
ادھر پھر تیزی سے میز پر رکھے ہوئے فون کی طرف بڑھا۔

صدر مملکت نے انتہائی متوجہ رہے ہیں کہا۔
اور کرنل شریف نے جواب میں سول اور انگریز چھاپہ اور پھر وہ
کامیاب کہ اس نے ڈیوڈ کو اس ممبر پر فون کرتے دیکھا ہے۔
وہ نئے ڈاکٹر سبطین کا ہے۔ کی تفصیل کرنل شریف نے بتا دی۔

کرنل۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے صرف ایک ویٹر کے
کہنے پر ڈاکٹر سبطین پر اس قدر تشدد روا رکھا۔ ہو سکتا ہے اس
ویٹر نے جھوٹ بولا ہو یا اسے غلط فہمی ہوئی ہو۔ کیا آپ نے
مزید تحقیق کی۔ کیا اس ویٹر کی بات سندھتی۔ کہ آپ نے بغیر
کوئی تحقیق کئے ڈاکٹر سبطین پر تشدد شروع کر دیا؟
صدر مملکت کا اوجہ انتہائی ملکی پر پہنچ چکا تھا۔

سہ۔ مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر سبطین مجرموں سے ملا ہو
ہے۔ اور میں اس سے ضرور انکوائوں گا۔ کرنل شریف
نے کہا۔

یوشٹ اپ ٹائنسن۔ فوراً ڈاکٹر سبطین کو روکا کرو۔ اگر
ملکی حالات خراب پوزیشن میں نہ ہوتے تو میں یقیناً تمہیں ڈھیسر
کر دیتا۔ لیکن میں تمہیں لاسٹ وارنگ دے رہا ہوں کہ
آئندہ اس طرح معذرت افزاؤ پر تشدد کیا تو میں ایک لمحہ ضائع کئے
بغیر تمہیں ڈھیسر کر دوں گا۔ صدر مملکت غصے سے چیخ
پڑے۔ اور غصے کی شدت سے وہ اب آپ کی بجائے تم پر اتار
آئے تھے۔

”ٹھیک ہے سر۔ میں رہا کرتا ہوں۔ لیکن اس طرح

میں نہیں کھڑے جاسکتے۔ کرنل شریف نے وائٹ پیٹ
نے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ لیکن چوں
مقابل میں صدر مملکت تھے اس لئے وہ جبراً اپنے آپ کو کنٹرول
کئے ہوئے تھا۔

تو پھر استعفیٰ دے دیں آپ کیوں یہ عہدہ سنبھالے بیٹھے ہیں
ل شریف ملکی حالات روز بروز خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ اور
کی کارکردگی یہی ہے کہ اب تک آپ نے ڈاکٹر سبطین کو مجرم سمجھ
غیر تشدد شروع کر دیا ہے۔ وہ بھی صرف ایک ویٹر کے
غیر تہائے پر۔ کیا تمہیں کچھ ڈیوڈ سمجھ نہ رہا ہے آپ نے۔ اور
مجھے دو روز کے اندر اندر مجرم چاہئیں۔ سمجھے آپ۔ ورنہ
پری سیکرٹ سروس کو معطل کر دوں گا۔ کیا فائدہ ایسی سروس کا
بت پڑنے پر کوئی کارکردگی شوق کرے؟۔ صدر مملکت
بھیٹے ہوئے ہیں کہا۔

ٹھیک ہے جناب۔ میں آپ کے آرڈر تو نہیں روک سکتا
بہر حال میں مجرموں کو گرفتار کر کے دکھاؤں گا۔ کرنل
بائے سپاٹ بیٹھے ہیں کہا۔

میں دیکھوں گا کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ بہر حال ڈاکٹر سبطین کو
رہا کر دیں۔ اس الزامی آرڈر۔ صدر مملکت نے کہا
ل کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

رئیس شریف نے انتہائی اٹھیلے انداز میں رسیور کرپٹل پر
ندامت۔ بے بسی اور غصے سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔

لیکن بہر حال صدر مملکت کے آرڈر کی تعمیل تو لازمی تھی۔
 کیپٹن — کرنل شریف نے دھانسنے کے سے انہماک
 میں کیپٹن تیزی سے مخاطب ہو کر کہا۔
 یس — کیپٹن تیزی نے مودبانہ لہجے میں جواب
 دیا۔

ڈاکٹر سبطین کی جھکڑی کھول دو۔ اور سنو ڈاکٹر سبطین
 یہ نہ سمجھنا کہ کرنل شریف پیچھے ہٹ گیا ہے۔ یہ تو میں نے منہ
 صدر مملکت کے احکام کی تعمیل کی ہے۔ اس کے بعد کیا ہو گا۔
 خود دیکھ لو گے۔ کرنل شریف نے کیپٹن تیزی کو حکم دے
 ڈاکٹر سبطین سے مخاطب ہو کر کہا۔

انگریز مجرم ثابت ہو جاؤں تو بے شک میری کھال تار دو۔
 کرنل — ڈاکٹر سبطین نے سہیدہ لہجے میں کہا۔ اور کرنل شریف
 صرف ہونٹ چبھ کر خاموش ہو گیا۔ اب وہ زیادہ دیر دلا
 نہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے زیادہ بے عزتی اس کی آج تک نہ ہو
 تھی۔ اب وہ اس لمحے کو چھٹا رہا تھا جب اس نے ڈاکٹر سبطین
 کو جان چٹک کو بلانے کے لئے کہا تھا کیپٹن تیزی نے جیسے
 جھکڑی کھولی کرنل شریف یہ سچ بتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف
 بڑھ گیا۔
 یس — چیکنگ مکمل کرنے کے بعد ہی آپ سے
 اہل کیا گیا ہے۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔
 اس کے۔ بات کراؤ۔ چارلس نے کہا۔
 مسر۔ رام داس بول رہا ہوں۔ چند لمحوں بعد ہی

ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

بادشاہ کی حکومت نے کوئی بات کی ہے۔ چارلس نے نبید

”یس۔ چیف الین۔ ڈی ایچ۔ ایچ۔“ چارلس نے کہا۔ اس کا ٹیپ میرے پاس پہنچ گیا ہے۔ میں وہ باوقار بوجہ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سرم۔“ وزیر خزانہ سر جیمز ایچ۔ ڈی۔ ایچ۔ نے کہا۔ وہ دہلی پانچویں سیکٹر سروس کے اہلکاروں کے لئے ہیں۔ اور سرم۔ میرے اہم آدمی نے کہا۔

ابھی اطلاع دی ہے کہ صدر مملکت نے بی۔ ایل۔ یارڈ کی مکمل تیار کے بعد کنفیڈریشن کے منصوبے کے خلاف کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہوں نے فوج کر کے پانچویں سیکٹر سروس کے اہلکاروں کے لئے بات کی۔ لیکن اس بات چیت کے بعد انہوں نے اپنا فیصلہ بدل لیا۔ اور اب وہ قوم سے شکی و دشمن اور بدظن خطاب کرنے والے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں جو ڈرافٹ تیار کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق وہ کنفیڈریشن کے منصوبے کے خلاف بجائے عوام کو ہماری تنظیم کے خلاف ابھاریں گے۔ اور یہ بھی ہو جائے کہ اس سلسلہ میں وہ کافرستان اور اسرائیل کی سازش اعلان کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ راستے عامہ کو ہماری تنظیم کے خلاف مذہبی بنیادوں پر ابھارا جائے۔ رام داس نے تفصیل بتائی ہوئے کہا۔

”صدر نے پانچویں سیکٹر سروس کی ہے۔“ جس کے بعد انہوں نے فیصلہ بدلا ہے اس کی تفصیلات کیا ہیں کیا پانچویں سیکٹر سروس نے انہیں ایسا کرنے پر ابھارا ہے۔

چارلس نے میز پر رکے ہوئے انٹرکام کا ٹین بدادیا۔

”یس۔ ہنری سپیکنگ۔“ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

”ہنری۔“ رام داس کی طرف سے ایک ٹیپ پہنچا گاؤں فوراً میرے پاس پہنچا دو۔ چارلس نے کہا اور مین و باکر رابطہ ختم کر دیا۔

ہوئے۔

"میں باس تہ۔ ان دونوں نے اس کی میز کے قریب بیٹھ کر

ہوئے کہا۔

"بھئی۔ ابھی ابھی رام داس نے ایک اہم اطلاع دی ہے۔ چارلس نے کہا اور اس کے بعد رام داس کی اطلاع کی تفصیل بتا دی۔

"اس سے صاف ظاہر ہے باس کہ ہمارے مقابلے میں پاکیشیا سیکرٹ سروس آرہی ہے۔ کالوچ نے فوراً ہی کہا۔

"ہاں۔ اس اطلاع سے تو یہی آئندہ پاؤں گاہے بہر حال صد بدشانہ کی گفتگو کا ٹیپ رام داس نے بھی ایل ہے۔ اسے سننے کے بعد اصل صورت حال سامنے آئے گی۔ لیکن یہ پاکیشیا سیکرٹ

سروس آخر ہے کیا چیز۔ جس سے کافرستان کی حکومت تو ایک طرف دی جا رہی حکومت بھی خوف زدہ ہے۔ آپ یقین کریں

جب اعلیٰ حکام نے میرے سامنے پاکیشیا سیکرٹ سروس کا کارکردگی کے قصیدے پڑھے تو میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں دیوار سے سرگرا کر خودکشی کر لوں۔ یہ ستم کی بات نہیں کہ فیس آف ڈیوٹ کے چپ کے سامنے ایک پس ماندہ ملک کی سیکرٹ سروس

کے قصیدے پڑھے جائیں۔ ایسے لوگوں کے قصیدے نہیں شاید فلم ہی نہیں کہ تنظیمیں کیا ہوتی ہیں۔ اور اب یہاں دیکھو بجا

کے صدر کی ذہنی حالت کہ وہ ہمارے مشن کے مطابق کنفیڈنٹ اور کے غائبی کے اعلان کے لئے تیار ہو گیا۔ ایک

شیا سیکرٹ سروس سے بات کرتے ہی اس نے فیصلہ بدل دیا۔

پاکیشیا سیکرٹ سروس کوئی جادوگر دن کا ڈنڈہ ہے۔ جو ہونے کے زور پر ایف ڈی کو بے بس کر دے گی۔ چارلس نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"باس۔ آپ جی۔ پی۔ فائیو کے سربراہ کرنل ڈیوڈ اور ڈیوڈ کے سربراہ کرنل ہیرن کو تو جانتے ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسرائیل کی ایک انتہائی طاقتور تنظیم ٹاپ راک سے بھی

ساتھ اسرائیل کی ایک انتہائی طاقتور تنظیم ہے۔ یہ باق ہوں گے۔ رابرٹ نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں کہنا چاہتے ہو۔ ان سے کون واقف نہیں ہے۔ یہ اسرائیل کی طاقتور تنظیمیں ہیں۔ لیکن یہاں ان کے ذکر کا

بامطلب۔ چارلس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"باس۔ ہمارے تنظیم جب ایک ہیامین مصروف کار تھی فلسطینی کمپوں پر اسرائیلی بمباری کا انتظام لینے کی خاطر شاکر سرگ نے پاکیشیا سیکرٹ سروس سے امداد حاصل کی اور پاکیشیا سیکرٹ

سروس اسرائیل پہنچ گئی۔ اس کے بعد اسرائیل میں وہ خوف ناک تباہی مچی کہ حکومت کو کھلا گئی ڈیم تباہ کر دیئے گئے۔

پن اڈا دیئے گئے۔ جی۔ پی۔ فائیو کے جیڈ کوآرڈر پر دن دیا ڈسے حملہ کر کے آئے تباہ کر دیا گیا۔ ریسرچ لیبارٹری اڈا دی گئی۔ اس طرح اس قدر ہولناک تباہ کاری کی گئی کہ جس کی مثال اس سے پہلے نہیں

ملتی۔ اور کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیرن دونوں صرف بے بسی سے ناچتے رہ گئے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس یہ انتظامی کارروائی کر

کے بغیر کوئی نقصان اٹھائے واپس چلی گئی۔ اس کے بعد ٹاپ راک کو پاکیشیا نے تباہی کے لئے ایک انتہائی خوف ناک مشن پر بھیج دیا۔ لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس کے مظلومین میں آکر ٹاپ راک کو مل طور پر تباہ ہو گئی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ اسمراٹل کے اعلیٰ حکام پاکیشیا سیکرٹ سروس سے کیوں خوف زدہ ہیں۔ رابرٹ نے سنجیدہ پہلو میں کہا۔

"ایک کہہ رہے ہو۔ مجھے تو اس ساری کارروائی کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ چارلس نے حیرت سے بڑبڑا کر کہا۔ "حکام نے ان خبروں کو سنی سے دبا دیا تھا تاکہ کسی قسم کی بدول نہ پھیلے۔ لیکن کرنل ڈیوڈ میرا دوست ہے اس نے مجھے ذاتی طور پر یہ سب کچھ بتایا ہے۔ رابرٹ نے کہا۔

"اُدو۔ اگر یہ باتیں سچ ہیں پھر تو واقعی مجھے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں اپنا نظریہ بدلنا ہو گا۔ اگر تم مجھے پہلے یہ باتیں بتا دیتے تو میں یہاں مشن پر آنے سے پہلے پاکیشیا جاتا۔ اور خود جاکر پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ان ساری باتوں کا بھرپور انتظام لیتا۔ چارلس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ دیکھ اس کے چہرے پر ابھی تک شدید حیرت کے آثار موجود تھے۔ جیسے اُسے رابرٹ کی باتوں کا اب تک یقین نہ آیا ہو۔

"ہاں۔ وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر وہ لوگ یہاں آ رہے ہیں تو یہاں ہم ان سے بھرپور انتظام لے سکتے ہیں۔

چارلس نے جواب دیا۔

"لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہم تو ان سے واقف نہیں ہیں۔"

چارلس نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ کمرے

کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں

ایک ٹیپ ریکارڈ تھا۔

"ہاں۔ رام داس کی بھیجی ہوئی ٹیپ اس میں موجود ہے۔"

نوجوان نے ٹیپ ریکارڈ ان کے درمیان میز پر رکھتے ہوئے انتہائی

مؤدبانه پہلو میں کہا۔

"تھیک ہے۔ چارلس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور

نوجوان واپس چلا گیا۔ کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی چارلس نے

ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ٹیپ ریکارڈ کا بشن آن کر دیا۔ اور ریکارڈ سے

بھاشا نہ کے صدر کی آواز نکلنے لگی۔ وہ تینوں خاموش بیٹھے سنتے

رہے۔ جب ٹیپ ختم ہو گیا تو چارلس نے ریکارڈ بند کر دیا۔

"اس کا تو مطلب ہے کہ سیکرٹ سروس نہیں آ رہی۔"

چارلس نے گنگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ سب چکر ہے۔ سیکرٹ سروس اگر سیکرٹ سروس

کے نام سے نہ آئے گی تو کیا ہو گا۔ آدمی تو وہی ہوں گے۔ اسمراٹل

میں بھی تو یہ لوگ مجرم بن کر آئے تھے۔ رابرٹ نے منہ ہلنے

ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ چارلس نے سر

لے اس کیلئے منظم حکیم ایم۔ اے کا انتہائی دل چاہ ناول "ٹاپ راک" پڑھیے

ہلاتے ہوئے کہا۔

”اودہ پاس۔۔۔ اب مجھے یاد آگیا ہے کہ کرنل ڈیوڈ نے علی عمران کا نام لیا تھا۔ یہ اس شہم کا سربراہ تھا۔ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے ہمیں فوری طور پر چوکنا ہونا پڑے گا۔ دو سو تین میسرے ذہنی میں آ رہی ہیں۔ یا تو کاخِ فرستادہ سردس کے آدمیوں کو غصہ طور پر یہاں بلایا جائے تاکہ وہ لوگ پہچاننے میں ہماری مدد کریں۔ یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں اس سے جی پٹی۔ فائیو اور ریڈ آدمی کو یہاں طلب کروں۔“

”پاس۔۔۔ چارے لپٹے آدمی زیادہ بہتر رہیں گے۔ اور بقید کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیرن ان لوگوں سے انتظام لینے کے لئے بے چین ہوں گے۔۔۔ کالرج نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ کرنل ڈیوڈ کو بجائے ریڈ آدمی کو بلایا جائے۔ ان کی تعداد بھی کم ہے اودہ انتہائی پیچھے ہوئے لوگ ہیں وہ براہِ راست ان کو سنبھالیں اور ہم اپنا مشن مکمل کر رہیں۔“ چارلس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”ایسا درست رہے گا۔ اس طرح ہم اطمینان سے اپنا کام کرتے رہیں گے۔۔۔ رابرٹ اور کالرج نے کہا۔

اور چارلس نے اٹھ کر اپنی پشت پر موجود ایک الماری کھولی

س میں سے ایک مستطیل شکل کا جدید ترین لانگ رینج ٹرانسمیٹر نکریں کر کے دیا۔ یہ ٹرانسمیٹر انتہائی جدید ایجا دات میں تھا۔ ایسا ٹرانسمیٹر جس کی کال کو کسی صورت میں بھی چیک نہ آجاسکتا تھا۔۔۔ کیوں کہ اس کا تعلق ایک بتجارتی خلائی سیلے سے تھا۔ اس ٹرانسمیٹر سے کال خلائی سیارہ کی مخصوص فریکوئنسی پر آتی تھی۔۔۔ اور وہاں سے مطلوبہ رسد و تک اودا اسی طرح واپس آتی تھی۔ اس لئے اس کی چیکنگ ناممکن تھی۔۔۔ چارلس نے مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر ٹرانسمیٹر کا بشن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر خاص سے سیٹ کی آواز نکلتی تھی۔ اور چند لمحوں بعد سیٹ کی آواز پر ایک شیشی آواز غالب آگئی۔

”فی۔ اے۔۔۔ میں سفر اودہ۔۔۔ ہونے والے کالرج خالصتاً شیشی تھا جبکہ کوئی ردوٹ بول رہا ہو۔

”کرنل چارلس جیت آف ایف۔ ڈی کا لانگ۔۔۔ ڈائریکٹ جنرل اودہ سرینس پر وگرام اودہ۔۔۔ کرنل چارلس نے باوقار لہجے میں کہا۔

”دوسری طرف سے اسی شیشی آواز نہ کوئی لینئر اودہ۔۔۔

”ایف۔ ڈی۔۔۔ دن۔۔۔ مشن کوڈ ایون ہنڈرڈ تھری ڈن اودہ۔۔۔ چارلس نے کہا۔

”اور کے۔۔۔ ہولڈ آن کریں اودہ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی سیٹ کی آواز دوبارہ نکلتی تھی۔

”ہیں۔ ڈاکٹر کیٹر جنرل اور سینیٹر مشن پر دو گرام رامن سپیکٹنگ اور سٹی کی آواز بند ہوتے ہی ایک بجاری اسی آواز سنائی دیتی۔“

”جناب۔ میں کرنل چارلس بول رہا ہوں۔ اور سینیٹر مشن سے اور۔۔۔ کرنل چارلس نے قدرے سے مود بانہ لہجے میں کہا۔“

”نیس۔ کیا بات ہے۔ تمہارا مشن تو اچھا جارہا ہے۔ مجھے پورٹین مل بری ہیں۔ لیکن کام کی رفتار اور تیز کر دو اور۔۔۔“

”ڈی رامن نے کہا۔“

”تھینک یو۔ ہم مسلسل کامیابی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔“

لیکن ایک اہم اطلاع ملی ہے کہ ہمارے مقابلے میں پاکشیا سپیکٹ سروس کو لایا جا رہا ہے کسی اور نام سے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم ان سے واقف نہیں ہیں۔ اگر ہم ان کے مقابلے میں مہر و ف جو لگے تو ہمارا اصل مشن سبوتا جانیے گا۔ اور مجھے یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ ریڈ آرمی ایک بار پاکشیا سپیکٹ سروس سے ٹکرا چکی ہے۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ریڈ آرمی کو یہاں بلا لیا جائے اور انہیں پاکشیا سپیکٹ سروس سے ٹکرا دیا جائے۔ وہ اپنا علیحدہ جیڈ کوآرڈر قائم کر کے اپنے طور پر اس کے خلاف کام کریں۔ ہم بہر حال ان کی بھرپور مدد کریں گے۔ البتہ ہم اپنا کام بجاری رکھیں گے اس طرح کا کردار دینی سبوتا نہیں ہوگی اور وہ کرنل چارلس کا اپنا فیصلہ کن تھا۔“

”ادہ ہاں۔ ریڈ آرمی ٹکرا تو چکی ہے اور کرنل جمیرخ آج تک سیکرٹ سروس سے اشتقاق لینے کے لئے چین ہے۔ اگر فیصلہ کر لگے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں ریڈ آرمی کو بھجوا دیتا ہوں اور رینڈ آل ڈ۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور چارلس نے اے تھوڑا سا ٹکرا کر انہیں آف کر دیا۔ اُسے اٹھا کر دوبارہ الماری میں لگا اور واپس اپنی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔“

”کرنل جمیرخ آج پہنچ جاتے گا۔ اب آپ لوگ اپنا کام اور مزیدادہ دیں۔ بی۔ ایل پارٹی تو ختم ہو چکی۔ اب اعلیٰ سسرکاری فیصلہ ان کے قتل کی بجاری ہے۔ میرا خیال ہے پہلے وزیر خزانہ نامہ کیا جائے۔ اس کے بعد سسرکار کے مطابق باقی افراد بی بجاری بجاری نشانہ بنائے جائیں گے۔ چارلس نے کامیوج رابرٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔“

”ٹھیک ہے باس۔ ایسا ہی ہوگا۔ ایف۔ ڈی کا راستہ ایسا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ کاش ہم اس اہم مشن میں اپنے بھلے ہوئے تو پھر پاکشیا سپیکٹ سروس کو بھی پتہ چلتا کہ ایف۔ ڈی کیا حیثیت رکھتی ہے۔ کامیوج نے کرسی سے اُٹھ کر کہا۔ جب کہ رابرٹ نے کوئی تبصرہ نہ کیا۔ اور وہ دونوں دروازے کی طرف مڑ گئے۔“

ختم شد

عمران سے سیریز میں ایک انوکھا اور یادگار ایڈ ونچر

(حصہ دوم)

فیس آف ڈیجیٹل

مصنف: منظور کلیم ایم ایس

• اسرائیل کی فوج کی تنظیم ریڈ آرمی فیس آف ٹریننگ کی حمایت اور عمران اور سیکرٹ سروس سے انتظام لینے کے لئے جہاز شاہ پہنچ گئی۔

• پاکیشیا سے سیکرٹ سروس سرکاری طور پر آنے کی بجائے ایک نئی تنظیم کی صورت میں فیس آف ڈیجیٹل کے مقابلے میں اتری جی ہاں نئی تنظیم فاسٹ ڈیجیٹل

• فاسٹ ڈیجیٹل - جس کا لیڈر تنویر تھا اور جو لیا جعفر اور کیپٹن شکیل اور کے ماتحت تھے۔

• کیا عمران بھی تنویر کی ہمتی میں کام کرنے لگا۔؟ یا اس نے اپنا علیحدہ تنظیم قائم کر لی۔

• تنویر - فاسٹ ڈیجیٹل کا لیڈر۔ جس نے اپنی بی بیہ صلاحیتوں سے عمران کو بھی جیسے چھوڑ دیا۔ کیسے۔؟

• نعمانی، چوہان اور صدیقی - سیکرٹ سروس کے ایسے مجرّم جن کی صلاحیتیں اور کہانی میں عروج پر پہنچ گئیں اور سرت جگر فیس آف ڈیجیٹل اور ریڈ آرمی پر چھپ پڑے۔ ایک ایسی کہانی جو صدیوں نہ بھلائی جا سکے گی۔

یوسف برادرز تاجران کتب پاک گیٹ ملان

عمران سیرتیزا

سینچری نمبر

فیس آف ڈیجیٹل

حصہ دوم

منظہر کلیم ایم اے

ذیشان کتاب گھر اینڈ سپروٹس سٹور

حصہ دوم: قسم گورنمنٹ و پرائیویٹ

مکمل کی کتاب دیہات

1998ء تا 2000ء

چند باتیں

اس ناول کے تمام اکر تمام کردار و شخصیات اور مشن کا ہم کو اکثر تعریف و تحسین کی کسی قسم کی جزوی اور کلی ملاقات ایسی آخری ہر گاہ ہو سکتے ہیں بشرطِ محضت پر نظر و تامل و تامل و تامل ہو سکتے

معتبر ہمارے بین اسلام ناول

فین آف ڈیوٹی سے شروع ہونے والی کہانی اس حصے میں آگے بڑھ رہی ہے۔ یہ کہانی اپنے چٹاٹ اپنے ٹپو کے اعتبار سے ایک جہر اور ایک کہانی ہے۔ یہ بین الاقوامی ایک سنگ کی کہانی ہے، پاکیشیا کے حلیت ملک بمبائیاں کو ایک کشت کے ساتھ کشتیوں سے روکنے کے لئے بین الاقوامی سطح پر جو کوششیں کی گئیں یہ ان کوششوں اور ان کے نتائج کی ایک ایسی کہانی ہے جس میں لچر انقلاب دھماکہ نیر ثابت ہوتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ اس جہر اور ہر جہت کہانی سے یقیناً جہر اور ہر جہت میں اطف اندوز ہوں گے اس میں سیکرٹ سروں کے ممبران خصوصاً تجوید سنی فی نعلانی اور چوہان کی صلاحیتیں اپنے عروج پر نظر آئیں گی اور اس کہانی میں ان کو اردوں کو پہلی بار مکمل کرکام کرنے کا موقع ملا ہے اور ان کی صلاحیتیں یقیناً آپ کو بھی حیران کر دیں گی۔

گزشتہ دوں میں نے ایک ناول پاور لیزڈ لکھا تھا جس کے سلسلے میں تار تار نے خطوط کی عبادت کر دی۔ تعریف اور شکایت سے جہر و خطوط تعریف کہانی کی اور شکایت اس کے انتہائی پذیر ہونے کی ہے شاعر خطوط میں سے ایک خط بطور نمونہ پیش کر رہا ہوں۔
دار فرائض شیعہ نوچہ سے سجاد احمد اور ریحان احمد نے لکھا ہے کہ آپ ہر ناول

ناشران ————— اشرف قریشی

————— یوسف قزوینی

محمد یونس

۱۱۱۱

جہیں جہد لپٹا آتا ہے۔ نیا ناول پاور لینڈ پڑھا۔ شروع میں یہ ناول اتنا اچھا تھا کہ ایک بلکہ کچھ تو چھوڑنے کو دل ہی نہ کرتا تھا لیکن جب اس کا اختتام آیا تو میرا آپ پر بہت غصہ آیا، کیونکہ آپ نے پاور لینڈ کو تسلیم کو تباہ نہیں کیا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ کیا یوسف براؤن والوں کے پاس کا غنڈہ تم ہر گیارہ تھا یا کچھ ریڈی میز کو دھڑکی جواب دے گئی تھی؟

سب قارئین کا گلہ بجا واقعی اس کہانی کا اختتام ویسے نہیں ہوا جیسے کہ عام کہانیوں کا ہوتا ہے۔ دراصل پاور لینڈ اتنی بڑی اور پاور فل تنظیم ہے کہ اس تنظیم کا اختتام اتنی آسانی سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کر دیا جاتا تو یقیناً آپ خود غور کرتے۔ ابھی اس سلسلے میں کئی کہانیاں آپ پڑھیں گے اور پھر سب قوت پر اس کا اختتام بھی سلسلے آجائے گا۔ دراصل یوسف براؤن کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا تھا جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ پاور لینڈ کے سلسلے کی کئی کہانیاں بھی زیر طبع ہیں۔ اس اعلان کے شائع نہ ہونے کی وجہ سے قارئین کو شکایت پیدا ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ اس وضاحت کے بعد قارئین کی شکایت دور ہو جائے گی۔ اور یہ بھی یقین رکھئے کہ پاور لینڈ کے سلسلے کی آنے والی کہانیاں آپ کو بے حد پسند بھی آئیں گی۔ بس خود اس انتظار۔۔۔ کہ انتظار کا بھی اپنا ہی کھٹہ ہوتا ہے۔

والسلام

منظرہ کلیم ایم اے

بہا شناسانہ کے دارالحکومت باکا کے انتہائی شاندار
فائیو سٹار ہوٹل انٹرکانٹینینٹل کے ایک کمرے میں سیکرٹ
سروس کے ممبران جمع تھے۔ وہ سب جنگ جی طور پر علیحدہ
علیحدہ راستوں اور فلائٹوں سے یہاں پہنچے تھے۔ ایکسٹو نے
انہیں فوری طور پر روانگی کا حکم دیا تھا۔ اور پروگرام کے مطابق
انہوں نے اس ہوٹل میں اکٹھا ہونا تھا۔ وہ سب نئے میک اپ
میں تھے۔ اور مخصوص کشنیوں کی مدد سے انہوں نے ایک دوسرے
کو پہچانا تھا۔ عمران ان میں شامل نہ تھا۔
آخر یہاں پر مشن کیا ہے۔ ایکسٹو تو ہمیں یوں بھیج دیتا ہے
جیسے ہم کوئی سنجوئی ہیں کہ ذرا کچھ بنا کر خود ہی مشن کی تفصیلات معلوم
کر لیں گے۔۔۔ تنویر نے ہونٹ بھینچے ہوئے کہا۔
یہاں اکٹھے ہونے سے پہلے جو لیا تے جدید ترین کھانگی کی مدد

سے پورے گھرے کی چیکنگ کرنی تھی کہ گھرے میں کوئی ٹرانسمیٹریا
ٹیلی ویو چیکنگ شفٹ موجود نہیں ہے۔

یہ بات نہیں تنویر۔ ایک شخص صورت حال کو اچھی طرح
سمجھتا ہے۔ اس نے مجھے ایک ٹیپ بھجوا دیا ہے کہ ہم اسٹے ہو
کہ اس ٹیپ کو سن لیں۔ اس میں تمام ہدایات موجود ہیں۔
ابھی صبح کچھ پتہ چل جاتا ہے۔ جو لیا نے مسکراتے ہوئے
کہا۔ اور پھر اپنے بیگ سے ایک ٹیپ دیکھا اور اس نے میز پر
رکھا اور بیگ کے ایک خفیہ خلیے سے ایک مائیکرو ٹیپ نکال
کہ اس نے دیکھا اور میں فٹ کیا۔ اور پھر اس نے والیوم
انتہائی آہستہ کر کے اس نے اس کا بٹن آن کر دیا۔

میلو ممبران۔ ایک شو آپ لوگوں سے مخفی طلب ہے۔

آپ لوگ ایک انتہائی اہم مشن پر بھاشانہ میں موجود ہیں چوں
کہ اتنا وقت نہیں تھا کہ آپ کو وائٹس منزل میں لے کر آئے
تفصیلات بتائی جاتیں۔ اس لئے میں نے یہ ٹیپ آپ کے پاس
پہنچا دیا ہے۔ مختصر صورت حال یہ ہے کہ پانچویں اور بھاشانہ
کے درمیان کنفیڈریشن کا منصوبہ طے ہو رہا ہے۔ جسے مستور
کرنے کے لئے کچھ حکومتوں نے جن میں ہمارے اتحادیوں کے
مطابق کافرستان۔ روسیہ اور امرائیل شامل ہے۔ ایک
خفیہ تنظیم بھاشانہ میں بھی ہے۔ جس نے اپنا نام الیف۔ ڈی
ظاہر کیا ہے۔ الیف۔ ڈی نے بھاشانہ میں سیاسی پیادہ
ہے۔ مسافر ہوائی جہاز کا حادثہ۔ اس کے بعد مسافر ٹرین کو اڑا

یا گیا۔ اور پھر پاکستان سے ملحقہ ڈیم کی تباہی۔ اس کے بعد یہاں کی
ماقت و درسیاسی پارٹی۔ ایل پارٹی کے سات سو افراد کی
یہ ہی وقت میں ملاکت نے بھاشانہ کو ملاکر دکھ دیا ہے۔ اور
تمام شہری کا دروازوں کا مقصد کنفیڈریشن کے منصوبے کو
بوتار کرنا ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ الیف۔ ڈی
مرائیل کی کوئی خفیہ تنظیم ہے۔ کیوں کہ ٹرین کے اڑنے میں ایک
یہ غیر ملکی کو دیکھا گیا ہے جس کا رنگ روپ بتا رہا تھا کہ وہ امرائیل
دست ہے۔ کافرستان چوں کہ اس مصلحت میں ملوث ہے
میں نے وہ بھاشانہ پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ پاکیزہ سیکرٹ سروس
و متعلقہ میں نہ لایا جائے۔ بلکہ کافرستانی سیکرٹ سروس
و ملایا جائے۔ اس لئے بحیثیت سیکرٹ ایجنٹ تم بھاشانہ میں
وجود نہیں ہو۔ تم پرائیوٹ طور پر اپنی تنظیم کا کوئی نام بھی
نہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میں نے بھاشانہ حکومت
و یقین دلا دیا ہے کہ ایک ہفتے کے اندر الیف۔ ڈی کو بے نقاب
رہا جائے گا۔ اس لئے تم لوگوں کے پاس صرف ایک ہفتے
ن مہلت موجود ہے۔ مجھے یہ شکایت پہنچی تھی کہ سیکرٹ سروس کے
ممبران سے کام نہیں لیا جاتا اور کس عمر ان عمل کر لیتا ہے۔ اس
لئے اس بار اس مشن کے دوران عمران مہارے ساتھ نہیں ہوگا۔
بشن تم نے خود مکمل کرنا ہے۔ جو لیا مہارسی لیڈر ہوگی۔ اور
مغدر ڈی لیڈر۔ لیکن اگر آپ آپس میں کسی اور کو لیڈر جن
میں تب بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بہر حال ایک ہفتے

کے اندر الیف۔ ڈی کو ہر صورت میں بے نقاب ہونا چاہیے۔ یہ
 بھی ہو سکتا ہے کہ عمران اپنے طور پر کوئی کارروائی الیف۔ ڈی
 کے خلاف کرے تو اس سے سیکرٹ سروس کا کوئی تعلق نہیں
 ہوگا۔ یہ بہاری صلاحیتوں کا امتحان ہے کہ تم لوگ کس طرح
 کام کرتے ہو۔ سرکاری طور پر ہمیں کہیں سے کوئی۔ دو ذہنیں مل سکتی
 البتہ اہم ترین اور اہم ترسی صورت حال میں تم سر وادہ حسین
 وزیر خزانہ کو قانون پر ایک ٹوک کا حوالہ دے کر بات کر سکتے ہو۔ مہربان
 رہائش کے لئے بندوبست کر دیا گیا ہے۔ عالم گیر ٹاؤن میں
 کوئی نمبر ایک سو پندرہ نم لوگوں کی منتظر ہے۔ وہاں تین
 کاریں بھی موجود ہیں۔ اور دیگر تمام ضروری سامان بھی اس کے
 باوجود اگر کسی چیز کی ضرورت پڑے تو وہ بھی مہیا ہو جائے گی۔
 ڈیمانڈ لکھ کر دو فارے کے باہر نکلے ہوئے ریٹرکس میں ڈال
 دی جائے تو ڈیمانڈ پوری ہو جائے گی۔ کثیر مقدار میں کرنسی
 بھی کوئی میں موجود ہے۔ ان سب انتظامات کا مقصد صرف اتنا
 ہے کہ آپ لوگوں نے الیف۔ ڈی کے مقابلے میں ایکسچینج میو
 کامیاب ہونے سے ہر صورت میں۔ یہ نہ صرف پاکیشیا سیکرٹ
 سروس کی عزت کا مسئلہ ہے بلکہ یہ پاکیشیا کے مستقبل کا مسئلہ۔
 اس لئے ناکامی کا لفظ صرف تجرتیں منکر لیکر کہتا یا جاسکتا ہے مجھے
 نہیں۔ ایک ٹوک لہجہ آخر میں انتہائی سرد ہو گیا اور اس کے
 ساتھ ہی ٹیپ ختم ہو گیا۔ جو لیانے پاتھ بڑھا کر ریکارڈنگ کا جڑ
 کٹ کر دیا۔

سب سے پہلے تو اس ٹیپ کو ختم کیا جائے اس کے بعد باقی
 باتیں ہوں گی۔ صفدر نے کہا اور جو لیانے سر ملا دیا۔
 صفدر نے ریکارڈنگ سے ٹیکر وکیٹ نکالا اور پھر تنویر سے
 لائن لے کر وہ ہاتھ روم میں چلا گیا۔ اور اس نے ٹیپ کو آگے
 لے کر اچھی طرح خاکستر کر دیا۔ جب وہ باہر آیا تو کمرے میں موجود ہر
 شخص کا چہرہ گہری سنجیدگی لئے ہوا تھا۔
 یوں منہ لٹکا کر بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوگا۔
 ہمیں فوراً حرکت میں آنا چاہیے۔ جمالے پاس مہلت بے حد
 کم ہے اور چلچلی بہت بڑا ہے۔ اسرائیلی ٹیم میں دیے بھی
 بے حد فعال۔ تیز رفتار اور با وسائل ہوتی ہیں۔ اور یہ الیف۔ ڈی
 تو یقیناً ان کی کوئی خاص سی تنظیم ہوگی جسے اتنے بڑے بین الاقوامی
 مشن پر بھیجا گیا ہے۔ ایک طرح کے پیغام سے یہ ظاہر ہوتا ہے
 کہ وہ چاہتا ہے کہ ہم بھی ان کی طرح کسی مجرم تنظیم کے طور پر کام
 کریں لیکن ملک کے خلاف نہیں بلکہ الیف۔ ڈی کے خلاف۔ اس
 لئے ہمیں پہلے تو تنظیم کا نام اور کوڈ متقرر کر لینے چاہئیں تاکہ کام
 کے دوران کوئی الجھن پیدا نہ ہو۔ صفدر نے واپس
 آکر بیٹھتے ہوئے کہا۔
 "نیکس ہم کریں کیا۔ کوئی کلیو کوئی راستہ کچھ
 بھی تو نہیں۔ ایک ٹوک نے تو ہمیں بس اندھیرے میں دھکیل
 دیا ہے۔ ایک نام بتا دیا الیف۔ ڈی اور بس۔" کیپٹن ٹیکسٹیل
 نے منہ ہلنے سے کہنا۔

”ایسے موقعوں پر عمران کی کھوپڑی پتہ نہیں کیسے کام دکھاتی
وہ بھلے کس طرح کوئی نہ کوئی کھیر نکال لیتا ہے۔“ جو لیلہ
منہ ملتے ہوئے کہا۔

”ایک ٹوکے پیغام سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمران ہم سے علیحدہ
کر کام کر رہے ہیں۔ پرائیوٹ طور پر۔۔۔ اور ایف۔ ڈی کے
خلاف کامیابی کے ساتھ ساتھ ہمیں عمران سے پہلے کامیابی حاصل
کرنا ہے۔ ورنہ ہم آئندہ شکست کھانے کے بجائے قابلِ مذہم
ہوں گے۔ اور جہاں تک کیلکولیشن کا تعلق ہے اس کا ایک ذریعہ ہو سکتا ہے
کہ ہم وہاں کی سیکرٹ سروس سے رابطہ قائم کریں۔ وہ یقیناً
ایف۔ ڈی کے خلاف کام کر رہی ہوگی۔ اس کا چین کر لیں۔“ ایف
ہے۔ میں اُسے جانتا ہوں۔“ صفدر نے کہا۔

”لیکن کرنل شہر ایف سے ہم سرکاری طور پر تو نہیں مل سکتے
ایک ٹوکے تو اس کے لئے منع کیا ہے۔“ جو لیلہ نے کہا۔
”آپ لوگ اگر اس مشن کا مجھے لیڈر چن لیں تو یقیناً رکھیں کہ
ایک ٹوکے تو ایک ہفتہ کہتا ہے۔ میں تین روز میں ایف۔ ڈی کے
پرچے اڑا دوں۔“ خاموش میٹھا ہوا تو میرا چاکا بول پڑا۔
”تمہیں لیڈر۔۔۔ ادوہ واقعی اس جیسے مشن کے لئے تو میری
مناسب لیڈر رہے گا۔“ جو لیلہ نے سب سے پہلے کہا۔ اور
تو میرا جو لیا کو حیرت سے دیکھنے لگا۔ جیسے اُسے سمجھ نہ آ رہی ہو کہ سب
سے زیادہ احتجاج تو جو لیا کو کرنا چاہئے تھا۔ لیکن سب سے پہلے
تائید بھی اُسی نے کی ہے۔ اور تو میرا تو کیا باقی ممبر بھی حیرت سے

ہو کر دیکھنے لگے۔ اس قدر اہم مشن کے لئے تو میری کی لیڈر شپ تو
نہ سے زیادہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن جو لیا کا چہرہ بے حد
بدھ تھا۔ اس کے چہرے پر دو دو دور تک کسی مذاق کا کوئی شائبہ
نظر نہ آ رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ دراصل
اس اندھے مشن کی ذمہ داری سے بچنا چاہتی ہے۔
”کیا تم واقعی سنجیدہ ہو جو لیلہ۔ یہ انتہائی اہم مشن ہے۔“
درون نے کہا۔

”تمہیں شاید اس لئے اعتراض ہے کہ تم لیڈر بننا چاہتے ہو۔
جو لیا کی بجائے تو میرے صفدر کی بات کا جواب بڑے
زیادہ از میں دیا۔“

”یہ بات نہیں تو میرا مقصد تو کامیابی ہے۔ لیکن تم جانتے
ایک ٹوکے کیا کہتا ہے کہ وہ ناکامی کا لفظ نہیں سنا چاہتا۔“
درون نے منہ ملتے ہوئے کہا۔

”دیکھو صفدر۔ اس مشن کے لئے ہمیں انتہائی تیز ترین
شن ہونے کا کرانا پڑے گا اور اس کے لئے تو میرے اچھا لیڈر
نا نہیں ہو سکتا۔ تو میرا یہ کاسوں میں ماسٹر ہے جب
ہم سوچتے سمجھتے اور احتیاطوں میں زیادہ دقت لگا دیتے ہیں۔
ماتے میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں کہ اس مشن کے دوران
میرا لیڈر ہو۔“ جو لیلہ نے کہا۔

”اوکے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ صفدر نے
طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگوں کا کیا خیال ہے۔۔۔ جو لیانے باقی ممبرز،
مخاطب ہو کر کہا۔

”ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے مس جولیا۔۔۔ تنویر ہما
ساتھی ہے۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
پھر اس کی بات کی باقی ممبرز نے بھی تائید کر دی اور تنویر کا
ایک لمختہ چمک اٹھا۔ زندگی میں پہلی بار وہ سیکرٹ سر
کالیڈر بن رہا تھا۔

”شکر یہ۔۔۔ اس اعتماد کا شکر یہ۔۔۔ آپ لوگ یقیناً
میں ایک سٹو اور عمران دونوں کو بتا دوں گا کہ اگر آپ لوگوں پر
کیا جائے تو ہمارے اندر کتنی صلاحیتیں موجود ہیں۔۔۔ تنویر
نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور صفدر اور کیپٹن شکیل
دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”اب میرے خیال میں مزید وقت ضائع کرنے کی ضرورت
نہیں۔ تنظیم کا نام اور کوڈ بھی طے کر لے جائیں۔۔۔ جولیا
کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس کے سر سے شون بوجھ
گیا ہو۔

”کیا خیال ہے تنویر۔ کیا نام ہونا چاہیے اس تنظیم کا جو
تم چیف باس ہو۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے
”اس تنظیم کا نام فاسٹ ڈیٹھ ہو گا۔ تاکہ اس کا مخفی بھی
ڈی بی جیسے۔ اس طرح ایف ڈی دے بھی ہو کھلا جائیں۔
اور یہی ہمارا مانو ہو گا۔ فاسٹ ڈیٹھ ڈیٹھ ڈیٹھ۔ ڈی۔“

نور نے چپکے ہوئے کہا۔

”گڈ۔۔۔ اچھا نام ہے فاسٹ ڈیٹھ۔۔۔ ویری گڈ۔
بہ سے پہلے صفدر نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ اور باقی ممبرز نے
اس نام کی تائید کر دی۔ کیوں کہ نام ان سب کو پسند
آتا تھا۔

”کوڈ کیا ہو گا۔۔۔ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔
”میں چیف باس۔۔۔ جولیا باس۔۔۔ صفدر ممبر دن۔۔۔ کیپٹن
شکیل ممبر ڈ۔۔۔ نعمانی ممبر تھری۔۔۔ صفدر یعنی ممبر فور۔ اور
ایمان ممبر فائیو۔ کوڈ تنویر فاسٹ ڈیٹھ۔ یعنی ڈی۔ ایف۔ ڈی
کا۔۔۔ تنویر نے انڈ کوڈ بھی مقرر کر دیا۔
”ادرس کے ٹیکسٹ ہے۔ یہ نوٹس ہو گیا اب آگے کیسے
جیں۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”سنو دوستو۔۔۔ جمید کوادرش دہی کوٹھی جوگی حوا یکسٹونے
انی ہے۔ میں۔ جولیا اور چو بان دیاں رہیں گے۔ جب کہ کیپٹن
شکیل۔ صفدر۔ نعمانی اور صفدر یعنی مختلف ناموں سے مختلف جگہوں
پار رہیں گے۔ ہمارا بی۔ ٹو۔ ڈیٹھ ڈیٹھ ایک دو ممبر سے رابطہ
کا۔ اور اب رہا بلو کا مسئلہ تو صفدر اور کیپٹن شکیل تم دونوں
فوری طور پر کرنل شریعت کو تلاش کر۔۔۔ اور پھر اُسے انوا کر
جمید کوادرش پہنچا دو۔ میں ملٹری سیکرٹ سر میں رہا ہوں
کرنل شریعت کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ انتہائی گنیز پرور
مہنگا قسم کا آدمی ہے۔ وہ آسانی سے قابو نہیں آئے گا البتہ

میں اس سے سب کچھ پوچھ لوں گا۔ اس طرح ہم آگے بڑھنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن کرنل شریف کو انعام کرنے کے لیے
کار کی ضرورت پڑے گی۔“ — صفحہ ۷۷ نے کہا۔

ایک کار آپ جیو کو آرٹھ سے لے سکتے ہیں۔ اور صدیقی
نعمانی تمام دونوں نے باکا شہر میں گھومنا ہے۔ اس کے لیے تو
کا کوئی بھی آدمی اگر کہیں شہر میں نظر آئے یا کہ کسی ایسے شخص
کی طرف سے مشکوک ہو جائے تو اگر تم اسے ادا کر سکو تو شک۔

چونکہ اس نے یہاں کے بڑے بڑے ہوشیوں میں اس بات

چیک کرنا ہے کہ آیا یہاں کوئی شخص موجود ہے جس کا نام اس قومیت سے ملتا جلتا ہو۔ اور جولیا اور میں زیر زمین دنیا کو

گئے۔ اس تنظیم نے یقیناً یہاں کی کسی مقامی مجرم تنظیم سے رابطہ کیا ہو گا۔ اگر وہ ٹرینیں چوہانے کو معاملہ آسان ہو جائے

تذیب کے کسی ماہر یہ سالار کی طرح باقاعدہ جنگی نقشہ مرتب کر دے گا۔۔۔ اسے کہتے ہیں لیڈر می۔ سیکشن تشکیل دے گا۔

کہا۔ اور یوں کامیابہ فرست چکوں کیا۔ اور اس کے بعد وہ سب اپنے اپنے کاموں کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ فاسٹ ڈیڑھ

اب ایسن میں ابھی تھی۔

عمر ان کے ایئر پورٹ سے باہر آیا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر تاجر کے روپ میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بزنس بیگ تھا۔ جس میں بزنس کے متعلق کاغذات ہی بھرے ہوئے تھے۔ ایئر پورٹ سے باہر آتے ہی وہ تیزی سے ٹیکسی لینڈ کی طرف بڑھتا گیا۔ مسر ضیہی انھما اور مسر سلطان سے ملنے کے بعد اس نے بلیک زیرو کے ساتھ مل کر منصوبہ بندی کر لی تھی۔ جس کے مطابق باقی تنظیم کو مختلف پروازوں کی صورت میں بھاشا نہ بھیجا جانا تھا۔ اور انہوں نے علیہ کام کرنا تھا۔ جب کہ عمر ان نے جوزف جوانا اور شائیکو کو اپنے ساتھ علیحدہ رکھا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ انہوں نے مسر کا رمی حیثیت کو سامنے نہیں لے آنا۔ اور عمر ان کا سیکرٹ مروس کے ساتھ شامل رہنے سے پورا گروپ نظروں میں آسکتا ہے۔ اس لئے اس نے علیہ رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ چنانچہ

پاکشیا اور بھاشاندہ ایک ہی ملک تھے تو عمران یہاں سیکڑوں بار
 آچکا تھا۔ اور یہاں زیر زمین دنیا میں اس کے لئے شمار دوست
 موجود تھے۔ اس لئے عمران کے لئے باکا کوئی اجنبی شہر نہ تھا۔ اور
 اپنی دوستیوں کی وجہ سے اس نے وہاں پاکشیا سے ہی جویا گر دپ
 اور اپنے لئے تمام ابتدائی انتظامات شیلی فون پر ہی مکمل کرائے تھے۔
 ٹیکسی مختلف سرخوں سے گزرنے کے بعد سپر پازس مارکیٹ
 کے پہلے چوک پر پہنچ گئی۔ اور عمران نے ٹیکسی کو آکر کرایہ ادا کیا۔
 اور پھر وہ دوں تہذیبی قدم اٹھا مارکیٹ کی طرف بڑھ گیا جیسے اسے
 سوئے کے لئے واقعی بے حد جلدی ہو۔

ٹیکسی اس کے قریب سے ہو کر آگے چلی گئی تھی۔ عمران چلتے چلتے
 ایک بڑی بلڈنگ میں داخل ہوا۔ اور پھر اس بلڈنگ سے باقی
 دوہ ان سے سے نکل کر وہ ایک سڑک پر آ گیا۔ یہاں جلد ہی اسے
 ایک خالی ٹیکسی مل گئی اور اس نے ڈرائیور کو گوشہ کالونی چلنے
 کے لئے کہا۔ کافی دیر تک عمران سبک مرر کی مدد سے تین تہ
 کوچیک کنارہ پار۔ لیکن پھر مطمئن ہو کر مچھ گیا۔ اب اس کا ذہن
 الٹ ڈھکی کی طرف ہو گیا۔ اس نے انتہائی تیز رفتار سے
 کام کرنا تھا۔ اور ساتھ ساتھ اس نے جویا گر دپ کی بھی نگرانی کرنی
 تھی۔ چنانچہ وہ کوئی ایسا راستہ سوچ رہا تھا جس پر چل کر
 وہ جلد از جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے۔ لیکن بظاہر اسے
 ایسا کوئی راستہ نظر نہ آ رہا تھا۔ کیوں کہ ایف ڈی مکمل
 اندر سے میں تھی۔

اسی پر دگرام کے تحت وہ سب فوری طور پر مختلف علاقوں کے
 ذریعے بھاشاندہ میں داخل ہوئے تھے۔ عمران نے احتیاط کے
 طور پر جوزف۔ جوائی اور ٹائیگر کو اپنے سے علیحدہ بھیجا تھا۔ اور خود
 اکیلا آیا تھا۔ عمران نے جویا گر دپ کے لئے بھاشاندہ میں موجود
 اپنے ایک بھروسہ کی معرفت جیڈ ہارڈ اور دو سر انتظام کر دیا تھا۔
 اور خود اس نے اپنے لئے گوشہ کالونی کی ایک کوٹھی کا بندوبست
 کیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے ساتھی وہاں پہلے ہی پہنچ چکے
 ہوں گے کیوں کہ وہ ان مہینوں کو پہنچنے کے بعد روانہ ہوا تھا جوزف
 اور جوائی اس نے اس بار بالکل مختلف میک اپ کیا تھا۔ وہ
 دونوں اب عیسیٰ قومیت کی بجائے عام بھاشاندہ میں میک اپ میں
 تھے۔ اس کے لئے اس نے ماسک میک اپ کا سہارا لیا تھا۔
 اور چون کہ اسے خود اس کے لئے فرصت میسر نہ تھی اس لئے اس
 نے یہ کام ٹائیگر کے ذمہ لگا دیا تھا۔

کہاں چلتا ہے صاحب۔ ٹیکسی میں عمران کے بیٹھے
 ہی ٹیکسی ڈرائیور نے مؤدبانہ انداز میں میٹر کو ڈاؤن کرتے
 ہوئے کہا۔

سپر پازس مارکیٹ لے چلو۔ مگر جلدی۔ ورنہ میرا سودا
 خراب ہو جائے گا۔ عمران نے تاجروں کے سے انداز میں
 آنکھوں پر لگی ہوئی موٹے فریم کی عینک کو ناک کی ٹوک تک کھسکاتے
 ہوئے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا
 دی۔ بھاشاندہ کا دار الحکومت باکا عمران کا دیکھا بھالا تھا جب

صاحب۔ گلشن کا کوئی آنکھی ہے۔ اچانک ڈرائیو نے کہا۔

اور عمران جو اپنے خیالوں میں گم ہو گیا تھا، چونک پڑا۔ ٹیکسی اس وقت کا کوئی کئے پہلے چوک پر ریگک ہوئی تھی۔

ٹیکسیک ہے یہیں اتار دو۔ عمران نے کہا۔

اور ٹیکسی ڈرائیو نے ٹیکسی ایک سائیڈ پر کھڑے روک دی۔

عمران نے میٹر دیکھ کر مایہ ادا کیا اور پھر نیچے اتر آیا۔ وہ اس

وقت تک دہان کھڑا رہا۔ جب تک ٹیکسی آگے بڑھ کر اس کی

نظروں سے غائب نہ ہو گئی۔ اس کے بعد وہ تیز تیز قدم اٹھاتا

آگے بڑھتا گیا۔ پیر ایک سائیڈ روڈ پر اس کے کمرے جب وہ ایک

اور مین روڈ پر پہنچا تو دائیں ہاتھ پر پہلی کوئٹی ہی اس کی مطلوبہ کوئٹی

تھی۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کسی کو اپنی طرف متوجہ

نہ پا کر اس نے بالکل اٹھا کر کال سیل کے مین پر اٹھکی رکھ دی۔ چند

لمحوں بعد بھانگ کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ٹائیگر نے باہر سر نکالا۔ ٹائیگر

چوں کہ اپنی اصل شکل میں تھا۔ اس لئے عمران اسے دیکھتے

ہی پہچان گیا۔

”فرقہ ہے۔“ ٹائیگر نے باہر نکل کر صرست پر تک عمران کو

دیکھتے ہوئے کہا۔

عمران چوں کہ نئے میک اپ میں تھا۔ اس لئے اس کے پہچان

لئے جانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

”کیا سفنا پسند کریں گے؟“ غزال۔ قصیدہ۔ ہجو۔

اناک۔ کچا رنگ۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں

نہادہ عمران صاحب آپ۔ ٹائیگر عمران کی بات سنتے ہی

نہ پڑا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں انتہائی حیرت کے آثار نمایاں

ہوئے۔ کیوں کہ عمران کا اچھا اور چہرہ بالوں کا رنگ اور سٹائل

ب کچھ مختلف تھا۔ اس نے توصیف عمران کے جواب سے اندازہ

پا تھا کہ اس قسم کا جواب عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں دے

تا۔

”معاف فرمائیے۔“ میرا تخلص عمران نہیں۔ بلکہ بے دم ہے۔

پہلے اسے بے دم نہ سمجھ لیجئے۔ ویسے ایک بات ہے۔ میں

ن تو بے دم۔ تو پہلے بے دم کی بجائے بے دم تخلص کیا ہے

۔ واہ صاحب واہ۔ آپ سے ملنے پر کیا خوب صورت تخلص

ڈاگ لیتے۔ عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ عمران ہیں۔ اب چلے آپ

۔ دم میں بابے دم۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ٹائیگر

منہ سے ہوتے کہا۔

”کمال ہے۔“ کیوں فرق نہیں پڑتا۔ ان دونوں کے فرق پر تو

ایچ۔ ڈی کے لئے مقالہ لکھا جاسکتا ہے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ

فی ہی نہیں پڑتا۔ بہر حال اس وقت میں تھکا ہوا ہوں دھلے

لئے تو دو تین سال چاہئیں۔ اور میری ٹانگوں میں اتنی سکت

میں ہے کہ یہیں بھانگ پر کھڑے کھڑے دو تین سال گزار

دوں ۛ۔۔۔ عمران نے اس بار اپنے اصل بچے میں کہا۔
اور ٹائیگر جو کھڑکی کے عین درمیان راستہ روکے کھڑا
ادھ کی آواز نکال کر ایک طرف ہو گیا۔ اور عمران ذیلی کھڑکی سے
داخل ہو گیا۔

”تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ حالانکہ میں نے بدلے ہوئے
میں بات کی تھی ۛ۔۔۔ عمران نے کوٹلی کے برآمدے کی طرف
بڑھتے ہوئے اپنے ساتھ آتے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر
”آپ کا صفحہ میں جواب ۛ۔۔۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہ
”اوه۔۔۔ بیڈبان ہی مجھے ایک روز مرہ لہائے گی نہ چل جائے
یا جو وہ بھی خود بخود چل پڑتی ہے ۛ۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہو
کہا۔ اور ٹائیگر ہنس پڑا۔

برآمدے میں نئے ۛ۔۔۔ مقامی میک اپ میں جوانا اور جوز
بھی کھڑے تھے۔ ٹائیگر کے اطمینان بھرے انداز میں ساتھ آ
کی وجہ سے وہ سمجھ گئے تھے کہ آنے والا عمران ہے۔ حالانکہ
وہ بالکل ہی مختلف میک اپ میں تھا۔ البتہ قد و قامت سے
عمران ہی لگتا تھا۔

”ہائس ۛ۔۔۔ آپ نے بلیک ڈیوٹھ کا سارا پروگرام ہی در
برہم کر دیا تھا۔ ہم نے شانی لاک کو تقریباً دو گھنٹہ بھی لیا تھا کہ
کی ایمرٹنی کال ملی اور ہمیں یہاں دوڑ کر آنا پڑا ۛ۔۔۔ جوزف
بڑا سمانڈہ بناتے ہوئے کہا۔

”وہ ہمارا شانی لاک یہاں پہنچ گیا تھا۔ لیکن اسے وہ بلیک ۛ

یہاں گئی۔ یہاں تو ڈاک براؤن ڈیوٹھ کی نظر آ رہی ہے ۛ
عمران نے چونک کر کہا۔ وہ خود سے ان دونوں کے میک اپ کو
یکہ رہا تھا۔ اور اس کی نظروں میں تجسیم کے آثار نمایاں ہو
تے تھے۔ ٹائیگر نے واقعی انتہائی کامیاب ماسک میک اپ کیا
تھا۔ عمران نے اسے خود میک اپ کی تربیت دی تھی۔ اور
اچ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے شاگرد نے واقعی شاگردی کا حق ادا
کر دیا ہے۔

”کیا میک اپ ہے عمران صاحب ۛ۔۔۔ ٹائیگر نے جو اس کے
پس ہی کھڑا تھا بڑے رشتہ تیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔
”گڈ شو۔۔۔ میرا خیال ہے اب فارغ پھرے گی جیسے تم
میک اپ کھڑے کی دکان کھول لو۔ عورتوں کے ذریعے ان کے
شوہروں اور والدین کی تمام کمائی تیزی سے ہمارے اکاؤنٹ
میں منتقل ہونا شروع ہو جائے گی ۛ۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور
ٹائیگر کا چہرہ کھل اٹھا۔ عمران کی تعریف اس کے لئے سب سے بڑا
تعریفی سرٹیفکیٹ تھا۔

”اوه ہائس ۛ۔۔۔ شانی لاک یہاں پہنچ گیا ہے۔ پھر تو اچھا ہوا
کہ ہم یہاں آ گئے ۛ۔۔۔ جوزف نے خوشنصبت ہوتے ہوئے کہا لیکن
جوانا خاموش کھڑا تھا۔

”کیا میک اپ کے ساتھ ساتھ ہمارا ہی زبان بھی کاٹ دی گئی
ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو کم از کم اشاروں سے ہی سلام دعا
کر لو ۛ۔۔۔ عمران نے جو ان سے مخاطب ہو کر کہا جواب تک

خاموش کھڑا تھا۔

”ماسٹر۔ جو ذرا توجہ داتی آدمی ہے۔ آپ کی ایمر خبی کا سنتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ بھلا نہ میں کوئی نیکس شروع ہو گیا۔ شافی لاک نہ ہے کوئی اور یہی۔۔۔ جو انانے جو سیٹے لے میں یہاں ایف۔ ڈی سہی۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر وہ انہیں لے ہوئے اندر گھرے میں آ گیا۔ یہاں بیٹھے ہونے مختصر طور پر ان تینوں کو نئے مشن کے سلسلے میں بریف کیا۔ صحیح پس منظر ذہن میں آ جانے کی وجہ ان کی کارکردگی میں کوئی تاثر ہے۔

”میر۔ اس کا مطلب ہے۔ ایف۔ ڈی کے ساتھ ساتھ ہم سیکرٹ سروس سے بھی حکمران پرٹے گا۔ میرا مطلب ہے اپنی سیکرٹ سروس سے۔۔۔ ہانگیر لے کہا۔

”نہیں۔۔۔ حکمرانے کا لفظ ہم نے غلط استعمال کیا ہے۔ ہم انہیں سپورٹ کرتی ہے اور کام بھی کرنا ہے مقصد تو ایف۔ ڈی قائم ہے۔ چاہے ان کے ہاتھوں ہو جائے یا ہمارے ہاتھوں۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن ماسٹر۔ کیا اس کا کوئی آدمی آپ کی نظروں میں ہے جو انانے پوچھا۔

”ابھی نہیں۔۔۔ لیکن میں جلد ہی اسے ڈھونڈھ نکالوں گا۔ فی تم تینوں اپنی اپنی ڈیوٹی اچھی طرح سمجھ لو۔۔۔ تم تینوں نے شہرہ گھوم کر ایسے آدمی کو تلاش کرنا ہے۔ جس پر اسرارینی قومیت کا کئی

ہو سکے۔ چاہے وہ میک اپ میں ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے ہی ایسا کوئی آدمی نظر آئے تم نے صرف اس کی تحرانی مگر کرنی ہے۔۔۔ اور مجھے وایج ٹرانسمیٹر پر اطلاع دینی ہے اور تیارا کام ختم۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اودہ سر۔ ایسا آدمی میں نے دیکھا ہے۔ ہم جب ٹیکسی پر بیٹھ کر یہاں آ رہے تھے تو جو ٹل گاڑا کے سامنے ٹریفک کے رش کی وجہ سے سہاڑی ٹیکسی بھڑکی دیر کے لئے کئی اس وقت میں نے ایک آدمی کو بوش کے جگڑٹ سے نکل کر پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔ واصل میں اس کی چال دیکھ کر چونکا تھا۔ اس کی چال بتا رہی تھی کہ وہ شخص یقیناً مارشل آرٹ کا ماہر ہے۔ اور اس کی قومیت یقیناً اسرارینی تھی۔۔۔ چوں کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی علم نہ تھا اس لئے میں نے اس پر مزید کوئی توجہ نہ دی تھی۔ البتہ میری نظروں اس کار کی نمبر پلیٹ پر ضرور پڑی تھیں۔ جس میں وہ بیٹھ رہا تھا۔ اور لا شوزنی طور پر کار کا نمبر ابھی تک میرے ذہن میں موجود ہے۔۔۔ ٹائیگر لے کہا۔ اور عمران حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ ٹائیگر تو واقعی اس کے بھی کان کاٹنے لگا تھا۔

”اچھا نمبر بتاؤ۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔ اور ٹائیگر نے نمبر دہرا دیا۔

”عمران نے دھیانی میز پر بڑا ہوا شیلی فون اپنی طرف کھسکایا۔ اور اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”یس۔۔۔ کہنے آگوش۔۔۔ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوتے ہی ایک گرفت آواز رسید میں گونجی۔

”نادر سے بات کراؤ۔۔۔ میں پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔۔۔ عمران نے سنجیدہ ہلے میں کہا۔

”ادہ یس سر۔۔۔ ہولڈ آن کیجئے۔۔۔ دوسری طرف سے چونکتے ہوئے کہا گیا اور عمران خاموش ہو گیا۔

”یس۔۔۔ نادر بول رہا ہوں۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”نادر۔۔۔ میں پرنس ہوں۔ ایک کار کا نمبر نوٹ کر دو۔ اور مجھے فوری طور پر پتہ کر کے بتاؤ کہ یہ نمبر کس کو الاٹ ہے۔ اور اس کا پتہ۔۔۔ عمران نے کہا۔

”نوٹ کر لیئے۔۔۔ دوسری طرف سے نادر نے جواب دیا اور عمران نے ٹائیگر کا بتایا جو اندر دوہرا دیا۔

”ٹیکس ہے۔۔۔ میں ابھی پتہ کر ادیتا ہوں۔ گشتن پر پی فون کروں۔۔۔ دوسری طرف سے نادر نے کہا۔

”ٹم۔۔۔ میں وہیں موجود ہوں۔ لیکن پلینر جلدی“

عمران نے کہا اور رسیدور رکھ دیا۔

نادر ہی وہ شخص تھا جس کی مدد سے اس نے یہ کوٹھی حاصل کی تھی۔ عمران کا پرانا دوست تھا اور دار الحکومت میں خاصا بااثر سمجھا جاتا تھا۔

”اس کا حلیہ تو بتاؤ۔ شاید کوئی شناسا ہی نکل آئے۔“

مران نے رسیدور رکھ کر ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ٹائیگر نے فحیل سے حلیہ بتانا شروع کر دیا۔

”کیا تم صبح کبہ رہے ہو۔۔۔ عمران حلیہ سننے ہی اس لارج چونکا۔ جیسے اس سے جسم کو طاقت و کرنٹ لگ گیا ہو۔

”مخو میں نے اُسے سرسری طور پر ہی دیکھا تھا مگر۔۔۔ لیکن پھر بھی میری یادداشت اتنی کمزور نہیں ہے۔“ ٹائیگر نے اعتماد بھری میں کہا۔

”ادہ ٹائیگر۔۔۔ تم نے انتہائی زبردست کھیل حاصل کر لیا ہے۔ ادہ۔۔۔ تو یہ بھی یہاں موجود ہے۔۔۔ عمران کے چہرے پر ایک سخت سنجیدگی اتر آئی تھی۔

”کون سے یہ۔۔۔ ٹائیگر نے حیرت بھرے ہلے میں کہا۔

”اسرائیل کی سب سے طاقت ور تنظیم کا سربراہ کرنل ہمیرخ۔ اس کی تنظیم کا نام ہے ریڈ آرمی۔ ہم پہلے ہی اس سے ٹکرا چکے ہیں۔ تو میرا اندازہ سو فی صد درست نکلا۔ یہ ایف۔ ڈی اسرائیلی تنظیم ہے۔ اور شاید ریڈ آرمی کا نیا نام رکھا گیا ہے۔“

عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اگر مجھے اس وقت ڈرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ یہ شخص ایسی حیثیت کا مالک ہے تو میں اُسے کبھی بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتا۔“ ٹائیگر نے افسوس بھرے ہلے میں کہا۔

”اب بھی وہ میری نظروں سے نہیں چھپ سکتا میں اُسے پاتال کی چھرائیوں سے بھی نکال لاؤں گا۔“ تم خود سوچو ڈیو

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کیا مطلب ہوا۔۔۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 "میں نے رجسٹریشن آفس سے معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ مارش
 کے نام پر یہ کار خریدی گئی ہے۔ اور پتہ ایسی کا کوئی کا درج
 ہے جو انتہائی غریب طبقے کی آبادی ہے۔ اس پر میں چونک پڑا۔
 کہ پتہ جان بوجھ کر غلط لکھا گیا ہے۔ میں نے مزید ٹریس کیا
 کہ یہ کار کون سے فرم سے خریدی گئی ہے۔ کیوں کہ رجسٹریشن
 آفس میں میرے آدمی نے بتایا تھا کہ اسے صرف دو روز پہلے رجسٹر
 کیا گیا ہے۔ اتفاق سے وہ شوروم جہاں سے کار خریدی گئی
 ہے۔ میری ہی ملکیت ہے۔ چنانچہ میرے پوچھنے پر غور نے بتایا
 کہ اس کار کی ادائیگی سیکرٹری وزارت خارجہ رام داس کی طرف سے
 کی گئی ہے۔ اور ان کا ڈرائیور ہی آکر لے گیا تھا۔ لیکن رسید
 پر نام مارش کا درج کرایا گیا۔۔۔ تاہم نے تفصیل بتائے ہوئے کہا۔
 "اد۔۔۔ کے تھینک بوش۔۔۔ عمران نے کہا اور رسید رکھ دیا۔
 "تو یہ بات اب سامنے آگئی کہ سیکرٹری وزارت خارجہ رام داس
 اسٹریٹل کا آدمی ہے۔ چلو پھر پہلے اسی سے دو دو بات چیت ہو جائیں
 عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور ٹائیگر جوزف اور جونا بھی
 اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

اور وہ بھی بلیک۔۔۔ اُسے کون روک سکتا ہے۔۔۔ عمران
 مسکراتے ہوئے کہا۔
 "کیا مطلب۔۔۔ یہ بلیک ڈیوٹھ کا کیا مطلب ہوا۔

ٹائیگر نے چونکے ہوئے کہا۔

"یہ نئی تنظیم ہے۔ جوزف اور جونا پر مشتمل۔ تم دیکھنا کہ
 پاکیشیا دار الحکومت میں موجود پشمرموں کا کس طرح ناظمہ بند ہو
 ہے۔ اور یہ بلیک ڈیوٹھ تنظیم اب بھاشا ند کے دار الحکومت
 باکامین منتقل ہو گئی ہے۔ اب ٹائیگر اور عمران بھی اس تنظیم میں
 شامل ہو چکے ہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور
 جوزف اور جونا کے ساتھ ساتھ ٹائیگر بھی مسکرا دیا۔ وہ کبھی جو
 تھا کہ عمران یہاں اپنے گروپ کا نام بلیک ڈیوٹھ رکھنے کا فیہ
 کر چکا ہے۔

اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران
 نے رسید روٹھالیا۔

"پرنس آف ڈوم ڈوم سپیکنگ۔۔۔ عمران
 جان بوجھ کر ڈھپ کو ڈوم ڈوم میں بدل دیا۔
 "تاہم بول رہا ہوں پرنس۔۔۔ میں نے آپ کی مطلوبہ
 کو ٹریس کر لیا ہے۔ یہ کار سیکرٹری وزارت خارجہ رام داس
 دو روز قبل ایک شخص مارش کے نام پر خریدی ہے۔۔۔ تاہم
 نے کہا۔

"سیکرٹری وزارت خارجہ نے خریدی ہے مارش کے نام پر

آنے کے بعد ایف۔ ڈی کے سربراہ کرنل چارلس سے اس کی گفتگو ہو چکی تھی۔ اور اس نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی طرف سے بے فکر ہو کر کام کریں۔ انہیں ریڈ آرمی سنبھال لے گی۔ بلکہ کرنل جمیرج نے کرنل چارلس کا شکریہ ادا کیا تھا کہ اس نے ریڈ آرمی کو یہ موقع دلا ہے کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس سے پچھلے واقعات کا بھرپور اندازہ میں انتظام لے سکے۔ کرنل جمیرج سیکرٹ سروس کے صرف چند افراد سے ہی واقف تھا۔ خاص طور پر ایک شخص علی عمران کا قد و قامت اس کا علیہ اس کی گفتگو کا انداز اس کے ذہن میں نقش تھا۔ اور اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی اس کا علیہ پر ایف کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے دیگر ساتھیوں کے محلے بس معمولی سے آئے یاوتے۔ لیکن اُسے اپنی یادداشت پر مکمل اعتماد تھا کہ وہ انہیں دیکھتے ہی پہچان لے گا۔

کرنل جمیرج ہوٹل سلاڈار سے باہر جیسے ہی نکلا اس نے ہوٹل کے اندر جاتے ہوئے دو افراد کو واضح طور پر چمکے ہوئے دیکھا۔ وہ دونوں آئے دیکھ کر چمکے تھے۔ دونوں اپنی جال ڈھال سے غاصے لڑاکے اور تھوس جہوں کے مالک نظر آتے تھے۔ لیکن کرنل جمیرج کے لاشعور میں ان کے قد و قامت اور جال ڈھال کے متعلق کوئی شائبہ موجود نہ تھا۔ لیکن ان کے چمکنے کا اندازہ ایسا تھا کہ اُسے یقین ہو گیا کہ یہ دونوں یا تو پاکیشیا سیکرٹ سروس سے متعلق ہیں یا پھر ان کا تعلق بھاشانہ سیکرٹ سروس سے ہے۔

کرنل جمیرج ہینرٹ دو روز سے بھاشانہ میں موجود تھا۔ اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر الگ بنایا تھا۔ اور ریڈ آرمی کے سامنے ممبر شہر بہر میں پھیل کر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ دوسرے سارے افراد تو میک اپ میں تھے۔ کیوں کہ انہیں بھاشانہ سیکرٹ سروس کی طرف سے بھی خطہ لاحق تھا۔ لیکن کرنل جمیرج اپنے اصل روپ میں تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اگر وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو نہ ڈھونڈ سکا تو اس کی اصل شکل صورت دیکھ کر پاکیشیا سیکرٹ سروس لازماً اس سے ٹکرانے لگی اور اس کا مقصد بہر حال حل ہو جائے گا۔ اس لئے وہ کارلے مختلف ہوٹلوں اور کیفوں میں پکر ٹکا رہا تھا۔ کار اُسے ایف۔ ڈی نے بھوائی تھی۔ اسی طرح ہیڈ کوارٹر کے لئے باقی انتظامات بھی ایف۔ ڈی نے ہی کئے تھے۔ یہاں

اس نے جان بوجھ کر پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے قدم آہستہ کر دیئے۔ کوٹ کی جیب سے ایک مخصوص انداز کی عینک نکال کر آنکھوں پر لگا لی۔ اس عینک کے ایک شیشے میں یہ خصوصیت تھی۔ کہ یہ ایک کھائی کے پچھلے سمرے پر لگے ہوئے ٹیلی ویژن کی مدد سے پچھلا منظر عینک کے شیشے پر واضح کر دیتا تھا۔ جب کہ دوسرا شیشہ عام سا شیشہ تھا اور باہر سے دونوں ایک جیسے ہی ڈال نظر آتے تھے۔ اس طرح عینک پہننے والا بیک وقت آگے اور پیچھے واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔ کرنل ہمیرخ اٹلینان سے لگے بڑھتا گیا۔ البتہ وہ بار بار پچھلے منظر کا بھی جائزہ لے رہا تھا۔ اور اس کی توقع کے میں مطابق چومکنے والے دونوں افراد جو ہوش کے اندر داخل ہوئے تھے جلد ہی باہر آگئے۔ اور اب وہ بھی پارکنگ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ دونوں آپس میں سرگوشی کے سے انداز میں باتیں بھی کر رہے تھے۔ کرنل ہمیرخ ایسی کار تک پہنچا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر اس نے عینک اتار کر وہاں بیٹھ بیٹھ کر دیکھی۔ کیوں کہ کار میں بیک ویو مرر کی موجودگی کے بعد اس کی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ اور پھر وہ کار چلتا ہوا ان دونوں کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ اس نے اچھٹی چوٹی نظر میں ان دونوں پر ڈالیں اور کار کو باہر سرنگ پر لے آیا۔ اس نے بیک مرر میں ان دونوں کو بھی ایک کار میں بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ یہ بھی سننے ماڈل کی کار تھی۔ ان کی کار کو بیک مرر میں اچھی طرح پہچان کر اس نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ

ہے ان دونوں کا تعلق کسی بھی گروپ سے ہو۔ انہیں ہر حالت میں پکڑ کر مارٹر پہنچانا چاہیے۔ چونکہ کام کو کچھ تو آگے بڑھایا جاسکے۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ اور اسے اپنے ساتھ سیڈیٹ پر رکھ کر اس نے اس کا بٹن دبا دیا۔ اور اس سے منسلک ایک باریک سی تار کھینچ کر اس نے اس کے ساتھ لٹے ہوئے پوائنٹ کو اپنے کان میں ایڈجسٹ کر لیا۔ اس طرح اس طرح ایئر فون کان میں لگایا جاتا ہے۔

”ہیس۔ آر۔ اے۔ ڈائریکٹ“ چند لمحوں بعد ہی ایک آواز اس کے کان میں گونجی۔

”متم کہاں موجود ہو۔ آر۔ اے دن اور رات۔ کرنل ہمیرخ نے کڑخت بھیج میں کہا۔

”میں سپر پارکنگ میں ہوں جناب اور۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

اور اسی لمحے کرنل ہمیرخ کی جھوٹی ہونٹوں پر ایک دکان کے سائین بورڈ پر پڑیں۔ اور اس نے اس پر دو گانا مڑھ لیا۔ ویسے بھی جوں کہ آتے یہاں جھوٹے ہونے دو روز ہو گئے تھے اس لئے وہ مرر کوں چوکوں سے کسی حد تک واقف ہو چکا تھا۔ لیکن تسلی کی خاطر اس نے سائین بورڈ پر دو گانا مڑھنا مت سب سمجھا تھا۔

”میں اعظم روڈ پر ہوں۔ دو ٹھکر آدمی نیلے رنگ کی ڈالٹن میں میری کار کا تعاقب کر رہے ہیں۔ انہیں جیٹ کو مارٹر پہنچانا

بھگ ایک جنگ سی بائی روڈ نظر آگئی۔ اس نے تیزی سے اپنی کار بائی روڈ کی طرف موڑ دی تاکہ نیلی کا بھی اس کے پیچھے اس طرف نہ آئے۔ اور اُسے آسانی سے شریک پیدا کیا۔ ریڈ آرمی کی وہ جو نیلی کا رستہ آگے آرہی تھی کرنل جمیر خ کی کار کو بائی روڈ کی طرف سے دیکھ کر دوبارہ نیلی کا رستہ چھو گئی۔ اور کرنل جمیر خ بائی روڈ پر مڑتے ہی اپنی کار دونوں کے ایک ذخیبہ کی طرف آئی اور اُسے درختوں کی آڑ میں کر کے روک دیا۔ تھوڑی دیر بعد نیے رنگ کی کار اس بائی روڈ پر مڑی اور تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ چند لمحوں بعد ہی ریڈ آرمی کی دونوں کاریں اس کے پیچھے آئی۔ ریڈ آرمی اور دوسرے کچے ایک کار جبٹ جہاز کی سی سپیڈ میں دوڑتی ہوئی نیلی کار کو کراس کر کے تیزی سے اس کے سامنے پہنچی ہو کر اُسے دبانے لگی۔ اُسی لمحے دوسری کار بھی نیلی کار کے عقب میں عین اسی کے اوپر پہنچ گئی اور چند لمحوں بعد انہوں نے نیلی کار کو روک جلانے پر مجبور کر دیا۔ اور پھر ریڈ آرمی کے افراد کاروں سے نکل کر تیزی سے نیلی کار کے گرد پھیلنے چلے گئے۔ اور کرنل جمیر خ نے المیہ نمان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے اپنی کار کو درختوں کی آڑ سے نکالا اور واپس عین روڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ ریڈ آرمی اب ان دونوں کو لے کر آسانی سے میدان کا ڈھیر بن جائے گی۔

۴۲

سے زندہ حالت میں۔۔۔ تم باقی تمام ممبروں کو کال کر کے اعظم پر پہنچنے کے لئے کہہ دو۔ میں اعظم روڈ سے اگلے چوک سے دائیں طرف تیز الدین روڈ پر گھوم جاؤں گا جو سیدھی ساحل سمندر کی طرف آجاتا جاتی ہے اور کسی حد تک سسنان بھی رہتی ہے۔ تم فوراً پہنچنا اور انہیں کور کر کے میڈ کو اسٹریٹ پر لے آؤ اور اینڈ آں ڈاکٹر کزنل ہمیرخ نے کرخت لہجے میں آئے تو کو بیادیت کی اور پھر کان سے ایئر فون اٹا کر اس نے ٹرانسمیٹر کو وہاں سبیب میں ڈال لیا۔ اب وہ پورنی طرح مطمئن تھا اسے معلوم تھا کہ ریڈ آرمی کی دونوں کادیں جلد ہی انہیں کور کر لیں گی۔ نیلی ڈاشن بڑی احتیاط سے اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ ان کا اندازہ خاصا مبرا نہ تھا۔ اگر کزنل ہمیرخ شمر سے انہیں نظر میں رکھے ہوتے نہ ہوتا تو پھر تعاقب کا پتہ چلانا واقعی اس کے لئے دشوار ہو جاتا۔

تیز الدین روڈ پر اس کی توقع کے عین مطابق شریک کا اتنا دشمن موجود نہ تھا۔ اکا دکا کادیں آج رہی تھیں۔ اب نیلی ڈاشن کا فاصلہ کافی ہو گیا تھا۔ اور پھر ابھی اس نے ساحل تک پہنچنے کے لئے آدھا راستہ ہی طے کیا جو گاگہ اس نے ریڈ آرمی کی دونوں کادروں کو نیلی کاد کے پیچھے آتے ہوئے دیکھا۔ کزنل ہمیرخ کے لبوں پر اطمینان بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب ریڈ آرمی کی ایک کاد نیلی کاد سے آگے اور ایک پیچھے تھی۔ سڑک پر چون کہ کادیں آجادی تھیں۔ اس لئے وہ شاید موقع کی انتظار میں تھے۔ اور پھر کزنل ہمیرخ

چھوٹی تھی۔ اس نے دوبارہ وہی نمبر بتایا تھا۔ اس لئے اس نے
لیڈن تیز کی کوڈ اکثر کی نگرانی پر تعینات کر دیا تھا۔ اس نے اس
کا فون بھی ٹیپ کرنے کے اشتیاقات کر لئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ
اس نے ویسٹرن کال میں سفارت خانے کے چیف سیکرٹری جان ہنٹ
انگریزی کے بھی اشتیاقات کر لئے تھے کہ شاید کوئی کیو سلسلے آ
لئے۔ لیکن اب تک ہر طرف خاموشی ہی تھی کسی طرف سے
کئی کوئی اسید افزار پورٹ نہ مل رہی تھی۔

ایچانک میز پر پڑا ہوا ایٹلی فون تیز آواز سے بچ اٹھا۔ اور کرنل
شریف نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ ان کی
میز پر دو ایٹلی فون تھے۔ ایک پی۔ اے سے لٹک تھا جب کہ دوسرا
براہ راست نمبروں کا فون تھا۔ اور کال براہ راست نمبروں
والے فون پر تھی۔ یہ فون فیلڈ ورک کے لئے تھا تاکہ ایمر جنسی میں
براہ راست فون کیا جاسکے۔

”میں کرنل شریف سپیکنگ؟“ کرنل شریف نے
بڑے سنجیدگی سے کہا۔ کیوں کہ اس کا خیال تھا کہ فیلڈ ورک
ایٹلی فون پر کسی ممبر کی ہی کالی ہوگی۔

”جج۔ جناب۔ آپ سیکرٹ سروس کے
چیف جن نمائی۔ دوسری طرف سے ایک نامائوس سی
اور نگرانی ہوئی سی آواز سنا کی دی۔“

”اُدھ۔ کون ہو تم۔ میں سیکرٹ سروس کا چیف
ہوں۔“ کرنل شریف نے برہمی طرح چونکتے ہوئے پوچھا۔

کرنل شریف اپنے دفتر میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔
وقت وہ دفتر میں کیلا تھا۔ سر توڑ کوششوں کے باوجود
ایٹ۔ ڈی کا کوئی سراغ حاصل نہ کر سکا تھا۔ حالانکہ ایٹ۔ ڈی
پے دیپے تحریکی کارروائیاں کئے علی جا رہی تھی۔ لیکن وہ
کچھ اس ماہر انداز میں کر رہے تھے کہ اپنے پیچھے کوئی کیلچونہ چھو
رہے تھے۔ اور نہ ہی انہوں نے مقامی مجرموں میں سے کسی
کنکٹ کیا تھا کہ ان کے ذریعے وہ ان کا سراغ نکال لیتا۔ اُدھ
حکومت کا دباؤ اس پر مسلسل بڑھتا جا رہا تھا۔ خاص طور
ڈاکٹر سبطین کے واقعے کے بعد تو وہ اور زیادہ محتوب ہو گیا تو
کیوشن تیز کی کو اس نے ڈاکٹر سبطین کی نگرانی پر مستقل لگا دیا
کیوں کہ اُسے اب بھی یقین تھا کہ ڈاکٹر سبطین مجرموں سے متعلق
ہے۔ اس نے اس دیش کو دوبارہ بلا کر اس سے بھی مزید

دلہا دیکھئے۔ غریب آدمی ہوں۔ ریاض احمد نے ہٹے سے پیچھے میں کہا۔

اور۔ واقعی تمہیں انعام ضرور ملے گا۔ تم کون سے پبلک سے بات کر رہے ہو۔ کرنل شریف نے تیز لہجے میں پوچھا۔

جناب۔ آصف جاہ روڈ کے تیسرے بوتھ سے۔ لیکن میں یہاں سے ہٹ جاؤں گا۔ آپ مجھے کیسے عطف کے عقی طرف

دو جگہ محفوظ رہے گی۔ آپ اپنی کوئی نشانی بتادیں۔ میں کو پہچان کر خود بات کروں گا۔ ریاض احمد نے کہا۔

ٹھیک ہے۔ میں کار میں آ رہا ہوں۔ سیاہ رنگ کی ساکر ہے۔ میں نے نیلے رنگ کی ٹائی باندھ رکھی ہوگی۔

شمر عین نے فوراً ہی دھانمہ ہوتے ہوئے کہا۔ بہتر جناب۔ میں انتظار کروں گا۔ اور وہ میرا انعام؟

فی احمد نے کہا۔ اور۔ تم بھڑک کر۔ اگر تمہاری اطلاع واقعی درست ثابت ہو تو تمہیں تمہاری توقع سے بڑھ کر انعام ملے گا۔ کرنل شریف نے لہجے میں کہا۔

ب۔ بہتر جناب؟۔ دوسری طرف سے ریاض احمد مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اور کرنل شریف نے ریوڑ کر کے دل پر

ٹکا۔ اور پھر اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ بلدا ز جلد اس آدمی سے ٹیکو حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس کام

فرج۔ جناب۔ چاروی باتیں اور تو کوئی نہیں سن رہا۔ انکو انہی نے آپ کا یہی براہ راست نمبر بتایا تھا۔ جناب میں

اجم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

کوئی نہیں سن رہا۔ تم کھل کر بات کرو۔ کیا اطلاع دینا چاہتے ہو۔ پہلے اپنا تعارف کرنا۔ کرنل شریف نے

کہا۔ جناب۔ میرا نام ریاض احمد ہے۔ میں سکریٹری کا مال فروخت کرتا ہوں۔ میں اس وقت ایک پبلک بوتھ سے فون کر رہا ہوں

جناب جی لوگوں نے بی۔ ایل پارٹی کی عمارت کو تباہ کر دیا۔ ان ایک آدمی کو میں جانتا ہوں۔ اس سلسلہ میں آپ کو اطلاع دینا

چاہتا ہوں۔ مگر جناب۔ انہیں بھی شاید شک ہو گیا ہے۔ میری جان خطرے میں ہے۔ وہ بے حد خطرناک لوگ ہیں۔

دوسری طرف سے ریاض احمد نے جواب دیا۔ فوراً بتاؤ۔ یہ کون لوگ ہیں۔ دھڑک کر دیکھ کر سردس

تمہاری حفاظت کرے گی۔ کرنل شریف ریاض احمد کی باز

سن کر اسے اختیار کر سی سے اچھل پڑا۔ اس کے تو کبھی تصور میں بھی

آسکتا تھا کہ جس ٹیکو کے پیچھے وہ اور اس کی ٹیم ماری ماری پھر رہی ہے وہ اتنی آسانی سے ہاتھ آجائے گا۔

جناب۔ ایسی بات ہے۔ اگر آپ یہاں آجائیں تو میں آپ کو تفصیل سے سب کچھ بتا دوں گا۔ اور پھر آپ کی موجودگی میں مجھے

توصلہ بھی رہے گا۔ اور جناب۔ اگر ہو سکے تو مجھے کچھ انعام

میں اس کے خیال کے مطابق دیر نہیں جونی چاہیے تھی۔ کیوں کہ ایسے لوگ کسی بھی انداز میں خوف زدہ ہو کر بھاگ جایا کرتے ہیں۔ اس لئے اس نے انتہائی تیز رفتاری سے کار ہینڈ کو اس سے باہر نکالی اور پھر آصف جاہ روڈ کی طرف بڑھتا گیا۔ مختلف سمتوں سے گزرنے کے بعد اس کی کار آصف جاہ روڈ پر پہنچ گئی۔ اور وہ کیسے عاطف کی سائیکل میں بھٹکی ہوئی ایک چھوٹی سی سڑک پر اس کے کار روڈ دی۔ کیوں کہ یہی چھوٹی سڑک گھوم کر کیسے عاطف کا عقب سے ہوتی ہوئی نیشنل گارڈن کی طرف جاتی تھی۔

کیسے عاطف کے عین عقب میں پہنچ کر اس نے کار روڈ کی یہ جگہ بالکل ہی سسٹان پر مبنی تھی اور دور دور تک کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ کرنل شریف بڑی بے چین نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس کی کار کی دوسری سائیکل کا دروازہ کھلا۔ اور کرنل شریف بڑی طرح چوکا ہوا۔ آنے والا اس قدر اچھا سے آیا تھا کہ کرنل شریف اس کے قدموں کی آہٹ بھی نہ سن سکا تھا۔ اور دیکھے بھی اس کا دھیان سڑک کی طرف ہی تھا جب کہ آنے والا کیسے کی عقی عمارت کی طرف سے آیا تھا۔ کرنل شریف نے چوکا کر دیکھا کہ وہ ایک لمبا توڑنگا اور چار پہرے بھرے جسم کا نوجوان تھا جس نے عام سا کوٹ اور پتلوا پہن رکھی تھی۔

کرنل شریف بڑی بے چین نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس کی کار کی دوسری سائیکل کا دروازہ کھلا۔ اور کرنل شریف بڑی طرح چوکا ہوا۔ آنے والا اس قدر اچھا سے آیا تھا کہ کرنل شریف اس کے قدموں کی آہٹ بھی نہ سن سکا تھا۔ اور دیکھے بھی اس کا دھیان سڑک کی طرف ہی تھا جب کہ آنے والا کیسے کی عقی عمارت کی طرف سے آیا تھا۔ کرنل شریف نے چوکا کر دیکھا کہ وہ ایک لمبا توڑنگا اور چار پہرے بھرے جسم کا نوجوان تھا جس نے عام سا کوٹ اور پتلوا پہن رکھی تھی۔

کرنل شریف نے آنے والے نوجوان نے ساتھ والی آسانی سے مجرموں کے پھندے میں پھنس گیا۔ حالانکہ اُسے

اُسی وقت سمجھ جاتا چاہیے تھا کہ معاملے میں کوئی گڑبڑ ہے۔ جب اطلاع دینے والے نے اُسے سسٹن جگہ پر بلایا تھا۔ ظاہر ہے کوئی عام آدمی ایسا نہ کر سکتا تھا وہ یقیناً کسی پرہجوم جگہ پر اُسے بلاتا تھا کہ مجرموں کے حملے سے محفوظ رہے۔ لیکن اب پوچھنے لگے کیا ہوتا تھا۔ اشتیاق اور جستجس نے واقعی اُسے پاگل کر دیا تھا۔ ورنہ وہ اپنی حفاظت کا باقاعدہ بندوبست کر کے جاتا۔ لیکن اس کے باوجود وہ دل ہی دل میں ایک لحاظ سے مطمئن بھی تھا کہ چلو اسی پہانے کم از کم وہ مجرموں سے بچا رہا تو سہی۔ اب یہ اس کی اپنی صلاحیتیں تھیں کہ وہ ان کے پھنسے سے نکل سکتا ہے یا نہیں۔ کرنل شریف اب غور سے گھر کے کی دیواروں و چھت اور فرش کو دیکھنے لگا وہ اس کی بناوٹ چیک کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ اس کا ذہن سے وہ اس آبادی کا تعین کر سکے جہاں یہ گھر موجود ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس کا جائزہ مکمل ہوتا۔ گھر کے کادرواڑہ کھلا اور ایک مرد اور ایک عورت اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں کے چہروں پر سیاہ رنگ کے نقاب پوشے ہوئے تھے۔ مرد کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے کوئی کھوکا بھیر یا اپنے شکار کو دیکھتا ہے۔ اور کرنل شریف کے جسم میں بے اختیار سردی کی لہریں دوڑنے لگیں۔

صدیق **۱** اور نعمانی نے فاسٹ ڈیوٹی کے جیٹ کو ارٹھر میں موجود کارٹونیسٹ لی۔ اور وہ دونوں شہر میں آوارہ گردی کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ صدیقی کا رپڑا رہا تھا جب کہ نعمانی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا اور گرد دھننے والے افراد اور گزرنے والی کاروں میں موجود افراد کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ وہ تقریباً دو گھنٹے تک مسلسل شہر کا راولنڈ لگاتے رہے لیکن انہیں ایک بھی مشکوک آدمی نظر نہ آیا۔

یار نعمانی۔ میں تو تھک گیا ہوں۔ میرے خیال میں کہیں بڑھ کر آرام بھی کیا جائے اور چلے بھی نی جائے۔ صدیقی نے پاس بیٹھے ہوئے نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تھکا ہے وہ سلسلے ہوٹل سدا ناز کا بورڈ نظر آرہا ہے۔ بظاہر تو اچھا ہوٹل لگتا ہے وہیں چلتے ہیں۔" نعمانی نے بھی اس کی

بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ اور صدیقی نے سر ملاتے ہوئے کار کو
 ہونٹ کے کپاؤنڈ میں موڑ دیا۔ اور اسے پارکنگ میں روک کر وہ
 دو نوں باہر نکلے اور مین گیٹ کی طرف بڑھتے گئے۔ گیٹ کے
 قریب جیسے ہی وہ پہنچے گیٹ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا اور اتھما پی
 ٹھوس جسم کا آدمی تیزی سے باہر نکلا۔ وہ فیکلٹی تھا۔ اور
 اُسے دیکھتے ہی دو نوں بیک وقت چونکے۔ لیکن وہ آدمی تیزی سے
 آگے بڑھتا گیا۔

”یہ سرخیا اسرائیلی ہے۔ صاف اسرائیلی۔“ نعمانی نے
 کہا اور صدیقی نے سر ملادیا لیکن چون کہ وہ گیٹ پر پہنچ چکے تھے۔
 اس لئے اب وہیں سے واپس جانا دوسروں کو شک میں مبتلا کر دینے
 کے مترادف تھا۔ چنانچہ وہ دو نوں تیزی سے بال میں داخل
 ہوئے۔ بال اس وقت تقریباً بھر اچھا روہ چنٹے بال کو دیکھتے
 رہے۔ پیروں کندھے اچکاتے ہوئے وہاں مڑے جیسے انہیں
 چھٹنے کے لئے جگہ پسند نہ آئی ہو۔ باہر نکلے ہی وہ تیزی سے
 پارکنگ کی طرف بڑھے وہ اسرائیلی آدمی بھی پارکنگ کی طرف
 ہی جا رہا تھا۔

”میرے خیال میں تنویر کو اطلاع کر دیں۔“ نعمانی نے
 کہا۔ تنویر نے کہا تھا کہ اگر اعوانہ کو سکین تو اطلاع دیں اور ایک
 آدمی کو اعوانہ کا کون سا مشکل ہے۔ صدیقی نے برا سا
 منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور نعمانی نے بھی سر ملادیا۔ وہ اسرائیلی ایک

سیاہ رنگ کی بالکل نئے ماڈل کی کار میں بیٹھ چکا تھا۔ اور چند لمحوں
 بعد کار ان کے قریب سے گزر کر کپاؤنڈ گیٹ کی طرف مڑ گئی۔
 اور ان دو نوں نے اپنے قدم تیز کر لئے۔ چند ہی لمحوں بعد ان
 کی کار اس سیاہ رنگ کی کار کے تعاقب میں تھی۔
 ”اب کیا پلاننگ ہے اسے اعوانہ نے کی۔“ نعمانی نے
 پوچھا۔

”اگر یہ کسی سٹاف ممبر پر گیا تو اسے وہاں آسانی سے گھر
 میں گئے۔ اور اگر نہ گیا تو پھر صرف تعاقب اور پھر جیسے ہی موقع
 ملا۔“ صدیقی نے کہا اور نعمانی نے سر ملادیا شروع کر دیا۔
 سیاہ رنگ کی کار تیزی سے آگے بڑھی جا رہی تھی۔ صدیقی
 بڑے نامہ انداز میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اور چون کہ
 سیاہ رنگ کی کار ایک ہی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اس سے
 صاف ظاہر تھا کہ اسے تعاقب کا شبہ نہیں ہوا۔ ورنہ فوری
 طور پر وہ سپیڈ بڑھا دیتا۔ چوک پر پہنچنے کے بعد سیاہ کار ایک اور
 سڑک پر مڑ گئی۔ اور صدیقی اور نعمانی دو نوں کے چہروں پر
 معنی شیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ کیوں کہ اس سڑک پر پہلی سڑک کی
 نسبت کم ٹریفک تھی۔

”میرے خیال میں ساحل سمندر کے پاس ہی ہمیں موقع ملے
 گا۔“ صدیقی نے ٹریفک کی پوزیشن دیکھتے ہوئے کہا۔ اب
 ان کے آگے تھپے اور کاریں بھی چل رہی تھیں۔ اور اسی لئے
 صدیقی نے یہ اندازہ لگایا تھا۔

بابر نے کچھ فکر نہ آتا تھا اور چوں کہ اندر سے بیرونی منظر دیکھا جاسکتا تھا۔ اس لئے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔

کافی دیر تک کار چلتی رہی۔ پھر ایک دم چمکتے دمک گئی۔ اور ان لوگوں نے نیچے اترنے کے بعد انہیں بھی باہر نکال دیا۔ اور ان کے بازو پکڑ کر انہیں پیدل کسی عمارت میں لے جایا گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد انہیں کرسی پر بٹھا کر ان کے جسموں کے گرد رسیاں باندھ لی گئیں۔ اس کے بعد پٹیاں پٹا دی گئیں اور صدیقی اور نعمانی دونوں آنکھیں جھپک جھپک کر مائل کاغذ دیکھنے لگے۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جس میں فرخچہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ بس درمیان میں وہی دو کرسیاں موجود تھیں جن پر انہیں لٹایا گیا تھا۔ کرسیاں ساتھ ساتھ تھیں۔ صدیقی اور نعمانی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پھر انہوں نے پکیں جھپک کر ایک دوسرے کو آبی کوڑی میں ہوشیار کیا کہ انہیں یہاں سے ہر قیمت پر نہ گنٹا ہے۔

کمرے میں اس وقت دو مشین لگن بردار موجود تھیں۔ باقی شاید وہاں چلے گئے تھے۔ اور چند ہی لمحوں بعد وہی اسرائیلی آدمی اندر داخل ہوا۔ جس کے تعاقب میں وہ اس حال تک پہنچے تھے۔

”ان کا میک اپ صاف کرو۔“ اسرائیلی نے مال میں موجود ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کرخت لہجے میں کہا۔ اور وہ شخص سر جھکاتا ہوا تیزی سے کمرے کی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔

”تمہارا تعلق پاکیزہ شیا سیکرٹ سروس سے ہے۔“ اسرائیلی نے آگے بڑھ کر ان دونوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے فرما

کر پوچھا۔

”سیکرٹ سروس۔“ ہمارا کسی سیکرٹ سروس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“ صدیقی نے منہ بند کر کے جواب دیا۔

”اور اب تم کہو گے کہ تم تو عام سے شہری ہو۔ بے ضرر سے۔ لیکن تمہاری جیبوں میں ریوا اور اورٹرا سٹیٹریٹ تیار ہے جن کے تم عام شہری نہیں ہو سکتے۔“ اسرائیلی نے طنز نہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کی مسکراہٹ ایسی تھی جیسے بھوکا بھیریا شکار کو دیکھ کر دانت نکالتا ہے۔

”ہم نے کب کہا ہے کہ ہم عام سے شہری ہیں۔“ تم خود ہی سوال کر رہے ہو اور خود جواب دے رہے ہو۔“ صدیقی نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

جب کہ نعمانی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ جیسے اس کا صدیقی سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

”تو پھر تم کون ہو۔“ اسرائیلی نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ ”ہمیں لوگ مجرم کہتے ہیں۔ بس اپنی ہماری شناخت ہے۔“ صدیقی نے جواب دیا۔

”تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے۔“ اسرائیلی نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔ اب وہ خود سے صدیقی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”ہمارے پاس نے حکم دیا تھا۔“ صدیقی نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

”اُسی لئے وہ آدمی جسے میک اپ صاف کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔“

بات میں ایک چھوٹی سی مشین اٹھائے ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس مشین کے ساتھ کچھ دار تار منسلک تھی۔ جس کے سرے پر ایک کنٹوپ سانک رکھا تھا۔ اس نے بڑے اطمینان سے وہ کنٹوپ صدیقی کے پورے چہرے پر چڑھا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مشین کا بٹن آن کر دیا۔ صدیقی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے چہرے پر ریتی سی جل رہی ہو۔ اُسے شدید کھلی سی اٹھی۔ لیکن وہ صرف ہونٹ بچھ کر رہ گیا۔ ظاہر ہے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ بے بسر تھا۔ چند لمحوں بعد ہی کنٹوپ اس کے چہرے سے ہٹا دیا گیا۔

"ہونٹہ۔۔۔ مقامی گتے ہوئے۔۔۔ اسرائیلی نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور صدیقی دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

ظاہر ہے بھاشا نہ اور پانچ شیلیا پہلے ایک ہی مکسے۔ اس نے اصل شکل میں بھی اس نے مقامی ہی گنا تھا۔ پھر کنٹوپ نعمانی کے چہرے پر چڑھا دیا گیا۔ اور چند لمحوں بعد جب کنٹوپ اٹا مارا گیا تو صدیقی نے دیکھا کہ واقعی نعمانی اصل شکل میں آگیا تھا۔ یہ میک اپ دانش مشین واقعی کام کی پیروی کرتی۔

"ہاں اب بتاؤ کہ تمہارا کس تنظیم سے تعلق ہے اور تمہارا پاس کون ہے۔۔۔ اسرائیلی نے دوبارہ صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھ سے پوچھو میں بتاتا ہوں۔ اس بے چارے کو کیا پتہ تو تمہارا ماتحت ہے۔۔۔ اچانک نعمانی بول پڑا۔ اور اسرائیلی چونک کر نعمانی کی طرف دیکھنے لگا۔ اب اس کی پوری توجہ نعمانی

طرف مبذول ہو گئی تھی۔ اور نہ صرف توجہ بلکہ وہ ایک قدم بڑھ نعمانی کے سامنے آکھڑا ہوا۔ ظاہر ہے جب بولنے والا دوسرے کو ایٹھا ماتحت بتا رہا تھا تو اصل معلومات اس آدمی سے ہی حاصل ہو سکتی تھیں۔

"مجھے سب کچھ بتانے میں کوئی غار نہیں ہے۔ لیکن صرف ایک شرط ہے کہ تم ہماری تسلی کرو کہ ہمیں یہاں کی حکومت نے کو اپنی مدد کرنے نہیں بلایا۔۔۔ نعمانی نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔ حکومت نے کیا مطلب۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کھل کر بات کرو اور دیکھو میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تم سے بحث کرتا رہوں۔ اور اگر تم اس لئے وقت گزارنا چاہتے ہو کہ کوئی یہاں تمہاری مدد کو آئے گا تو اپنے ذہنوں سے یہ خیال کھرچ پھینکو۔

اسرائیلی نے کڑخت لہجے میں کہا۔

"میرا مقصد صرف اتنا تھا کہ تم سرکاری آدمی تو نہیں ہو؟

نعمانی نے کہا۔ اس نے باقی باتوں کا جواب گول کر دیا تھا۔

"نہیں۔۔۔ میرا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسرائیلی آدمی نے جواب دیا۔

"تو اس کا مطلب ہے تم بھی ہماری ہی جاتی بند ہو۔ ٹھیک ہے تو سنو۔۔۔ ہماری تنظیم کا نام ایف ڈی ہے؟

نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور ایف ڈی کا نام سننے ہی اسرائیلی یوں بڑی طرح چونکا جیسے اس کے پیروں تلے اچانک بم پھٹ پڑا ہو۔

"ایف۔ ڈی۔۔۔ لیکن تم تو مقامی آدمی ہو۔ اور مجھے اپنی طرف سے معلوم ہے کہ ایف۔ ڈی۔ نے کسی مقامی آدمی کو ایجنٹ نہیں کیا۔ اسرائیلی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کیا مطلب۔ کیا تم بھی ایف۔ ڈی۔ سے متعلق ہو۔" نعمانی نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"میں ایف۔ ڈی۔ سے متعلق نہیں ہوں۔ میری تنظیم علیحدہ ہے۔ تمہارے پاس کا کیا نام ہے۔" اسرائیلی نے کہا۔

"جیف۔ باس ایف۔ ڈی۔" نعمانی نے جواب دیا۔

"اور تمہارا سی۔ پی۔ کا ہیڈ کوارٹر۔" اسرائیلی نے گہری نفوذ سے نعمانی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہیڈ کوارٹر کا علم صرف جیف۔ باس کو ہے۔ وہ فرانسیسی سپرہیم سے رابطہ قائم کرتا ہے۔" نعمانی نے جواب دیا۔

"ہو نہ ہو۔ اس کا مطلب ہے تم مجھے اتونانے کی کوشش کر رہے ہو۔ ٹھیک ہے ابھی میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کرنل ہمیرخ کو اتونانے والے کا انجام کیا ہوتا ہے۔" اسرائیلی نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں وحشتانہ چمک ابھر آئی تھی۔

"کرنل ہمیرخ۔" نعمانی نے چمکتے ہوئے کہا۔ اور اس کے چوکنے پر کرنل ہمیرخ بھی جو تک پڑا۔

"تم میرے نام پر چوکنے کیوں ہو۔" کرنل ہمیرخ نے سرد لہجے میں پوچھا۔

تمہارا تعلق اسرائیلی کی ریڈ آرمی سے ہے۔ اور شاید تم اس کے براہ بھی ہو۔" نعمانی نے کہا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر۔۔۔ تم مجھے کیسے جانتے ہو۔" کرنل ہمیرخ نے کہا۔

"ایف۔ ڈی۔ والے اگر ریڈ آرمی کو بڑے جانیں گے تو اور کس جانیں گے۔" نعمانی نے بڑے طنز پر انداز میں کہا۔

"مجھ کو اس مت کر دو۔ تمہارا فیس آف ڈیوٹی سے کوئی تعلق ہیں ہو سکتا۔" کرنل ہمیرخ نے پیر پختے ہوئے کہا۔

"فیس آف ڈیوٹی۔۔۔ اودہ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہمارا تعلق اس آف ڈیوٹی سے نہیں بلکہ فاسٹ ڈیوٹی سے ہے۔" نعمانی نے جواب دیا۔

"فاسٹ ڈیوٹی۔ یہ کون سی تنظیم ہے۔" کرنل ہمیرخ واقعی حیرت سے یاگل ہوا جا رہا تھا۔

"تفصیلات بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ ویسے جیف۔ باس سے ان کی ملاقات کو اذیت ہیں۔ یہ خود ہی آپس میں تفصیلات دے رہے رہیں گے۔" اپنا کاک ساتھ بیٹھے ہوئے صدیقی نے غصے لہجے میں کہا۔

اور کرنل ہمیرخ اس کی بات سنتے ہی جو تک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے دونوں ساتھی اب مشین گنیں اٹھائے اور دروازے کے قریب خاموش کھڑے ہوئے تھے۔

اور شاید یہ صدیقی کی طرف سے کوئی خاص اشارہ تھا کیوں کہ

بات مکمل ہوتے ہی کرسی پر بیٹھے دیکھتے نعمانی نے سبکی کی سی تیز رفتاری سے اپنے جسم کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ اور اس کے دونوں بازو ہسیوں میں سے باہر نکل آئے۔ رسیاں اب ڈھیلی پڑی گئیں۔ لیکن اس کے باقی جسم کے گرد ہستیاں موجود تھیں۔ ہاتھ باہر نکالتے ہی اس نے تیزی سے کرنل مہیر خ کا بازو کو گرفتار کر لیا۔ انداز میں زوردار جھکا دیا۔ اور کرنل مہیر خ کی صدیقی کی طرف متوجہ تھا ایک جھپٹنے میں لڑکھڑاکر کرسی پر بیٹھے نعمانی کی گردن میں یوں آگرا کہ اس کی پشت نعمانی کے سینے سے لگ گئی۔ جبکہ اس کا منہ اپنے ساتھیوں کی طرف متناظر نعمانی کے دونوں بازوؤں نے بڑے مخصوص انداز میں اسے اپنے سینے کے ساتھ جکڑ لیا تھا۔ ان میں سے ایک اس کے پیٹھ گرد اور دوسرا اس کی گردن کے گرد چٹا ہوا تھا۔

”خبردار اگر کسی نے حرکت کی تو میں اسے ذبح کر ڈالوں گا۔“ نعمانی نے جھپٹتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے اپنے اس ہاتھ جو اس نے کرنل مہیر خ کی گردن کے گرد لپیٹا ہوا تھا مخصوص انداز میں زوردار جھکا دیا۔ اور ایک ہتلا سا خنجر اس کی آستین پر اندر بٹھرتے ہوئے مخصوص خلعے سے نکل کر اس کے ہاتھ میں آگیا اور نعمانی نے خنجر کی تیز دھار سے کرنل مہیر خ کا گلا دبا دیا۔ خنجر کی دھار صاف طور پر آستین دکھائی دے رہی تھی کہ اگر نعمانی نے اور زیادہ دبا تا تو یقیناً وہ کرنل مہیر خ کی گردن کو آدھے سے بکاٹ ڈالتا۔

کرنل مہیر خ کے ساتھیوں نے تیزی سے مشین گنیں سیٹھی لیں۔ لیکن اپنے پاس کو اس طرح تیز خنجر کی زد میں دیکھ کر ان کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ کرنل مہیر خ نے خنجر نعمانی کے ہاتھ میں آنے سے پہلے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن جیسے ہی خنجر کی دھار اس کی گردن سے لگی اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ اسے اس جگہ تھکا کہ اس کی ذرا سی حرکت خود اس کے لئے موت کا باعث بن چلتی گئی۔

”مشین گنیں پھینک کر منہ دیوار کی طرف کرو۔“ جلدی رہنے لگا۔ نعمانی نے جھپٹتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے اپنے خنجر کو تقویرا سا دبا دیا۔ کرنل مہیر خ کے گلے سے غرغراہٹ مٹا کر بلند ہوئی۔ خون کی ایک دھار اس کی گردن سے بہہ کر اس کے گلے میں جانے لگی۔

”پھینک دو۔“ پھینک دو۔ جیسا یہ کہتے ہیں کرو۔“ اس نے جھپٹتے ہوئے کہا۔ اور اس کی گردن سے بہنے والے خون نے اس کے ساتھیوں پر ایسا اثر کیا کہ انہوں نے یوں مشین گنیں پھینک دیں جیسے ان مشین گنوں میں ان کی موت چپی ہوئی ہو۔ اور انہوں نے تیزی سے سرگرد دیوار کی طرف منہ کر کے ان کے مشین گنیں پھینکتے ہی صدیقی نے حرکت کی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے جسم سے گرد موجود رسیاں علیحدہ کر دیں۔ اور ابھر کر ان مشین گنوں کی طرف بھاگا وہ ان دونوں مشین گنوں کو

اور نعمانی بھی گرفت ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ اچھل کر کھڑا ہوا جب کہ نعمانی اسی طرح رسیوں کی ڈھیلی ڈھالی بندشوں کی وجہ سے کمری سمیت فرش پر پڑا ہوا تھا۔ لیکن کرنل بمیرخ اٹھتے ہی تیزی سے پاس پڑے جوئے نچوکر اٹھانے کے لئے جیسے ہی جھکا فرش پر پڑے ہوئے نعمانی کی دونوں ٹانگیں نیم دائرے کی صورت میں گھومیں۔ اور کرنل بمیرخ اچھل کر پشت کے بل دوبارہ نعمانی کے اوپر آگرا۔ نعمانی کی ٹانگیں نیچے گرنے کی وجہ سے رسیوں سے باہر کی طرف کسک آئی تھیں۔ اس کا اوپر والا دھڑاب رسیوں کی زد میں تھا۔ نعمانی نے دونوں ہاتھوں سے دوبارہ کرنل بمیرخ کو بکڑنا چاہا۔ لیکن کرنل بمیرخ نے نیچے گرتے ہی پھرتی سے اپنا سر نعمانی کے سر پر زور سے مارا اور نعمانی کے حلق سے نیچے نکل گئی اور اس کے بازو ڈھیلے پڑ گئے۔ اور کرنل بمیرخ اچھل کر دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن جیسے ہی اس بار وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اس کا ایک ساتھی اڑتا ہوا اس سے آگھرایا۔ اور وہ دونوں چلتے ہوئے نعمانی کی کمری کے ساتھ ہی فرش پر ڈھیر ہو گئے صدیقی ان دونوں کو دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرتے ہی ان سے زیادہ برقی زخماری سے اٹھا اور اٹھتے ہوئے اس نے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر ایک زوردار جھکا دیا۔ اور وہ آدمی فضا میں اڑتا ہوا نعمانی کرنل بمیرخ سے جاگرایا جو نیچے گر کر دوبارہ اٹھا تھا۔ دوسرے آدمی نے سیدھا اٹھ کر کھڑے ہونے کی بجائے آواز کر صدیقی کے پہلو میں کسی لڑاکے مینٹھے کی طرح گھومتی نعمانی

اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ اسی لمحے دیوار کی طرف منسک کھڑے کرنل بمیرخ کے دونوں آدمی بجلی کی سی تیزی سے پٹے اور پھر مشین گنیں اٹھا کر سیدھا ہوتا ہوا صدیقی جیسے اڑتا ہوا سیدھا نعمانی اور کرنل بمیرخ سے اس طرح آگھرایا کہ وہ ان دونوں کو بھی ساتھ لئے کمری سمیت نیچے فرش پر جاگرا۔ اب اسے اتفاق کہنے یا پھینکنے والوں کی چابک دستی کہ صدیقی کا جسم پھانسی انداز سے کرنل بمیرخ اور نعمانی سے ٹکرایا تھا کہ اس کا سارا بوجھ نعمانی کے اس بازو پر پڑا جس میں اس نے نچوکر کھڑا ہوا تھا۔ اور اس اچانک بوجھ کی وجہ سے اس کی گرفت ختم کے دستے پر ڈھیل پڑ گئی۔ اور دھکا لگ کر نیچے گرنے کی وجہ سے بغیر اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر جاگرا۔ مشین گنیں دھکا کھانے کی وجہ سے صدیقی کے ہاتھوں سے نکل کر ادھر ادھر جا پڑی تھیں۔ اور کرنل بمیرخ کے دونوں ساتھی صدیقی کو پھینکنے کے ساتھ ہی ان مشین گنوں کی طرف دوڑے۔ اور پورے دونوں اٹھتے ہی انہیں اٹھا کر سیدھے ہونٹے کے صدیقی جو نیچے پشت کے بل گرا تھا کسی گیند کی طرح اچھلا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ دونوں مشین گنیں سیدھی کر کے فائر کھولتے وہ توپ کے ٹوٹے کی طرح ان دونوں سے جاگرایا۔ اور وہ دونوں چلتے ہوئے اسٹ کر پھلی دیوار سے جاگرائے۔ صدیقی بھی ان کے اوپر گرا تھا۔

اور خبر طرہ ہوتے ہی کرنل بمیرخ بجلی کی سی تیزی سے تڑپا

گیا۔

ادھر کرنل ہمیرخ جیسے ہی اپنے ساتھی سے ٹکرا کر نیچے گرا۔
 انہیں اٹھنے میں چند لمحے لگ گئے۔ اور انہی لمحوں سے
 مانی نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ وہ تیزی سے کھٹکتا ہوا ڈھیلی
 سیوں سے باہر نکل آیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ دونوں اٹھ کر
 بڑے ہوئے نعمانی جوان سے پہلے اٹھ کھڑا ہونے میں کامیاب
 ہو گیا ان پر چھپٹ پڑا۔ اس نے انتہائی برق رفتاری سے
 کرنل ہمیرخ کے پہلو پر بھرپور انداز میں لات اور اس کے ساتھی
 کے سینے پر ماری گرا ماری۔ اور وہ دونوں چیخ کر لڑکھڑاتے
 دئے مخالف سمتوں میں ہٹتے چلے گئے۔ کرنل ہمیرخ تکلیف
 کی شدت سے دوسرا ہور ہا تھا۔ کہ نعمانی ایک بار پھر اپنی
 بات سے اچھلا اور اس نے پوری قوت سے فلائنگ گاک اس کے
 ساتھی کے سینے پر ماری۔ جو لڑکھڑانے کے باوجود سیدھا کھڑا
 تھا۔ اور وہ آدمی تو گولی کی طرح کھوے کی سائیڈ یوار سے
 لڑ کر نیچے گرا۔ جب کہ نعمانی نے فلائنگ گاک لگا کر فلا بازی کھا
 کر سیدھا ہوتے ہی دونوں پر دوسری سمت میں دوسرے
 ہوئے کرنل ہمیرخ کی ٹھوڑی کے عین نیچے مارے۔ اور
 کرنل ہمیرخ بھی چھٹا ہوا پشت کے بل فرسٹ پر جا گرا۔ نعمانی
 نے واقعی حیرت انجیر پھرتی اور مہارت کا مظاہرہ کیا تھا۔
 یہ لوشین گن ٹی۔ اسی لمحے صدیقی کی چھٹی ہوئی آواز
 سنائی دی اور ساتھ ہی ایک مشین گن بھی اڑتی ہوئی نعمانی

صدیقی بھی چٹا ہوا نیچے گرا۔ اور وہ آدمی عین اس کے اوپر
 اس نے نیچے گرتے ہوئے پوری قوت سے اپنے گھٹنے جوڑ
 صدیقی کے پیٹ میں ضرب لگائی۔ اور صدیقی پانی سے
 ہوتی پھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ اور وہ آدمی گھٹنوں کی ضرب لگا
 دوبارہ اوپر کواچھلا شاید وہ دوبارہ اسی قسم کی خطرناک فن
 لگاتا رہتا تھا۔ لیکن اس بار صدیقی تیزی سے کروٹ ہا
 گیا۔ اور وہ آدمی اپنے ہی زور میں فرسٹ سے چا کرایا۔
 اس بار اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ اور پھر اس سے پہلے
 وہ سیدھا ہو کر کھڑا ہوا صدیقی ایک جھکے سے اٹھا اور اس
 اس کے ہاتھوں میں ایک طرف پڑی ہوئی مشین گن آگئی۔
 مشین گن کو وہ نال کی طرف سے ہی پکڑ سکا تھا۔ اور اس
 پاس اتنا وقت نہ تھا کہ وہ اُسے سیدھا کرنا کیوں کہ اُس
 ضرب لگانے والا کرنل ہمیرخ کا ساتھی ایک بار پھر اچھل کر کمر
 بندھے کی طرح اُسے گھروارنے لگا تھا۔ لیکن اب صدیقی
 کسی حد تک سنبھل چکا تھا۔ اس نے تیزی سے قدم پیچھے ہٹایا
 پھر اس کا مشین گن والا ہاتھ گھوما۔ اور مشین گن کا دھ
 سی ٹھک کی طرح اپنی طرف آتے ہوئے اس آدمی کے سر پر پور
 تندے لگا۔ اور وہ چٹا ہوا دوبارہ فرسٹ پر پڑھیر
 صدیقی نے دوبارہ بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ گھمایا۔ اور یہ
 تے ہوئے آدمی کے سر پر دوسرا دھماکا ہوا۔ یہ ضرب
 دار تھی کہ اس بار وہ تڑپتا ہوا آدمی ایک لمحت سا

کی طرف آئی۔ اور نعمانی نے اسے جھپٹ لیا۔

”اسے چلانا نہیں۔۔۔ ورنہ ان کے باہر موجود ساتھی آجائیں گے۔“ صدیقی نے گن بھینکنے کے ساتھ ہی چیخ کر کہا۔ اور نعمانی نے گن پکڑتے ہی صدیقی کی طرح اسے لٹھ کے طور پر استعمال کیا۔ اور اس بار اس کا نشانہ دیوار سے ٹکرا کر نیچے گھسے ہوئے کرنل ہمیرخ کے ساتھی کا سر بنا۔ جواب لوٹ پوٹ کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور پہلی ہی ضرب اس قدر زوردار تھی کہ اس آدمی کی کھوپڑی درمیان سے بیچ کر دو واضح حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اور اس آدمی کا جسم اس طرح کاٹنا جیسے تشیخ کا مریض کا پنتا ہے اور پھر ساکت ہو گیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔

کرنل ہمیرخ پشت کے بل بیچے گرتے ہی کروٹ بدل کر اٹھنے لگا تھا کہ اس بار صدیقی نے مشین گن کا بٹ اس کے سر پر جما دیا۔ وہ اس دوران اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اور کرنل ہمیرخ ضرب کھا کر نیچے گرا اور ایک بار پھر اٹھنے لگا۔ کہ صدیقی کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے دوبارہ حرکت میں آیا۔ اور دوسری ضرب سے کرنل ہمیرخ کو بے ہوش ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ اب اس کا جسم بھی بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔ ”گگہ شو۔۔۔“ نعمانی اور صدیقی دونوں کے منہ سے ایک دوسرے کے لئے بیک وقت نکلا۔ اور پھر وہ دونوں ہی منہس پڑے۔۔۔ دونوں کے سانسوں کی رفتار تیز تھی لیکن دونوں

کے چہروں پر کامیابی کی چمک موجود تھی۔ انہوں نے واقعی حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا تھا۔

ایک تو ختم ہو گیا دوسرے کو بھی ختم کر دیا۔ ایک تو ان کے ساتھیوں میں بھی ہو جائے گی دوسرا خطرہ ختم ہو جائے گا۔ نعمانی نے تیز تیز بچے میں صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور صدیقی سر ہٹا ہوا باٹھ میں پکڑی ہوئی مشین گن لئے کرنل ہمیرخ کے اس ساتھی کی طرف بڑھ گیا۔ جسے وہ پہلے بے ہوش کر چکا تھا۔ صدیقی اس کے سر پر پہنچ کر ایک لمحے کے لئے رکا دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بلند ہوا اور۔۔۔ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا بٹ فضا میں گھومتا ہوا پوری قوت سے بے ہوش پڑے ہوئے کرنل ہمیرخ کے ساتھی کے سر پر دھلکے سے پڑا۔ اور

اس کی کھوپڑی کسی ناریل کی طرح پھٹ گئی۔ اور اس آدمی کا جسم بھی صرف ایک لمحے کے لئے کاٹنا پھر ساکت ہو گیا۔ وہ عالم بیہوشی میں ہی عالم ارواح کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ صدیقی نے بڑے اطمینان سے مشین گن کے بٹ پر گئے ہوئے خون کو اس آدمی کے لباس سے صاف کرنا شروع کر دیا۔ اور پھر اٹھ کر وہ صدیقی کی طرف مڑا۔ ”میرا خیال ہے کرنل ہمیرخ کا بھی خاتمہ کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔“ صدیقی نے مڑ کر نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیکن اگر اسے توخیر کے پاس اٹھا کر لے جایا جائے تو زیادہ بہتر نہیں ہے۔“ نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ صدیقی اس کی بات کا کوئی جواب دیتا اچانک کمر سے

طرف سے اندر مار کر ٹاچا جیتے تھے۔

دو دروازے دیوار کی طرف — صدیقی نے چم کر کہا۔
 اور وہ دونوں دروازے کی طرف فائرنگ کرتے ہوئے تیزی
 سے ٹوٹی ہوئی دیوار کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ ان کی
 بے تحاشا فائرنگ کی وجہ سے دروازے کے اندر کسی کو داخل
 ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور ان دونوں نے دوسری طرف
 کھیتوں میں پھیلانگ لگا دی اور پھر سیدھے دوڑنے کی بجائے
 وہ دونوں بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ میں دوڑتے چلے گئے۔ ذرا
 ہی فاصلے پر انہیں ایک درختوں کا ذخیرہ سا نظر آیا۔ اور
 وہ دونوں اس ذخیرے کی طرف دوڑ پڑے وہ دونوں دیوار کے
 ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے تاکہ انہیں اندر سے ہٹ نہ کیا جا
 سکے۔ اسی لمحے ٹوٹی ہوئی دیوار سے انہوں نے کسی کو جھانکتے
 ہوئے دیکھا تو انہی نے ہٹ کر فائر کر کھول دیا۔ اور وہ آدمی تیزی
 سے واپس اندر ہو گیا۔

اس مکان کی دیوار ختم ہو کر اب دوسرے مکانوں کی دیواریں
 شروع ہو چکی تھیں۔ اور وہ بے تحاشا دوڑتے ہوئے اس
 ذخیرے تک پہنچے۔ اور اسی لمحے انہیں اس ذخیرے کی دوسری
 سائیڈ پر ایک مکان کی دیوار چھوٹی نظر آئی۔ اس مکان کے
 عقب میں شاید باغ بنایا گیا تھا اس لئے اس کی عقبی
 دیوار چھوٹی دکھائی گئی تھی۔ در نہ دوسری دیواروں کی اونچائی
 بنیادی تھی کہ ان کے عقب میں باغ کی بجائے عمارتیں موجود

کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک مشین گن بھرا دروازہ
 میں داخل ہوا۔ — یکن یک بھینکنے میں اندر کا منظر دیکھتے ہی اس
 نے پھرتی سے کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن سیدھی کرنی چاسی،
 مگر اسی لمحے صدیقی کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن نے شعلے
 اگل دیئے۔ ساتھ ہی تڑتڑاہٹ کی نور دار آواز ابھری اور
 وہ آدمی گولیوں کی بارش میں جیتا ہوا دروازے کے پیچھے راہ داری
 میں ایک دھماکے سے جا گر ا۔ اور پھر توجیہ کمرے کے باہر
 طوفان سا برپا ہو گیا۔ بے شمار لوگوں کی دوڑتی ہوئی آوازوں کے
 ساتھ ساتھ گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آواز سن ابھری۔ اور
 اس سے پہلے کہ صدیقی اور نعمانی کچھ سمجھتے۔ ایک گولہ سا دروازے
 میں ترچھا سا ہو کر اندر آیا اور سیدھا فضاخت سمت کی دیوار سے
 جا کر آیا۔ گولہ چوں کہ راہ داری کے بائیں طرف سے پھینکا
 تھا۔ اس لئے وہ درمیان میں آکر گرنے کی بجائے ترچھا کر مقابل
 کی دیوار سے ٹکرایا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک خوف ناک
 دھماکا ہوا اور آدمی سے زیادہ دیوار ایک ٹوٹتیوں کا غائب ہو گیا
 جیسے اس کا کبھی وجود ہی نہ رہا ہو۔ اب دیوار کی دوسری
 طرف پھیلے ہوئے کھیت صاف نظر آ رہے تھے۔ یہ شاید اس
 کوئی کا عقبی حصہ تھا۔ اور اس کی بناوٹ ایسی تھی کہ آخر میں
 بائیں باغ ذخیرہ ٹائپ کی کوئی چیز نہ رکھی گئی تھی۔ اسی لمحے گولیوں
 کی پوچھاؤں دروازے سے لٹکی۔ اور پھر ایک آدمی اچھل کر
 دروازہ کر اس کمرے کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ وہ شاید اب دونوں

دانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ ہمارے پاس شین گٹھیں ہیں مگر ان کا میگزین بہت کم ہے۔ اور وہ لوگ بپوری طرح ہوشیار ہو چکے ہوں گے اور پھر کار کے مالک کو بھی کسی لمحے ہوش آ سکتا ہے۔“ صدیقی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یقیناً ہم اپنے چیف پاس کو جا کر کیا جواب دیں گے۔ یہ لوگ تو ابھی یہ جگہ خالی کر جاتیں گے۔“ نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ ملوں البتہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ ہم کچھ دیر تک کران کی نگہانی کریں۔ اس طرح ہم ان کا نیا ہیڈ کوارٹر دیکھ لیں گے۔“ صدیقی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”میں بھی یہی چاہتا تھا۔“ نعمانی نے کہا اور صدیقی سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔

لیکن جب کافی دیر تک انتظار کرنے کے باوجود نہ ہی پتہ لگا کھلا اور نہ ہی کوئی آدمی باہر آیا تو صدیقی کو اچانک ایک خیال آ گیا۔

”یہ کہیں ٹوٹی ہوئی دیوار کی طرف سے نہ نکل بیٹھیں۔“

صدیقی نے چپکے چپکے کہا۔

”ارے ہاں۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے۔ تو تم یہیں ٹھہرو۔

میں جا کر چیک کرتا ہوں۔“ نعمانی نے کہا۔

کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ کار خالی تھی۔ نو جوان اکیلا ہی آیا تھا۔

”آؤ صدیقی۔“ قدرت چارمی مدد کر رہی ہے۔“ نعمانی نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ صدیقی نے اس کی پیروی کی۔ باہر نکل کر انہوں نے ذیلی ٹھکانے کو باہر سے بند کر کے اس کی کنڈیسی

ٹر ڈھائی۔ اور پھر وہ دونوں سی کار میں سوار ہو گئے۔ انجن چل رہا تھا اور چابی ان کیشتن میں موجود تھی۔ اس لئے وہ سرے ہی نئے ان کی کار تیزی سے چکر کاٹ کر اس طرف کو بڑھنے لگی جہاں ان کے اندازے کے مطابق وہ غارت تھی جہاں سے وہ نکلے تھے۔

چوں کہ کار کے شیشے آج کل کے نقش کے مطابق دیوڑھے تھے۔ اس لئے انہیں باہر سے دیکھ لئے جانے کا خطرہ نہ تھا۔ شین گٹھ نعمانی کے ہاتھ میں تھا۔ اور پھر اندازے کے مطابق وہ اس کو گٹھ کے سامنے بچے جہاں سے وہ نکلے تھے۔ اسی لمحے ایک گلی

سے دو افراد نکل کر اس کو ٹھکی کے پھاٹک کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ ان کا انداز تیار ہاتھاکہ وہ کرنل مہیر خ کے ساتھی پڑ

اور انہیں تلاش کر کے واپس آ رہے ہیں۔ نعمانی کا راز بڑھانے لگے۔ وہ دونوں افراد دوبارہ کوٹلی میں داخل ہو گئے تھے۔ کافی آگے جا کر نعمانی نے کار کو بڑھے درخت کی

میں روک دیا۔

”کیوں۔ رک کیوں گئے۔“ صدیقی نے چونک کر

پوچھا۔

”میرا خیال ہے ہمیں خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔“

نشست پر بیٹھ گیا۔

”وہ نکلی گئے، اسی دیوار کی طرف سے۔ انہوں نے زبردستی
اعتدال کا ثبوت دیا ہے۔ میں کوٹھی کے اندر سے بھی گھوم آیا ہوں۔
ہمارا سامان وہیں بٹھا تھا۔ اور یہ ایک کارڈ ملا ہے۔ اس پر کسی
کا نام دیتہ لکھا ہوا ہے۔ میں اٹھا لایا کہ شاید کام آجائے۔“
نعمانی نے جیب سے کارڈ نکالتے ہوئے کہا۔
”تو پھر چلیں؟“ صدیقی نے کہا۔

”ہاں چلو۔ اب اور ہونے کی کیا سکتا ہے پہلے وہاں چلو
جہاں ہماری کار موجود ہے۔ وہاں سے اپنی کار لے لیں۔ ورنہ
کسی بھی چوک پر یہ چوری کی کار پکڑی جاسکتی ہے۔“ نعمانی
نے کہا اور صدیقی نے کار آگے بڑھا دی۔

ایک کھفے کے بورڈ سے انہیں معلوم ہوا کہ یہ نشاط کا کوئی
سے۔ اور پھر چوک پر گئے ہوئے بورڈوں کی بدد سے وہ
مختلف سرکوں پر گھومتے ہوئے اس بانی روڈ پر پہنچ گئے جہاں
سے انہیں اعدا کیا گیا تھا۔ ان کی کار وہیں موجود تھی۔ انہوں
نے اپنی کار اس کے قریب جا کر روکی۔ صدیقی نے انہیں بند کیا
اور پھر وہ دونوں ہی اچھل کر باہر نکلے۔

”لیکن خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں سے بیرونی چیلنگ کر رہے
ہوں۔ اور تمہاری شکل تو وہ پہچانتے ہیں۔“ صدیقی
نے کہا۔
”مگر ذکر وہ۔“ نعمانی ان کے لئے اتنا تروالہ ثابت نہیں ہو
گا۔“ نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے قدموں
میں پڑی ہوئی مٹیوں کی انگار کو کوشک کے اندر بغل میں رکھی۔ اور
دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ وہ چند لمحوں اور دیکھتا رہا
پھر یوں سرک کر اس کو نہ لگا جیسے اُسے کہیں جانے کی بہت
جلدی ہو۔ سرک کر اس کو کہے کہ وہ اسی ٹیبلٹ کی مین داخل ہو
گیا۔ جہاں سے وہ دونوں افراد واپس آتے دکھائی دیے۔

صدیقی خاموش بیٹھا رہا۔ البتہ نعمانی کے اترنے کے بعد وہ
کھسک کر نعمانی کی جگہ ڈرائیو گنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تاکہ فوری
ضرورت پڑے تو وہ کار چلا سکے۔

نعمانی کو گئے ہوئے جب کافی دیر ہو چکی تو صدیقی فکر مند ہو
گیا۔ اتنی دیر تو بہر حال نعمانی کو نہیں گھنی چلتی ہے۔ اور پھر چند
لمحوں میں یہ انگار کوٹنے کے بعد اس نے نعمانی کا پتہ کرنے کا فیصلہ
کیا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے باہر نکلنے کے لئے کار کا دروازہ
کھولنا چاہا کہ نعمانی اُسے گئی کے سرے پر نظر آیا۔ وہ تیز رفتاری
انگارا کی طرف ہی آ رہا تھا۔ صدیقی رگ گیا، نعمانی نے
سرک کر اس کی اور پھر کار کا سائیڈ دروازہ کھول کر وہ سائیڈ

سے کار کے قریب آیا۔ عمران نے بڑے اطمینان سے جیب سے ایک شنائی کارڈ نکالا۔ احمد سپاہی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ سپاہی نے جیسے ہی کارڈ پر نظر ڈالی وہ ایک محنت اٹنیشن ہو گیا۔

"ہمیں سیکرٹری وزارت خارجہ رام داس صاحب سے ملنے ہے۔ لیکن دیکھو اس کا کفیلہ مثل ڈونٹ کال مسٹر رام داس ہے۔ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔"

نامہ گھر سردار۔ لوگ ایک میں تو درج کرنا ہوگا؟

پاسپورٹ کے لئے بھلا تے ہوئے کہا۔ وہ کاڈ اس دوران عمران کو واپس کر چکا تھا۔ جو اس نے بڑی لاپرواہی سے جیب میں ڈال دیا تھا۔
 کچھ بھی کہہ دو۔ اٹا از نو میٹر۔ لیکن ہماری شناخت ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اتنا تو تم بھی جانتے ہو گے۔ عمران نے
 کڑخت لہجے میں کہا۔

اور کئے مگر — ٹھیک ہے مگر — میں سمجھتا ہوں مگر
 پیاسی نے خود اُسی جواب دیا۔
 ”کیا نام ہے — اور کیا نمبر ہے تمہارا —“ عمران کا وجہ
 اور کد ختم ہو گیا۔

”صادقؑ نمبر دو صفر دو چار صفر سر“
 یہاں نے جو کھلے ہوئے انداز میں جواب دیا۔
 ”اور کسے۔۔۔ ہدایات کا خیال رکھنا ورنہ“۔۔۔ عمران نے
 کہا اور پھر کار کو آگے بڑھانے لگا۔

سپاہی خود دوڑتا ہوا بیر کی طرف بڑھا اور اس نے کار کے

سیکرٹری کے ذریعہ غلام رام داس کی رہائشی کوشچی مرکز کی سیکرٹریٹ کالونی میں تھی۔ اس کالونی میں چوں کہ حکومت کے اعلیٰ ترین افسران کی رہائش گاہیں تھیں اس لئے اس کالونی کی حفاظت کے لئے باقاعدہ پولیس کے مسلح دستے موجود تھے۔ کالونی کے گرد وغیرہ دائرہ کاری اور بجلی باؤ لگائی گئی تھی۔ جس کے دونوں کونوں پر باقاعدہ چیک پولیس بنی ہوئی تھیں اس کے علاوہ کالونی کا صرف ایک ہی راستہ تھا۔ اور اس راستے پر باقاعدہ بیرنگ ہوا تھا اور سائیڈ میں کیبن بنے ہوئے تھے جن میں حفاظتی گارڈز رہتی تھی۔ عمران کی کار اس بیرنگ کے قریب جا کر رک گئی۔ کار کا ٹریفک عمران کے ہاتھ میں تھا۔ جب کہ ساتھ والی نشست پر ٹائیگر اور پچھلی نشستوں پر جوزف اور جوانا براجمان تھے۔ کار کے رستے ہی ایک مسلح سپاہی تیزی

عمران اُسے دیکھتے ہی چونک پڑا۔ وہ آدمی اندر آکر حیرت سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔

”شیر زمان فرام ترکی۔“ عمران نے مسکرا کر مصلحتی کے لئے پانچ آٹے والے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”فرام ترکی کیا مطلب۔“ آپ لوگوں کی توجہ کوئی اطلاع نہیں ہے۔ آپ کیسے یہاں پہنچ گئے۔“ آٹے والے نے جو تھوٹا سیکرٹری وزارت خراجہ فرام داس تھا۔ حیرت سے پوچھ میں کہا۔

”دلوں میں غلوں ہو مسٹر رام داس۔“ تو عارضی رکاوٹیں درمیان میں حاصل نہیں ہوتیں۔ بہر حال میں نے اپنی حکومت کی طرف سے آپ کو انتہائی تحفہ پیغام دینا تھا اس لئے اطلاع کے بغیر حاضر ہونا پڑا۔ اور اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔“

عمران نے باوقار اور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ادھ سورسی۔“ آپ تشریف رکھیں۔ دواصل حیرت کی وجہ سے مجھ سے یہ گستاخی ہو گئی ہے۔“ رام داس نے

ایک تخت نرم پڑتے ہوئے کہا۔ حکومت کی طرف سے کسی پیغام کا سن کر اس کا لہجہ بدل گیا تھا۔

”شکریہ۔“ عمران نے کہا اور پھر وہ سلسلے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اُسی لمحے وہی ملازم اندر داخل ہوا۔

”کچھ بیٹے کے لئے لافٹ۔“ رام داس نے ملازم سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سورسی۔“ ہم اس کے لئے معذرت خواہ ہیں۔ ہمیں فورسی واپس جانا ہے۔ اور ہمارا نیا دہ دیر یہاں رکنا

نظر سے خالی نہیں۔ پس آپ ہم سے پیغام وصول کر لیں اور پھر ہمیں اجازت دیں۔“ عمران نے کہا۔

”ادھ سائسی بھی کیا جلدی ہے۔“ رام داس نے چونکتے ہوئے کہا۔

”آپ جب پیغام پڑھیں گے تو آپ ساری تائید کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔“ رام داس نے کہا۔

”اور کسے تم جاؤ۔“ اور سنو۔“ جب تک میں نہ بلاؤں اندر نہ خود آنا اور نہ کسی کو آنے دینا۔“ عمران کے

دل کی بات رام داس نے خود ہی کر دی۔ اور عمران یوں سرکلے لگا جیسے رام داس کی زبردست وکالت پر ایمان لے آیا ہو۔

ملازم نے باہر جاتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔

”مسٹر کامران۔“ دروازہ بند کر دو۔ تاکہ میں وہ پیغام جناب رام داس کو دکھا سکوں۔“ عمران نے قریب صوفے پر بیٹھے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ٹائیگر نے اٹھ کر

دروازے کی اندر سے شکنجی چڑھا دی۔

”آپ مجھے مزید حیران کر رہے ہیں۔ آخر ایسا کیا پیغام ہے۔“ جس کے لئے اتنی رازداری کی ضرورت ہے۔“ رام داس کے چہرے پر اب حیرت کے ساتھ ساتھ شکوک کی پچھائیاں بھی

اب تم اللہ کر اس کا لباس پہن لو۔ اسی لئے میں نے اس کی کینٹی
پر ضرب لگائی تھی تاکہ اس کا لباس خراب نہ ہو۔ — عمران نے
سکراتے ہوئے کہا۔

اور ٹائیگر نے بڑی بھرتی سے رام داس کا لباس اتار کر ایک
ان رکھا اور پھر اپنا لباس اتار کر اس نے رام داس کا لباس
پہن لیا۔ — اور عمران کے اشارے پر جوڑنے ٹائیگر کا لباس
رام داس کو پہنا دیا۔ اور عمران ایک بار پھر رام داس کے چہرے
پر چھک گیا۔ اس کے ہاتھ برق رفتاری سے چل رہے تھے اور
تھوڑی دیر بعد رام داس کی جگہ ٹائیگر صوفے پر پڑا نظر آ رہا تھا۔
”رام داس۔ اب تم نے ملازم کو ملا لیتے۔ اور اسے کہنا
ہے کہ مہمان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ اور میں اسے
ہسپتال چھوڑنے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد باہر موجود کار تم
نے آؤ خود چلائی ہے۔ تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے کہ رام داس کو
کون لے گیا ہے۔ — عمران نے کسی غلطی کا اہتمام نہ کیا
باقاعدہ ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”ٹیکس ہے جناب۔ — ٹائیگر نے کہا۔ اس کا ہجہ بالکل
رام داس سے ملتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اللہ کر دروازہ
کی چابی کھولی اور باہر نکل گیا۔ عمران کے اشارے پر جوڑا
صوفے پر پڑے ہوئے رام داس کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا اور
پھر سب باہر آ گئے۔

”دیکھو۔ — مہمان کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ میں اسے

لہرائے لگی تھیں۔ لیکن عمران کا چہرہ اس قدر مطمئن تھا جیسے واقعی وہ
کسی سفارتی مشن پر آیا ہو۔

یہ پیغام ہے آپ کے لئے۔ — عمران نے کوٹ کی اندر ردی
جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک لفافہ نکال لیا۔ — لفافہ کو دیکھ کر
رام داس کے چہرے پر اطمینان نمایاں ہو گیا۔

”یہ نیچے۔ — اسے چھو نیچے۔ — عمران نے اٹھ کر بڑے
مجذباتانہ انداز میں لفافہ ماتھے اس کی طرف بڑھایا۔ اور رام داس نے
ہاتھ بڑھا کر لفافہ پر ڈالی اٹھا کر عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے
حرکت میں آیا اور رام داس کی کینٹی پر پشاندہ سا چھوٹا اور وہ لہرا رہا
ہوا صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ ایک ہی لمحہ میں اور بر قوت ضرب دے
رام داس کو ہوش سے بے ہوشی کی سرحد میں داخل کر دیا۔ عمران نے
لفافہ کو داس جیب میں ڈالا۔ — اور پھر اس نے کوٹ کی اندر ردی
جیب سے ایک باکس نکالا۔ یہ ریڈیو مینڈ میک اپ باکس تھا۔

”ٹائیگر۔ تم نے رام داس پہنا ہے۔ تاکہ ہم اسے یہاں
سے اطمینان سے باہر لے جا سکیں۔ — عمران نے کہا اور پھر
اس نے باکس کھول کر ٹائیگر کے چہرے پر رام داس کا میک اپ
کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ انتہائی تیز رفتاری سے چل
رہے تھے۔ اور زیادہ سے زیادہ دس منٹ بعد اس نے جب با
جٹلے تو ٹائیگر کی جگہ رام داس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے
کے نقوش اور باؤں کا رنگ اور سٹائل بالکل رام داس جی
تھا۔

پیشل ماسپیل پہنچانے جا رہا ہوں۔ تم خیال رکھنا۔ اس کی
کمر بٹے سے تھکا دینے میں کہا۔
”سہرا ڈاکٹر کو یہاں بلا لیں۔“ ملازم جھجکے ہوئے
بولے۔

”اودہ نہیں یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ تمہیں کچھ کہا جا رہا ہے۔
”کرو۔“ ٹائیگر نے سخت لہجے میں کہا۔
”میں سہرا۔“ ملازم نے سہم کر کہا اور پھر ٹائیگر کے
اشارے پر عمران اور اس کے ساتھی اپنی کار میں سوار ہو گئے۔
بے ہوش رام داس کو چوٹائیگر کے میک اپ میں نقاد دیکھا۔
بٹھا لیا گیا۔ دونوں طرف جو زون اور جوانا بیٹھے تھے جنہوں
نے اسے سنبھال رکھا تھا۔ جب کہ ٹائیگر نے رام داس کی کار
دروازہ کھولا اور اندر چلے گیا۔ کار کی چابیاں رام داس
جیب سے ملی گئی تھیں۔

چند لمحوں بعد دونوں کار میں پہنچا ٹکسے باہر نکل کر کالونی
کے بڑے گیسٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ ٹائیگر نے اپنی کار
رکھی ہوئی تھی اور عمران کی کار اس کے پیچھے تھی۔

رام داس کی کار اور سٹیجنگ پر خود اسے جیٹا دیکھ کر حیرت
موجود سپاہی و دوسرے ہی اٹن میں ہو گئے۔ اور انہوں نے
جلدی سے پیراٹھایا۔ ٹائیگر نے کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر
سپاہیوں کو ایسا اشارہ کیا جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ پچھلی کار بھی اس
کے ساتھ ہے۔ اور پھر دونوں کاریں تیز رفتار سے کالونی

میں کراس کر کے باہر آ گئیں۔ رام داس کی موجودگی کے بعد
لاہور کے کسی چیکنگ کانسٹیبل کو سوال ہی پیدا نہ ہوا تھا۔
کالونی سے کافی فاصلے پر آ کر عمران نے اپنی کار ٹائیگر کی کار
پر ہاتھ لگا کر ٹکے لگنے کا اشارہ کیا۔ اور ٹائیگر نے کار ایک
منٹ کے بعد روک دی۔ عمران نے بھی اپنی کار اس سے ذرا آگے کر
روک دی۔ اور ٹائیگر کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ ٹائیگر کا رستہ
پر عمران کی کار کی طرف بڑھا۔

”یہ ٹوٹا تم ہم فٹ کر دو۔“ جلدی۔ پانچ منٹ کا وقت
لس کر دیا۔ جلدی کر دیا۔ عمران نے جیب سے ایک
بدیدہ انداز کا ٹائم بم نکال کر ٹائیگر کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اور ٹائیگر
نے بڑی پھرتی سے واپس جا کر ہم فٹ کرنا شروع کر دیا۔ چند
لمحوں بعد وہ فارغ ہو کر واپس عمران کی ساتھ والی سیٹ پر
آکر بیٹھ گیا اور عمران نے کار آگے بڑھا دی۔ عمران نے کوٹ
لی اندرونی جیب سے ایک سپر تیلی سی جلی نکال کر ٹائیگر کی طرف
بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اسے پہنی لو۔ اب رام داس کا میک اپ ختم۔ ورنہ
ستے میں کوئی تمہیں دیکھ کر چونک سکتا ہے۔“ عمران نے
سکراتے ہوئے کہا۔ سرنگ پر چون کہ اکاڈ کا ٹریفک اتنی۔ اس
لئے ٹائیگر نے بجاک کر جلی کو بڑی پھرتی سے اپنے سر اور چہرے
پر لٹکا کر اسے دونوں ہاتھوں سے مخصوص انداز میں تھکا کر شروع
کر دیا۔ عمران نے چون کہ اسے خود میک اپ کی ٹریننگ سے

رکھی تھی اس لئے وہ میک اپ میں ماہر تھا۔ چنانچہ دو چار ہیکرو کے بعد اس کے بالوں کا شائل اور چہرے کے نقوش ایک نئے بدل گئے۔ اور عمران نے اطمینان سے سر ملاتے ہوئے ایک ہیڈ پیئر مزید دباؤ ڈال دیا۔ اسی لمحے اُسے چہرے ایک خوشگوار دھماکہ سنائی دیا۔ اور عمران کے لبوں پر چمک رہی مسکراہٹ ظاہر ہو گئی۔

”عمران صاحب۔ کاروبار بہ ہو گئی۔“ طاہر نے کہا
 ”اچھا۔ میں تو سمجھا تھا کہ شاید شبِ برأت پر پلٹے ہو۔“
 جا رہے ہیں۔ عمران نے منہ ملتے ہوئے کہا اور ٹائیگ
 ٹیرمنڈہ ہو کر مسکرایا۔ واقعی اس کا فخر بچکانہ تھا۔ ٹائم کم
 وہ خود ہی لگا آیا تھا۔ اور ظاہر ہے ٹائم کم نے تو بچکانہ ہی تھا
 عمران مسکراتا ہوا کار کو آگے بڑھانے لگا۔ اُس کا
 اُسی کوٹھی کی طرف تھا جسے اس نے بلیک ڈیوٹیک کا بیڈ کوارٹر
 رکھا تھا۔

وزیر خزانہ حبیب الرحمن احمد پاکیشیہ اسے واپس
 لانے کے بعد بے حد پریشان اور بے چین تھے۔ کیوں کہ
 عمران نے ان سے ایک ہفتے کے اندر ایلٹ۔ ڈی کو سامنے
 لے آنے کا وعدہ تو کر لیا تھا۔ اور صدر مملکت نے بھی اس
 وعدے پر کنفیڈریشن کے منصوبے کو ترک کرنے کا اعلان ملوثی
 کر دیا تھا۔ لیکن دو روز انہیں واپس آئے ہوئے گزر چکے تھے۔
 اور ابھی تک عمران یا اس کے ساتھیوں کی نہ ہی آمد ہوئی تھی اور
 نہ ہی کوئی ایسی کارروائی سامنے آئی تھی جس کے تحت یہ کہا جاسکتا
 کہ فوجیوں کو گرفتار کیا جاسکے گا۔ اور صدر مملکت بار بار ان
 پر دباؤ ڈال رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور پریشانی بھی
 اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ کہ کافرستان نے اپنی فوجوں کی تعداد
 بھاشا نہ کی سرحد پر دو گنی سے بھی زائد کر دی تھی اور آثارِ نظر آ

ہوتے کسی بھی وقت کافرستان بجا شان پر حملہ کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے صورت حال روز بروز پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتی جا رہی تھی۔

اب تنگ آکر انہوں نے سر سلطان سے خصوصی فون کال پر بات کی تھی۔ اور سر سلطان نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک ٹیڑھ بات کر کے صحیح صورت حال سے انہیں آگاہ کر دیں گے۔ اور اس وقت سر حسین احمد سر سلطان کی جوابی کال کے ہی منتظر تھے۔

اسی لمحے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور سر حسین احمد نے پیک کر دیکھا۔

”یس۔۔۔ سر حسین احمد نے کہا۔

”جناب۔۔۔ ایک شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ویسٹرن کارمن سیکرٹ مردس کا نمائندہ بتا رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ایک خفیہ پیغام آپ تک پہنچانا ہے۔ دوسری طرف سے ان کے پی۔ اس کے لئے کہا۔

”ویسٹرن کارمن سیکرٹ مردس کا نمائندہ۔۔۔ اور مجھے پیغام دینا چاہتا ہے۔ اچھا بیچ دو۔۔۔ سر حسین احمد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا غیر ملکی نوجوان اندر داخل ہوا۔ وہ اپنے قدم دقامت سے اور چال ڈھال سے سیکرٹ مردس کا ہی رخصن دکھائی دیتا تھا۔

”ہیلو۔۔۔ مجھے رچرڈ کہتے ہیں۔ میں ویسٹرن کارمن سیکرٹ مردس سے متعلق ہوں۔۔۔ آنے والے نے بڑے مودبانہ انداز میں مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”او۔۔۔ تشریف لیکئے۔ آپ کی آمد انتہائی غیر متوقع ہے۔۔۔ سر حسین احمد نے معاف فرماتے ہوئے جواب دیا۔

”جی ہاں۔۔۔ یہ ایک خفیہ سلسلہ ہے۔ اس لئے مجھے اس انداز میں آنا پڑا۔ پہلے میں نے سوچا کہ آپ کی رپارٹیں گاہ پر آپ سے ملاقات کی جلتے۔ لیکن پھر مجھے معلوم ہوا کہ آپ آج کل

ایسا زیادہ وقت دفتر میں گزارتے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ یہیں ملاقات کر لوں۔۔۔ رچرڈ نے سنجیدہ لہجے میں

جواب دیا۔ وہ میز کی دوسری طرف کرسی پر بڑے مودبانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ فرماتے کیا پیغام ہے اور کس کا پیغام ہے۔۔۔ سر حسین احمد نے اس کی لمبی بات سے گھبراتے ہوئے کہا۔

”سر۔۔۔ ویسٹرن کارمن کی سیکرٹ مردس نے ایک کیس کے سلسلے میں ایک ایسے مجرم کو پکڑا ہے جس سے آپ کے ملک کے متعلق کئی اہم دستاویزات ملی ہیں۔۔۔ ایسی دستاویزات

جن کا تعلق آپ کے ملک کی سلامتی سے ہے۔ رچرڈ باس نے مناسب سمجھا کہ سفارت خانے کے ذریعے اسے آپ تک پہنچانے کی بجائے براہ راست آپ تک انہیں پہنچا دیا جائے۔۔۔ رچرڈ نے کہا۔

اور پھر کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک پھولا ہوا الفا ذہ نکالا۔ جن پر لاکھ سے کہی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے فنا ذہ حسین احمد کی طرف بڑھا دیا۔ سر حسین احمد نے بڑے رنج و حسرت سے انڈان میں الفا ذہ نکولا۔ اور اس میں موجود کاغذات باہر نکال لئے۔ اور پھر وہ ان کاغذات کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ جب کہ سامنے بیٹھے ہوئے دیر ڈٹے انہیں مطالعے میں مصروف پاکر کوٹ کی جیب سے ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا پاکس نکالا۔ اور اسے میز کی سطح سے نیچے رکھ کر اس کے نیچے چکی ہوئی بیٹی آثار دی۔ اور پھر ہاتھ کو بڑھا کر اسے میز کے نیچے ایک سائیدہ پراسی جگہ لگا دیا۔ جہاں سے وہ عام طور پر نظر نہ آسکتا ہو۔ پاکس میز کی سطح سے چپک گیا۔ اور دیر ڈٹے ہاتھ واپس پکھنچ لیا۔ اب اس کے چہرے پر احمقانہ کے آثار چمک رہے تھے۔ جیسے اس نے اپنا کام مکمل کر لیا ہو۔ لٹافے میں موجود تین کاغذات پڑھنے کے بعد سر حسین احمد نے سراد پر اٹھایا۔ ان کے چہرے پر حسرت کے آثار تھے۔ کیوں کہ ان کاغذات سے صرف یہی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خفیہ تنظیم اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں بھاشانہ کے مستقل مندوب کی گرائی کر رہی ہے۔ اور وہ ان سے کسی اجلاس میں اپنی مغز کا بیان دلانا چاہتے ہیں۔

”مسٹر دیر ڈٹ۔ آپ کو معلوم ہے کہ ان کاغذات میں کیا درج ہے۔“ سر حسین احمد نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ میں نے تو صرف امانت آپ تک منتقل

تردی ہے اور بس۔ ان میں کیا ہے کیا نہیں یہ آپ جانیں اور چیٹ باس۔“ دیر ڈٹ نے جواب دیا۔

”مسٹر دیر ڈٹ۔ آپ اپنے چیٹ باس کا مکذمت بھاشانہ کی طرف سے شکریہ ادا کر دیجئے گا۔ ہم ان کے ممنون احسان ہیں۔ کہ انہوں نے یہ مہربانی کی ہے۔ میں جلد ہی حسب ضابطہ بھی فون پر ان سے بات کر دوں گا۔“ سر حسین احمد نے کہا۔

”جناب۔ چیٹ باس نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ ان کاغذات کے سلسلے میں کوئی فون کال نہ کریں۔ کیوں کہ یہ کاغذات وہ ذاتی حد تک سمجھ رہے ہیں۔ ان کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“ دیر ڈٹ نے جلدی سے کہا۔

”اوہ اچھا میں سمجھ گیا۔ بہر حال میری طرف سے شکریہ ادا کر دیجئے۔“ سر حسین احمد نے سر طاب کے ہونٹے کہا اور دیر ڈٹ اٹھ کھڑا ہوا۔

”اچھا۔ مجھے اجازت دیجئے۔“ دیر ڈٹ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور سر حسین احمد نے بھی اٹھ کر ان سے الوداعی مصافحہ کیا اور دیر ڈٹ کو دروازے سے باہر نکل گیا۔ جب کہ سر حسین احمد کی نظریں ابھی تک بند دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ انہیں اس حسب چکر کی سمجھ نہ آئی تھی۔ کیوں کہ سیکورٹی کونسل کا بھاشانہ کٹر رکن سی نہ تھا اور اسی وجہ سے سیکورٹی کونسل میں بھاشانہ کا کوئی مستقل مندوب ہی نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں دیر ڈٹ کی آمد اور ان کاغذات کی کوئی تک سمجھ نہ آ رہی تھی۔ ابھی وہ

کہا۔ کیوں کہ ظاہر ہے ایک ٹوٹے ہوا راست گنگوٹ سے دو خانے
مطمئن ہو سکتے ہیں۔
”جیل۔ ایک ٹوپی گنگوٹ۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک باوقار
اور بھاری سی آواز سنائی دی۔

”میں حسین احمد وزیر خراجہ بول رہا ہوں۔ صدر مملکت اور
میں الیٹ۔ ڈمی کے سلسلے میں بے حد پریشان ہیں۔ کیوں کہ
ان کی طرف سے تحریکی کارروائیاں جاری ہیں اور ملک کے معوضی
حالات روز بروز گھٹتے جا رہے ہیں۔ ادھر کا فرستائی بھی
اپنا دباؤ ہر لحاظ سے بڑھاتا جا رہا ہے۔۔۔ سر حسین احمد نے
تیز لہجے میں کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ آپ کو کیا پریشانیوں درپیش ہیں۔ لیکن میرے
آدمی آپ کے ملک میں پہنچ کر کام کا آغاز کر چکے ہیں۔ مجھے یقین
ہے کہ آپ کی توقع سے بھی پہلے اس کے نتائج سامنے آنا شروع ہو
جاؤ گے۔ آپ مطمئن ہیں۔ ہم جب کسی کام کا میٹرہ اٹھاتے
ہیں تو اسے ہر صورت اور ہر قیمت پر مکمل کرتے ہیں۔ لیکن بہر حال
کچھ دقت تو لگ ہی جائے گا۔ ایک ٹوٹے پتھر سے ہونے
اور مطمئن لہجے میں کہا۔

”بہت شکریہ۔ آپ کی اس بات سے مجھے خاصا اطمینان
ہو گیا ہے۔ ورنہ میں آپ کی کال سے چند لمحے پہلے بے حد پریشان
تھا۔۔۔ سر حسین احمد نے کہا۔
”چند لمحے پہلے کیوں۔ ایسی کیا بات ہو گئی۔۔۔ دوسری

بیٹھے سوچ ہی رہے تھے کہ میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی ایک
بار بکھر چکی تھی۔ اور سر حسین احمد نے جلدی سے رسیور
اٹھا لیا۔

”ہیس۔۔۔ سر حسین احمد نے رسیور اٹھاتے ہی کہا۔
”جناب۔ پاکیشیا سے سپیشل کال ہے۔۔۔ دوسری
طرف سے سی۔ اسے نے مودبانہ لہجے میں کہا۔
”اور گئے۔ اسے سپیشل لائن پر آن کر دو۔۔۔ سر حسین ا
نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

دوسرے لمحے ایک سائیڈ پر رکھے ہوئے سرخ رنگ کے
فون کی گھنٹی بچ اٹھی۔ اور سر حسین احمد نے اس کا رسیور
اٹھا لیا۔ اس فون پر کال کا مطلب تھا کہ بات چیت سپیشل لائن
پر ہو رہی ہے۔ جسے کال کرنے اور وصول کرنے والے کے علاوہ
اور کوئی نہ سن سکتا تھا۔

”ہیس۔۔۔ حسین احمد پیکنگ۔۔۔ سر حسین احمد
نے کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں فرام پاکیشیا۔۔۔ میں نے ایک ٹوٹے
بات کی ہے۔ وہ براہ راست آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں تاکہ
آپ کو مناسب تفصیلات بتا سکیں۔ آپ چند لمحے بولڈ آن
کریں میں ان سے آپ کا رابطہ قائم کر دوں۔۔۔ دوسری طرف
سے سر سلطان نے کہا۔

”ٹھیک ہے مہربانی۔۔۔ حسین احمد نے خوش ہوتے ہوئے

طرف سے ایک ٹوٹے ہوئے چمکے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ اصل ایک الجھن سی ہے۔ ابھی چند لمحے پہلے ایک نوجوان غیر ملکی مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ ویسٹرن کاربن کی سیکرٹ سروس سے متعلق ہے۔ وہ اپنا نام ریچرڈ بتا رہا تھا۔ اس نے ایک لحاظ مجھے لاکر دیا ہے کہ اسے سیکرٹ سروس کے چیف نے ذاتی حیثیت سے بھیجا ہے۔ انہوں نے ایک کیس کے سلسلے میں ایک ملازم کو دبا ہے۔ جس سے چند ایسی دستاویزات ملی ہیں جن کا تعلق بھاشانہ کی سلامتی سے ہے۔ کاغذات اس قفلے میں موجود تھے۔ ساتھ ہی ویسٹرن کاربن سیکرٹ سروس کے چیف کا خط منسلک ہے۔ لیکن مشر ایکسٹو حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان کاغذات میں درج ہے کہ کوئی خفیہ تنظیم اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں بھاشانہ کے مستقل مندوب کی نگرانی کر رہی ہے۔ اور ان سے کوئی اپنی مرضی کا بیان دلانا چاہتی ہے۔ لیکن الجھن یہ ہے کہ بھاشانہ تو سیکورٹی کونسل کا اس سال رکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے سیکورٹی کونسل میں کسی مستقل مندوب کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

سر حسین احمد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”وہ نوجوان اب کہاں ہے؟“ ایک ٹوٹے تیز بے میں پوچھا۔

”وہ تو چلا گیا ہے۔“ سر حسین احمد نے جواب دیا۔

”جب آپ یہ کاغذات پڑھ رہے تھے تو وہ نوجوان کیا کر رہا تھا؟“ ایک ٹوٹے ہاتھ کاغذ جمع کرتے ہوئے پوچھا۔

”نوجوان کیا کر رہا تھا۔ ظاہر ہے خاموش بیٹھا ہوگا۔“

سر حسین احمد نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ انہیں اس سوال کی تک ہی سمجھ نہ آئی تھی۔

سر حسین احمد جب ایسے حالات بنوں جن سے آپ کا ملک گزر رہا ہو تو انتہائی محتاط رہنا پڑتا ہے۔ بہر حال وہ خط جو ویسٹرن کاربن سیکرٹ سروس کے چیف نے بھیجا ہے۔ اس پر دیکھیں وارنٹ مارک میں بطح کی تصویر کاغذ کے اندر موجود ہے یا نہیں؟ ایک ٹوٹے کہا۔

”بطح کی تصویر وارنٹ مارک میں؟“ سر حسین احمد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور پھر انہوں نے میز پر پڑا ہوا کاغذ اٹھا کر

اسے ٹیبل ٹیپ کے سامنے کیلا۔ لیکن کاغذ سادہ تھا۔ اس کے اندر کوئی وارنٹ مارک تصویر موجود نہ تھی۔

”نہیں۔ اس میں کوئی وارنٹ مارک تصویر موجود نہیں ہے؟“

سر حسین احمد نے رسیور میں بولتے ہوئے کہا۔

”تو یہ کاغذ جعلی ہے۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے یہ ساری کارروائی آپ کے دفتر کے اندر کوئی فائر لیس بم وغیرہ لگنے

کے لئے کی گئی ہے۔ آپ کو ان کاغذات کے مطالعے میں صرف کر کے وہ نوجوان اپنا کام کر گزرا ہوگا۔ آپ فوراً ایک لمحہ دیر

کے بغیر کمرہ چھوڑ دیں اور ماہرین سے اس کی باقاعدہ چیکنگ کرائیں

سا ہوا کہ وہ بالکل صحیح سلامت ہیں۔ اب سائرن بجنے اور چنچ و پکار
کی آوازیں کافی بلند ہو چکی تھیں۔ اور سر حسین احمد اٹھ کھڑے
ہوئے۔ اب صورت حال کچھ واضح ہو چکی تھی۔ ان کے دفتر کی عمارت
کا وہ پورا بلاک جس میں ان کا دفتر تھا بلے کی صورت میں زمین بوس
ہو چکی تھی۔

آپ بجز بیت ہیں جناب۔ اچانک انہیں قریب سے
کسی کے پھینکنے کی آواز سنائی دی اور وہ چونک پڑے۔ یہ
سیکرٹری وزارت داخلہ تھے۔ جن کا دفتر ان کے دفتر سے قریب
تھا۔ وہ شاید دھماکے کی آواز سن کر بھاگتے ہوئے آئے تھے۔
یہ کیا ہو گیا ہے۔ یہ کیا ہوا ہے۔ سر حسین احمد نے
مشینی انداز میں پوچھا۔ الفاظ ان کے لبوں سے جیسے خود بخود
پھسل رہے تھے۔

کوئی خوف ناک واردات ہوئی ہے، ہم کا دھماکا ہے۔ آپ
ہمارے دفتر میں چلیں۔ جلدی صورت حال واضح ہو جائے
گی۔ سیکرٹری وزارت داخلہ نے کہا۔

ہم کا دھماکا۔ اوہ ہاں۔ واقعی یہ ہم کا دھماکا ہے۔ ایکسٹو
نے سچ کہا تھا۔ سر حسین احمد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
ایکسٹو۔ یہ کون ہے جناب۔ سیکرٹری داخلہ
نے جو ساتھ ہی چل رہے تھے چونک کر پوچھا۔

کچھ نہیں کچھ نہیں۔ پینئر۔ معلوم کر لیجئے کوئی نقصان
تو نہیں ہوا۔ او۔ دفتر میں تو سب لوگ موجود تھے۔

جلدی پینئر۔ دوسری طرف سے ایکسٹو نے تیز بلے میں
کہا۔

اوہ اچھا گڈ بائی۔ سر حسین احمد کا رنگ ہم کا ذکر سننے
ہی ایک لحنت زور دینا گیا۔ انہوں نے بڑی تیزی سے دسیو کر ٹیلا
پر رکھا۔ اور اٹھ کر تیزی سے بیردنی دروازے کی طرف تقریباً
دوڑ پڑے۔ انہیں ایسا محسوس ہوا تھا جیسے وہ پھٹتے ہوئے ببول
پر چل رہے ہوں۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی وہ تیزی سے
عمارت سے باہر کی طرف بڑھتے گئے۔ جب کہ محققہ کمرہ میں موجود
ان کا دفتری عملہ حیرت سے انہیں اس طرح باہر جلتے دیکھ رہا
تھا۔ سر حسین احمد نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس عمارت سے
دور جا کر پھر میٹنگ کے آرگنکریٹر دیں گے۔ جان کا خوف انہیں
دور سے دور لے جا رہا تھا۔ اور پھر ابھی انہوں نے برآمدے کی
سیڑھیاں اتر کر پورچ میں قدم رکھا ہی تھا کہ اس قدر خوف ناک
دھماکا ہوا کہ سر حسین احمد کو جیسے کسی نے اٹھا کر باہر دوڑ بھیج دیا
وہاں جو۔ دھماکے کی شدت نے ان کے پورے جسم حتیٰ کہ دماغ
تک کو مفلوج کر دیا تھا اور وہ اچھل کر پورچ میں کھڑی ہوئی کار کی
سائیڈ میں منہ کے بل جا گرے تھے۔ خوف ناک دھماکے کے بعد
ہر طرف گرد و غبار چھایا تھا اور ساتھ ہی لوگوں کی چیخوں اور بھاگنے
دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جب دھماکے کی بازگشت ختم
ہوئی تو سر حسین احمد نے ڈرتے ڈرتے سر اٹھایا۔ سب سے پہلے
انہوں نے اپنے جسم کا جائزہ لیا۔ اور یہ دیکھ کر انہیں اطمینان

سہر حسین احمد نے بات بہتے ہوئے کہا۔

”ابھی معلوم ہو جاتا ہے سرور۔ سیکرٹری داخلے نے کہا۔
اس دوران بے شمار سیکورٹی کے افراد اور پولیس عمارت کے
بلے کے گرد اکٹھے ہو چکے تھے۔ سیکرٹریٹ فائر بریگیڈ بھی
پہنچ چکا تھا۔ اور بلے کے اندر سے زخمیوں اور لاشوں کو باہر نکالا
جا رہا تھا۔

سہر حسین احمد کو وزارت داخلہ کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔
وزیر داخلہ چوں کہ کہیں دور سے پرگئے ہوئے تھے اس لئے ان
کا دفتر خالی تھا۔ کافی دیر تک تو سہر حسین احمد دونوں ہاتھوں سے
اپنا سر کپڑے صوفے پر بے خیالی کے سے عالم میں بیٹھ رہے۔ ان
کے دل میں بار بار ہول سا اٹھ رہا تھا کہ اگر اتفاق سے سر سلطان
اور ایک ٹوکی کال نہ آجاتی اور وہ ایک شوشے اس نوجوان کے
بارے میں بات نہ کر لیتے تو ان کا اپنا جسم سیکورٹوں مگرلوں میں
تبدیل ہو کر ہزاروں من بلے میں دبا پڑا ہوتا۔ اور انہیں ایک
کی ذہانت پر بھی رشک آرہا تھا کہ جن نے صرف چند لمحوں میں
صرف بات چیت سے یہ اندازہ لگا سنا تھا کہ وہ نوجوان کیوں آ
تھا۔ اب انہیں رشک آرہا تھا کہ کاش ایک شو جیسا آدمی
بجاشانہ میں بھی ہوتا۔ لیکن انہیں معلوم تھا کہ ایسے لوگ صدیوں
بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اب انہیں مکمل
یقین ہو گیا تھا کہ ایک شو بجاشانہ میں کام کرنے والے غیر متدل
ضرور گرفتار کر لے گا۔

تھوڑی دیر بعد بے شمار بڑے بڑے افسران ان کے کمرے میں
پہنچ گئے۔ وہ سب انہیں اس طرح موت کے منہ سے نکالنے
پر مبارک باد دے رہے تھے۔ انباری منڈکے بھی انٹرویو لینے آ
تھے۔ صدر مملکت کا بھی فون آ گیا۔ وہ سب ان سے اسی بات
پوچھ رہے تھے کہ آخر وہ ہم چھٹے سے چند لمحوں پہلے اس طرح تیزی
سے اٹھ کر دفتر سے کیوں نکلے تھے۔ کیوں کہ ایک دشمنی نے
یہ بیان دیا تھا کہ وزیر خزانہ کے کمرے میں ہم چھٹے سے چند لمحوں پہلے
دفتر خارجہ کے کمرے سے نکل کر بے تحاشا اور خلاف معمول اندازہ میں
دوڑتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔ لیکن سہر حسین احمد سمجھتے
تھے کہ انہوں نے ایک ٹوکا نام نہیں لیتا۔ اس لئے انہوں نے
صرف اتنا کہا کہ بچنے کیوں ان کی طبیعت بیٹھے بیٹھے اس قدر
گہرائی کہ وہ لاشوں کی طور پر اٹھ کر باہر نکل گئے۔ اور پھر ان
کے اس بیان کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور چھٹی ساتویں حصے
کے ہر وقت خبردار کر دینے کے متعلق باتیں شروع ہو گئیں۔ اور
سہر حسین احمد ان سے فاسخ ہو کر مسلح سیکورٹی گاؤں کے پہرے
میں واپس اپنی رہائش گاہ پر چلے گئے۔ البتہ انہوں نے
کوئی پیرپہرے کے اشتباہات مزید سخت کر دینے کے خصوصی
احکامات دے دیئے کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ ان پر باقاعدہ
تہمتا نہ حملہ کیا گیا ہے۔ اور یہ حملہ دوبارہ بھی ہو سکتا ہے۔

ہونٹ کھٹے ہوئے کہا۔ اس بار اس کا لہجہ قد سے نرم تھا۔
 ”جناب کال میں نے فون ہوئے کی بھی کال کرنے کے
 بعد میں ایک طرف گھڑی ہوئی اپنی کار کے پاس گیا۔ اور پھر
 کار میں بیٹھ کر میں نے بجلی پیش کر دیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ تین
 چار منٹ کا وقفہ ہوا ہو گا۔“ رچرڈ نے جواب دیا۔
 ”یہ بات ہے تو اسے واقعی اتفاق ہی کہا جاسکتا ہے۔ بہر حال
 ایف۔ ڈی کا یہ پہلا جملہ ہے جو ناکام گیا ہے۔ اور میں اس
 ناکامی کے داغ کو بہر قیمت پر دھونا ہو گا۔ اب معلوم کرو کہ وزیر
 خارجہ کہاں ہے۔“ کرنل چارلس نے سخت الجھے میں کہا
 ”یس سر۔“ رچرڈ نے قد سے بے مطمئن لہجے میں کہا
 اور تیزی سے مڑ کر واپس چلا گیا۔

”ہائس۔“ یہ پاکیشیا سے کال آنا اور سر حسین احمد کا
 بے تحاشا یوں اپنے دفتر سے نکل بھاگنا اس میں کوئی راز ہے
 کارپج نے رچرڈ کے جانے کے بعد کہا۔

”وہ وزیر خارجہ جیسے۔“ غلام سر ہے۔ خاندان کالیں تو آتی جاتی
 رہتی ہوں گی۔ اور جہاں تک ہم کے چیک کر لئے جانے کا سو
 ہے تو یہ ناممکن ہے۔ اگر وہ پہلے چوکرنا جوتا تو وہ یوں اٹھ
 سے بیٹھ کر وہاں کال نہ کر سکتا رہتا۔ بہر حال یہ شخص لگا
 ہی سہی۔“ کرنل چارلس نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا
 پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور کرنل چارلس

رچرڈ اٹھ اٹھا۔

”یس۔“ کرنل چارلس کے لہجے میں ابھی تک سختی موجود تھی۔
 ”ایک اہم اطلاع ہے۔“ سیکرٹری خارجہ رام داس کو
 ان کی رہائش گاہ سے انکار کیا گیا ہے۔ اور ان کی کار کو سرکزی
 سیکرٹریٹ کا کوئی سے ٹھکانہ ہی فاصلے پر ہے۔ تباہ کر دیا گیا ہے۔
 اور۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ نمبر سیکس نے ابھی یہ اطلاع
 دی ہے کہ اس نے رام داس صاحب کو کا کوئی سے نکل کر ایک کار
 میں جاتے دیکھا۔ ان کے ساتھ ایک اور کار تھی جس میں دو قوی
 میکل دیو نما انسان بیٹھے ہوئے تھے جن کے درمیان ایک بے ہوش
 آدمی کو اس طرح بٹھایا گیا تھا کہ وہ دونوں اُسے سنبھالے ہوئے تھے۔
 آجے ایک مقامی نوجوان اس کار کو چلا رہا تھا۔ سرکزی سیکرٹریٹ
 سے رام داس اپنی کار چلا تے ہوئے اودھ کا راولے اٹھتے ہی نکلے۔ کافی
 فاصلے پر اگر رام داس صاحب نے اپنی کار روک دی۔ دوسری
 کار بھی تنگ گئی تھی۔ رام داس صاحب اپنی کار سے اتر کر دوسری کار
 کے پاس پہنچے۔ یہاں انہوں نے کوئی چیز اس کار کے ڈرائیور سے حاصل
 کی اور پھر اسے اپنی کار میں جا کر نصب کیا۔ اور خود واپس دوسری
 کار میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اور وہ کار آگے بڑھ گئی۔ چند
 لمحوں بعد رام داس صاحب کی ٹیکس ایاں کب بدل گئی تھی۔ لباس
 وہی تھا۔ لیکن شکل بالکل تبدیل تھی۔ نمبر سیکس اس گاڑی کا
 بڑی ہوشیار سی سے تعاقب کرتا رہا۔ یہ کار گشت کا کوئی ایک
 کوئی جس کا نمبر بار ہے میں چلی گئی ہے۔ نمبر سیکس اس کی

گجراتی کر رہا ہے۔ دوسری طرف سے تفصیل بتائی گئی۔

ٹیکسکے۔ میں ابھی اس بارے میں اقدام کرتا ہوں۔
کرنل چارلس نے کہا اور وہ رسیورڈ کرتے ہی رابرٹ کی طرف
مڑا۔

رابرٹ۔ نام داس کو اغوا کر کے گلشن کلاونی کی کوٹھی منبر
بارہ میں لے جایا گیا ہے۔ تم اپنا گروپ لے کر اس پر ریڈ کرو۔ اور
اس کی اینڈ سے اینڈ بجادو۔ کوئی آدمی زندہ نہ بچنے پائے۔
فل ریڈ۔ کرنل چارلس نے تیرا لہجہ میں کہا۔
”وہ نام داس۔ وہ تو ہمارا آدمی ہے۔“ رابرٹ نے
کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اسے بھی ختم کر دو۔ جو آدمی نظروں میں آجائے اس کے بعد اس
کا زندہ رہنا انتہائی خطرناک ہو سکتا ہے۔“ کرنل چارلس نے
اپنی بات پورا دیتے ہوئے کہا۔

ٹیکسکے باس۔ جس طرح رپورٹ دی گئی ہے اس کے
مطابق تو رام داس کی اپنی حرکات ہی مشکوک ہیں۔
چارلس نے کہا۔

”اور نہیں۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ یہ ساری جیکر بازی تھی۔ جو
آدمی ان قومی میٹنگ ایویوں کے دو میاں بے ہوش بنایا گیا تھا وہی
وہ اصل نام داس تھا۔ اور ظاہر ہے اس کے میک اپ میز
اسے اغوا کرنے والوں کا آدمی ہو گا۔“ کرنل چارلس نے کہا۔
اور چارلس منبر پر اتر گیا۔

”ٹیکسکے باس۔ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ کیا یہ مقامی سیکرٹ
سروس کی کارروائی ہو سکتی ہے۔“ رابرٹ کے جانے کے
بعد چارلس نے کہا۔

”مقامی سیکرٹ سروس۔ اور مجھے یاد آیا۔ منبر ایویں تھری
نے رپورٹ دی ہے کہ سیکرٹ سروس کا کرنل شریف اس ٹھکانے
نہ تھا۔ اس نے اس پر تشدد کیا۔ ٹیکسکے ایویں تھری نے مردہ
ہی کر اس سے جان چیرائی۔ اور فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اور
پیر ڈاکٹر سبطین نے بھی مینڈ کو مارٹر کو خفیہ اطلاع دی ہے کہ ایویں
تھری کے بعد وہ ڈاکٹر سبطین پر چڑھ دوڑا۔ اس نے اس پر
زبردستی تشدد کیا۔ اور اعلیٰ ڈی کے متعلق پوچھ گچھ کی۔ ڈاکٹر
سبطین نے جرمی مشکل سے ایک سفارت کار کو بلایا اور صدر مملکت
سے بات کر کے اپنی جان بچائی۔ اور اب بھی سیکرٹ سروس
کا آدمی ڈاکٹر سبطین کی گجراتی کر رہا ہے۔“ کرنل چارلس
نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اور۔ اس کا مطلب ہے مقامی سیکرٹ سروس ہمارے
کیڈو پر عمل پیرا ہے۔ یہ تو انتہائی خطرناک صورت حال ہے۔
چارلس نے تشویش سے پوچھ لیا۔

”ہاں۔ اس نے تو میں نے ایویں تھری کا خاتمہ کر دیا ہے۔
اور ڈاکٹر سبطین کو بھی اب تک قتل کیا جا چکا ہو گا۔ کیوں کہ بہرحال
یہ دونوں نظروں میں آچکے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں
نے مینڈ کو مارٹر سے کہا ہے کہ سیکرٹ سروس کے چیف کرنل شریف

کو تلاش کر کے اس کا بھی خاتمہ کر دیا جائے۔ کرنل چارلس نے کہا اور باقی افراد نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلادیا۔
الیف۔ ڈی کا اصول ہی یہی تھا کہ ان کی تنظیم کے متعلق کوئی بھی آدمی اگر نظروں میں آجائے تو اس کا خاتمہ یقینی طور پر کر دیا جائے گا۔ اس اصول کا صرف ڈائریکٹر کو ہی علم تھا۔ چھوٹے ممبر کو یہ اصول نہ بتایا گیا تھا تاکہ وہ خوف کے مارے رپورٹ دینے سے ہی گریز نہ کریں۔

”تو پھر یقیناً نام داس والی کارروائی بھی سیکرٹ سروس کی ہو جوگی۔“ کالینچ نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔
اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل چارلس کوئی جواب دیتا اچانک میریہ بڑا ہوا سرخ رنگ کا شیلی فون بچ اٹھا۔ اور کرنل چارلس اس کی گفتنی بجتے سن کر چونک پڑا کیوں کہ یہ پیشہ فون تھا۔ جس سے براہ راست کالیں آتی تھیں۔ اور سوائے خاص خاص افراد کے اس کے نمبروں کا اور کسی کو علم نہ تھا۔ اور وہ سارے خاص افراد اس وقت اس کے کمرے میں موجود تھے۔ اس کے باوجود فوراً کی گفتنی بچ رہی تھی۔ اس نے تو وہ چومکا تھا۔
”یس۔ کرنل چارلس نے رسیور اٹھا کر کہا۔

”کرنل چارلس۔ میں کرنل ہمیرخ بول رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے رینا آدمی کے کرنل ہمیرخ کی آواز سنائی دی۔ اور کرنل چارلس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں ہو گئے تھے واقعہ اپنے خاص آدمیوں کے علاوہ یہ فون نمبر کرنل ہمیرخ کے پاس بھی

تھا اور اس کا کرنل چارلس کو بھی خیال نہ آتا تھا۔
”اودہ کرنل ہمیرخ۔ سنائیے۔“ مشن کیا جا رہا ہے۔ کوئی تبدیلی۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا۔“ کرنل چارلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”پاکیشیا سیکرٹ سروس کا تو کلیو ابھی تک نہیں ملا۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ لوگ یہاں آئے ہی نہیں۔“ لیکن ایک نئی منظم سامنے آئی ہے۔“ کرنل ہمیرخ نے کہا۔
”کی منظم کیا مطلب۔“ کرنل چارلس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”الیف۔ ڈی۔“ کرنل ہمیرخ نے کہا۔
”الیف۔ ڈی۔“ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ کیا آپ جیسی شخصیت بھی اب مذاق کر رہے تھی۔“ کرنل چارلس نے تلخ لہجے میں کہا۔

”میں مذاق نہیں کر رہا کرنل چارلس۔ واقعی ایک نئی تنظیم سامنے آئی ہے۔ میں نے اس کے دو آدمی پکڑ لئے تھے لیکن وہ مکمل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ بہر حال میں ان کے پیچھے ہوں اور سنو۔ ان کی تنظیم کا نام بھی الیف۔ ڈی ہی ہے۔ اس بات پر آپ کی طرح میں بھی چونکا تھا۔ اور میں نے بھی اسے مذاق سمجھا تھا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ ان کی تنظیم کا نام فاسٹ ڈیٹھ ہے۔ جن کا مخفف الیف۔ ڈی ہی بنتا ہے۔“ کرنل ہمیرخ نے کہا۔
”فاسٹ ڈیٹھ۔ اودہ۔“ یہ کس ملک کی تنظیم ہے۔ اور کس

رک کرنے کے اعلان پر مجبور ہو جائے گا۔ کرنل چارلس نے میز پر ہٹکا مارتے ہوئے کہا۔

”اس کی تو یہی صورت ہے بائیں۔ کہ کوئی بہت بڑا آپریشن کیا جائے۔ آتنا بڑا کہ حکومت برمی طرح ہو کھلا جائے گا۔“

نے کہا۔

”بڑے آپریشن تو ہم نے کر ڈالے۔ اب کون سا بڑا آپریشن کیا جائے گا۔“

”باس۔ اگر ہم ان کا مین پاؤر ہاؤس اڑا دیں تو یہ آتنا بڑا چمکا ہو گا جسے بھاشنا برداشت نہ کر سکے گا۔“

”میں پاؤر ہاؤس۔ کیا مطلب۔“

”کرنل چارلس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”باس۔ مجھے اتفاق سے یہ معلومات ملی ہیں کہ ایک برمی کی مدد سے بھاشانہ کے دارالحکومت باکامین ایک بہت بڑا برمی بجلی گھر بنایا گیا ہے۔ اس پر اردو ڈالمر خرچ کئے ہیں۔ یہ بجلی گھر آتنا بڑا ہے کہ اس سے پورے ملک کو بجلی سپلائی کرنے کے

انتظامات کئے گئے ہیں۔ اور اسی بجلی گھر کی وجہ سے بھاشانہ ترقی کی رفتار بے حد تیز ہو گئی ہے۔ اگر یہ بجلی گھر اڑا دیا جائے تو بھاشانہ کے لئے آتنا بڑا زخم ہو گا کہ جسے دہ صدیوں تک چاٹنا رہے گا۔“

”باس۔“

”لیکن بائیں۔ بجلی گھر کو اڑانے کی بجائے اگر اسے اڑانے کی دھمکی دی جائے تو یہ زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتی ہے۔“

مقاصد کے تحت آئی ہے۔ ایسی تنظیم کا نام پہلے تو کبھی نہیں سنا۔ کرنل چارلس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”انہی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔ لیکن ان دو آدمیوں کی حیرت انگیز ذہانت۔ پھر فی اور دلیری سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ تنظیم

ایف ڈی کے مقابلے میں آئی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پاکریشیا کی کوئی اور غفیلہ تنظیم ہو جسے سیکرٹ سروس کی بجائے

بھیجا گیا ہو۔“

”کرنل ہیریخ نے جواب دیا۔

”اوہ۔“

”یہ ایسا ہی ہو گا۔ پھر تو اسے فوری طور پر کرش کر ہو گا۔“

”کرنل چارلس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”اسے آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔“

”ریش آدمی ایسی تنظیموں کو مسل وین کی پوری طاقت رکھتی ہے۔“

”میں نے تو صرف آپ کو مطلع کر کے لئے خون کیل ہے۔“

”گڈ بائی۔“

دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

کرنل چارلس نے دسیورہ دیا۔ لیکن اس کی پیشانی پر بہت سی سلوٹیں نمودار ہو گئی تھیں۔

”حالات تیزی سے بدلتے جا رہے ہیں۔ حکومت ہمارے منصوبے کے مطابق اعلان نہیں کر رہی۔“

ادھر مقامی سیکرٹ سروس اور یہ نئی تنظیم ایف ڈی بھی سامنے آگئی ہے۔ ہمارے مشن فیل ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ اس کا کوئی فوری حل چاہیے۔ کوئی ایسا حل کہ حکومت فوری طور پر کفیلہ ریش کا منصوبہ

نے کہا۔
 ”دھمکی۔ وہ کیسے۔ اس طرح تو وہ چوکننا ہو جائیں گے اور
 اس بجلی گھر کی حفاظت کا انتہائی سخت انتظام کر لیا جائے گا۔“
 کرنل چارلس نے کہا۔

”باس۔ اس بجلی گھر کے وجود پر بھاشا نہ کی موجودہ معیشت کا
 انحصار ہے۔ ایف۔ ڈی نے اس کا بک جو کچھ کہتا ہے۔ وہ بھی عوام
 اور حکومت کے سامنے ہے۔ حکومت اور عوام ہم سے انتہائی
 خوف زدہ بھی ہیں اگر ہم یہ دھمکی دے دیں کہ اگر گنڈہ درشتوں کا
 منصوبہ دور دراز کے اندر ترک کرنے کا باقاعدہ اعلان نہ کیا گیا تو
 بجلی گھر اڑا دیا جائے گا۔ تو یقیناً یہ دھمکی حکومت کے لئے انتہائی
 مؤثر ثابت ہوگی۔ اور پھر عوام بھی بجلی گھر کو بچانے کے لئے باہر نکل
 آئیں گے۔ اور وہ حکومت پر زبردست دباؤ ڈالیں گے۔ کہ
 ایف۔ ڈی کی شدت منظر کو کمر لی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ
 سیاسی پارٹیاں جنہیں ہم اقتدار میں لے آنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی سرگرم
 ہو جائیں گے۔ اس طرح حکومت مجبور ہو جائے گی کہ جاری سرکاری
 کے مطابق اعلان کرے۔“ کا لہجہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
 ”تم باری بات درست ہے۔ لیکن ہمیں دوسرے پہلو کو بھی نظر انداز
 نہیں کرنا چاہیئے۔ فرض کیا کسی بھی وجہ سے حکومت یہ اعلان
 نہیں کرتی اور ہمیں یہ بجلی گھر اڑا نا ہی پڑتا ہے۔ تب“
 کرنل چارلس نے کہا۔

”جائے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس کے لئے یہ ضروری ہے

کہ ہم اعلان کرنے سے پہلے اس بجلی گھر کے اندر یا تو ایسا بم فٹ کر
 دیں جسے جس وقت بھی چاہیں استعمال کر سکیں۔ یا اگر ایسا ممکن
 نہ ہو تو پھر وہاں کسی ایسے آدمی کی جگہ پارا آدمی موجود ہونا چاہیئے جو
 اٹھارہ گھنٹے پر وہ بم وہاں فٹ کر دے۔“ کا لہجہ نے کہا۔

”دونوں ہی صورتیں ممکن ہیں۔ اور میرے خیال میں اس طرح
 صورت حال بہت بہتر ہو جائے گی۔ مارسن۔ کیا یہ کام تم اپنے
 ذمہ لے سکتے ہو؟“ کرنل چارلس نے کہا۔

”بالکل جناب۔ اگر آپ حکم دیں تو میں آج ہی کارروائی کا
 آغاز کر دوں۔“ مارسن نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں
 کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جس قدر جلد ہو سکے یہ کام مکمل کر دو۔ مجھے
 جیسے ہی رپورٹ ملے گی دھمکی کا اعلان کر دوں گا۔“ ایسے مجھے
 یقین ہے کہ یہ دھمکی اتنی مؤثر ثابت ہوگی کہ حکومت گھٹنے ٹیکنے پر
 سر حال مجبور ہو جائے گی۔“ کرنل چارلس نے فیصلہ کن انداز
 میں کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ اٹھا کر بیٹنگ درخواست
 کرنے کا اشارہ کیا۔ اور اس کے ساتھی اٹھ کر کمرے سے
 باہر چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد کرنل چارلس چند لمحوں بیٹھا کچھ سوچا رہا۔
 اس کے ذہن میں فاسٹ ڈیوٹھ لے کھلی مچائی ہوئی تھی۔ کیوں کہ
 زمین میں یہ رخ کی بات سے اندازہ ہوتا تھا کہ فاسٹ ڈیوٹھ تو قریب سے

رہی پر بیٹھ گیا۔

”ایک تنظیم مہارے مقابلے پر آئی ہے۔ اس کا نام فاسٹ ڈیوڈ ہے۔ سب سے انتہائی دلیر اور خوف ناک تنظیم ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس تنظیم کو خود ہی طور پر کرشن کر دیا جائے گا۔“ کرنل چارلس نے کہا۔

”ہو جائے گی باس۔ اور کچھ۔“ میجر تارا نے یوں اطمینان بھرے انداز میں کہا جیسے ابھی تالی بجا کر ہوا میں اڑتے ہوئے پتھر کو مسل ٹانگے گا۔

”یہ آرمی کا کرنل ہمیرج ان کے پیچھے ہے۔ تم ایسا کرو کہ کرنل ہمیرج کی نگرانی کرو۔ اور پھر جیسے ہی اس تنظیم کا کلیو ملے۔ ان پر پوری قوت سے چڑھ دو۔ اس تنظیم کا کوئی آدمی بھی دوسرا سا نہیں لینے پائے گا۔“ کرنل چارلس نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”باس۔ کیا کرنل ہمیرج سے بھی مکر یعنی پڑنے لگی؟“

میجر تارا نے پوچھا۔

”مکر لینے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ یہ تنظیم جلد از جلد کرشن کر دی جائے اور اس سے کس طرح ہوتی ہے اس سے مجھے مطلب نہیں۔“ کرنل چارلس نے کرخت لہجے میں کہا۔

”کرنل ہمیرج کے علاوہ اور کوئی کلیو نہیں ہے اس تنظیم کا۔“ میجر تارا نے بھنبویں اچکاتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ ابھی چند لمبے پہلے اس نے ان کی موجودگی کی اطلاع

زیادہ تیز ثابت ہوئی ہے۔ اور ظاہر ہے جو دو افراد یہ آرمی کو ہیکر دے کر نکل جائے ہیں کامیاب ہونگے ہیں۔ وہ کیسے لوگ ہونگے ہیں۔ آخر کار سوچ کر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اس خطرناک تنظیم کو صرف یہ آرمی پر ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ بلکہ اس سلسلے میں خود بھی کوئی اقدام کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے میز پر پردے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر ریش کر دیا۔

”میں سر۔ لوئیس پیٹنگٹن۔“ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”لوئیس۔“ پیٹنگٹن گروپ کے چیف میجر تارا کو میرے پاس بھیج دو۔ ابھی اندھوڑا۔“ کرنل چارلس نے کہا۔ اور رسیور رکھ دیا۔

تقریباً دس منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ آٹنے والے کے چہرے پر بے پناہ کڑھکی اور درشتی موجود تھی۔ یہ پیش گروپ کا چیف میجر تارا تھا۔ اسرائیل کی سب سے خوف ناک شخصیت۔ جو سفاکی اور بربریت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔

”میں باس۔“ میجر تارا نے کو خستہ لہجے میں کہا۔

کرنل چارلس جوں کہ جانتے تھے کہ میجر تارا کا انداز ہی ایسا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کے بچے کو نظر انداز کر دیا۔

”بٹھو میجر۔“ کرنل چارلس نے میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میجر تارا سر ہلاتا ہوا

ہی ہے۔ اور اس کے بقول اس نے اس تنظیم کے دو افراد بھی پکڑے
لیکن وہ ان کے بچے سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اس
بات سے مجھے حد نہ پہنچا۔ اہو ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کرنل ہمیر
ان کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکے اور یہ تنظیم چالے ہوئے درو
ہیں جائے۔ کرنل چارلس نے کہا۔

”واقعی باس۔ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ ریڈ آرمی کی گرفت
میں آئے ہوئے افراد نکل جائیں۔ اس کا تو واقعی یہی مطلب ہے کہ
وہ لوگ ریڈ آرمی سے کہیں زیادہ تیز ہیں۔ بہر حال میں انہیں
دیکھ لوں گا۔ اگر مجھے کوئی براہ راست کلیو مل جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔
میں جرنل رائے کر سی سے ملنے ہوئے کہا اور کرنل چارلس نے سر
علا دیا۔ اب اس کے چہرے پر مکمل اطمینان کی جھلکیاں ابھر
آئیں تھیں۔ کیوں کہ وہ پیشیل ایکشن گروپ کی کارکردگی سے پوری
طرح واقف تھا۔ کہ یہ لوگ جس کے پیچھے پڑ جائیں اُسے باتال
کی گھبراہٹوں سے بھی کیونچ لیتے ہیں اور پھر خوف ناک بلکہ دردناک
موت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

”کرنل شریف۔ تم مقامی سیکرٹ سروس کے چیف
ہو۔ ایف۔ ڈی کے مقابلے میں اب تک مہارتی کارکردگی کیا ہے
ہے۔ کرنل شریف کی طرف بڑھنے والے مرد نے اس کے
سائے کھڑے ہو کر انتہائی گرفتار لہجے میں کہا۔ اس کا انداز
ایسا تھا جیسے اگر کرنل شریف نے جواب دینے میں ایک لمحے کا بھی
توقف کیا تو وہ اسے ابھی کچا چا جائے گا۔ جبکہ ایک عورت ایک
طرف خاموش کھڑی تھی۔

”ممنون ہو۔ اور مجھے کیسے جانتے ہو۔ کرنل شریف
نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”میری بات کا جواب دو۔ سوال پوچھنے کی اجازت نہیں
ہے۔ اچانک مرو کا ہاتھ گھوما اور کرنل شریف کے گال پر
اس قدر زوردار تھپڑ مارا کہ اس کا منہ گھوم گیا۔ اور مونٹوں سے خون

الحینان تھا جیسے وہ اپنے ہی آدمیوں میں آ گیا ہو۔

”میں جویا۔ فرسٹ ایڈ باکس اٹھا لائیں۔ اسے واقعی بہت تکلیف ہو رہی ہے۔“ تنویر نے پٹ کر جویا سے ایسے ہیچ میں کہا۔ جیسے اس کی ملازمہ ہو۔

جویا کو کرنل شریف کے سامنے تنویر کے اس انداز پر بے پناہ غصہ آیا۔ لیکن ظاہر ہے اس نے خود ہی تنویر کو لیدر بنایا تھا۔ وہ اب کیا کہتی۔ وہ ایک جھگے سے مڑی اور کمرے سے باہر نکلتی گئی۔

”تم بتاؤ تو یہی۔“ یہ ڈاکٹر سبطین کون ہے۔ تنویر نے اس کی کشت کی طرف کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ اس نے کرنل شریف کی رسیاں کھولنے کے لئے کھانٹھ کی طرف ہاتھ بڑھائے تھے۔ اور کرنل شریف نے چوٹل اور انگلیں ڈیوڈ سے ملاقات۔ اس کے ڈانچ ورنے اور پیروٹر کے دیئے ہوئے شیلی فن کی مرد سے ڈاکٹر سبطین کے متعلق تمام تفصیلات بتانی شروع کر دیں۔ اس دوران تنویر گانٹھ کھولنے کی جدوجہد میں مصروف رہا۔ گانٹھ شاید بہت پیچیدہ ہو گئی تھی کہ کھلنے میں ہی نہ آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جویا فرسٹ ایڈ باکس اٹھائے اندر داخل ہوئی تو کرنل شریف اسی طرح رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ جویا کو دیکھتے ہی تنویر ایک طویل سانس لیتا ہوا سیدھا کھڑا ہو گیا۔

”اب اس کی ضرورت نہیں رہی میں جویا۔ کرنل شریف کو کچھ بتانا تھا وہ بتا چکے ہیں۔“ تنویر نے دوبارہ کرنل شریف

چڑھا ہوا نقاب اتار دیا۔

”اب فضول ہے تنویر۔“ کرنل شریف تہنیں پہچان چکے تھے جویا نے کہا۔

اور تنویر نے ایک طویل سانس لے کر منہ کدو بارہ اپنی سبز سے پیٹ لیا۔ اور پھر اس نے بھی چہرے پر چڑھا ہوا نقاب اتار دیا۔

”کیون تم نے مجھ پر اس طرح تشدد کیا۔ تم دے مجھ سے پوچھ سکتے تھے۔ آخر ہماری حکومت۔ یہ تمہیں اندہ کو کسے لئے بنایا ہو گا۔ تمہارے ساتھ تعاون میں افرض تھا۔“ کرنل شریف نے جڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تمہاری حکومت نے ہی منع کیا تھا کہ کرنل شریف کے ساتھ شناخت پیش نہ کریں اور اپنے طور پر کام کریں۔“ تنویر کہا۔

”اوہ۔“ تو صدر مملکت ابھی تک مجھ سے ناراض ہیں۔ مجھے اب بھی یقین ہے کہ ڈاکٹر سبطین لازماً الحیف۔ روٹی کا لہجہ ہے۔“ کرنل شریف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر سبطین۔“ وہ کون ہے۔“ تنویر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”پہلے مجھے کھولو۔ مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ فرسٹ

باکس لے آؤ۔“ تم نے میری کمال ادھیڑ دی ہے۔“ کرنل شریف نے تیز لہجے میں کہا۔ اب اس کے چہرے پر اب

کے سامنے آتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ ایک لخت بدل گیا تھا۔
 "گفت کیا مطلب؟" کرنل شرفین نے تنویر کا بدلا
 ہوا لہجہ محسوس کرتے ہی منہ پھاڑ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 "نیکین دوسرے لئے تنویر کا راجیب میں رکھا ہوا یا تھ بھلی کر
 سی تیزی سے باہر آیا۔ اور پھر کرنل شرفین کو حیرت کی شدت
 سے اپنا بیٹھا ہوا منہ بھی بند کرنے کی جہالت نہ ملی۔ اور تنویر کے
 ہاتھ میں نظر آنے والے ریو الود کی گھولی سیدھی اس کے حلق
 میں گھسٹی چلی گئی۔ تنویر مسلسل ٹھیکر دبائے چلا گیا۔ اور
 کرنل شرفین کا پہلے سے لہو لہان جسم مزید لہو میں نہا گیا۔
 یہ کیا کیا تمہارے کیا ضرورت تھی اسے مارنے کی؟
 جو لیا نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"حق ضرورت میں جو لیا۔ میں بہتر سمجھتا ہوں۔" باس
 نے کہا تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نام سامنے نہیں آنا چاہیے
 اس لئے ہمارے پہچان لئے جانے کے بعد اس کی موت مقتدر ہو
 چکی تھی؟ تنویر نے مسکرا کر ریو الود کو داپس جیب میں
 ڈالتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے اس
 کی درندہ صفت جبلت کو مکمل شکین مل چکی ہو۔

"آئیے؟" تنویر نے مسکرا کر کہا اور داپس دروازے کی
 طرف مڑ گیا۔ اب وہ خوری طور پر ڈاکٹر سبطین کی کونٹری پر ریڈ کرنا
 چاہتا تھا۔ تاکہ اس سے ایف۔ ڈی کے متعلق کوئی ٹیکو جا
 کر سکے۔

بال کمرے میں پہنچے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ کیوں کہ نعمانی اور
 میر تقی بیٹے جو بیٹے انداز میں دباں پہلے سے موجود صدر کیپشن ٹیکل
 اور چوہان سے باتیں کر رہے تھے۔ اور کسی ریڈ آرمی کا ذکر نہ ہو رہا
 تھا۔

"اوہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ ایف۔ ڈی ریڈ آرمی کا ہی دوسرا
 نام ہے؟" صدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 "کیا ہوا؟" کیسی ریڈ آرمی؟" تنویر نے صدر سے
 پوچھا۔

"پہلے یہ بتائیے کہ کرنل شرفین کا کیا ہوا۔ ابھی گولیاں پٹنے کی
 آواز سنائی دیتی تھی؟" صدر نے چونک کر تنویر سے مخاطب
 ہو کر کہا۔

"وہ ہمیں پہچان گیا تھا اس لئے اس کا خاتمہ ضروری تھا۔ چوہان
 تم اس کی لاش کو اٹھا کر کسی شڑک پر پھینک آؤ۔ اس طرح یہ
 قتل بھی ایف۔ ڈی کے کھاتے میں پڑ جائے گا۔ لیکن تم کس ریڈ آرمی
 کی بات کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ میں متہار الیڈر ہوں؟" تنویر
 نے کہا۔

اور نعمانی نے اسرائیلی آدمی کے تعاقب اور پھر اس کے میڈ کو آرڈر
 میں پھنسنے اور پھر دباں سے نکلنے اور بعد میں چیکنگ تاک تمام تفصیلات
 دوبارہ دوسرا داپس۔ وہ شاید یہ تفصیلات پہلے صدر اور کیپشن
 سٹیکل کو بتا چکا تھا۔

"یہ کرنل جمیرخ تھا۔ اسرائیلی ریڈ آرمی کا سربراہ۔ نعمانی

کھائی کا انداز ایسا تھا کہ جیسے اس پر کسی کا نام دیتے کھنا ہوا ہو۔
 "یہ تو عبرانی زبان گنتی ہے۔ عمران ہوتا تو یقیناً اسے پڑھ لیتا۔
 صفدر نے کارڈ تو میر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جو اسے لینے کے
 لئے اپنا ہاتھ بڑھا چکا تھا۔

"عبرانی۔ مجھے دکھاؤ۔ میں عبرانی پڑھ لیتی ہوں۔ میں نے
 سکول کے دنوں میں اسے بطور آبشار لنگوئسج پڑھا ہوا ہے۔"
 جو لینے عبرانی کا نام سنتے ہی کہا۔ اور تنویر نے کارڈ جو لیا کی طرف
 بڑھا دیا۔

جو لینے نے اسے دیکھتی رہی پھر اس کی آنکھوں میں چمک
 سی ابھرا آئی۔ جیسے وہ اسے پڑھ رہی ہو۔

"اُدہ۔ اس پر ایک فون نمبر اور پتہ لکھا ہوا ہے۔ سمت نگر
 کوٹلی نمبر سترہ۔ فون نمبر کس نمبر دو کس زیر دون۔ اور۔ ہاں
 کوئے میں باریک الفاظ میں نام بھی موجود ہے۔ اُدہ۔ فیس
 آف ڈیوٹی۔ ہاں۔ یہ فیس آف ڈیوٹی ہے۔ جو لینے
 پر جوش لے رہے ہیں کہا۔

"فیس آف ڈیوٹی۔ اُدہ۔ ایف۔ ڈی۔ اس کا مطلب
 ہے ایف۔ ڈی سے فیس آف ڈیوٹی منسوب۔ اُدہ۔ زیر دست
 لکھو ہے یہ پتہ یقیناً ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کا ہو گا۔ تنویر
 نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ اور باقی ممبروں کے چہرے بھی
 مسرت سے کھل اٹھے۔ اگر یہ سچ تھا تو پھر یقیناً انہوں نے
 حیرت انگیز کھیل حاصل کر لیا تھا۔ ایسا کلیو جس کی وہ خواب میں بھی

اور صدیقی نے واقعی حیرت انگیز کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے کہ اس
 کے ہیڈ کوارٹر سے نکل کر آئے ہیں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہم
 جب عمران کے ساتھ اسرائیل گئے تھے تو ہمارا واسطہ اسی لیڈ آؤ
 سے پڑا تھا۔ انتہائی خطرناک اور تیز ترین تنظیم ہے۔
 صفدر نے تنویر کے سامنے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

کیوں کہ اس مشن میں تنویر ان کے ہمراہ نہ گیا تھا۔ اس لئے
 ظاہر ہے جب تک اسے ریڈ آرمی کے متعلق تفصیلات نہ بتائی
 جاتیں اس پر پوری وضاحت نہ ہو سکتی تھی۔

تم نے یقیناً خانوں میں گئے ہوئے بیٹوں کے کام لیا ہو گا۔
 اچھا جو عمران نے یہ فن سب کو سکھا دیا ہے۔ کیپٹن شکیل
 نے مسکراتے ہوئے کہا اور صدیقی نے سر ہلادیا۔

"اُدہ۔ کوکر نل نمبر رخ ہی ایف۔ ڈی کا انچارج ہے۔ لیکن
 نعمانی تمہے حماقت ہوئی۔ تم اگر یہیں اطلاع کر دیتے تو ہم ازگم
 آج ہی ایف۔ ڈی کی تباہی لازمی تھی۔ اب انہیں کہاں تلاش کیا
 جائے۔ تنویر نے کسی پر پشیمتے ہوئے کہا۔ وہ ریڈ آرمی کا
 سنیے ہی ڈاکٹر سلطان کو بھی بھول گیا تھا۔

"یہ ایک کارڈ ان کے ہیڈ کوارٹر سے ملا ہے۔ اس پر کوئی ناماؤنر
 سا نام و پتہ لکھا ہوا ہے۔ پتہ نہیں کون سی زبان ہے۔ نعمانی
 نے جیب سے ایک چھوٹا سا کارڈ نکالتے ہوئے کہا۔

"دکھانا مجھے۔ صفدر نے کہا۔ اور پھر کانٹے کر وہ بُرا
 سامنے بنا کر دے گیا۔ واقعی اس پر کوئی عجیب سی زبان لکھی ہوئی تھی۔

توقع نہ کر سکتے تھے۔
میر انشیا ہے ہمیں بھر پور انداز میں اس پتے پر ریڈ کرنا چاہیے
بغیر وقت ضائع نہ کرنے۔ تنویر نے اپنی مسرت کو دبلے ہوئے
کہا۔
ریڈ۔ اور اس طرح۔۔۔ ارے نہیں۔۔۔ پہلے ہمیں اس
جگہ کی مکمل نگرانی کرنی چاہیے۔ تاکہ کم از کم اس کا محل وقوع اور اندر
موجود افراد کی تعداد وغیرہ کا پتہ چل جائے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ
پہلے اندر سے کسی ننگے دلہے کو اٹھایا جائے۔ پھر اس سے معلومات
حاصل کر کے انہیں چھوڑا جائے۔ جو لیٹے کہا۔
"نہیں۔۔۔ میں وقت ضائع کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ ویسے
بھی باس نے ہمیں بے حد کم وقت دے رکھا ہے۔ اور میں اس
وقت کو فضول تقسیم کی نگرانیوں میں پڑ کر ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ فوری
اور فل ایکشن یہ میرا طریقہ کار ہے۔ اور بچوں کہ میں غاصت ڈیوڈ
کا لیڈ ہوں۔ اس لئے یہ میرا حکم ہے کہ ابھی اور اسی وقت ریڈ
ہوگا۔ چلو سب تیار رہی کرو۔ تنویر نے ٹھکانہ بچے میں
کہا۔
تنویر۔ اس قدر ہوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔
جو فیصلہ ہو سوچ سمجھ کر ہونا چاہیے۔ یہ بچوں کا کیسل نہیں ہے
ننگلے انہوں نے اپنے ہیڈ کوارٹر میں دفاع کے کیسے کیسے
انتظامات کر رکھے ہوں۔۔۔ صفر نے کہا۔
"مجھے بزدلی کا سبق مدت سکھاؤ مسٹر صفر۔۔۔ یہ ریڈ ابھی ہو

گا۔ بس یہ میرا فیصلہ ہے۔ اور اگر تم لوگ میرا ساتھ نہیں دینا
چاہتے تو پھر میں اکیلا ہی وہاں جا گھسوں گا۔ میں دیکھتا ہوں مجھے
کون روکتا ہے۔ تنویر نے غصے سے پیر پختے چوڑے کہا۔
"تنویر ٹھیک کہہ رہا ہے۔ واقعی ہمارے پاس وقت نہیں
ہے۔ ہمیں جو بھی کیڈو ملے اسے فوراً چیک کرنا چاہیے۔
کیڈیشن تشکیل دینے کی تاکید کرتے ہوئے کہا۔
ٹھیک ہے۔ ایسے ہی رہی۔ بہر حال تنویر لیڈ رہے
ہم نے تو اس کا حکم تو بجا لانا ہی ہے۔۔۔ صفر نے مسکراتے
ہوئے کہا۔
"شکریہ۔ تو ٹھیک ہے۔ سب لوگ ریڈ کی مکمل تیاری
کریں۔ البتہ جو مان۔۔۔ تم اس پتے پر پہلے پہنچ جاؤ۔ رٹائرمنٹ سائٹ
لے جاؤ۔ جب تک ہم تیار رہی کریں تم اس کا محل وقوع چیک کر دو۔
اور اگر جو سکے تو اندر سے بھی دیکھ لینا۔ تاکہ جب ہم وہاں
پہنچیں تو کم از کم نیا دسی معلومات ہمیں حاصل ہوں۔ تنویر
نے جو مان سے مخاطب ہو کر کہا۔
"اور اس کرنل مشعلین کی لاش کا کیا کریں۔ کیا اسے
یہیں چھوڑ دیں۔۔۔ جو مان نے کہا۔
"ارے ہاں۔۔۔ تم ایسا کرو کارلے جاؤ۔ باقی دو کاروں میں
ہم آجائیں گے۔ تم کرنل مشعلین کی لاش راستے میں کہیں چھپک
دینا۔ اس طرح ایک ہی وقت میں دو کام ہو جائیں گے۔
تنویر نے کہا۔ اور جو مان سہ ہلاتا ہوا اندرونی کمرے کی طرف

بڑھ گیا۔

باقی ساتھی بھی اٹھ کر ریڈ کی تیاریوں کے لئے سٹور دوم کی طرف بڑھ گئے۔ غاصر ہے اتنی بڑی تنظیم کے میڈیکل افسر کے لئے خصوصی تیاریوں کی ضرورت لازمی تھی۔

کرنل ھیمبرخ کا چہرہ مستحضر ہوا تھا۔ آنکھوں سے شدید رنندہ سی کے آثار نمایاں تھے۔ فاسٹ ڈیٹھ کے دو آدمیوں نے ریڈ آرمی کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ کیپٹن نجمن اور کیپٹن فاسطران دونوں نے ہاتھوں ہلاک ہو چکے تھے۔ کرنل ھیمبرخ خود بال بال بچا تھا۔ بدنہ جس طرح انہوں نے اُسے بے ہوش کر دیا تھا صرف ایک فوٹی اس کا خاکہ کر سکتی تھی۔ اور پھر جس طرح وہ دونوں دنیاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے تھے اس نے کرنل ھیمبرخ کے باغ کی چولیس ہلا کر رکھ دی تھیں۔ وہ آج تک ریڈ آرمی کو ہی دنیا کی تیز ترین اور فعال تنظیم سمجھتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ دنیا بھر میں صرف پانچ شیا سیکرٹ سروس ہی ایک ایسی تنظیم ہے جو اس کے مقابلے پر آ سکتی ہے۔ لیکن اب یہ نئی تنظیم فاسٹ ڈیٹھ تو پانچ شیا سیکرٹ سروس سے بھی زیادہ تیز اور فعال نظر آ رہی تھی۔

انہیں نکال کر میز پر رکھا۔ سیٹی کی آواز اس ٹرانسمیٹر میں سے نکل
 ہی تھی۔ اس نے ٹرانسمیٹر کا ایک ٹپن دیا یا تو سیٹی کی آواز
 انسانی آواز غالب آگئی۔

”ہیلو۔ ریڈ آرمی میجر میرس کا ٹنگ چیف اور ڈ۔“
 آواز میجر میرس کی تھی۔

”ہیس۔ کمرنل میجرخ ایڈنگ اور ڈ۔“ کمرنل میجرخ
 نے جواب دیا۔

”کمرنل۔ میں نے علی عمران کو بہان لیا ہے۔ وہ مقامی آدمی
 کے میک اپ میں ہے۔ لیکن وہ فحشے نہیں چھپ سکتا
 اور ڈ۔“ دوسری طرف سے میجر میرس کی جوش سے پُر
 آواز سنائی دی۔

”علی عمران۔“ اور اس کا مطلب ہے پاکوٹیا سیکرٹ
 مروس ہی یہاں موجود ہے۔ لیکن پھر اس فاسٹ ڈیٹیکٹ کا کیا
 مطلب ہوا اور ڈ۔“ کمرنل میجرخ نے کہا۔

”ہاس۔ جہاں تک میرا آئیڈیل ہے یہ لوگ مؤقف گردوں
 میں کام کر رہے ہیں۔ کیوں کہ عمران کے ساتھ دو قومی ہیکل دیوڑاؤ
 تھے اور ایک ایسا نوجوان تھا جو ہاں اسدراپیل میں اس کے
 ساتھ نہ تھا۔ اور وہ دونوں آدمی جو اپنے آپ کو فاسٹ ڈیٹیکٹ
 کے رکن بتا رہے تھے وہ بھی چار سے لے آجی تھے۔ اس لئے میں
 نے آئیڈیا لنگا لیا ہے کہ یہ لوگ علیحدہ علیحدہ نام رکھ کر کام کر رہے
 ہیں اور ڈ۔“ میجر میرس نے کہا۔

ان کے دو آدمیوں نے ہی ایسی کارکردگی دکھائی تھی جس کا وہ تصور
 بھی نہ کر سکتا تھا۔ یہ تو میجر میرس نے عقل مندی کی تھی کہ فز
 عقبی درست سے ہیڈ کو آرڈر خالی کر دیا تھا۔ ورنہ ہو سکتا تھا
 فاسٹ ڈیٹیکٹ الٹ کر ان کے ہیڈ کو آرڈر پر حملہ کر دیتی۔ میجر میرس
 کو بھی اس بات پر سخت غصہ تھا کہ یہ دونوں آدمی ان کے ہاتھ
 سے بچ نکلے ہیں۔ اور اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ فاسٹ ڈیٹیکٹ
 سے اس کا عبرت ناک انتقام لے گا۔ چنانچہ وہ باقی ساتھیوں
 کے کوشش کر گیا ہوا تھا تاکہ اس طرح ان کے متعلق کوئی ٹیکہ
 حاصل کیا جاسکے۔ کمرنل میجرخ میجر میرس کی صلاحیتوں پر
 اچھی طرح واقف تھا۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ میجر میرس اس
 کامیاب لوشے گا۔ ہاس کے ساتھ ساتھ اس نے ایف۔ ڈی
 کے چیف کمرنل چارلس کو بھی فاسٹ ڈیٹیکٹ کی موجودگی سے آگاہ
 کر دیا تھا۔ اس وقت تو وہ کسی خیال کے تحت کمرنل چارلس
 بات نہ کر رہا تھا۔ لیکن اب اسے احساس ہوا تھا کہ اس طرح
 ریڈ آرمی کی کارکردگی پر کوئی اچھا تاثر نہ پڑے گا۔ اول تو
 یہ بات سامنے نہ لانی چاہیے تھی۔ لیکن اب اگر کہہ بیٹھتا ہے تو
 اسے لازماً ان لوگوں کو ڈھونڈ کر ختم کرنا ہے۔ تاکہ ریڈ آرمی
 کی ساکھ قائم نہ سکے۔ اور اب اسل ساکھ کا تمام تر انتظام
 میجر میرس پر تھا۔

اسی لئے کمرے میں تیز گھنٹی بکنے کی آواز سنائی دی۔ اور
 کمرنل میجرخ نے چونک کر میز کی دروازہ کھولی اور اس میں سے یکا

”ہو سکتا ہے۔ بہر حال عمران سے سب کچھ معلوم ہو رہا ہے۔ کہاں ہے وہ اور؟“ کمرنل ہمیرخ نے کہا۔
 ”وہ اس وقت گلشن کالونی کی ایک کونٹری میں ہے۔ اور با-
 الین، ڈی کا ایک ممبر بھی ان کی نگرانی کر رہا ہے۔ اُسے با-
 ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ اس نے بتایا ہے کہ اس نے ا-
 باس کو ان کی یہاں موجودگی کی اطلاع دے دی ہے۔ ا-
 کے کہنے کے مطابق یہ لوگ یہاں کے سیکرٹری و وزارت خارجہ
 اخوان کے لئے آئے ہیں۔ اس ممبر کے کہنے کے مطابق
 سیکرٹری الین، ڈی کا ممبر ہے اور؟“ میجر میرکس
 نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ الین، ڈی لازماً عمران
 ریڈ کے گے گی اور؟“ کمرنل ہمیرخ نے کہا۔
 ”جی ہاں۔ گتا تو ایسا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ہمیں ان
 پہلے کارروائی کر کے اس کا خاتمہ کر دینا چاہیے۔ میں چاہتا
 ہوں کہ ریڈ، ڈی کو مل جلے اور؟“ میجر میرکس
 نے کہا۔

”نہیں۔ الین، ڈی کا کھراڈ اس سے پہلے عمران سے
 نہیں ہوا۔ اس لئے یہ لوگ اس کی ذمہ داری اور دلیوری کے بار-
 میں کچھ نہیں جانتے انہیں اس سے نمٹنے دو۔ سبھی یقین
 کہ عمران انہیں انگیٹوں پر پھنسنے گا۔ جب یہ لوگ ناکام ہو جائیں-
 گے تو پھر ریڈ، ڈی آگے بڑھے گی۔ اور جب ریڈ، ڈی کامیاب

آئے گی تو الین، ڈی کو ریڈ، ڈی کی اہمیت کا احساس ہو گا اور؟“
 نئی ہمیرخ نے تیز بے میں کہا۔
 ”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ کامیاب ہو جائیں اور؟“
 میجر میرکس نے کہا۔
 ”اگر ایسا ہو جائے تب بھی کوئی بات نہیں۔ ہمارے ملک کا
 قصہ تو حل ہو جائے گا۔ بہر حال قمرنی انحال نگرانی کر رہے ہیں
 بالکل کھانا کہ عمران تمہاری نظروں سے ہرگز نہ نکلے اور؟“
 نئی ہمیرخ نے کہا۔

”شک ہے باس۔ جیسے آپ کہیں اور؟“ میجر
 میرکس نے قدم سے مایوس بے میں کہا۔
 ”اور ایڈ آف ڈی کمرنل ہمیرخ نے کہا۔ اور ڈی انہیں آف
 کر کے اُسے میز کی دراز میں ڈال دیا۔ وہ میجر میرکس کی مایوسی کو
 اچھی طرح سمجھتا تھا۔ لیکن چونکہ اُسے مکمل یقین تھا کہ عمران
 عیسائے شخص انتہی آسانی سے الین، ڈی کے قابو میں نہیں آسکتا۔
 اور پھر جب ریڈ، ڈی اُسے پکڑے گی تو کمرنل چارلس کو ریڈ، ڈی
 کی کارکردگی کا صحیح احساس ہو سکے گا۔ اس طرح دراصل وہ
 اس بات کا اثر و سونچا جاتا تھا جو وہ غلطی سے کمرنل چارلس سے
 کہہ بیٹھا تھا کہ فاسٹ فوڈ کے دواکان ان کے قبضے سے نکل
 جائے ہیں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور دراصل یہی وجہ تھی جس
 کی بنا پر اس نے میجر میرکس کو فوری کارروائی سے روک دیا تھا۔ ورنہ
 وہ لازماً الین، ڈی سے پہلے عمران پر چڑھ دوڑتا۔

ذکر کیا۔

”وہ بچے نیلے رنگ کی کار دیکھ رہے ہو فکری ہے۔ یہ کافی دیر سے ہمارے پیچھے ہے۔ ویسے تعاقب انتہائی شان دار طریقے سے ہو رہا ہے۔ اگر میں پوری طرح چوکنا نہ ہوتا تو شاید میں بھی اسے مارک کر سکتا تھا۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن بائیس۔ ہم مشکوک کس طرح ہوئے۔ اور پھر میں سڑک پر میں آپ کی کار میں آیا تھا وہاں تو کوئی کار نہ تھی؟“ ٹائیگر نے کہا۔

”اس دہشت یہ کار ہم سے آگے کافی فاصلے پر تھی۔ بہر حال تھی چارے آس پاس ہی۔ اور اب یہ تو بعد میں بتیلے گا کہ وہ ہم سے مشکوک کس طرح ہوئے جس اور ان کا تعلق کس تنظیم سے ہے۔ اور کیا یہ سیکرٹ سروس کا آدمی ہے یا ایف۔ ڈی کا؟“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر اسے گھیرا جائے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ابھی نہیں۔ ابھی راجہ داس ہمارے ساتھ ہے۔ پہلے اسے کسی محفوظ جگہ لے کر چھپا دیں اس کے بعد اس سے بھی پتہ لیں گے۔“ عمران نے کہا۔

”تو پھر کیا آپ اسے اپنے پیچھے لگائے ہوئے ہیں؟“ ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم دیکھتے جاؤں گے کیا کرتا ہوں؟“ عمران نے کہا اور ٹائیگر خاموش ہو گیا۔

ٹائیگر بڑے اطمینان سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے ماسک میک اپ کی وجہ اب کوئی اسے رام داس کے طور پر نہ پہچان سکے گا۔

”ٹائیگر۔ ہمارا تعاقب ہو رہا ہے۔“ اچانک عمراد نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تعاقب۔ اور ہمارا۔“ ٹائیگر عمراد کی بات ۲ کر بوجھ پڑا۔

”ہاں۔ کیوں کیا اب تم اتنے بوڑھے ہو چکے ہو کہ تمہارا تعاقب کوئی نہیں کر سکتا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے اور ٹائیگر کے اعتبار سے ہنسپ گیا۔

اس کی تیز نظریں اب بیک مرد پر جمی ہوئی تھیں۔ سڑک پر بے شمار کاریں ان کے پیچھے آ رہی تھیں۔ لیکن وہ کسی پر تن

تھوڑی دیر بعد ان کی کار میک ڈیو کے ہیڈ کو وار ٹرک کے اندر داخل ہو گئی۔ کار کو پورب میں مدک کر وہ سب انتہائی تیز رفتاری سے باہر آ گئے۔

”ٹائیگر۔۔۔ تم جلدی سے لباس بھی بدل لو اور نیا میک اپ بھی کرو۔ اس کے بعد ہم رام داس کو لے کر یہاں کے خفیہ راستے سے باہر نکل جائیں گے۔ تم ہمارے ساتھ باہر نکلو گے۔ لیکن تم نے باہر جا کر اس نیلی کار وائے کی نگرانی کرنی ہے۔ بی سکس ٹرانسمیٹر جیب میں رکھنا۔ اس کا ماسٹر ریکارڈ آن کر دینا۔ اور اس نیلی کار سے سوگنز کے فاصلے کے اندر ہی رہنا۔ یہ یقیناً کسی کو ہمارے متعلق ٹرانسمیٹر پر اطلاع دے گا۔ تم نے اس کال کو کچھ کرنا ہے۔ اس طرح ہمیں تفصیلی معلومات مہیا ہو جائیں گی۔ میں اس دوران رام داس سے بات چیت مکمل کر لوں گا۔“

عمران نے ٹائیگر کو تفصیلی ہدایات دیں، اور پھر چائنا کو اشارہ کیا کہ وہ نام داس کو اٹھا کر عمارت کی عقبی سمت میں پہنچ جائے۔ جوزف بھی ان کے ہمراہ تھا۔ جب کہ ٹائیگر دوڑتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جس میں لباس اور ماسک میک اپ کا سامان موجود تھا۔ عمران نے ایک کمرے سے بیگ اٹھایا اور پھر جوزف اور چائنا کو لے کر وہ عمارت کے عقب میں پہنچ کر رک گئے۔ وہ ٹائیگر کا انتظار کر رہے تھے۔ چند ہی لمحوں بعد ٹائیگر بھی وہاں پہنچ گیا اب وہ بالکل ہی نئے میک اپ میں تھا۔ اس نے چست لباس پہنا ہوا تھا۔

”بی سکس ٹرانسمیٹر لے لیا۔۔۔ عمران نے پوچھا۔
”وہ بھی اور بی۔ دن پوائنٹ بھی۔“ ٹائیگر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے عجیب کہ ایک طرف موجود ٹرک کے ڈھکن کو ہٹایا اور میٹر ہیٹس جاری تھیں۔ وہ میٹر ہیٹس اترتا گیا۔ باقی لوگوں نے اس کی پیروی کی۔ میٹر ہیٹس اترنے کے بعد وہ بجائے کسی گندے یا فانی جسے ٹرک کے ایک سرنگ میں موجود تھے۔ جس کے دلہنے کو ٹرک کی شکل دے دی گئی تھی۔ عمران کے کہنے پر آخر میں اترنے والے جوزف نے دلہنے پر ڈھکن دو بارہ مدک دیا تھا۔

”آپ پہلے یہاں آتے ہوئے ہیں؟“ ٹائیگر نے کہا۔
”ہاں۔۔۔ میں ایک بار پہلے بھی ایک کیس کے مسئلے میں اس کوٹھی کو استعصال کر چکا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔
سرنگ خاصی طویل ثابت ہوئی۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد سرنگ کا اچانک اختتام آ گیا۔ اب وہاں اسی طرح میٹر ہیٹس اور پھر جاری تھیں۔ اور پھر عمران سب سے پہلے اوپر پہنچ گیا۔ اس نے اسی طرح دلہنے پر رکھا ہوا ڈھکن ایک طرف تو ہٹایا اور اپنا سر باہر نکال کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر آگیا۔ ٹائیگر جوزف اور چائنا بھی اس کے پیچھے ہی باہر آئے۔ جوزف نے ڈھکن دوبارہ برابر کر دیا۔ اور اب ایک اور کوٹھی میں موجود تھے جو خالی ہی نظر آرہی تھی۔

"اس عقیبی دودا زسے سے باہر نکل جاؤ۔ یہ عقیبی لگی تھیں گھا کر
اسی سرک پر پہنچا پائے گی جہاں وہ پہلی کوٹھی موجود تھی۔ یہ کوٹھی
پہلی کوٹھی کے عقب میں دسویں کوٹھی سے تھ۔ عمران نے کہا
اور ٹائیگر عقیبی دیوار میں موجود دودا زسے کی طرف بڑھ گیا۔

"لیکن بائیں۔ اگر کار کی ضرورت پڑ گئی تو دودا زسے
کے پاس جا کر وہ اچانک مڑتے ہوئے بولا۔

"تو خرید لینا۔ اب اتنی بچت تو تم نے کبھی دکھی ہوگی۔ کہ
ایک کاہی خرید لو۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور ٹائیگر بھی ہنسا ہوا مڑ کر دودا زسے کھول کر باہر نکل گیا۔ عمران نے
آگے بڑھ کر دودا زسے بند کیا اور پھر گھوم کر عمارت کے سامنے کے
رخ کی طرف بڑھ گیا۔

"اسے کرسی سے باندھ دو۔ ذرا اس سے بھی دودا زسے کر کے
دیکھ لیں۔ بہت بڑا عہدے دار ہے اس لئے ذرا احتیاط سے
باندھنا۔ عمران نے ایک کمرے میں پہنچ کر جوائے کہا۔

"اس کا عہدہ سر سلطان والا ہے۔ جو ذرا فتنے
پہلی بار زبان کھولی وہ اب تک بالکل ہی خاموش تھا۔

بانی۔ بالکل یہ بجا شاہ کا سر سلطان ہے۔ عمران
نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اس سے پوچھنا کیسا ہے۔ اچانک جوائے نے کہا۔ اس
کا بوجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ وہ رام داس کو ایک کرسی پر بٹھا کر سی
سے باندھ چکا تھا۔

"صرف اتنا کہ اس نے شادی کی ہے یا نہیں۔ اور اگر کی ہے تو
کیوں کی ہے۔ اور اگر نہیں کی تو کیوں نہیں کی؟"

عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور جوائے خاموش ہو گیا۔ ظاہر
ہے اب وہ اس کے جواب میں کیا کہہ سکتا تھا۔

"ارے۔ خاموش کیوں ہو گئے۔ کم از کم تم سے ہوش میں تو
لے آؤ بڑی دیر ہو گئی ہے اسے بے ہوش ہونے۔ اب تک
بہت آرام کر لیا ہوگا اس نے۔ عمران نے کہا۔

اور دوسرے لمحے جوائے کا ہاتھ گھوما اور رام داس کے چہرے
پر پڑنے والے اس کے بھرپور پیچھے سے کمرہ گونج اٹھا۔ ایک

ہی تھڑرام داس کو طویل بے ہوشی سے نکال کر ہوش کی سرحدوں
میں لے آئے اس کے لئے کافی غائب ہوا۔ رام داس کی آنکھیں

ایک جھٹکے سے کھلیں۔ پھر طرکی شدت سے اس کے منہ سے خون
کے قطرے باہر کو نکلتے گئے۔ اور چہرہ تکلیف کی وجہ سے

قد رے جھک سا گیا۔ شاید پیچھے سے اس کی روح کی گھبراہٹوں تک
ضرب لگائی تھی۔ کیوں کہ آنکھیں کھلتے ہی رام داس کے

منہ سے بے اختیار سچی نکل گئی۔
"خبردار۔ اب آواز نکالی تو گردن مروڑ کر رکھ دوں گا۔"

جوائے نے غراتے ہوئے کہا۔ اور رام داس یک لخت سہم گیا۔
"لگ لگ۔ کون چو تم۔ میں کہاں ہوں؟"

رام داس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔
"یکڑی وزارت خا رجہ صاحب۔ آپ کے تعلقات

اسرائیل سے کہتے گھر ہے جس ذرا اس کی وضاحت کر دیجیے۔
عمران نے رام داس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ناک کیا مطلب۔ اسرائیل سے۔ اسرائیل سے
تو جادو سے تعلقات نہیں ہیں۔ رام داس نے گہرے
ہونٹے لیے جن کہا۔

جو زنف۔ اب تمہاری باری ہے۔ ذرا رام داس کو
تعلقات کا مطلب تو سمجھاؤ۔ یہ گڑیاں خرید کر اسرائیلی تخریب
کاروں کو تو دے سکتے ہیں لیکن تعلقات کے معنی ان کی سمجھ میں
نہیں آتے۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

آدود دوسرے لمحے رام داس کے حلق سے پہلے سے زیادہ اپنی
بیچ نکلی۔ اس بار جو زنف کا بھرپور دمکہ اس کی ناک پر پڑا تھا۔ اور
اس کی ناک چمک سی گئی اور اس میں سے بے شمار خون بہنے لگا۔
”پھر آواز نکال رہے ہو۔ جو انٹے ایک ناک بازو اٹھاتے
ہوئے کہا۔ اور رام داس ایک بار پھر کسی بچے کی طرح سہم گیا۔
مم۔ مم۔ مجھے مت مارو۔ میں بے تصور ہوں۔ میں
بے تصور ہوں۔ رام داس نے تقریباً روتے ہوئے کہا۔
تکلیف کی شدت سے اس کا چہرہ جڑا ہوا تھا۔ اور کسی پر
بنے ہوئے جسم کو تکلیف کی شدت سے مسلسل جھکے سے لگ
رہے تھے۔

”رام داس صاحب۔ یہ دو ذول آدم نور قبیلے سے
تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کی عادت ہے کہ یہ زندہ آدمی کو نوچ

ہا کر کھانا یا دہ پسند کرتے ہیں۔ عمران نے بڑے
زور سے جھجے میں انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

مم۔ مم۔ مگر یہ تو مقامی..... میں سچ کہہ رہا
ہوں کہ میرا الیف۔ ڈمی سے کوئی تعلق نہیں۔ رام داس
خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”یہ افریقہ کے سب سے خوف ناک قبیلے کے آدمی ہیں۔
پانی خشکیں اتنی خوف ناک ہوتی ہیں کہ آدمی دیکھ کر ہی خوف
جے ہو ش ہو جاتے۔ اس لئے میں نے ان کے چہرے
میک اپ کر دیا ہے تاکہ یہ یہاں رہ سکیں۔ عمران
نے ان کے مقامی میک اپ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔
”مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ رام داس نے
زندہ خوف زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ سچ بولنا تمہارا فرض ہے۔ کیوں
بلاؤ۔ یہ سچ بول رہا ہے۔ عمران نے مسکرا کر جونا
کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ خود ہی بتا دے گا ماسٹر۔ کہ یہ سچ بول رہا ہے۔ یا
جو نا نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

آدود دوسرے لمحے اس نے چھپکڑ کر ایک ہاتھ سے رام داس
کو گردن سے پکڑ لیا۔ آدود دوسرے ہاتھ سے اس نے اس
کے سر پر زور زور سے چیتیں مارنی شروع کر دیں۔ رام داس
کے حلق سے نکلنے والی چیخوں نے کمرے کی چھت اڑا دی یوں

لگ رہا تھا جیسے اس کے سر پر چیت کی بجائے ایٹم بم چھٹ رہا ہو۔

اور عمران جو انا کے اس دل چپ انداز پر بے اختیار مسکرا دیا۔ کیوں کہ اس طرح آدمی مر تو نہیں سکتا تھا۔ لیکن گردن کی پشت پر موجود اعصابی نظام گرفت میں ہونے کی وجہ سے سر پر پڑنے والی ہلکی سی چیت بھی اس کی روح تک کو لڑا سکتی تھی۔ اور کجا جونا جیسے باطنی کی جیتیں۔ جونا کا یا تو مسئلہ حل رہا تھا۔

”بہن۔ بہن۔ بتانا ہوں۔۔۔ رام داس جب چنچے چنچے منہ مال ہو گیا تو اس کی گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

”شہر جاؤ جانا۔۔۔ ابھی اسے جلدی سمجھ آ چکی ہے۔“

عمران نے اشارے سے جونا کو روکتے ہوئے کہا۔ اور جونا رام داس کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

”پپ۔ پپ۔ پانی۔ پانی۔ پانی دو۔۔۔ ورنہ میں مر جاؤں گا۔“ رام داس نے اپنی گردن اور سر کو جھٹکے دیتے ہوئے کہا۔

پانی بھی مل جائے گا رام داس۔ لیکن ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تمہیں پانی پلاتے ہیں۔ جلدی بتاؤ ورنہ اس بار.....“

عمران نے انتہائی گرفتار لہجے میں کہا۔

”مم۔ مم۔ ایف۔ ڈی نے مجھے رقم دی ہے۔ میں

اس کے رے مبنی کرتا ہوں۔ وزیر خراجہ صاحب کے پانچ شیوا جلسے کے بارے میں انہیں بتایا تھا۔ اور مجھے کچھ علم نہیں۔۔۔ رام داس نے دک دک کر کہا۔

”میں اس طرح رابطہ قائم کرتے ہو۔۔۔ عمران نے پوچھا۔“ انہوں نے ایک ٹرانسمیٹر مجھے دیا ہے جو میری رہائش گاہ کے نیچے تہہ خانے میں ہے۔ اس سے بات ہو جاتی ہے۔۔۔ سرخ نقاب پہن کر اس مشین کی سکرین پر پاس کی تصویر نظر آتی ہے۔“

رام داس نے شاید اب ذہنی طور پر شکست تسلیم کر لی تھی۔

”فریکوئنسی بتاؤ۔۔۔ عمران نے پوچھا۔“

”فریکوئنسی۔۔۔ زیر۔ ساؤتھ۔ دن انیٹ تھری ٹکس ہے۔“

رام داس نے چند لمبے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”اب جو اس میں صحت کر دو۔۔۔ تم مجھے اجازت دیجئے۔“ زیر ساؤتھ تو فریکوئنسی ہو ہی نہیں سکتی۔ عمران نے کوکاک وائر پین میں کہا۔

”مم۔ مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں یہی ہے۔ تم جا کر

دیکھ لو میں سچ کہہ رہا ہوں۔“ رام داس نے ٹھیکر لے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور عمران اس کے انداز سے ہی سمجھ گیا کہ رام داس سچ کہہ رہا ہے۔ لیکن زیر ساؤتھ کسی ٹرانسمیٹر میں بھی فریکوئنسی نہیں ہو سکتی۔ اس کا مطلب ہے جو خدین رام داس کو دی گئی ہے وہ کوئی جدید ترین ایکٹو ہے۔ جس سے دوسری سائبرٹھکوں میں

نہیں کیا جاسکتا۔
پانچشیا میں سرحدین احمد کی کیا مصروفیات تھیں انہیں ایسا
کو سپلائی کی تھیں؟ — عمران نے کہا۔
"میں نے ان کی کال کی ٹیپ موبی کی تھی۔" — رام داس

نے بتایا۔
"کس طرح بھیجی تھی ٹیپ۔" کہاں بھیجی تھی؟ — عمران نے
چونک کر پوچھا۔

"اُسی مشین میں ایک خانہ ہے۔ اس میں کوئی چیز ڈال دی
جائے تو وہ برقی لہروں میں تبدیل ہو کر کسی اور جگہ رسیو کر
لی جاتی ہے۔" صرف شرط یہ بتانی گئی تھی کہ بے جان چیز
ہو۔" — رام داس نے جواب دیا۔

"گتہ۔" اس کا مطلب ہے کہ روسیہ کی جدید ترین
ایکاد باقاعدہ اسرائیل کے استعمال میں ہے۔" — عمران نے
سکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے پانی لا دو۔" میرا سانس گھٹا جا رہا ہے۔" — رام داس
نے کہا۔

اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دے۔ اس کی جیب سے تیر
سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ اور عمران نے چونک کر جیب میں ہاتھ
ڈالا اور ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ سیٹی کی آواز اسی ٹرانسمیٹر
سے ہی نکل رہی تھی۔

"اس کو پانی پینے کے لئے جہنم کی طرف بھیج دو۔" ان چپے

اور اس سے پہلے کہ رام داس عمران کی بات سمجھتا۔ جو اٹلے
بجلی کی سی تیزی سے ایک ہاتھ سے اس کی گردن پکڑی۔ اور
دوسرے ہاتھ سے رام داس کا سر پکڑ کر اسے یوں گھمادیا جیسے
لوگو کو ہاتھ سے گھمایا جاتا ہے۔ کوکڑاٹھٹ کی آواز کے ساتھ
رام داس کے حلق سے غرغراہٹ سی نکلی اور اس کی آنکھیں
ایک لمحے میں بے نور ہو گئیں۔ جو اٹلے ہاتھ جٹائے تو
اس کا سر ایک طرف کاٹھکے پر جا گرا۔

"سیدو مبلو۔" ٹائیگر کا لنگ اودرت۔" — ٹرانسمیٹر سے
ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"یس۔" ٹائیگر ڈیوٹ اور۔" — عمران نے بے لہجہ کو
جہتے ہوئے کہا۔

"باس۔" جیڈ کوادرٹ پر بارہ مسلح افراد نے زبردست ریڈ
کیلے۔ وہ چار کاروں میں آئے تھے۔ انہوں نے اندر داخل
ہونے سے پہلے ہی سمجھا شاخ رنگ کی اور دستی بم پھینکے۔ اور پھر
جب وہ اندر داخل ہوئے جیڈ کوادرٹ خالی ملا۔ چنانچہ وہ
ماریوس ہو کر موٹ گئے۔ میں نے ان کی ایک کار کے نیچے۔ دن
بٹن لگا دیئے۔ وہ جہاں جا میں گئے چپک ہو جائیں گے۔ اور
باس۔ ان کی ٹیگر افنی ایک اور پارٹی ٹیگر رہی ہے۔ وہ دو پارٹیاں

ایک دوسرے کے پیچھے ہیں اور۔۔۔ ٹائیگر نے تفصیل بتلا کر جوئے کہا۔
 ”اب تم کہاں سے کال کر رہے ہو اور۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ میں اسی دوسری پارٹی کا بیٹھا کر رہا ہوں۔ اس نے کال کر کے کرنل سمیرن کو اطلاع دی ہے۔ کال میں نے کچھ کر لی ہے اور۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔
 ”تمہیں چیک تو نہیں کر لیا گیا اور۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں جناب۔ چیک تو نہیں کیا گیا۔ میں نے خاص خیال رکھا ہے۔ گلشن کالونی کے پہلے چوک کے کینے سے فون کر رہا ہوں اور۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”تم فوراً وہاں سے واپس آ جاؤ۔ باقی کام ہمیں بیٹھ کر ہو جائے گا۔ دھیان سے آنا اور۔۔۔ عمران نے کہا۔
 ”وہیں جناب۔ عبقی دردانے پر اور۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

”ہاں دھڑ۔۔۔ جلد ہی کرو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ اور ایٹھ آل۔۔۔ عمران نے کہا اور ٹائمر کا بجنا آف کر دیا۔

”بھانا اور جوزف۔۔۔ تم اس رام داس کو کھول دو یہاں سے جاتے ہوئے اسے کہیں راستے میں پھینک دیں گے۔



مسکندنگر ایک کافی وسیع رہائشی کالونی تھی یہاں پر ہاکا کی بہت پرانی آبادی تھی۔ اس لئے اس میں موجود رہائشی کوشیوں کا طرز تعمیر بھی خاصا قدیم تھا۔ لیکن اس کالونی میں موجود کوشیاں رتے کے لحاظ سے بہت بڑی بڑی تھیں۔ کوشی نمبر سترہ بھی ایک خاصی وسیع کوشی تھی۔ جس کی دیواریں اتنی اونچی تھیں کہ یوں لگتا تھا جیسے کوئی قلعہ ہو۔
 کوشی سے کچھ فاصلے پر ایک کینے کے سامنے چوہان کی کاد کھڑی تھی۔ چوہان کاد سے نیچے اتر کر پہلے تو بڑے اطمینان سے چلتا ہوا اس کوشی کے سامنے سے گزرتا گیا۔ اور پھر دو تین

گیان چوڑو کہ وہ ایک سائیدگی میں داخل ہوا۔ اور یہ گھومتا ہوا وہ اس کے عقب میں پہنچ گیا۔ عقیبی دیوار بھی ناقابل عبور تھی۔

وہ ادھر ادھر کا جائزہ لیتا ہوا واپس اپنی کار تک پہنچ گیا کوٹھی کی دیواریں اتنی اونچی تھیں کہ وہ کسی طرح بھی اندر نہ جھانک سکتا تھا۔ اس لئے صرف باہر سے ہی چیک کر کے وہ واپس آ گیا تھا۔ لیکن اُسے احساس ہو گیا تھا کہ اس قلعہ نما کوٹھی میں ریڈ کرنا انتہائی مشکل ہے۔ بنجانے اندر کتنے افراد موجود ہوں۔

وہ چند لمحوں کے قریب کھڑا رہا۔ پھر کیفے کے اندر داخل گیا تاکہ وہاں بیٹھ کر جانے کا ایک کپ پی لے۔ کیوں کہ اس طرح باہر کھڑے رہنے سے اس پر شک بھی کیا جاسکتا تھا۔

چائے پینے کے ساتھ ساتھ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس کوٹھی کے اندر ریڈ آؤٹ کس طرح ہوگا۔ اتنی اونچی دیواریں پھلانگنا ممکن تھا۔ اور اندر کی صورت حال کا کچھ علم نہ تھا۔ بہر حال اب فیصلہ تنویر اور صفدر کے ہاتھوں میں تھا۔ کرنل شریف کی لاش کو وہ آتے ہوئے ایک دہران سڑک پر پھینک آیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ کرنل شریف کی موت بھی ایف۔ ڈی کے کھاتے میں ہی پڑے گی۔ لیکن بہر حال وہ اس لاش کو اور کہاں لے جائے چلے جاتی کہ وہ جیسے ہی کیفے سے باہر نکلا اس نے اپنے ساتھ کی دو فز کا ریں ایک طرف ویشٹوں کے پیچھے رکھے دیکھیں جو یا تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں چون کہ درخت خاصے گھنے تھے اور اصل کوٹھی اور ان کا دل کے درمیان ان

لئے درختوں نے ایک خصل سی کھڑی کر دی تھی۔ اس لئے کوٹھی کی این سے ان کے دیکھ لئے جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔

کیا چیک کیا چوہان؟ تنویر نے گارسے باہر نکلتے کی پوچھا۔

یہ تو پورا قلعہ ہے تنویر۔ تمیں میں فٹ اونچی دیواروں کی دوسری طرف کیا دیکھا جاسکتا ہے۔ البتہ میں اس کی عقیبت ہمت ہی راؤنڈ لگا آیا ہوں۔ وہاں بھی یہی صورت حال ہے۔

چوہان نے جواب دیا۔

واقعی یہ تو ایک محکم قلعہ ہے۔ صفدر نے درختوں کی اوٹ سے کوٹھی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

لیکن ریڈ تو بہر حال کرنا ہے۔ میرا خیال ہے ہموں سے اس کی سامنے کی دیواریں اڑا دی جائیں۔ تنویر نے کہا۔

مگر یہ شہر کی اندرونی کالونی ہے۔ ہموں کے دھماکوں سے وہیں فوڑا مچ کر پرنچ جائے گی۔ اوروں سے بھی جنگی حالتیں

ہیں کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ اس لئے میرا خیال ہے۔ ایک آدمی کسی طرح اندر جائے اور پھر اندر کی صورت حال سے باہر والوں کو مطلع کرے۔ اگر اندر آدمی کم ہیں تو انہیں کو

لیا جاسکتا ہے۔ اور اگر زیادہ ہیں تو پھر یہی ہو سکتا ہے۔ کہ دور مار گنوں کی مدد سے چاروں طرف سے اس پر اس قدر فائرنگ کی جائے کہ اندر کوئی شخص زندہ نہ بچ سکے۔ کیپٹن شکیل

سب نے یہاں سے نکل جانا ہے۔ تنویر نے باقاعدہ

ایات دیتے ہوئے کہا۔

اور جو لیا۔ صفر اور کیپٹن شکیل تیزی سے کوشی کی طرف
بہنے لگے۔ جمیں انہوں نے اور کوٹوں کے اندر چھپائی
دائی تھیں۔ چوہان۔ صدیقی اور نعمانی کچھ فاصلہ دے کر ان کے
پچھ جا رہے تھے۔ جب کہ تنویر صرف وہیں رک گیا تھا۔ اس
نے سامنے کے درخت سے خارجہ گ کرنی تھی۔ جب کہ منصوبے کے
مطابق جو لیا۔ صفر اور کیپٹن شکیل نے مختصر ہمدت سے اور
وہاں۔ صدیقی اور نعمانی نے وائیں طرف سے خارجہ گ کرنی
کی۔ بائیں طرف چول کہ دوسری کوشی کی دیوار تھی۔ اس
نے اس طرف سے خارجہ گ نہ ہو سکتی تھی۔

تنویر گن ہاتھ میں پکڑے کار کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ اس کی
لڑیں اپنے ساتھیوں پر بھی ہوئی تھیں۔ اس کے تمام ساتھی
بگھٹی میں غائب ہو چکے تھے۔ تنویر گن ہاتھ میں پکڑے سرک کی
ان پر ہٹنے لگا۔ اس نے ایک ہاتھ جیب میں ڈالا تاکہ
زنج خارجہ گ کرنے والا دیوار اور باہر نکال سکے کہ اچانک سائیڈ میں
دو دھماتے سے کوئی چیز اڑتی ہوئی آئی اور تنویر کی پشت سے
اڑکرائی۔ ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور تنویر اچھل کر منہ کے
بل درخت کے تنے کے ساتھ ہی گھاس پر گرنا۔ اس
نے نیچے گرتے ہی ایک لمحے کے لئے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن
پھر اس کے ہاتھ پر سیدھے ہوتے گئے۔ اور وہ بے حس حرکت

نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

مسنوف یہ اندر جانے اور باہر آنے والی کارروائی تجربہ
نہیں ہوتی۔ صاف اور سیدھا کام ہونا چاہیے۔ مقصد تو ان
لوگوں کی ہلاکت ہے۔ اس لئے میرے خیال میں یہی بہتر ہے
کہ اس کوشی پر طاقت درہوں کی بارش کر دی جائے۔ اور اس
قدر تیزی سے اس پر بم برسائے جائیں کہ وہ لوگ سنبھل بھی نہ
سکیں۔ بعد میں پولیس خود تحقیقات کرتی پھرے گی۔ اور
کوئی بچ گیا تو پھر پولیس جانے اور وہ جانے۔ تنویر

کہا۔ تو ٹھیک ہے۔ پھر آپریشن شروع کر دو۔ ایسے ہی
سہی۔ کیپٹن شکیل نے منہ ہلکے ہوئے کہا۔
اور تنویر نے آپریشن شروع کرنے کا اشارہ کیا۔ اور اس کے
تمام ساتھیوں نے کار کی سیٹوں کے نیچے سے چھوٹے راکٹ
برسانے والی گنیں باہر نکال لیں۔ یہ بات لائن گنیں تھیں
ان کی نالیں چوڑی مگر خاصی چھوٹی تھیں۔ لیکن انتہائی طاقت
میں لگوں کی وجہ سے اس میں جلنے والے راکٹ خاصی دوہلا
مار گرتے تھے۔ اس میں بھی جین گن کی طرح راکٹ میگزین
چلتے تھے۔ اور ایک بار ٹرگر دبانے کے بعد جب تک اُسے
دوبارہ نہ دبایا جاتا۔ یہ راکٹ مسلسل پھینکتی چلی جاتی تھیں۔
چاروں طرف پھیل جاتے۔ جب میں ٹرچ فائر کروں تو
آپریشن شروع کر دو۔ اور صرف تین منٹ تک فائرنگ کے

ڈانسر جیب میں ڈالتے ہوئے وہ اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر بولا۔
 ”اب — ان بے چاروں کو کیا معلوم تھا کہ ہیڈ کوارٹر کے

ارد گرد و دوسو گز کے دائرے میں موجود ہر عمارت میں کمپیوٹر
 لائننگ نصب ہے۔ اور وہاں ہونے والی کبھی کی بغیرنا ہٹ
 بھی کمپیوٹر میں چیک ہو جاتی ہے۔ دوسرے نے سر ہلاتے
 ہوئے کہا۔

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ بڑے پچاک کی ذیل کھڑکی کھلی
 گئی۔ وہ آٹو میک انماڑ میں کھلی تھی۔ کیوں کہ اُسے کھولنے
 والا نظر نہ آ رہا تھا۔

”آؤ سٹی ٹو۔“ اسے اٹھاؤ۔ سب لوگ کود ہو گئے جن
 جلدی کر ڈیٹا ایون دن نے دوسرے سے مخاطب ہو کر
 کہا۔ اور دوسرے آدمی نے جھک کر گھاس میں بڑے ہوئے
 تنویر کو اٹھا کر کانٹے پر لٹا دیا اور پھر وہ دونوں تیزی سے چلتے
 ہوئے سڑک کر اس کر کے کوٹھی کے اندر داخل ہو گئے۔ ان کے
 اندر داخل ہوتے ہی ذیلی کھڑکی خود بخود بند ہو گئی۔

ہو گیا۔ اس کے گرد بکے نیلے رنگ کا دھواں پھیلا ہوا تھا۔ جو
 اب تیزی سے فضا میں غائب ہوتا جا رہا تھا۔

دوسرے نے سائیڈ والی عمارت سے دو افراد تیزی سے باہر
 نکلے۔ انہوں نے چیت لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ عمارت سے نکل
 کر دوڑتے ہوئے تنویر کے پاس پہنچے۔ اور انہوں نے بڑی پھڑ
 سے اُسے سیدھا کیا۔ تنویر کی آنکھیں بند تھیں۔ ان یز
 سے ایک نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹا سا
 مائیک نما آلہ نکال کر منہ سے لگا لیا۔ انگوٹھے کی مدد سے
 اس نے اس کے ایک کونے کا بٹن دبایا۔

”ہیلو ہیلو۔ ایون دن کا ٹنگ چیف باس اور۔“
 بولنے والے کا اوجہ خاصا تیز تھا۔

”یس۔ چیف دن اور۔“ دوسری طرف سے
 کہا گیا۔

”لیڈر کو چیت کر دیا گیا ہے۔ ان کے باقی ساتھی سائیڈ کی گلی
 اور عقبی سمت میں گئے ہیں اور۔“ ایون دن نے کہا۔
 ”یس۔ انہیں چیک کر لیا گیا ہے۔ ان پر قابو پایا جا رہا
 ہے۔ جب پچاک کی ذیلی کھڑکی کھلے تو ہم اس لیڈر کو اٹھا کر
 اندر لے آنا اور اینڈ آل۔“ دوسری طرف سے کہا
 اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

اگر کمپیوٹر لائننگ ان کے درمیان ہونے والی گھٹو کو چیک نہ کر
 لیتا تو یقیناً آج ہیڈ کوارٹر زبردست تباہی کی زد میں آ جاتا؟

نٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے میجر سنار سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میتھس۔ کرنل میجر کسی سڑک پر گنگا ہوا کوئی سائین بورڈ تو نہیں ہے۔ کہ ہم سیدھے گاؤں دوڑاتے اس تک پہنچ جائیں۔ اُسے بہر حال تلاش کن کرنا پڑے گا۔“ میجر سنار اُسے کراخت بیٹھے میں کہا۔

”یہی بات تو میں پوچھ رہا ہوں میجر۔ کہ اس کے لئے آپ نے کیا پلاننگ کی ہے۔“ میتھس نے جواباً کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ ریڈ آرمی اور اس کے گرد پ کے آدمی عام طور پر رائل فیئڈر گروپ کے ٹرانسمیٹر استعمال کرتے ہیں۔ اور میرے پاس رائل فیئڈر گروپ کا یہی ٹرانسمیٹر موجود ہے۔

”جیسے ہی ان میں سے کوئی یہ ٹرانسمیٹر آن کرے گا کال میرا ٹرانسمیٹر پکچ کر لے گا۔“ اور اس طرح ہم ان کی باتیں سن کر کوئی آئیڈیا بنالیں گے۔“ میجر سنار نے اُسی طرح تیز لہجے میں جواب دیا اور میتھس نے اثبات میں سر ہلادیا۔ گاؤں کی پھیلی نشست پر بیٹھے ہوئے تینوں افراد خاموش تھے۔

کار مختلف سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ اس کی کوئی منزل نہ تھی۔ میجر سنار صرف کال چیک کر کے لئے گاؤں دوڑاتا پھرتا تھا۔ کیوں کہ رائل فیئڈر گروپ ٹرانسمیٹر کا دائرہ کار صرف چار کلومیٹر تھا۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اس ٹرانسمیٹر کی پہنچ میں آجائے۔ بس ایک آئیڈیا تھا جو صحیح بھی ثابت ہو سکتا تھا

میجر سنار کی کار انتہائی تیز رفتار سی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ سٹیئرنگ اس کے مضبوط ہاتھوں میں تھا۔ جب کہ کار میں اس کے علاوہ چار افراد موجود تھے۔ جو سب اُسی کی طرح مضبوط اور غصوں جیسوں کے مالک نظر آ رہے تھے۔ یہ چاروں پیشکش ایکشن گروپ کے ممبر تھے۔ یہ گروپ انہی پانچوں افراد پر ہی مشتمل تھا۔ میجر سنار ان کا لیڈر تھا۔ یہ گروپ انتہائی سخت تربیت یافتہ تھا۔ اور بجلی کی طرح کام کرنے کا عادی تھا۔

کرنل چارلس سے فاسٹ ڈیج کے خاتمے کا مشن لیتے ہی میجر سنار نے فوراً اپنے ساتھیوں کو لیا اور ہیڈ کوارٹر سے باہر آ گیا۔

”میجر۔ کرنل میجر کو کہاں تلاش کیا جائے گا؟“

اور غلط بھی۔۔۔ اور دغا بہر ہے اس کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی چارہ کار بھی تو نہ تھا۔ وہ آخر کرنل ہمیرن کو کسی طرح ڈھونڈتے تھے۔

”اچانک کانکے ڈبلش بورڈ سے ٹوں ٹوں کی آوازیں ابھریں اور میجر تارا اور اس کے ساتھی یہ آوازیں سنتے ہی چونک پڑے۔ میجر تارا نے بڑے معنی خیز انداز میں سر ہلاتے ہوئے کار کی رفتار آہستہ کر دی۔ اور پھر اس نے آگے سائیڈ میں کر کے روک دیا۔ اس کا آئینہ یاد درست ثابت ہوا تھا۔ اس کے ٹرانسمیٹر نے کال کرچ کر لی تھی۔ کار اس نے اس سے روک دی تھی کہ کہیں وہ اس کی رہتی سے باہر نہ نکل جائے۔ ٹرانسمیٹر پر اب گفتگو شروع ہو گئی تھی۔ اور آوازیں سنتے ہی میجر تارا نے معنی خیز نظروں سے میتھس کی طرف دیکھا اور میتھس نے سر ہلادیا۔

گھنگھو کرنل ہمیرن اور میجر بیرس کے درمیان جو بری تھی۔ میجر ہمیرن جو ریڈ آرمی کا نمبر نو تھا۔ وہ خاموش بیٹھے یہ گفتگو سنتے رہے۔ ان میں سے کسی نے زبان نہ لگوئی تھی کیوں کہ اس طرح ان کی آواز بھی ان آوازوں میں شامل ہو سکتی تھی۔ جب ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا تو میجر تارا نے ایک طویل سانس لے کر کار کو آگے بڑھایا۔

”ریڈ آرمی پیچھے ہٹ گئی ہے۔ اب گلشن کالونی پر ریڈ اینڈ کی کمرے لگی۔ میجر تارا نے کہا۔

”ٹاں ہاس۔۔۔ وہ کسی علی عمران کی بات کر رہے تھے؟ میتھس نے کہا۔

”ٹاں۔۔۔ میجر ہمیرن کا خیال ہے کہ اس سے فاسٹ ڈیٹھ کا پتہ چل سکتا ہے بہر حال اب ہمیں گلشن کالونی میں میجر ہمیرن کو تلاش کرنا چاہیوگا۔“ میجر تارا نے کہا۔

”وہ میں کروں گا ہاس۔۔۔ وہ میری نظروں سے نہیں چھپ سکتا۔“ میتھس نے برا اعتماد لہجے میں کہا۔

”میں بھی اسے چیک کروں گا۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ کی ایف۔ ٹی کے ریڈ کا ہم بھی انتظار کریں یا خود ہی چڑھ دوں؟“ میجر تارا نے کہا۔

”میرا خیال ہے کرنل چارلس نے اپنے کسی گروپ کو بھیجا ہو گا۔ بہتر تو یہی ہے کہ ابھی مداخلت نہ کی جائے۔ کہیں ان کی کوئی بڑی پلاننگ ڈسٹر ب نہ ہو جائے؟“ میتھس نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ دیے یہ کوئی اور ٹیم ہو گی۔ فاسٹ ڈیٹھ نہیں ہو سکتی کیوں کہ اگر کرنل چارلس کو فاسٹ ڈیٹھ کے اڈے کا علم ہوتا تو پھر آگے یہ ہدایات ہمیں دینے کی ضرورت نہ ہوتی کہ ہم کرنل ہمیرن کی نگرانی کر کے ان کا پتہ چلائیں۔“ میجر تارا نے کہا اور میتھس نے اثبات میں سر ہلادیا۔

مختلف سٹرکوں سے گزرنے کے بعد جیسے ہی وہ گلشن کالونی میں داخل ہوئے انہیں دواں افراتفری کا سا عالم نظر آیا۔ دودھ ایک کونجی کی طرف سے زبردست فائرنگ اس اور بکوں کے دھماکوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"اوہ۔۔۔ ریڈ شروع ہو گیا۔۔۔ میجر نتارا نے چونک کر کہا اور پھر تیزی سے اپنی کار ایک سائیڈ پر مٹی ہوئی جنرل پارکنگ میں روک دی۔

دماغ اور بھی بہت سی کاریں کھڑی تھیں اور لوگ دھست زدہ ہوئے ان کاروں میں بکے ہوئے تھے۔ یہاں سے وہ کوئی صاف نظر آ رہی تھی جہاں آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔

اُسی لمحے میجر میرس کی کار دوڑتی ہوئی ان کے سامنے سے گزری اور ساتھ ہی موجود کینے کے پاس رک گئی۔ میجر میرس اپنی اصل شکل میں تھا۔ اس لئے سب نے ہی اسے پہچان لیا۔ "اے۔۔۔ میجر میرس کی گمرانی کی جا رہی ہے"

اپنا تک میٹھس نے کہا۔

گمرانی۔۔۔ میجر میرس کی۔۔۔ کیسے؟۔۔۔ میجر نتارا نے چمکتے ہوئے کہا۔

"وہ دمیا لے قدار نوجوان۔۔۔ اس کا انداز بتا رہا ہے کہ وہ میجر میرس کو نظروں میں رکھے ہوئے ہے؟۔۔۔ میٹھس نے کینے کے برآمدے کے پاس کھڑے ہوئے ایک مقامی نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ وہ بظاہر ہی ظاہر کر رہا تھا کہ وہ میجر میرس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ لیکن چونکہ نظروں سے اُسے دیکھ ہی پتا تھا چوں کہ وہ خود بھی اس طرح گمرانی کرتے رہتے تھے۔ اس لئے وہ اُسے دیکھتے ہی پہچان گئے۔

اُسی لمحے ٹول ٹول کی آوازیں کار کے ڈیش بورڈ سے بلند ہوئیں اور میجر نتارا اور میٹھس دونوں چونک پڑے۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔ میجر میرس کا لنگ چیٹ اوور۔۔۔ ایک آواز ابھری۔

"نیس۔۔۔ کرنل جمیرخ اسٹنگ لنگ اوور۔۔۔ دوسری طرف سے کرنل جمیرخ کی آواز سنائی دی۔

"پاس۔۔۔ ایف۔۔۔ ڈی کا چھاپا نا کام رہا ہے۔ کوئی غالی تھی۔ عمران اور اس کے ساتھی شاید پہلے ہی گمرانی سے باخبر ہو کر کسی خفیہ راستے سے نکل گئے تھے اور۔۔۔ میجر میرس نے کہا۔

"مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ عمران اتنا ترنوالہ نہیں ہے۔ بہر حال اب ہم نے اُسے بھی ڈھونڈنا ہے اور فاسٹ ڈیٹھ کو بھی۔ اس کے لئے تم نے کیا سوچا ہے اور۔۔۔ کرنل جمیرخ نے پوچھا۔

"پاس۔۔۔ اب ہی جو سکتا ہے کہ ہم شہر میں گھر میں پھرن عمران کہیں نہ کہیں تو نظر آئے گا اس کے وہ دیو میکل ساتھی وہ تو بہر حال آسانی سے نہیں چھپ سکتے اور۔۔۔ میجر میرس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ دیسے تم کچھ دیہ دماغ رکنا۔ عمران بے حد کایاں آدمی ہے۔ جو سکتا ہے وہ عارضی طور پر کہیں چھپا ہوا ہو اور ریڈ ختم ہونے کے۔۔۔ راستے آجائے۔۔۔ بس پانچ دس منٹ

دیکھ لینا اور نہ کرنل سمیر خ نے کہا۔

”ٹیک سے باس۔ میں اشتیاد کر لیتا ہوں اور نہ“
 ”اور اینٹہ آل ڈ۔ کرنل سمیر خ نے کہا اور اس کے ساتھ
 ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”میجر میرس کو احساس ہی نہیں کہ اس کی بھی نگرانی ہو رہی ہے۔
 اور مقامی آدمی کی وجہ سے یقیناً یہ اس عمران یا فاسٹ ڈیٹھ کاپی
 آدمی ہو گا۔“ میجر خٹاوا نے کہا۔

”بالکل جناب۔ تو کیا اسے کو کیا جائے۔“ میتھس
 نے پرجوش بے میں کہا۔

”ابھی نہیں۔ اگر یہ ان کا آدمی ہے تو لازماً یہ اپنے آدمیوں
 سے رابطہ قائم کرے گا۔ اس طرح ہم اصل ٹھکانے تک پہنچ سکتے
 ہیں۔“ میجر خٹاوانے مطالبے ہوئے کہا۔

وہ نوجوان اب تیزی سے چلتا ہوا کہنے کے اندر چلا گیا تھا۔
 ”آرکو۔“ میجر خٹاوانے مڑ کر پیچھے بیٹھے ہوئے آدمیوں
 میں سے ایک سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس میجر۔“ آرکو نے چونک کر کہا۔

”اس نوجوان کے پیچھے جاؤ۔ کہیں یہ فرار نہ ہو جائے۔ اسے
 چھڑنا نہیں صرف نگرانی کرنی ہے۔ لیکن ہوشیار رہی سے“
 میجر خٹاوانے کہا۔

اور آرکو دو دروازہ کھول کر نیچے اترا اور تیز تیز قدم اٹھاتا وہ
 کہنے کی طرف بڑھتا گیا۔

پھر جیسے ہی وہ اس نوجوان کے پیچھے کھینے میں داخل ہوا۔ اسی
 میجر میرس کی کار آگے کی طرف کھسکی۔ اور پھر وہ مڑ کر تیز
 بنامی سے چوک کی طرف بڑھتی گئی۔ پولیس گاڑیوں کے سامنے
 ب دود سے سنائی دینے لگے تھے۔ پولیس اب پہنچ رہی
 تھی اور میجر خٹاوا کے چوڑوں پر یہاں کی پولیس کی کار کڑھ گئی دیکھ کر
 سکاٹھب دوڑنے لگی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسرائیل میں اگر
 نہ بڑا حادثہ ہوتا تو پولیس زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ کے اندر
 دہاں پہنچ جاتی۔ اور اگر دگر دے پورے علاقے کی ناکہ بندی
 کر لی جاتی۔ لیکن یہاں وہ دیکھ چکا تھا کہ پولیس بس رسی کاندہ دانی
 رہنے تک محدود رہتی۔ وہ اس سے زیادہ دوسرے مدلی لینے
 کی ناکل ہی نہ تھی۔

اور چند ہی لمحوں بعد پولیس کی کئی گاڑیاں ان کے سامنے
 سے گزرتی چلی گئیں۔ میجر میرس بھی شاید پولیس گاڑیوں
 کے سامنے سن کر ہی دہاں سے چلا گیا تھا۔

”وہ نوجوان۔“ اچانک میتھس نے کہا۔ اور میجر خٹاوانے
 چونک کر دیکھا۔ نگرانی کرنے والا نوجوان سمیٹے سے نکل کر خاصی
 بزرگ نامی سے چلتا ہوا سڑک کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ
 نامہ سڑک کر اس کر کے دوسری طرف جا رہا تھا اور پھر آرکو بھی
 اس کے پیچھے چلتا ہوا دکھائی دیا۔ نوجوان خاصا چوکنا اور
 ہوشیار دکھائی دیتا تھا۔

میتھس۔ یہ خاصا ہوشیار آدمی ہے۔ کہیں آرکو کہ چکر نہ

رہنے پوچھا۔

دروازہ اندر سے کھولا گیا تھا۔ اس نے مخصوص انداز میں دروازے تک وہی جھکی۔ میتھس نے جواب دیا۔
ہتھارے تعاقب کا کوئی شک تو اسے نہیں ہوا۔
بارہنے پوچھا۔

نہیں جناب۔ ویسے اس قدر ہوشیار اور چوکنا آدمی
نے پہلے بھی نہیں دیکھا۔ میتھس نے جواب دیا۔
اوسکے۔ پھر ہم صحیح جاگٹ پر پہنچ گئے ہیں۔ اسلئے نو۔
فرارید کرنا ہے۔ کوشش کرنا کہ ان میں سے ایک گم از گم
ہاتھ آجائے۔ میتھس نے دروازہ کھول کر بیٹھے
نے ہوئے کہا۔ اور کار میں موجود باقی اور افراد بھی نیچے اتر گئے۔
چرہ سب علیحدہ علیحدہ ہو کر میتھس کی رہنمائی میں آگے بڑھے۔

دسے جلنے۔ تم علیحدہ رہ کر اس کے پیچھے جاؤ۔ اگر یہ کسی گھاٹی پر
جائے تو مجھ کا لکڑی بنا دیا۔ اس کا انداز بتا رہے تھے کہ
یہ اسی کاٹنی کی کسی کوٹھی میں ہی جلنے کا۔ میتھس نے تارے
ساتھ بیٹھے میتھس سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور میتھس سر ہلاتا ہوا کار سے نیچے اترتا اور سڑک کی دوسری
جانب بڑھ گیا۔ وہ جوان اب ایک سائید گلی میں داخل ہو
گیا تھا۔ جب کہ آدھو گلی کے سرے پر ہی رک گیا تھا۔ وہ شاید اس
کے موڑ تک جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ اور پھر آدھو بھی گلی میں
چلا گیا اور اس کے بعد میتھس بھی گلی میں غائب ہو گیا۔ میتھس نے تارے
خاموش بیٹھا رہا۔

تقریباً پندرہ منٹ کے طویل انتظار کے بعد میتھس واپس
آنا دکھائی دیا۔ وہ خاصی تیز رفتاری سے اور پرجوش انداز
میں چل رہا تھا۔ اور میتھس تارے کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ تیرنے
لگی۔ وہ میتھس کے ہر انداز کو اچھی طرح جانتا تھا کہ ایسا جوڑ
اس میں اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب وہ کوئی کامیابی حاصل
کر لیتا ہے۔

باس۔ وہ آدمی یہاں سے کافی دیر ایک کوٹھی کے
عقبی دروازے میں چلا گیا ہے۔ آدھو کو میں دین چھوڑ آیا ہوں۔
میتھس نے کار کی سے سر اٹھاتے ہوئے میتھس نے تارے پر جوش
لجے ہیں کہا۔

دروازہ کسی نے کھولا تھا یا وہ دیوار پھانڈ کر گیا تھا۔

ہنس لکھے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور صدر مملکت نے چونک کر رسیور

لیا۔
"..... وزیر خارجہ صاحب آنے کی اجازت چاہتے
ہیں۔ دوسری طرف سے ان کے پی۔ اے نے مؤدبانہ لہجے

کہا۔
"جلدی ہی پہنچو انہیں۔ جلد ہی..... صدر مملکت نے غصے
میں کہا اور ایک جنگلے سے رسیور واپس کر ٹیل پر پھینک دیا۔
ان کے انداز پر پوری طرح ہنسیلا ہٹ حاد ہی جو چکی تھی۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور سر حسین احمد اندر داخل ہوئے۔
آئیے سر حسین احمد آئے۔ میں کتنی دیر سے آپ کا انتظار
رہا ہوں۔..... صدر مملکت نے بے چین سے لہجے میں کہا۔
"خواب..... اطلاع ملتے ہی میں آگیا ہوں۔"

حسین احمد نے شہرے سے بولنے لہجے میں کہا۔
"تشریف رکھیے۔ ابھی کمانڈر پانچیف نے اطلاع دی ہے۔
کافرستان نے بجائشانہ پر حملہ کرنے کی پوری تیاری کر لی ہے۔
فریاد سب کیا ہو رہا ہے۔..... صدر مملکت نے بے چین
ہی میں کہا۔

مجھے خود سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہمارے ساتھ کیا کھیل کھلا جا رہا
ہے۔ پہلے پہلے درپے تخریبی کارروائیاں کی گئیں۔ وہ کچھ
پس تو قائلانہ حملے شروع ہو گئے۔ اور کافرستان نے حملے
ل تیار ہی کر لی۔..... سر حسین احمد نے ہونٹ چباتے ہوئے

صدر مملکت کے چہرے پر شدید ہنسیلا ہٹ کے آ
نمایاں تھیں۔ وہ اس وقت اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے با
زار میاں پہنچ رہے تھے۔ ابھی ابھی انہیں رپورٹ ملی تھی کہ
کافرستان کے ساتھ ملحق سرحدوں پر حالات بے حد کش
مکش ہیں۔ اور کمانڈر پانچیف نے صورت حال کی سنگین
دیکھتے ہوئے اپنی فوجوں کو فوری نوٹس پر جگساگسے لئے تیار
جانبے کا حکم دے دیا تھا۔ کمانڈر پانچیف کا خیال تھا۔
کافرستان اب ہر صورت میں بجائشانہ پر حملہ کرنے کے
تیار ہو چکا ہے۔

رپورٹ ملتے ہی صدر مملکت نے وزیر خارجہ سر حسین
کو فوری طور پر دفتر میں طلب کر لیا تھا۔ اور اب وہ
کا انتظار کر رہے تھے۔

جواب دیا۔ "میرا خیال ہے جسے اب کنفیڈریشن والے منصوبے کے زور سراقہ اور لانے کا منصوبہ۔ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟" غائب کا سرکاری اعلان کر ہی دینا چاہتے تھے۔ اب میں نے مر حسین احمد نے جواب دیا۔ "اباؤ برداشت نہیں کر سکتا، خواہ مخواہ ہم پانچ شیاد اولیٰ کے بچے میں پھنس گئے۔" صدر مملکت نے کہا۔

جناب۔ اگر اس منصوبے کے ترک کر دینے کے لئے

کے ساتھ ہی سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے تو کر دیجئے۔ حالانکہ ٹھیک ہونے کے بعد بھی تو اس منصوبے کا اچانک اعلان کیا جاتا ہے۔" مر حسین احمد نے نرم لہجے میں کہا۔

مگر کیا مطلب۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس کے بعد بھی حالات ٹھیک نہیں ہوں گے۔" صدر مملکت نے بری طرح چومکے ہوئے کہا۔

"میرا تو یہی خیال ہے جناب۔ اگر مجرموں کا یہی منصوبہ تو مجھے کہنے دیجئے کہ اس سے زیادہ احمقانہ منصوبہ اور نہیں ہو سکتا۔" مر حسین احمد عمران کے ساتھ اس زاویے پر بات چیت کر چکے تھے۔ اس لئے اب وہ بڑے اعتماد سے بانی کر رہے تھے۔

مر حسین احمد نے جواب دیا۔

"ادہ۔ واقعی مر حسین احمد آپ نے واقعی ایک! لیکن مر حسین احمد۔ ایسے حالات کب تک رہیں گے۔ آخر ان کا حل کیا ہوگا۔ دیکھیں۔ خوف ناک تحریکی کارروائیاں صدر مملکت کی پیشانی پر بے شمار آڑھی ترچھی ٹکیریں بنی اور شروع ہو گئی تھیں۔"

میں بھی خاموش رہے اور پانچ شیاد اولے بھی کچھ نہیں کر رہے۔

ظہر ہو گا۔ اور اس کے عامہ بھی اس کے خلاف ہو جائے گی۔ اور
حالات مزید جگڑ جائیں گے۔ دوسرا حل بتائیے؟
صدر مملکت نے فیصلہ کن بھیجے ہیں کہا۔
”جناب۔ دوسرا حل یہ ہے کہ پہلے تو آپ عوام سے
براہ راست خطاب فرمائیے اور انہیں بتائیے کہ کس طرح بھاشانہ
کو عینک میل کئے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور
کس طرح مجرم اپنی دہشت پسندانہ سرگرمیوں سے حکومت پر
ناجائز دباؤ ڈال رہے ہیں۔ اور آپ عوام کو بتائیے کہ بھاشانہ
کے بہاؤ عوام اس بلیک میلنگ کے سامنے کبھی نہیں ہٹیں گے
اور اگر ہو سکے تو کافرستان کو بھی دھمکی دے دی جائے گی۔ کہ اگر
بھاشانہ پر حملہ کیا گیا تو اسے اکیلا نہ سمجھا جائے۔ اس طرح
کم از کم عوام کا مورال بلند ہو جائے گا اور مجرموں کے حوصلے
پست ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میرا خیال ہے کہ جس
طرح ہمارے ملک میں تہذیبی کارروائیاں کی جا رہی ہیں۔ اسی
طرح ہم اپنی کوئی تنظیم کافرستان بھیجیں جو وہاں اس قسم کی
کارروائیاں کرے۔ تاکہ کافرستان اپنے آپ میں الجھ کر
ہم پر دباؤ ختم کرنے پر مجبور ہو جائے؟۔ سر حسین احمد نے
تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کی پہلی بات درست ہے۔ میں آج ہی عوام سے ریڈیو
اور ٹیلی ویژن پر خطاب کرتا ہوں۔ لیکن دوسری بات سے
مجھے اتفاق نہیں ہے۔ ایسے حالات میں اپنا ملک تو بچایا نہیں جا

آپ اخبارات پڑھتے ہیں۔ کس طرح پریس پیچ رہا ہے۔ عوام نہ
پریش رہے ہیں۔ فی۔ ایل۔ پاری کی تباہی کے بعد تو حالات
اور بھی زیادہ نازک ہو گئے ہیں۔ صدر مملکت کے پہلے
میں ایک بار پھر جھنجھٹا ہوا ہو کر آئی۔

”آپ کو اطلاع ملی ہے کہ سیکرٹری وزارت خارجہ رام داس کو
ان کی رہائش گاہ سے اغوا کیا گیا ہے۔ اور اب ان کی
صبح شدہ لاش ایک دیران سڑک پر پڑی ہوئی ملی ہے۔ اسی
طرح سیکرٹری مرسوں کے چیف کرنل شریف کو بھی ہلاک
دیا گیا ہے۔ سر حسین احمد نے کہا۔

”ادھ۔ رام داس اور کرنل شریف۔ دونوں۔ دین
بدنوز۔ ادھ۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔ کچھ تو بتائیں۔ آخر؟
عوام کو کیا منہ دکھائیں؟۔ صدر مملکت نے میرے پاس ملنے
مارنے شروع کر دیئے۔ یہ ان کی جھنجھٹ کی انتہا تھی۔

”سر۔ اس کے دو حل ہیں؟۔ سر حسین احمد نے
چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”دو حل۔ کون کون سے؟۔ صدر مملکت نے
چونکتے ہوئے کہا۔

”سر۔ ایک تو یہ کہ آپ فوری طور پر کنفیڈریشن کا اعلان
دیں تاکہ مخالف طاقتیں اپنا سامنے لے کر رہ جائیں؟

سر حسین احمد نے کہا۔
”نہیں۔ ان حالات میں یہ ناممکن ہے۔ یہ ملک کے سامنے

رہا۔ کہ ہم کافرستان میں کارروائیاں شروع کریں۔ کافرستان کو تو اس طرح بہانہ مل جائے گا۔ اور وہ عالمی رائے عامہ کو چارہ سے خلاف کر دے گا۔ صدر مملکت نے کہا۔
 ”ٹیکس ہے جناب۔ آپ تقریر فرمائیں۔ اس کے بعد باقی باتیں بھی طے کر لی جائیں گی۔ میرا خیال ہے ہمیں عالمی رائے عامہ کو اپنے حق میں کرنے کے لئے حکومت شوگران، حکومت انگریزیا سے مذاکرات کرنے چاہئیں۔ انہیں حالات بتائے جائیں اور اقوام متحدہ میں بھی اس ٹیکس میلنگ کے خلاف عالمی پیمانے پر احتجاج کرنا چاہیے۔ اور کافرستان میں تو کم از کم اسرائیل کا نام کھل کر لینا چاہیے۔ تاکہ اسلامی برادری ہمارے ساتھ ہو جائے۔“ سر حسین احمد نے کہا۔

”لیکن اس کے لئے ہمیں کس ثبوت چاہئیں۔ آپ کے پاس ایسا کوئی ثبوت ہے کہ یہ تخریبی کارروائیاں اسرائیل کی شہ پر ہو رہی ہیں۔“ صدر مملکت نے کہا۔
 ”یہ ثبوت بھی مہیا کر دیتے جائیں گے۔“ سر حسین احمد نے کہا۔

”سبب ثبوت مہیا ہو جائیں تب ہم بات بھی کریں گے فی الحال آپ پابکشیہا کے سر سلطان سے بات کیجیے۔ ان کے وعدے کو آج چوتھا روز ہے۔ لیکن ابھی تک انہوں نے کوئی کارکردگی بھی نہیں دکھائی۔“ صدر مملکت نے تیز لہجے میں کہا۔
 ”ان کی کارکردگی کا ایک ثبوت تو میری زندگی ہے۔ اگر ان

لوگوں سے ہمارا رابطہ نہ ہوتا تو کم از کم اس وقت میں زندہ نہ ہوتا۔“ سر حسین احمد نے منہ ملتے ہوئے کہا۔

”آپ۔ کیا مطلب۔ آپ کھل کر بات کریں۔“

صدر مملکت نے چونکتے ہوئے کہا۔ ”کیوں کہ انہیں تو یہی دپورٹ دی گئی تھی کہ سر حسین احمد اچانک ان کے گھر سے باہر نکل گئے تھے اور اس طرح وہ بچ نکلے۔ اور اب سر حسین احمد اپنے زندہ بچ جانے کو پابکشیہا کی کارکردگی بتا رہے تھے۔ اور سر حسین احمد نے نوجوان کی آمد ویشٹرن کاؤس کا خط اور پیرا کھٹو سے بات چیت اور ایک شوکا فوری فیصلہ۔ اور اس کی یہ ہدایت کہ سر حسین احمد فوراً گھر چھوڑ دیں۔ ساری باتیں پوری تفصیل سے بتا دیں۔ اور صدر مملکت حیرت سے یہ ساری تفصیل سنتے رہے۔“

”اور۔ واقعی ایک انتہائی ذہین آدمی ہے۔ اور جس ٹیم کا لیڈر اس قدر ذہین ہے کہ بات چیت سے اتنے بڑے خطرے کو بچانپ لیتا ہے۔ یہ لوگ یقیناً اپنا وعدہ پورا کریں گے۔ ٹیکس ہے اب بھلے تسلی ہو چکی ہے۔ اب میں ڈرے کر عوام کا مورال بلند کروں گا۔“ صدر مملکت نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
 اور اس نے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے سر حسین احمد کی طرف مصلحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ یہ اشارہ تھا سر حسین احمد کے جانے کا۔ چنانچہ سر حسین احمد صدر مملکت سے مصافحہ کر کے دروازے کی طرف مڑ گئے۔ ان کے چہرے پر اطمینان تھا کہ انہوں نے صدر مملکت کو کم از کم کسی دشمنی محفلے

پر اپنا ہمنوا بنالیا ہے۔ اور ان کے خیال کے مطابق یہ ان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔



ممبرز اسی کی طرح ایک قطار میں کرسیوں پر بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب کے چہرے مٹے ہوئے تھے۔ ان میں سے چند تو ہوش میں آپٹکے تھے باقی کی آنکھیں بستور بند تھیں۔ ایک آدمی ان کے بازوؤں میں الجھن لگائے میں مصروف تھا۔ جب کہ اس بڑے سے بال مٹا گئے کی سائے والی دیوار کے ساتھ پانچ کرسیاں موجود تھیں۔ جن پر پانچ نقاب پوش بیٹھے ہوئے تھے درمیان والے کا نقاب گہرے سرخ رنگ کا تھا جب کہ باقی افراد کے نقاب سیاہ رنگ کے تھے۔ نقابوں سے ان کی نظر آنے والی آنکھوں میں سانپ جیسی چمک چمکائی تھی۔

جب سب ممبرز کو الجھن لگ گئی۔ اور باری باری وہ سب پوش میں آگئے تو سرخ نقاب پوش کرسی سے اٹھا اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ان کے قریب آکر دک گیا۔ اس کا سر تو زیر کی طرف ہی تھا۔

”تم ان کے لیڈر ہو۔“ نقاب پوش نے غراتے ہوئے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جی۔ میں لیڈر ہوں۔“ تنویر نے بڑے با وقار لہجے میں کہا۔

”پانچویں سیکرٹ مروس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟“

نقاب پوش نے دوسرا سوال کیا۔
”ہم پانچویں سیکرٹ مروس کے دشمن ہیں۔ ان سے اکثر ہماری ٹکر رہتی ہے۔“ تنویر نے جواب دیا۔

درد کی شدید ترین لہر نے تنویر کو بے ہوشی سے ہوش کی سرحدوں میں دھکیل دیا۔ اس کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔ اور دوسرے لمحے وہ چونک کر اٹھنے لگا۔ لیکن پھر ایک لمبی سانس لے کر رہ گیا۔ اس کے جسم نے معمولی سی حرکت کرتے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ گردن سے نیچے اس کا پورا جسم مفلوج ہو چکا تھا۔ البتہ صرف وہ سر ہلا سکتا تھا۔ دیکھ سکتا تھا۔ چوم سکتا تھا۔ بول سکتا تھا۔ لیکن حرکت نہ کر سکتا تھا۔ وہ اس وقت ایک عام سی کرسی پر بغیر بندھے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔

تنویر نے فوراً ہی سر ہٹا کر دیکھا اور اس کی آنکھوں سے شدید پریشانی کے آثار جھلکنے لگے۔ فاسٹ ڈیٹھ کے تمام

یہ گوارڈ میں سنا جا رہا ہوگا۔ اور پھر جیسے ہی میں خاص لفظ بولوں
غائبہاوی اس عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔
نویس نے بڑے پریقین لہجے میں کہا۔

اور صفدر نے یقین سے کہل اور جولیا تینوں حیرت سے تنویر
کو دیکھنے لگے۔ جو اس مشکل وقت میں اپنی طبیعت کے بالکل
برعکس انتہائی ذہانت سے سوچنے کو جینڈل کر رہا تھا۔
”اوہ۔۔۔ یہ غلط فہمی اسنے ذہنوں سے نکال دیا کہ تم اس

عمارت میں جو جس پر رہ کر رہے تم آئے تھے۔ وہ عمارت تو صرف
ڈھکی کے طور پر سامنے رکھی گئی ہے اور بس۔۔۔ باقی یہی
بات کہ یہاں کئی باتیں کہیں سنی جا رہی ہیں ایسا ناممکن ہے۔

اس عمارت میں ایسے جدید ترین سائنسی آلات موجود ہیں۔ کہ
یہاں سے ہتھاری رو میں بھی ہماری اجازت کے بغیر باہر نہیں
جاسکتے۔۔۔ نقاب پوش نے بڑے طنز پر لہجے میں کہا۔

”چھیک ہے۔ تم اگر غلط فہمی کا شکار رہنا چاہتے ہو تو
رہو۔ لیکن ایک بات ہے۔ فاسٹ ڈیجہ کو ہتھارے ساتھ کوئی
دشمنی نہیں ہے۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ الیف۔ ڈی کسی ملک

کی سرکاری تنظیم ہے۔ لیکن ہماری تحقیقات نے بتایا ہے۔ کہ
الیف۔ ڈی بھی ہماری طرح ایک پیشہ دارانہ جوہر تنظیم ہے جس
کی خدمات معقول معاوضے پر کوئی بھی حاصل کر سکتا ہے۔

ایسی صورت میں یہ فاسٹ ڈیجہ کے اصولوں کے خلاف ہے کہ
وہ ایسی تنظیموں کے خلاف کام کرے۔ اس لئے اگر تم ہم

”شٹ اپ۔۔۔ تم سب پانچٹیا سیکرٹ سروس کے
رکن ہو۔ حکومت بھاشانہ کی درخواست پر الیف۔ ڈی کے
مقابلے کے لئے یہاں آئے ہو۔ یہ بات طے ہے۔ بس مجھے
صرف اس بات کا جواب دے دو کہ تمہیں اس عمارت کا کلیو
کیسے ملا۔ نقاب پوش نے انتہائی کرحشت لہجے میں کہا۔
”کیا انتہا راتعلق الیف۔ ڈی سے ہے۔۔۔ تنویر نے اٹھا
سوال کر دیا۔

”سوال نہیں۔ صرف جواب۔۔۔ ورنہ تمہارے یہ مظلوج
جسم میرے ایک اشارے پر مردہ ہو سکتے ہیں۔۔۔ نقاب پوش
نے انتہائی کرحشت لہجے میں کہا۔

”تنویر جواب بھی ان مردہ جسموں سے ہی حاصل کر لینا۔ سمجھے۔

”تم شاید سمجھ رہے ہو کہ ہم صرف چند افراد احمقوں کی طرح یہاں
چڑھ دوڑے ہیں اور اس وقت تمہارے قبضے میں ہیں۔ سنو
مسٹر نقاب پوش۔۔۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ فاسٹ ڈیجہ کا

پانچٹیا سیکرٹ سروس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ ہتھاری
دوسری بات درست ہے کہ بھاشانہ حکومت نے فاسٹ ڈیجہ
کی خدمات کرائے پر حاصل کی ہیں۔ اور جہاں تک ہماری

گرفتاری کا تعلق ہے تو یہ گرفتاریاں جان بوجھ کر دی گئی ہیں۔
ہم خود سامنے اس لئے آئے ہیں تاکہ شے کو یقین میں بدلا جا
سکے۔ اور اب تک ہتھاری یہ عمارت فاسٹ ڈیجہ کے گھرے

میں ہوگی۔ یہاں بولا جانے والا ایک ایک لفظ فاسٹ ڈیجہ کے

لگے ہوئے سرخ رنگ کے سینڈل کو جھٹکا دے کر نیچے کی طرف
کر دیا۔ تنویر سمیت سب لوگ گردنیں موڑ کر اس ساری
کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔ تنویر کا چہرہ سچاٹ تھا۔ اس پر
کوئی تاثر موجود نہ تھا۔

”ان مشینیں خند دل سے تم ناسٹ ڈیٹھ سے کہ نہیں اگلوں گے
سینڈل نیچے ہونے ہی تنویر نے مضبوط لہجے میں کہا۔

”ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ تم میں کتنا دم نہم ہے۔“
نے طنز پر انداز میں کہا۔

مشین کے درمیان میں موجود ڈائل پر سرخ رنگ کی باریک
سوئی سینڈل کے دبے ہی تیزی سے مخالف سمت کی طرف
بڑھنے لگی تھی۔ اور مشین میں سے زوں زوں کی ہلکی آواز
سنائی دے رہی تھی۔ ڈائل کے عین درمیان میں ہندسوں کے
درمیان ایک سرخ رنگ کی لمبی سی کیر عموداً موجود تھی۔ سوئی
جیسے ہی اس نشان پر پہنچی۔ اچانک کمرے میں تنویر کی زوردار چیخ
گونج اٹھی۔ اس کی چیخ سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ

چھری سے اُسے ذبح کیا جا رہا ہو۔ اس نشان پر پہنچنے کے بعد
سوئی کی رفتار گواہستہ ہو گئی تھی۔ لیکن وہ آگے بڑھی ضرور
تھی۔ اور تنویر کا چہرہ ویک سخت بُری طرح مسخ ہو گیا تھا۔ آکھیں
باہر کو اُبل آئی تھیں۔ ادویوں لگتا تھا جیسے اس کی جان
دردناک عذاب کی گرفت میں آگئی ہو۔ جیسے جیسے سوئی آگے
بڑھتی جا رہی تھی تنویر کے حلق سے نکلنے والی چیخوں نے جیسے

بھٹ کو اڑانا شروع کر دیا۔ اس کی حالت لمحہ بہ لمحہ بگڑتی جا
رہی تھی۔ اور تنویر کے باقی ساتھیوں نے اپنے اپنے ہونٹ چپٹے
کئے۔

”بتاؤ۔ ورنہ ابھی تمہارے جسم کی ایک ایک رگ ٹوٹ
جائے گی۔“
”روک دو۔“ میں بتا چکی ہوں۔“ روک دو اسے ؟

چانک جو لیانے چھٹے ہوئے کہا۔

اور باس نے جلدی سے ہاتھ اڑچا کیا تو نقاب پوش نے

جلکی کی تیزی سے سینڈل کو اڑچا کر دیا۔ اور سرخ رنگ کی
سوئی تیزی سے واپس پہلے جہت سے پر پہنچ گئی۔ تنویر کی آنکھیں
بند ہو گئی تھیں۔ خوف ناک ٹیکھنے کے اچانک بند ہو جانے
کی وجہ سے اس کے اعصاب اور ذہن اس کا ساتھ چھوڑ گئے
تھے۔ اور وہ نیم بے ہوش سا ہو گیا تھا۔ وہ لمبے لمبے سانس
لے رہا تھا۔ البتہ اس کے چہرے کا رنگ معمولی پرانا جا رہا تھا۔
”بتاؤ۔ اس عمارت کا ٹیکو کہاں سے حاصل کیا۔ ورنہ اس
بار تمہاری باری ہوگی۔“
”خشت لہجے میں کہا۔

”ہمیں گرنل سمیرخ کے اڈے سے ایک کارڈ ملا تھا جو عربی
زبان میں تھا۔ اس پر اس عمارت کا پتہ اور فون نمبر لکھا ہوا
تھا۔ اور ساتھ ہی ایف۔ ڈی بھی لکھا ہوا تھا۔ اس لئے ہم سمجھ
گئے کہ یہی ایف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر ہوگا۔“
جو لیانے

۱۴۲

نائب چور کہا۔

باس۔ اس قدر لمبی کا روئی کی کیا ضرورت ہے بیشین

گنوں سے ان کے جسم چٹپٹی کر کے ان کی لاشیں برقی بھٹی میں ڈال

سچ بات بتادی۔

سچ بات بتا دی۔
ہوں۔ تو یہ حاقق کرنل ہمیرخ سے نہ ہوئی۔ اور اس سے
تو یہی تیر چلتا ہے کہ تمہارا تعلق واقعی فاسٹ ڈیجہر سے ہے۔
کیوں کہ کرنل ہمیرخ نے یہی بتایا تھا۔ باس نے سر
ہلاتے ہوئے کہا۔

ہاتھ دے ہوئے کہا۔
 "شک ہے۔ بہر حال اب تمہاری موت مقدر ہو چکی ہے۔ لیکن لوگوں کی تمہاری موت کے سبب بتا دیا ہے اس لئے تمہارے ساتھ یہ رعایت کی جا سکتی ہے کہ تمہیں آسان موت مارا جائے باقی اس لیڈر کی موت یقیناً دردناک ہوگی۔ اور تمہارے باقی ساتھیوں کی بھی۔" پاس نے کہا۔ اور ساتھ ہی وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا۔
 اہل جوں تو۔ پاس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
 "نیس پاس۔ حکم کی تعمیل ہوگی۔ باقی نقاب پوشوں نے کھڑے ہو کر کہا۔
 "میں ذرا گرتی تمہیں سے بات کروں۔ آخر اس نے اتنی بڑی طاقت کیوں کی۔ میں اس کی شکایت اعلیٰ احکام تک پہنچاؤں گا۔" پاس نے کڑخت لہجے میں کہا۔ اور پھر تیز قدم اٹھاتا ہرونی دروازے کی طرف بڑھتا گیا۔

اسے لیں۔ اس کے دونوں آنکھیں نکال دو اور زبان کاٹ ڈال۔ ان کی سزا میرے ذمہ رہی۔ آپ لوگ دو گھر کا کام نمٹا سکتے ہیں تو۔۔۔۔۔ رابرٹ نے باقی ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

ڈال کر انہیں جلا دینا تاکہ یہ خود ہی طور پر خون نکل جانے کی وجہ سے نہ مر جائے۔ اور پھر اسے کسی شعلہ پر چھوڑ دینا۔ اس کے ساتھ ہی آسانی کر سکتے ہیں۔ اور باقی لوگوں کے جسم

کی بڑی بڑی ہڈیاں توڑ ڈالو۔ آٹکھیں نکال دو اور زبانی
کاٹ ڈالو۔ اور پھر ان کو کوڑے کے ڈھیروں پر پھینک دو۔ تا
یہ سب کسک کر آخر کار دم توڑ دیں۔ یہی ان
انجام ہو سکتے ہیں۔ باس نے اپنے ساتھیوں سے

ابرار نے سر دھجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہو۔۔۔ ہو۔۔۔ باس کا شکریہ۔ یہ تو بڑی دلچسپ
مزا ہے۔ جبکی کے مطلب کا کام۔ آپ فکر نہ کریں۔ حکم کی پوری
فہم گمیل ہوگی۔ جبکی نے یوں جنتے ہوئے کہا جیسے کسی
بچے کو اس کا من پسند کھلونا مل گیا ہو۔ اس کا انداز بتا رہا
تھا کہ وہ انتہا درجے کا اذیت پسند واقع ہو جائے۔ اسی لئے
وہ اس ہولناک منظر کے تصور سے ہی لطف اندوز ہو رہا تھا۔

”ایک بات ہے جبکی۔ اس لڑکی سے میں کچھ لطف اندوز
ہونا چاہتا ہوں۔ کیا اس کا انتظام ہو سکتا ہے۔۔۔ رابرٹ
نے جبکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جیسے آپ حکم فرمائیں۔۔۔ میں اس کی مزا کو آخر
میں رکھ دیتا ہوں۔ جب تک میں ان چھ آدمیوں کی بیٹیاں توڑوں
آپ اس لڑکی کے ساتھ جو چاہیں سلوک کرتے رہیں۔ دیے
بھی ان چھ افراد کی چیخوں کے درمیان لطف کچھ اور بھی بڑھ جائے
گا۔۔۔ جبکی نے جنتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس کا جسم تو مفلوج ہے۔ یہ تو لاش ہے۔“
رابرٹ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ بات تو ہے۔ لیکن جناب۔۔۔ میرے پاس
تو ایسی کوئی دوا نہیں ہے۔ جس سے اس کی مفلوجیت دور کی
جاسکے۔۔۔ جبکی نے جواب دیا۔

”دوا انٹی سلیم تو چیف باس کے دفتر میں ہے۔ اور وہاں سے

”انہیں فرسش پر لٹا دو اور جبکی کو یہاں بھیج دو۔ تاکہ ان پر کام
شروع کیا جاسکے۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔ اور تنویر اور اس کے
ساتھ یوں کو فرسش پر پھینک دیا گیا۔ اور انہیں لے آنے والے
مرطک باہر چلے گئے۔ وہ سب خاموش ہونٹ بیٹھے پڑے
ہوئے تھے۔ اس بار وہ واقعی بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کا
پورا جسم بے حس تھا۔ وہ کسی قسم کی کوئی مدافعت کر
پا نہ سکتے تھے۔

چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لیم شیم سائڈ منا آدمی
اندر داخل ہوا۔ اس کا سر چھوٹا اور جسم بے ستھ تھا پھیلا ہوا
تھا۔ اس نے تیز سرخ رنگ کی ایک بنیان اور جینز پہنی ہوئی تھی۔
بنیان کے سامنے کے رخ پر موت کا نشان ایک کھوپڑی اور
دو بیٹیاں موجود تھا۔ اس کی چھوٹی ٹھوکی ڈکرجی آنکھیں فرسش
پر پڑے ہوئے تنویر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر سانپ کی
طرح جھپکنے لگیں۔

”حکم جناب۔۔۔ ان کا کیا کرنا ہے۔۔۔ جبکی نے بھیڑیے
کے سے انداز میں داغ نکوتے ہوئے کہا۔

”چیف باس نے ان پر سلو ڈینٹ کا حکم جاری کیا ہے۔ اس
لڑکی کی دونوں آنکھیں نکالنی ہیں۔ زبان کاٹنی ہے۔ اور
دونوں ہاتھ کلائیوں تک کاٹ کر زخموں پر تیزاب ڈال کر جلادینا
ہے۔ اور باقی لوگوں کی آنکھیں نکالنی ہیں۔ زبانیں کاٹنی
ہیں اور جسم کی تمام بڑی بڑی بیٹیاں توڑ ڈالنی ہیں۔“

سے آئی ناممکن۔ چلو حسرت ہی سہی۔ دُفع کرو۔ تم اپنا کام شروع کرو۔ رابرٹ نے چند لمحے سوچنے کے بعد اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

”ایک صورت اور ہے۔ اگر آپ پسند کریں؟“

جیکی نے کہا۔
”وہ کون سی صورت ہے؟“ رابرٹ نے چونکے ہوئے پوچھا۔

”آپ جانتے ہیں کہ اعصابی نظام کو سمجھنے کا میں دنیا بھر میں ماہر تسلیم کیا جاتا ہوں۔ اگر اس لڑکی کے دائیں ہینڈل کے اندر موجود ایک رگ کو چیر دیا جائے تو مفلوج اعصاب حرکت میں لائے جاسکتے ہیں۔ لیکن اس سے ہینڈل پر خاصا بڑا زخم ہو جائے گا۔ جس میں سے نکلنے والے خون کو دو اسٹے روکنے پڑے گا اور اس میں خاصا وقت لگ سکتا ہے۔ تقریباً آدھا گھنٹہ اور دوسری بات یہ کہ اس لڑکی کو شدید تکلیف ہوگی۔ کیا آپ اس کو تکلیف میں ڈرپٹا چاہتے ہیں؟“

کہا۔
”تمہارا مطلب ہے یہ لڑکی پانی سے نکلی ہوئی مچھلی کی طرح تڑپے گی؟“ رابرٹ نے استغیاثی آمیز لہجے میں کہا۔
”بالکل جناب۔ بالکل یہی کیفیت ہوگی اس کی؟“

جیکی نے دست نکالتے ہوئے جواب دیا۔
”اوہ۔۔۔ دیر ہی گزرتی ہے تو انتہائی پر لطف سچو شش ہوگی۔“

نان دار اور سنسنی خیز۔ رابرٹ نے پرجوش لہجے میں کہا۔
”کی آپ انھوں میں مزید چمک ابھرا آئی تھی۔“

”سنو رابرٹ۔ اگر تم نے چارویں ساتھی کی عزت پامال کرنے کی کوشش کی تو تمہارا انجام عبرت ناک ہو گا۔ انتہائی برت ناک۔“ اپنا تک توخیر نے غصے سے دبا ڈالتے ہوئے کہا۔

”تم۔۔۔ تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ اعلیٰ آدمی تمہاری بولتی ہوئی زبان ابھی بند کر دی جائے گی۔ لیکن میں تمہاری آنکھیں سب سے آخر میں نکلواؤں گا۔ تاکہ تم اپنی آنکھوں سے اس لڑکی کا تماشا دیکھ سکو۔“ رابرٹ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”کیا اس بند کردار رابرٹ۔۔۔ تم بزدل ہو کیونکہ کی حد تک بزدل۔ کسی بے بس کے ساتھ اس قسم کا ملوث ہونے اور کیونکہ کی انتہا ہے۔“ اپنا تک صفا دے گئے جی انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔۔۔ تو یہ مینڈک بھی خزانے نکالے۔“ جیکی۔ پہلے ان کی زبانیں کاٹ ڈالو۔ رابرٹ نے قصے پر چبھتے ہوئے کہا۔

”باس۔ میں تو حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن اس طرح یہ چیختے ہی معذور ہو جائیں گے۔ یہ زبانیں کٹ جانے کے بعد لاشوں کی طرح چرے سے اپنا ٹکڑا ہٹا دیتے رہیں گے۔“

بڑھ گیا۔ اس نے المادی کوئی اور اس میں سے کچھ تلاش کرنے لگا۔
جیسے تلاش کرنے کے بعد اس نے المادی بند کر دی۔
”ادہ پاس۔ اس میں دسی موجود نہیں۔ وہ مجھے سٹور
سے لانی پڑے گی۔“ جیکی نے کہا۔
”دسی۔ دسی کا کیا کرنا ہے؟“ رابرٹ نے چونک کر پوچھا۔

”پاس۔ اس روٹی کے لمبے اور پیر باندھنے پڑیں گے ایسا
نہ ہو کہ مغلو جیت ختم ہوتے ہی یہ ہمارے لئے مصیبت بن جائے؟“
”جیکی نے کہا۔
”ادہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔“ پھر جلد آؤ۔ پہلے ہی کافی
دیر ہو گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پاس خود ہی یہاں پہنچ جائے؟“
رابرٹ نے بے چین ہجے میں کہا۔
”ابھی لایا پاس۔“ جیکی نے کہا اور پھر بیرونی دروازے
کی طرف بڑھ گیا۔

”تہنہادی تنظیم میں کیا حیثیت ہے مسٹر رابرٹ؟“
”اچانک کیپٹن شکیل نے رابرٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس
کا ہوجہ بے حد سپاٹ تھا۔
”میری حیثیت۔ کیوں۔“ کہیں میری حیثیت سے
کیا دل چسپی پیدا ہوئی ہے؟“ رابرٹ نے چونکتے ہوئے
پوچھا۔

”تم میری بات کا جواب دو۔ بعد میں وضاحت بھی کر دوں

اس طرح سارا لطف ہی غارت ہو جائے گا۔“ جیکی نے بڑے
مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور پھر اس سے پہلے کہ رابرٹ کوئی جواب دیتا۔ اچانک کہنے
کے کوئے میں پڑے ہوئے فنی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔
اور رابرٹ نے تیزی سے آگے بڑھ کر رسیور اٹھالیا۔

”میں پاس۔ رابرٹ بول رہا ہوں۔“ رابرٹ
نے دوسری طرف سے کچھ سنتے ہی مؤدبانہ لہجے میں جواب
دیتے ہوئے کہا۔

”میں پاس۔“ جیکی بیک روم میں پہنچ گیا ہے۔ آپ
کے حکم کی تعمیل میں اب شروع ہونے والی ہے۔ ہم کارروائی
کا آغاز کرنے ہی والے تھے کہ آپ کا فون آگیا پاس۔“
رابرٹ نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے پاس۔“ میں جلد ہی مٹا کر آپ کے پاس پہنچ
جاؤں گا۔“ رابرٹ نے دوسری طرف سے بات سن کر
جواب دیا اور پھر ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

”چلو جیکی۔“ تہنہادی بات بھی ٹھیک ہے۔ پہلے اس روٹی
کی مغلو جیت دو کر دو۔ اور پھر اسے میرے حوالے کر کے تم اپنی
کارروائی کا آغاز کر دو۔“ پاس بھی پوچھ رہا تھا ابھی۔
رابرٹ نے جیکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے پاس۔ ابھی فون۔“ جیکی نے کہا۔ اور
تیزی سے کمرے کی دیوار میں نصب ایک المادی کی طرف

جولیا کوئی کھلونا جو۔ پھر اس نے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کر کے کھائیوں کو رسی کی مدد سے باندھنا شروع کر دیا۔ جولیا کے دونوں ہاتھ زین ڈھیلے تھے جیسے کسی لاش کے ہاتھ ہوں۔ بچانے انہیں کون سی دوا دی گئی تھی کہ ان کے جسم مکمل طور پر فالج زدہ سے ہو کر رہ گئے تھے۔

خوب اور اس کے ساتھی بڑی بے بسی کے عالم میں یہ سب کچھ دیکھتا دیکھتے رہے تھے۔ جونٹ دانتوں سے کاٹ کاٹ کر ان کے جونٹ زخمی ہو گئے تھے۔ اس بار واقعی وہ بے بس تھے۔ اور اب تنہا سمیت سب کو یہ خیال آ رہا تھا کہ کاش اس موقع پر عمران ہوتا تو وہ یقیناً اس چوٹیشن کو کنٹرول کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی حل نکال لیتا۔ وہ تقاضی ایسا شخص۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ انہوں نے خود ہی ایک ٹھوسے کہہ کر اپنی کارکردگی شو کرنے کے لئے علیحدہ کام کرنے کے لئے کہا تھا۔ اور ان کی کارکردگی کا نتیجہ یہ نکل رہا تھا کہ وہ سب بے بس و مجبور ہو کر ایسے جگہ دل دشمنوں کے رحم و کرم پر پڑے تھے کہ جو نہ صرف ان کا عبرت ناک حشر کرنے والا تھا۔ بلکہ جولیا کی عزت بھی شدید ترین خطرے میں تھی اور وہ جو دوسروں کی عزت کی خاطر جان لوٹا دیا کرتے تھے آج احتجاج کرنے کے بھی قابل نہ رہے تھے۔

جبکی نے جولیا کے ہاتھ پشت پر باندھنے کے بعد اسے سیدھا کیا۔ اور پھر اس کی ٹانگیں بھی اس نے باندھ دیں۔

”اوسے نہیں۔ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ پاکیشیا سیکرٹ مر رہا ہے۔ ہمارے خلاف کام کرنے آرہی ہے۔ چونکہ ریڈ آدمی پاکیشیا سیکرٹ سروس سے گھرا چکی تھی۔ اس لئے باس نے مناسب سمجھا کہ ریڈ آدمی کو کال کر لیا جائے تاکہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس سے منگتی رہے اور الینٹ۔ ڈی ایگری کسی رکاوٹ کے اپنا کام کرتی رہے۔ لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس کی بجائے آگے تم جیسے حیر چوہے جواب اپنے انجام تک پہنچنے کے لئے بے بس پڑے ہوئے میں۔ رابرٹ نے استدعا غیہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل کی جواب دیتا۔ جبکی دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹائلوں کی رسی کا کچھلا موجود تھا۔

”تم نے بہت دیر لگا دی جبکی۔ رابرٹ نے اس بار قدرے غصیلے ہوئے میں کہا۔

”باس۔ سٹور بند پڑا تھا۔ اُسے کھلوانا پڑا۔ اس نے دیر جوئی۔ میں ابھی کام شروع کر دیتا ہوں۔ جبکی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اچھا جلدی کرو۔ اب مزید دیر قابل برداشت نہیں ہے۔ رابرٹ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

اور جبکی سر ہلاتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے فرش پر پڑی ہوئی جولیا کو ایک ہاتھ سے یوں اٹھا دیا جیسے

”رک جاؤ۔۔۔۔۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ۔۔۔۔۔ اچانک تنویر نے دھاڑتے ہوئے کہا۔
 مگر اسی لمحے جبکی نے گھوم کر پوری قوت سے اس کے جڑے پر لٹ ماری اور تنویر کے حلق سے چیخ سی نکل گئی۔
 ”خاموش رہو۔۔۔۔۔ جو کچھ کی ضرورت نہیں ہے۔
 جبکی نے دھاڑتے ہوئے کہا۔
 تنویر کا منہ لٹ کھانے سے گھوم گیا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں موجود نفرت ایک لمختہ الاؤ میں تبدیل ہو گئی۔
 ”تم کہتے کہ مجھے۔۔۔۔۔ تم کہتے کہی اولاد ہو۔۔۔۔۔ جبکی کہتے۔
 کاش میں ٹھیک ہوتا تو۔۔۔۔۔ تنویر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
 ”جھوڑو اسے۔۔۔۔۔ تم اپنا کام کرو۔۔۔۔۔ رابرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا اور جبکی سر ہلاتا ہوا ایک دیوار کی طرف بڑھ گیا۔
 اس نے دیوار سے ٹکے ہوئے ایک بڑے سے چھبرے کو کب سے اتارا اور پھرے کی تیز دھاڑ پر آنکلی پیرتا ہوا جویا کی طرف بڑھا۔
 اور عین اسی لمحے دروازہ کھلا اور جبکی اور رابرٹ دونوں چونک پڑے۔
 دروازے پر سرخ نقاب پہنے چیٹ باس کھڑا تھا۔
 ”یہ کیا ہو رہا ہے۔ ابھی تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ اور اس لڑکی کو باندھا کیوں گیا ہے۔۔۔۔۔ چیٹ باس نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”بب۔۔۔۔۔ باس۔۔۔۔۔ اس لڑکی کی بڑیاں نہیں توڑنی تھیں۔ صرف آنکھیں نکالنی تھیں۔ زبان کا شنی پتی اور ہاتھ کلاہیوں سے چسپا کرنے تھے۔۔۔۔۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اسے باندھ دیا جائے۔
 رابرٹ نے بوکھلا کر کہا۔
 ”یہ کہنے کا بوجھ چھوٹ بول رہا ہے۔ یہ ہماری ساتھی کی عزت پامال کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔ تنویر نے غصے سے بھیج میں کہا۔
 ”اوہ۔۔۔۔۔ تو یہ بات ہے۔ رابرٹ۔۔۔۔۔ تمہاری یہ عادت غلط ہے۔ جو تمہیں حکم دیا گیا ہے تم صرف اس کی تعمیل کرو۔
 چیٹ باس نے غصے سے بھیج میں کہا۔
 ”بب۔۔۔۔۔ بہتر باس۔۔۔۔۔ جبکی۔۔۔۔۔ چلو ایک سرے سے شروع ہو جاؤ پہلے ان کی بڑیاں توڑ دو۔۔۔۔۔ رابرٹ نے جلدی سے جبکی سے مخا طلب ہو کر کہا۔
 ”بب۔۔۔۔۔ بہتر باس۔۔۔۔۔ جبکی نے جلدی سے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے مرکزہ و بارہ اسی دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے بوئے کا ایک بہت بڑا گزہ زنا ہتھوڑا کب سے اتارا۔ اور ایک ہاتھ میں خنجر اور دوسرے ہاتھ میں ہتھوڑا لئے وہ تیزی سے تنویر کی طرف بڑھا۔ کیوں کہ ترتیب کے لحاظ سے تنویر کا نمبر پہلا تھا۔ تنویر نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور ظاہر ہے اس کے سوا وہ اور کبھی کیا سکتا تھا۔
 جبکی نے تنویر کے قریب پہنچ کر خنجر اور ہتھوڑا ایک طرف رکھا۔ اور پھر جبک اس نے تنویر کے جسم کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر

سیدھا گیا۔ اور پھر وہ مچھوڑا اٹھا کر اس کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سر سے اویٹھا گیا۔ اس وقت وہ تنویر کی دونوں ہانگوں کے ساتھ کھڑا تھا۔

رابرٹ اور چین باس خاموش کھڑے یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں اشتیاق کی چمک تھی۔ جیسے ابھی کوئی تماشا ہونے والا ہو۔

جبکی کے ہاتھ تیزی سے نیچے کی طرف آئے اور پھر گہرے زبردست دھمکے اور نفون ناک چنچنے سے گونج اٹھا۔ روح کی گہرائیوں سے نکلنے والی دردناک چیخ۔

دروازے پر دستک ہوتے ہی عمران نے دروازہ کھول دیا۔ اور ٹائیگر اچھل کر اندر آ گیا۔ عمران نے دروازہ بند کر کے کنڈی پر چڑھا دی۔

”کوئی مہارے تعاقب میں تو نہیں؟“ عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں جناب۔“ میرا تعاقب کس نے کرنا ہے؟“ ٹائیگر نے جواب دیا۔ اور پھر دونوں چیز تیز قدم اٹھاتے عمارت کے اندر وئی کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

”وہ ٹرائسٹریڈنگیہ کہاں ہے۔ مجھے دو۔“ عمران نے کمرے میں پہنچے ہی کہا جہاں رام داس کی لاش بستر پر موجود تھی۔ یہ بھیجے۔“ ٹائیگر نے جیب سے ٹرائسٹریڈنگیہ نکال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

سے خطرناک ایجنٹ تھا اور اسرائیل میں مشن کے دوران اس نے انتہائی ذہانت سے اُسے کو رکھ لیا تھا۔
 "ریس — کرنل ہمیرخ اسٹڈنگ اور ڈ — ایک اور آواز سنائی دی۔

اور عمران نے ٹریسٹ نظروں سے سکرین پر چلتے بھتے نقطہ کو دیکھا۔ اس نقطے کا مطلب تھا کہ یہاں کال کرنل ہمیرخ دیو کر رہا ہے۔ جس پوائنٹ پر نقطہ حل سمجھ رہا تھا۔ یہ ڈیشان کالونی تھی۔ لیکن اس میں چون کہ کو فیوین کی تفصیل نہ دی گئی تھی۔ اس لئے صرف ڈیشان کالونی کا ہی پتہ چل سکتا تھا۔ بہر حال یہ بھی ایک اہم کیو تھا۔ بعد میں ڈیشان کالونی کی نگرانی کر کے کرنل ہمیرخ کے آڈے کو بھی ٹریس کیا جاسکتا تھا۔

باس — ایف۔ ڈی کا چھاپہ ناکام رہا ہے۔ کوٹھی خالی تھی۔ عمران اور اس کے ساتھی شاید پہلے ہی نگرانی سے باخبر ہو کر کسی غنیمت راستے سے نکل گئے تھے۔ میجر ہمیرس کی آواز سنائی دی۔ اور یہ عمران کے لئے نیا انکشاف تھا کہ میجر ہمیرس بھی اس سے باخبر تھا۔ حالانکہ جس شخص کو اس نے تعاقب میں دیکھا تھا وہ کسی صورت میں بھی میجر ہمیرس نہ ہو سکتا تھا۔ پھر ایف۔ ڈی کے چھاپہ سے تو یہی مطلب نکلتا تھا کہ ایف۔ ڈی اور ریڈ آرمی علیحدہ علیحدہ کام کر رہی ہیں اور ریڈ آرمی ایف۔ ڈی کی نگرانی کر رہی ہے۔

مجھے پہلے سے ہی معلوم تھا کہ عمران اتنا ترنوالہ نہیں ہے۔

اُد کے۔ تم تینوں ایسا کرو کہ مختلف سمتوں پر جا کر نگرانی کرو میری چھی جس کہہ رہی ہے کہ خطرہ ابھی دور نہیں ہوا۔ میں اس کال ادبی۔ دن جن کی کارکردگی کو ذرا اطمینان سے چیک کر لوں۔ عمران نے ایک طرف دکھا ہوا ایٹانگ اٹھاتے ہوئے کہا۔

اور وہ تینوں سر ملاتے ہوئے تھرے سے باہر نکل گئے عمران نے ایٹانگ اٹھایا۔ اور پھر ایک اور کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے ایک کھول کر اس کی تہہ میں دکھا ہوا ایک چھوٹا سا ریڈیو ہٹا باکس نکالا۔ اور اس کا ایک خانہ کھول کر اس نے ٹائمر کا لایا ہوا بی۔ ون ٹرانسمیٹر کی کیسٹ کی طرح اس خانے میں ڈال دیا۔ اور پھر خانہ بند کر کے اس نے کونے میں لگا ہوا ایک ٹین دبا دیا۔ دوسرے کمرے اس باکس کی ایک سطح کسی سکرین کی طرح روشن ہو گئی۔ اب سکرین پر ستہر کا ایک انحصیلی نقشہ چمکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ عمران نے ایک اور ٹین دبا دیا تو سکرین پر سرخ رنگ کا ایک نقطہ چمکا اور تیز سے شمال کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران غور سے اس نقطے کو دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد شمال میں ایک جگہ پہنچ کر وہ نقطہ رک گیا۔ اور پھر وہیں رک کر جلنے بجھنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس باکس سے ایک آواز ابھری۔

ہیلو ہیلو میجر ہمیرس کا لنگ پیٹ اور ڈ — بولنے والے کا لہجہ قد سے مؤدبانہ تھا۔

اور عمران میجر ہمیرس کا نام سن کر ہی بے اختیار سر ہلنے لگا۔ وہ اس شخص کو اچھی طرح جانتا تھا۔ کیوں کہ یہ ریڈ آرمی کا سب

منٹ دیکھ لینا اور ڈ۔۔۔ کرنل ہمیر خ نے میجر میرس کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

اور عمران دل ہی دل میں کرنل ہمیر خ کی ذہانت کو داد دینے لگا۔ کیوں کہ اس کا خیال یہی تھا کہ یہاں سے فارغ ہو کر وہ واپس اُسی کوٹھی میں جائے گا۔ کیوں کہ ایک بار ریڈ ٹا کام ہونے کے بعد وہ جگہ سب سے زیادہ محفوظ ہو گئی تھی۔

”ٹھیک ہے بائس۔ میں انتظار کر لیتا ہوں اور ڈ۔۔۔ میجر میرس کی آواز سنائی دی۔

”اور ریڈ آ۔۔۔ کرنل ہمیر خ نے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی نہ صرف بائس سے آواز مٹ گئی۔

بکہ وہ جلتا بجھتا ہوا نقطہ بھی سکریں سے غائب ہو گیا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے پہلے والے بیٹن کو دوبارہ پر پس کیا۔ اور پھر بائس کی پچھلی طرف ہاتھ لے جا کر اس نے وہاں موجود ایک اور بیٹن ڈبا دیا۔ دوسرے لمبے سکریں پر سبز رنگ کا ایک نقطہ تیزی سے چمکنے لگا۔ یہ بی۔ بی۔ ون پوائنٹ کو ظاہر کر رہا تھا۔ عمران غور سے اس نقطہ کی جگہ کو دیکھنے لگا۔ یہ نقطہ جس جگہ چمک رہا تھا وہ علاقہ مستحقہ شہر کی ایک پرانی آبادی۔ عمران نے نقشے میں اس نقطہ کے چمکنے کی پوزیشن کو خاص طور پر چیک کیا۔ اور پھر ہاتھ بڑھا کر بائس کی دوسری طرف موجود بیٹن آف کر دیا۔ اور بائس سے ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے بیگ میں رکھا۔ اور بائس کو بھی واپس بیگ میں رکھنے لگا کہ اچانک وہ ڈرتے ہوئے

بہر حال اب ہم نے اُسے بھی ڈھونڈ چکا ہے اور فاسٹ ڈیٹھ کو بھی۔ اس کے لئے تم نے کیا سوچا ہے اور ڈ۔۔۔

کرنل ہمیر خ نے کہا۔

اور عمران فاسٹ ڈیٹھ کا نام سن کر چونک بڑا۔ فاسٹ ڈیٹھ یعنی ایف۔ ڈی۔ اس کا ذہن الجھ سا گیا۔ کہ کیا ریڈ آرمی کو بھی ایف۔ ڈی کا علم نہیں ہے یا یہ فاسٹ ڈیٹھ کوئی علیحدہ تنظیم ہے۔ اور اُسی لمحے اُسے خیال آیا کہ میجر میرس نے پہلے صرف ایف۔ ڈی کہا ہے اور اب ایف۔ ڈی کی بجائے اس نے فاسٹ ڈیٹھ کا باقاعدہ نام لیا ہے۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایف۔ ڈی اور فاسٹ ڈیٹھ علیحدہ علیحدہ تنظیمیں ہیں اور اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح بکھا۔ اُسے خیال آ گیا تھا کہ جولیا اور اس کے ساتھی بھی تو یہاں آئے ہوئے ہیں۔ کہیں انہوں نے تو اپنا نام فاسٹ ڈیٹھ نہیں رکھ لیا۔ بہر حال یہ سوچنے کے لئے ابھی کافی وقت بڑا تھا۔

”بائس۔ اب یہی ہو سکتا ہے کہ ہم شہر میں گھومیں پھر میں عمران کہیں نہ کہیں تو نظر آئے گا یا اس کے وہ دیوہیل ساتھی۔۔۔ وہ تو بہر حال آسانی سے نہیں چھپ سکتے اور ڈ۔۔۔ میجر میرس نے کہا اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”ٹھیک ہے۔ دیے تم کچھ دیر وہاں رکنا عمران بے حد کا یاں آدمی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ غرضی طور پر کہیں چھپا ہوا ہو اور ریڈ ختم ہونے کے بعد سامنے آجئے۔ تبس پانچ دس

قدموں کی آوازیں کمرے کی طرف آتی دکھائی دیں۔ اور عمران چونک پڑا۔

”باس۔۔۔ چند آدمیوں نے کوٹھی کو گھیر رکھا ہے۔ وہ شاید حملہ کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ دروازے میں موجود ٹائیگر نے تیز لہجے میں کہا۔

”اوه۔۔۔ تو تم کسی کو بہر حال پیچھے لگا لے۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ پھر تیزی سے اٹھ کر باہر کی طرف پلکا۔

ٹائیگر آگے دوڑ گیا تھا۔ اُسی لمحے عمارت کی عقبی سمت سے تیز فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی طاقت ور بم پھٹ گیا ہو۔

اُسی لمحے عمارت کی اندرونی سائیدز سے بھی فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

اور عمران جو برآمدے میں پہنچ چکا قتل بغل میں ٹھکی ہوئی مشین گن نکال کر تیزی سے اوپر جاتی ہوئی سیڑھیاں چڑھتا گیا۔

اس کے پیروں میں جیسے بجلی دوڑ رہی تھی۔۔۔ چند ہی لمحوں میں وہ اوپر دلی چھت پر پہنچ گیا تھا۔ فائرنگ اور دھماکوں کی آوازیں

میں اب لمحہ بولہ لمحہ شدت آتی جا رہی تھی۔ عمران جکھے جکھے انداز میں چھت کی عقبی منڈیر کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی

لیکن اس سے پہلے کہ وہ منڈیر تک پہنچتا۔ اس کے کانوں میں ایک تیز چیخ گونجی۔ اور عمران چونے سے ہی سمجھ گیا کہ یہ ٹائیگر کے

علق سے نکلی ہے۔ بے اختیار اس نے آگے کی طرف اونچا ہو کر

نیچے دیکھنا چاہا۔ اس کا خیال یہی تھا کہ کسی کو ادھر دیکھنے کا خیال بھی نہ آئے گا۔ لیکن جیسے ہی اس کا نصف جسم منڈیر سے

اُٹنے کی طرف جھکا۔ سائیں کی تیز آواز سے کوئی گرم گرم سلاخ عمران کے بائیں کانڈے میں گھسی اور عمران کو ایک زوردار چٹکنا لگا۔

اس نے جلدی سے دونوں ہاتھ منڈیر پر رکھ کر اپنے آپ کو سنبھالنا چاہا۔ لیکن ایک دھماکہ اس انداز میں لگا تھا کہ

وہ اپنے آپ کو فوری طور پر سنبھال نہ سکا اور دوسرے لمحے وہ سر کے بل تلاء بازیاں کھاتا ہوا دوسری منزل سے نیچے گرنے لگا۔ اُسی

لمحے۔۔۔ نیچے سے ایک اور چیخ سنائی دی۔ اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ عمران نے آدھے راستے میں ہی اپنے آپ کو

سنبھال لیا۔ اور پھر پیراٹروپکس کے سے انداز میں اس نے نیچے گرتے ہی تلاء بازئی کھائی۔ اور ایک اونچی سی ہاڑ کے پیچھے جا

خیزا۔ اُسی لمحے ایک گولی سائیں کی آواز سے اس کے ہاتھوں کے بالکل قریب سے نکل گئی۔ اس نے اس کی حدت کو پوری

طرح اپنے سر پر محسوس کیا تھا۔ مشین گن ابھی تک عمران کے ہاتھوں میں تھی۔ کانڈے سے البتہ خون تیزی سے بہہ رہا تھا اور

درد کی ایک تیز لہر پورے جسم میں بجلی کی رو کی طرح مسلسل دوڑ رہی تھی۔

نیچے گرتے ہوئے عمران نے سچو کشن دیکھ لی تھی۔ عقبی دیوار آدھی سے زیادہ گرمی کی تھی۔ اُسے شاید بم سے اڑا دیا گیا تھا۔

اس کے ساتھی عمارت کے ساتھ ہاڑ کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔

بچ سنائی دی اور پھر عقی عمارت کی سائیڈ سے فائرنگ رک گئی۔ اب صرف دوسری طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ اور فائرنگ کرنے والا انتہائی تیز رفتاری سے جگہ بدل رہا تھا۔ عمران اس کی حیرت انگیز پھرتی اور مستعدی سے بے حد متاثر تھا۔ لیکن وہ جس جگہ کھڑا تھا وہاں پیکاپ ڈارہا۔ اُسے معلوم تھا کہ مخالف سمت سے بھی سبھا جائے گا کہ وہ سب ختم ہو چکے ہیں۔ اس لئے لازماً کوئی باہر آئے گا اور عمران کا خیال درست ثابت ہوا۔

چند لمبے فائرنگ ہوئی رہی پھر چند لمحوں کے لئے خاموشی طاری ہو گئی۔ شاید دوسری طرف موجود آدمی پویشن کو سمجھ رہا تھا۔ اور پھر ایک لمبا تڑککا آدمی بڑے محتاط انداز میں باؤ کے پیچھے سے نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ڈبل گن تھی۔ جس میں سے رائٹ بھی چھوٹے جا سکتے تھے اور اُسے مشین گن کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا تھا۔

باہر نکل کر وہ چند لمبے تیزی سے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ پھر دوڑتا ہوا اس طرف کو آیا جہاں پہلے عمران موجود تھا۔ اور جہاں اس نے رائٹ مارا تھا۔

پھر جیسے ہی وہ اس باؤ کے قریب آیا۔ عمران اچانک اپنی جگہ سے اچھلا اور تھریٹاؤ تا ہوا اس آدمی پر اگر۔ لیکن وہ آدمی کچھ ضرورت سے زیادہ سی ہوشیار تھا۔ وہ انتہائی تیزی سے گھوما۔ اور عمران عین اس کے قدموں میں زمین پر منہ کے بل گر گیا۔ اس آدمی نے گھومتے ہی ڈبل گن کو سیدھا کیا۔ لیکن

جب کہ حملہ آوروں میں سے دو زمین پر پڑے تھے اور دو دیوار کے ساتھ والی باؤ کے پیچھے تھے۔ دونوں اطراف سے مسلسل گولیاں چل رہی تھیں۔ وہ سب جگہیں بدل بدل کر فائرنگ کر رہے تھے۔

عمران صرف ایک لمبے کے لئے وہاں رکا دوسرے لمبے اس نے مشین گن سیدھی کی اور پھر اس نے ٹوئگر دبا دیا۔ فائرنگ کی تیز آواز کے ساتھ ہی دیوار کے پیچھے باؤ میں سے ایک تیز چرخ برآمد ہوئی۔ اور وہ سب سے کوئی گرا۔ لیکن دوسرے لمبے عمران کی سائیڈ والی باؤ سے بھی بچ سنائی دی۔ ایک خوف ناک دھماکہ ہوا تھا اور عمارت کی عقبی دیوار کے پرنے اڑ گئے۔ شاید اس پر بم پھینکا گیا تھا۔ اور اڑتی ہوئی اینٹوں نے اس کے کسی ساتھی کو چھاپ لیا تھا۔ عمران نے بڑی پھرتی سے جگہ بدلی اور ایک بار پھر دوسری سائیڈ میں نال کو دکھ کر ٹوئگر دبا یا۔ لیکن دوسرے لمبے وہ بے اختیار اچھل کر ایک طرف بھاگا۔ اس بار وہ بال بال بچا تھا کیوں کہ دوسری طرف سے ایک چھوٹا سا رائٹ ٹھک اس کی مشین گن کی نال سے ٹکرایا تھا۔ اور نہ صرف مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی بلکہ ایک خوف ناک دھماکہ ہوا اور عمارت کا ایک حصہ اندک کی طرف دب گیا۔ عمران نے ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ لیکن اس کی چھلانگ اونچائی کی بجائے لمبائی کے انداز میں تھی۔ اور وہ بم بھٹنے والی جگہ سے کافی دور باڑ کے پیچھے گرا۔ اُسی لمبے اُسے اپنے ایک اور ساتھی کی

عمران نے نیچے گرے ہی بجلی کی سی تیزی سے اٹھی تھلا باز کی کھائی اور اس کے دونوں پیر پوری قوت سے اس آدمی کے سینے پر پڑے اور وہ اورغ کی آواز نکالتا ہوا پشت کے بل زمین پر گر گیا۔ اور عمران اچھل کر کھڑ ہو گیا۔ مگر وہ آدمی بھی عمران جیسی چرنی سے اچھل کر کھڑ ہوئے میں کامیاب ہو گیا۔ البتہ اچانک دھماکا گھٹنے سے ڈبل گن اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی۔ اب وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ عمران کے بائیں کانہ سے سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔

ارے آپ۔۔۔ واہ کمال ہے۔۔۔ اچانک عمران نے یوں مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھایا جیسے بہت پرانے دوست سے سالوں بعد اچانک ملاقات ہو گئی ہو۔ اور عمران کے اس اچانک فخر سے نے مقابل میں کھڑے نوجوان کو ایک لمحے کے لئے حرکت کرنے سے محذور کر دیا۔ شاید یہ فخر اور انداز اس کی توقع کے سراسر خلاف تھا۔ اور پھر بھی لمحہ اس پر بھاری پڑ گیا۔ کیوں کہ عمرانی نے بجلی کی سی تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک زوردار جھکادیا اور وہ نوجوان اس کے سر کے اوپر سے گھومتا ہوا اعلازت کی عقی دوار سے جا گرایا۔ لیکن دوسرا لمحہ عمران کے لئے بھی حیرت انگیز ثابت ہو گیا کیوں کہ دوار سے نکل کر نیچے گرے کی بجائے وہ نوجوان حیرت انگیز طور پر کسی ٹوپ سے نکلنے والے گولے کی طرح اچھل کر واپس عمران سے آگرایا۔ اور وہ دونوں ہی گھاس پر گرے۔ ظاہر ہے عمران نیچے تھا اور وہ نوجوان اس کے اوپر۔۔۔ نیچے گرے ہی اس نوجوان سے دونوں گھٹنے تیزی سے جڑے اور عمران کو یوں محسوس

ہوا جیسے اس کی دونوں طرف کی پسلیوں نے اچانک اپنی جگہ چھوڑ دی ہو۔ ایک لمحے کے لئے اس کا سانس رکا لیکن دوسرے لمحے اس نے جھکنا دے کر اپنا سر پوری قوت سے اپنے اوپر جھکے ہوئے نوجوان کے چہرے پر مارا۔ اور نوجوان گھوم کر سائیڈ کے بل زمین پر گر گیا۔ عمران کا جسم پر کار کی طرح گھوما اور اس کی ایک لات پوری قوت سے پہلو کے بل گرتے ہوئے نوجوان کے سینے پر پڑی۔ اور نوجوان ایک لمحے کے لئے ہوا میں اچھلا اور پھر دم سے زمین پر گر پڑا۔ ضرب خاص دل کے مقام پر اس قدر بھاری کہ قوت سے پڑتی تھی کہ ٹھوس جسم اور بے پناہ قوت کا ٹاکا نوجوان حریف اُسے سہارا نہ سکا اور بے ہوش ہو گیا۔ عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے اُسے دوسرے پولیس گاڑیوں کے سارنوں کی آوازیں سنائی دیں تو وہ تیزی سے اس طرف پھسکا جہاں اس کے ساتھی موجود تھے۔ اور پھر یہ دیکھ کر اس نے دانت بھینچنے لگے کہ

جائیکو۔ جوزف اور جوائینوں بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ رائیگی کے پیٹ میں اور جوزف اور جوائنا کے سینوں میں گولیوں کے کی نشانیاں تھیں۔ عمران نے جلدی سے ان کی بنضیں چیک کیں۔ وہ موت کی سرحدوں کے قریب پہنچ چکے تھے۔ جہاں وہ پڑے تھے وہاں اور گرد خون تالاب کی صورت میں اکٹھا ہو رہا تھا۔ عمران خود زخمی تھا۔ لیکن اب صورت حال خاصی تشویش ناک ہو چکی تھی۔ اوھر پولیس آ رہی تھی اور اوھر اس کے ساتھی موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا اس گٹر کے دہانے

اس نے اس لئے نیچے نہ پھینکا تھا کہ اس طرح وہ نیچے پڑے ہوئے جوزف کو جانا یا مانگ کر میں سے کسی ایک پر جا کر گرنا۔ اور جس پر گرنا کم از کم وہ لازماً موت کی سرحد میں داخل ہو جانا نیچے اتر کر اس نے جلدی سے اس نوجوان کو ایک طرف لٹایا۔ اور پھر دوبارہ سر پھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا۔ اب سائرن کو ٹھکی کے سلسلے کی سمت بالکل سر پر سناٹائی دینے لگے تھے۔ عمران گٹر سے نکل کر انتہائی تیز رفتار سی سے دوڑتا ہوا عمارت کی سائیڈ میں سے ہوتا ہوا عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔

چند لمحوں بعد وہ اس کمرے میں موجود تھا جس میں اس کا بیگ موجود تھا۔ اس نے بیگ اٹھایا اور اس بار وہ بھاگ کر سامنے کے راستے جانے کی بجائے کمرے میں موجود کھڑکی کی طرف بڑھتا۔ اس نے پھرتی سے کھڑکی کھولی۔ کھڑکی کی دوسری طرف بچوں کو لپٹے کی جالی موجود تھی اس لئے وہ آسانی سے دوسری طرف کو دیکھا۔ پہلے بچوں کو کھڑکی کے اندر سے بندھی اس لئے اسے گھوم کر سامنے کے رخ سے آنا پڑا تھا نیچے کو دتے ہی وہ کھلی کی سی تیزی سے بھاگا۔ اور پھر گٹر کی سر پھیاں اتر کر اس نے بیگ کو اپنی ٹانگوں میں دبایا اور پاس پڑے ہوئے گٹر کے دہانے کو کھینچ کر منہ پر ابھی طرح جما دیا۔ اور شاید چند لمحوں کا ہی فرق پڑا تھا کیوں کہ اسی لمحے اسے قریب سے بھاگتے دوڑتے بھاری قدموں کی آواز سنائی دینے لگی تھیں۔ پولیس شاید بھی سمت سے گھوم کر اندر پہنچ گئی تھی۔

پر پینچا۔ جہاں سے وہ نکل کر اس کو ٹھکی میں آئے تھے۔ اس نے گٹر کا ڈسکن ایک طرف کیا اور پھر واپس دوڑتا ہوا آیا۔ اور جونا کو جو گٹر سے سب سے زیادہ فاصلے پر پڑا تھا اٹھا کر دائیں کا نیچے پر ڈال لیا۔ دو قیامت جونا کو اس نے یوں ایک جھٹکے سے اٹھالیا تھا جیسے در لڈ چمپین ویت لفر کسی بکے سے وزن کو اٹھا رہا ہو۔

اس کے ساتھ ہی وہ بھاگ کر گٹر کے دہانے پر آیا۔ اس نے جونا کو کانڈھوں سے پکڑ کر نیچے اٹھایا۔ اور پھر ایک مخصوص انداز میں اسے جھٹکا دے کر چھوڑ دیا۔ بلکا سا دھماکا ہوا اور جونا پہلو کے بل نیچے سرنگھٹ کے فرش پر گر آ۔ عمران واپس آیا اور اس بار اس نے جوزف کو اٹھا کر اسے اسی طرح نیچے لٹکا کر پھینک دیا۔ اس کی پھرتی اور تیزی اس وقت قابل دید تھی۔ اگر چاہتا تو ایک کو گھسیٹ کر بھی دہانے تک لے جاتا۔ کیوں کہ گھاس کی وجہ سے گھسیٹنے سے خراشیں نہ آتی تھیں۔ لیکن اس طرح ہی گھاس ان کا پتہ دے دیتی۔ اور گٹر تک گھسنے کا نشان صاف نظر آئے گا جاتا

سائرن اب کافی نزدیک آچکے تھے۔ جوزف کو پھینک کر وہ واپس آیا اور اس بار اس نے ٹائیگر کو اٹھا کر ایک کمرے سے پرلا دیا اور اس نوجوان کو جس سے وہ لڑتا رہا تھا اٹھا کر اپنے زخمی کانڈھے پر ڈالا اور گٹر کی طرف دوڑ لگا دی۔ ٹائیگر کو نیچے پھینک کر وہ حریف نوجوان کو اٹھائے سر پھیاں اترنے لگا۔ حریف نوجوان کو

کھولی رہے مخصوص خانہ تھا۔ جس میں اس نے فرسٹ ایڈ کا سامان
 انتہائی امیر جنسی کے لئے رکھا ہوا تھا۔ سامان باہر نکال کر وہ
 سب سے پہلے ٹانگہ پر بٹکا۔ اس نے باقی کی مدد سے زخم صاف
 کیا۔ اور پھر تیز چاقو کی مدد سے اس نے بڑی مہارت سے اس
 کی ناف کے گرد اندر موجود تین گولیاں باہر نکال لیں۔ گولیاں
 زیادہ گہری نہ گئی تھیں۔ شاید بھگا گئے کی وجہ سے اس کے
 اعصاب تن گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے گولیوں کو مزید گہرائی
 میں جانے سے روک دیا تھا۔ بہر حال زخم خاصا خطرناک تھا۔ اس نے
 گولیاں نکال کر زخم پر بگ سے نکالی ہوئی کریم لگائی۔ جس سے
 زخم جلدی مندمل ہو جاتا تھا۔ اور انفیکشن نہیں ہوتا۔ اس
 کے اور اس نے نشوونگ پیچہ کی دو تین شیاں کر دیں۔ اب اس
 نشوونگ کے سوا اس کے پاس اس وقت اور کچھ نہ تھا۔ ویسے
 اصولاً تھوکر کو خون کی ضرورت تھی۔ لیکن ظاہر ہے اس سرنگ میں
 وہ خون منتقل کرنے کا سامان کہاں سے لاتا۔ جو پھر اس نے کیا تھا۔
 دی اتنا تھا کہ شاید عام آدمی اس بارے میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔
 ٹانگہ کے بعد وہ جوت کی طرف متوجہ ہوا۔ جوت کے سینے
 میں دو گولیاں موجود تھیں۔ ایک تو سیلی کی بڑی کے قریب تھی اور
 دوسری اوپر گوشت میں ہی رگ گئی تھی۔ عمران نے پوری
 توجہ سے اور مہارت سے دونوں گولیاں نکالی لیں۔ جوت کے
 سخت جسم کی وجہ سے گولیاں خطرناک ثابت نہ ہوئی تھیں۔ در نہ
 عام آدمی ہوتا تو ایک گولی لازماً آگے بڑھ کر دل میں گھس جاتی اور

عمران آہستہ سے نچے اتر آیا۔ اس کے ذہن میں تھا کہ اگر کسی ذہین
 پولیس آفیسر نے گٹر کا ڈھکن اٹھا کر اندر جھانک لیا تو وہ پھنس
 جانے لگا۔ اس لئے نیچے اترتے ہی اس نے ایک طرف جھٹک کر
 بچک رکھا۔ اور ایک بار پھر ان سب کو اٹھا کر باری باری دھانے
 سے کافی فاصلے پر بھاگ کر لٹا دیا۔ اب وہ محفوظ تھے۔ عمران
 انہیں ایک طرف لٹا کر دوڑا ہوا سرنگ میں آگے بڑھتا گیا۔
 اس کے ساتھی جان بچتے اور عمران نے فوراً ان کے لئے کچھ
 کرنا تھا۔ بقوٹی دیر بعد وہ اس دہانے پر پہنچ گیا جو پہلی
 کوٹھی میں بھٹکا تھا۔ جس پر ایف ڈی نے۔ یہ کہہ کر اسے تباہ
 کر دیا تھا۔ عمران گٹر سے باہر نکل آیا۔ یہ کوٹھی اسی طرح تباہ
 شدہ حالت میں بڑی تھی۔ البتہ ایک سائیڈ پر بنا ہوا باتھ روم
 محفوظ حالت میں تھا۔ عمران اس باتھ روم میں داخل ہوا۔
 اور اندر داخل ہوتے ہی اس کی آنکھیں جبک اٹھیں اسے دباں
 پلاسٹک کی ایک بڑی بالٹی بڑی ہوئی نظر آئی۔ جس میں پانی
 بھرا ہوا تھا۔ ساتھ ہی اس نے نشوونگ پیچہ کا پورا فیٹہ اتار
 لیا۔ اور پھر فیٹہ اور بالٹی اٹھائے وہ دابہ دبانے پر آیا۔ فیٹہ
 اس نے نیچے پھینکا اور پھر بالٹی اٹھا کر وہ نیچے اتر آیا۔ دہانے ایک
 بار پھر اس نے بند کر دیا۔
 ساتھیوں کے زخم دھونے اور مینڈیج کے لئے پانی کی انتہائی
 ضرورت تھی۔ اس لئے وہ بالٹی لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس
 پہنچا۔ اس نے اپنا بیگ اٹھا کر اس کے نیچے گئی ہوئی زپ

ٹھکانے کوئی اس کی نظروں میں تھے۔ لیکن مسئلہ تھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملنے کا۔ اچانک اس کے کانوں میں ایک گراہ سی سنائی دی اور عمران چونک پڑا۔ یہ گراہ اس نوجوان حریف کے حلق سے نکلی تھی۔ وہ شاید ہوش میں آ رہا تھا۔ عمران اللہ کے جزی سے اس کی طرف اپکارا اور دوسرے اس نے جھک کر مخصوص انداز میں اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کو بک کی صورت میں موڑ کر نوجوان کی گنڈی پر ضرب لگائی۔ اور نوجوان کا جسم تڑپ کر ایک بار پھر ساکت ہو گیا۔ عمران نے اس کی نبض کر کے دیکھی۔ اور پھر طویل سانس لیتا ہوا اللہ کا شکر ادا کیا۔ نوجوان ایک بار پھر گھڑی بے ہوشی کی وادی میں داخل ہو چکا تھا۔ نبض بتا رہی تھی کہ اب کم از کم ایک گھنٹہ تک وہ ہوش میں نہیں آ سکتا۔

عمران ایک بار پھر واپس پہلی کوٹھی کے دیانے کی طرف بڑھ گیا۔ دیانے سے باہر اگر وہ سائیڈ کی دیوار سے جوتا ہوا کوٹھی کی کوئی ہوئی سانسے والی دیوار سے ٹک کر باہر سرنگ بر آ گیا۔ اور پھر تیز قدم اٹھاتا وہ اس طرف بڑھ گیا جہاں جزل پارکنگ موجود تھی۔ اس کی کار تو کوٹھی کے ساتھ ہی بموں سے تباہ ہو چکی تھی۔ اور اب اسے ایک طاقت ور اور چوڑی پاؤں کی کار پائیے تھی۔ تاکہ اپنے ساتھیوں کو دبلوں سے نکال کر لے جاسکے۔ ہزل پارکنگ میں پہنچتے ہی اس کی نظر میں ایک طرف کھڑی ہوئی بھند اور پر پڑی۔ اس پر کچھ دوسری نظر آ رہی تھی۔ اس کا

اس کے بعد شاید اسے دوسرا سانس لینے کی بھی مہلت نہ ملتی جو زنف کی جینڈی بچ کر تے کے بعد سب سے آخر میں وہ جوانا کی طرف بڑھا۔ جوانا کی نبض بتا رہی تھی کہ وہ اپنی بے پناہ قوت مدافعت اور ہڈوں جسم کی وجہ سے ان سب سے بہتر حالت میں ہے۔ اس کے سینے کے گوشت میں ہی چار گولیاں موجود تھیں۔ جو عمران نے نکال کر اس کی جینڈی بچ بھی کر دی۔

ان سے فارغ ہو کر وہ اپنے زخم کی طرف متوجہ ہوا۔ گولی صرف گوشت پھاڑ کر سائیڈ سے نکل گئی تھی۔ عمران نے زخم دھو کر اس پر بھی جینڈی بچ کر دی۔ اس دوران اس کی توجہ اس نوجوان حریف پر تھی۔ کیوں کہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں وہ ہوش میں نہ آ جائے۔ لیکن اسے کچھ ایسی چوٹ لگی تھی کہ اسے ہوش میں نہ آ رہا تھا۔

عمران سرنگ کی دیوار سے پشت لگائے چند لمحوں خاموش بیٹھا رہا۔ اس پر کیا جانے والا حملہ بے حد زوردار اور شدید تھا۔ حمد آدروں نے واقعی کمال دلیری مہارت اور بے جگری کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن وہ تعداد میں بھی ہتھوڑے تھے۔ اس لئے جلد ختم ہو گئے۔

چند لمحوں آرام کرنے کے بعد عمران اٹھا اور فرش پر پڑے ہوئے اس نوجوان کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس کے لباس کی تلاشی لی۔ لیکن لباس میں سے کوئی خاص چیز برآمد نہ ہوئی اب عمران سوچ رہا تھا کہ یہ کیسی تھکنے لگی کر تو دی گئی کہ ان جیسے

پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ اس کے بعد اس نے باری باری جوڑت جوائے اور اس نوجوان حرافت کو بھی گھڑے سے نکلے اور لینڈ اور لینڈ اور لینڈ دیا۔ سائڈ روڈ پہنچنے کی وجہ سے اس طرف ٹریفک بالکل نہ تھی۔ اس لئے وہ اطمینان سے اپنا کام کرتا رہا۔ اور کسی قسم کی کوئی مداخلت نہ ہوئی۔ اب عمران کے چہرے پر مکمل اطمینان تھا۔ جگ جگ وہ آخری پھرے میں ساتھ اٹھا کر لے آیا تھا۔ اگلیتے باکس اور فیتہ وہیں پہلے رہ گئے تھے۔ عمران نے لینڈ اور دو بیک کیا اور پھر تین روڈ پر آکر وہ اسے چوک کی طرف دوڑتا گیا۔ کا کوئی سے کافی فاصلے پر آکر اس نے ایک بیک بولتے کے پاس لینڈ اور دو روکی اور نیچے اتر کر فون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ اس نے کے ڈال کر نمبر گھنٹے اور پھر رسیور کو پکڑ کر ٹیپتے سے باہر کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیسے آگئے؟“ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”نادر سے بات کر آؤ۔“ پرنس آف ڈھمپ سپیکنگ ۵ عمران نے کہا۔

”ییس سہ۔“ ہولڈ کیجئے ۵۔ دوسری طرف سے اس بار مؤدبانہ انداز میں کہا گیا۔

”ہیلو۔“ پرنس میں نادر بول رہا ہوں۔ آپ ٹھیک تو ہیں مجھے بڑی تشویش تھی۔ کوٹھی پر ریہہ ہوا جب وہ ناکام ہو گیا تو میں سمجھ گیا کہ آپ تک کوٹھی میں چلے گئے ہوں گے۔ لیکن ابھی

مطلب تھا کہ وہ کئی دھنوں سے وہاں کھڑی ہے۔ عمران جانتا تھا۔ کہ لوگ اکثر پارکنگ میں اپنی گاڑیاں کھڑی کر کے باہر چلے جاتے ہیں۔ ان کا خیال ہوتا ہے کہ خالی کوٹھیوں کی نسبت پارکنگ میں ان کی گاڑیاں زیادہ محفوظ رہتی ہیں۔ عمران تیزی سے اس لینڈ اور کی طرف بڑھتا۔ لینڈ اور کے دروازے بند تھے۔ لیکن کار کا بند دروازہ کھولنا عمران کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔

چنانچہ چلتی سی تار کی مدد سے چند ہی لمحوں میں وہ اس کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ پارکنگ کا چوکی وار شاید کیسے میں گیا ہوا تھا۔ یا پھر وہ بھی انسانی تجسس کا خاطر اسی کوٹھی میں گیا ہو گا جہاں عمران اور اس نوجوان حرافت کے ساتھیوں کی لڑائی ہوئی تھی۔ اور جہاں اب پولیس موجود تھی۔

عمران سیٹ پر بیٹھا اور پھر ماسٹر کی سنے انگلیش کو بھی جا کر دیا۔ عمران نے لینڈ اور دوسرا ٹک کی اور اس کی نظریں پڑول ٹکی پر جم گئیں۔ پٹرول ٹینک آدھا بھرا ہوا تھا۔ عمران نے اطمینان سے بھرے انداز میں سر ہٹایا اور لینڈ اور کو بڑے اطمینان سے چلاتا ہوا پارکنگ سے باہر آ گیا۔ اس نے اُسے براہ راست تباہ شدہ کوٹھی میں لے جانے کی بجائے سائڈ روڈ پر لے جا کر اس جگہ کھڑا کر دیا جہاں کوٹھی کی سائڈ دیوار کا ایک بڑا حصہ تباہ ہو کر ڈھلا ہوا تھا۔ لینڈ اور سے اتر کر وہ اسی سو دراز کے ذریعے دوبارہ کوٹھی میں داخل ہوا اور پھر گھڑی میں اتر کر اس نے بڑی احتیاط سے ٹائیکو اٹھایا اور باہر لاکر اس نے لینڈ اور کی

کی ضرورت ہو تو میں وہاں پہنچ گیا۔ پولیس آفیسر میرا دوست تھا اس لئے میں اندر چلا گیا۔ ابھی ابھی وہاں سے واپس پہنچا ہوں۔
نادر نے جواب دیا۔

پولیس نے کیا نتیجہ نکالا ہے؟ — عمران نے پوچھا۔
جی ایف۔ ڈی کا چکر۔ کیوں کہ جو لاشیں ملی ہیں۔ وہ غیر ملکی افراد کی ہیں۔ اس لئے یہی سمجھا گیا ہے کہ یہاں دو گروہوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ ایک گروہ آپ دوسرے کو ختم کر کے نکل گیا۔
نادر نے جواب دیا۔

اس کو ٹی کی حکایت دیکھ کر بارے میں تفتیش تو نہیں کی گئی؟
عمران نے سفید مچھے میں پوچھا۔

”اوه نہیں پرنس۔ دے آپ بے فکر رہیں۔ حکایت کے سلسلے میں ہم سامنے نہیں آتے۔ میں نے سختہ و بندوبست کئے ہوئے ہیں۔“
نادر عمران کا مقصد سمجھ گیا تھا۔

”اور کسے۔“ اب میری بات سنو۔ میرے ساتھی خاصے زخمی ہیں۔ میں نے اسی سرنگ میں ہی آپریشن کر کے گولیاں نکال دی ہیں۔ لیکن انہیں فوری طور پر کسی ڈاکٹر اور خون کی ضرورت پڑے گی۔ اس لئے کسی ڈاکٹر اور خون وغیرہ کا بندوبست کرو۔
اور کوئی محفوظ جگہ اور ایک کار بھی چلیجئے۔ مہربانی یہی کار تو ختم ہو گئی۔ سارا مل کاٹھا ہی ادا ہو جائے گا۔“
عمران نے کہا۔

”اوه۔“ بل کی بات چھوڑیں پرنس۔ مجھے تو آپ کی خدمت کر کے دلی مسرت ہوتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے ساتھی زخمی

ابھی تک کوٹھی سے واپس آیا ہوں۔ وہاں زبردست جنگ ہوئی ہے۔ تین لاشیں ملی ہیں۔ لیکن وہاں جگہ جگہ اتنا خون پھیلا ہوا ہے کہ گناہ ہے کہ ان تین کے علاوہ بھی دس بارہ آدمی ہلاک نہیں تو زخمی ضرور ہوئے ہیں۔ لیکن پولیس حیران تھی کہ وہ ڈھنگی بالاشیں غائب تھیں۔ پولیس نے پوری کوٹھی کی تلاشی لی۔ اندر درگاہیں چیک کیں۔ لیکن خون کے دھبے صرف گھاس تک ہی محدود تھے۔ باہر نہ گئے تھے۔ آپ بخیریت میں ناں۔ ارے ہاں۔ کوٹھی کے اندر سے سیکرٹری و ذرات خارجہ رام داس کی لاش بھی ملی ہے۔ ان کی گردن توڑ دی گئی ہے۔“
نادر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”انہوں نے وہ لنگہ سرنگ چپک کی تھی۔“ عمران نے پوچھا۔

”اوه۔“ تو آپ لنگہ سرنگ میں آ کر گئے تھے۔ بہت خوب۔ ایک پولیس آفیسر نے ڈھکن اٹھا کر جھانکا تھا۔ لیکن اول تو اسے کچھ نظر نہ آیا ہو گا۔ دوسرا وہ اسے گھر سے کھینچ کر نظر انداز کر گیا ہو گا۔ بہر حال حکم فرمائیے۔“
نادر نے مسرت لہجے میں کہا۔

”تم وہاں کیسے پہنچے تھے؟“ عمران نے پوچھا۔
”اوه پرنس۔ میں کاٹونی سے گزر رہا تھا کہ پولیس کی گاڑیوں کو سائرن بجاتے ہوئے میں نے تنک کوٹھی کی طرف جلتے دیکھا تو میں چونک پڑا۔“
میں نے سوچا کہ شاید آپ کو میری مرد

ہیں اور میں خواہ مخواہ اتنی دیر بکواس کرتا رہا۔ آپ کہاں سے فون کر رہے ہیں؟ — ناؤ نے تیز لہجے میں کہا۔
 "میں راولپنڈی کے پبلک فون بوث پر مبنی تھری سکس سے بات کر رہا ہوں۔ ہم لینڈ اور میں ہیں۔" — عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" — میرے آدمی دہلی ابھی پہنچ رہے ہیں۔ وہ آپ کو ہمراہ لے جائیں گے۔ ایک پرائیویٹ ہسپتال میں آپ کے ساتھیوں کو میاں سی طبعی امداد ملے گی اور اڈہ بھی اور کار بھی۔ سب کچھ۔۔۔ بس چند منٹ انتظار کیجئے۔ میں خود آ رہا ہوں۔ ورنہ خواہ مخواہ کو ڈیفیر کرنے پر مجبور ہیں۔ وقت ضائع ہو گا۔" — ناؤ نے کہا۔
 "ٹھیک ہے۔" — جلد ہی سے آ جاؤ۔ گاڑیاں لیستے آنا لینڈ اور۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اڈہ کے۔" — میں پہنچ رہا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ پانچ چھ منٹ میں۔۔۔ دو تہری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے رسیور کرڈال پر رکھا اور الحمد للہ بھرے انداز میں فون بوث کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

کیپٹن تمیزی کے کوکرل شریف کی موت کے بعد فوری طور پر ترقی دے کر سیکرٹ سروس کا چیف بنا دیا گیا تھا۔ اور اسے خاص طور پر یہ ہدایت کی گئی تھی کہ اس نے انتہائی تیز رفتاری سے کام کر کے ایف۔ ڈی کو بے نقاب کرنا ہے۔ کیپٹن تمیزی خود بھی جانتا تھا کہ اس وقت اہم مسئلہ ایف۔ ڈی کا ہی بنا ہوا ہے۔

اس وقت وہ اپنے دفتر میں بیٹھا ایک ممبر کی طرف سے بھیجی ہوئی رپورٹ کا مطالعہ کر رہا تھا کہ میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس۔" — تمیزی سپیکنگ۔" — کیپٹن تمیزی نے رسیور اٹھا کر باؤنڈری لہجے میں کہا۔

"باس۔" — میں جعفری بول رہا ہوں۔ ایف۔ ڈی کے

دو گروپوں میں گلشن کا فونی میں زبردست جنگ ہوئی ہے۔ پولیس دہاں پہنچی۔ اور دہاں سے غیر فکریوں کی تین لاشیں ملی ہیں۔ باقی کو بھی کئے عقی لان میں جگہ جگہ اس قدر خون پھیلا ہوا ہے کہ لگتا ہے کہ وہ بارہ آدمی مزید ہلاک ہوئے ہیں یا شاید زخمی ہوئے ہیں۔ لیکن نہ ہی ان کی لاشیں ملی ہیں اور نہ ہی وہ زخمی۔ لیکن باس میں نے ان کا کھوج نکال لیا ہے۔ ایک مقامی نو جوان نے چار زخمیوں کو ایک لینڈا دور میں ڈال کر راول روڈ پر لے گیا وہاں سے اس نے سبک فون بوتھ سے کسی کو فون کیا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہاں دو کاریں اور ایک اسٹیشن وگن پہنچ گئی۔ اور پھر ان زخمیوں کو اس دیگن میں ڈال کر لے جایا گیا۔ میں نے ان کا تعاقب کرنے کی کوشش کی لیکن میرے موٹر سائیکل کا پٹرول اچانک ختم ہو گیا اور وہ لوگ نکل گئے۔ لیکن باس میں نے ان میں سے ایک آدمی کو پوچھا کہ کیا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ مشہور غنڈہ نادور ہے۔ جس نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا کہ ”ان زخمیوں کو کہاں سے اٹھایا گیا تھا۔“ کیپٹن تیرنری نے پوچھا۔

”باس۔ جب پولیس دہاں چلی گئی تو میں اپنا موٹر سائیکل لینے کے لئے جنرل پارکنگ میں گیا۔ وہاں میں نے ایک نو جوان کو جس کے بائیں کانہ سے بے عجیب سی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ایک لینڈا اور کے پاس مشکوک انداز میں دیکھا۔ میں اس کی طرف سے مشکوک ہو گیا۔ کہوں کہ پٹی مخصوص مینڈیج کی بجائے ٹشو پاپ

پیر سے کی گئی تھی جو بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ چنانچہ میں نے انتہائی احتیاط سے اس کا تعاقب کیا۔ وہ نو جوان لینڈا دور لے کر اس کو بھٹی کی سائڈ میں گیا جہاں پہلے بھوں سے تباہ کر دیا گیا تھا۔ مگر وہ بعد ازاں پولیس کو مکمل طور پر خالی ملی تھی۔ میں ایک طرف چھپ کر جیک کر تار تار میں لے دیکھا باس کہ وہ نو جوان ایک گھوڑا کا دھانہ کھول کر نیچے اترا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک آدمی کو کانہ سے براہ راست بائیں آدھی بے ہوش تھا۔ اور اسے بھی اسی طرح ٹشو پاپ پیر کی مینڈیج کی گئی تھی اس نے اس آدمی کو لینڈا دور میں لٹا دیا۔ اور پھر دوبارہ گشت میں اتر گیا۔ اس طرح اس نے تین اور آخر آدمیوں کو ہلاک کیا۔ آخری بار اس کے ہاتھ میں ایک جگ بھی تھا۔ آخری آدمی غیر ملکی تھا وہ ان کا ساتھی لگتا تھا۔ جن کی لاشیں پولیس کو بھٹی کو بھٹی سے ملی تھیں۔ اور وہ زخمی بھی نہ تھا صرف بے ہوش تھا۔ ان سب کو وہ نو جوان لینڈا دور میں ڈال کر کا فونی سے باہر نکل گیا۔ میں نے موٹر سائیکل پر اس کا تعاقب کیا۔ میں بے حد محتاط تھا۔ وہ دہاں سے سیدھے راول روڈ پر گئے۔ اور پھر سبک فون بوتھ پر لینڈا دور روک کر اس نو جوان نے کسی کو فون کیا۔ میں کافی دور تھا۔ تاکہ انہیں شک نہ پڑ سکے تھوڑی دیر بعد وہاں اسٹیشن وگن اور دو کاریں پہنچ گئیں۔ وہ سب متحاشی غنڈے تھے۔ زخمیوں کو دیگن میں منتقل کیا گیا۔ اور وہ نو جوان کار میں بیٹھ گیا۔ لینڈا دور کو وہاں چھوڑ دیا گیا۔ میں نے پھر تعاقب کی کوشش کی لیکن اچانک پٹرول ختم ہو جانے کی

"میں۔۔۔ آپ کیپٹن تمیزی ہیں۔ کرنل شہر لع صاحب کے اسسٹنٹ۔ سیکرٹ سروس میں ہیں آپ۔ آپ کو کون نہیں جانتا جناب۔۔۔ کاؤنٹر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن صاف پتہ چل رہا تھا کہ مسکراہٹ اس نے زبردستی اپنے چہرے پر طاری کی ہے۔

"اب میں اسسٹنٹ نہیں ہوں۔ سیکرٹ سروس کا چیف ہوں سمجھ۔۔۔ میں چاہوں تو یہاں کھڑے کھڑے تمہارے پورے نیصفے کی اینٹ سے ایجنٹ بجا دوں گا۔ کیپٹن تمیزی نے بڑے غریب لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ آپ واقعی ایسا کر سکتے ہیں بہر حال حکم فرمائیے۔۔۔ کاؤنٹر میں نے واقعی مرعوب ہوتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے سیکرٹ سروس کا چیف بے پناہ اہلیات کا مالک ہو سکتا تھا۔

"نادر کہاں ہے۔۔۔ کیپٹن تمیزی نے سخت لہجے میں کہا۔

"باس اپنے دفتر میں ہیں جناب۔ کیا میں انہیں اطلاع کر دوں جناب۔۔۔ کاؤنٹر میں نے کہا۔

"ہاں۔۔۔ اُسے بتاؤ کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیپٹن تمیزی نے کہا۔

"اور کاؤنٹر میں نے جلدی سے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر دیا۔

"یس۔۔۔ دوسری طرف سے نادر کی آواز سنائی دی۔

"جناب۔ شوکت بول رہا ہوں کاؤنٹر سے۔ سیکرٹ سروس کے چیف جناب کیپٹن تمیزی صاحب تشریف لائے ہیں وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔۔۔ کاؤنٹر میں نے کہا۔

"سیکرٹ سروس کے چیف کیپٹن تمیزی۔۔۔ وہ تو اسسٹنٹ میں۔۔۔ نادر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جناب۔ اب وہ چیف ہیں۔۔۔ شوکت نے جواب دیا۔

"او۔۔۔ کے ٹھیک ہے۔ انہیں میرے دفتر میں بھیج دو۔ نادر نے جواب دیا۔

"بہتر یاس۔۔۔ شوکت نے کہا اور رسیور دکھ دیا۔

"باس آپ کا دفتر میں انتظار کر رہے ہیں۔ آپ وائیں ہاٹ پر مرکب میسر جہاں چڑھ جائیں اوپر باس کا دفتر ہے۔

"شوکت کاؤنٹر میں نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اُسے کہو یہاں آئے۔ وہ ذاب بن کر اوپر بیٹھ گیا ہے۔ بلاؤ اُسے یہاں۔۔۔ کیپٹن تمیزی کو قصہ آگیا تھا۔

"بب۔ بہتر جناب۔۔۔ کاؤنٹر میں نے کہا اور اس نے دوبارہ انٹرکام کا رسیور اٹھا کر نمبر پر لیں کیا۔

"باس۔۔۔ کیپٹن صاحب کہہ رہے ہیں کہ آپ خود نیچے آئیں۔ شوکت کاؤنٹر میں نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ اچھا میں آ رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے نادر

نے جواب دیا۔

اور شوکت نے اطمینان کا طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کو دیا۔ اُسے غطرہ تھا کہ باس آکر جائے گا۔ اور پھر ایک سسک کھڑا ہو جائے گا۔ اور باس نادر کی طبیعت بھی ایسی ہی تھی۔ وہ حد سے زیادہ اکثر مزاج و واقع ہوا تھا۔ لیکن بنجانے کیا بات تھی کہ وہ بڑی آسانی سے نیچے آنے پر مان گھیا تھا۔

”باس آپ کے استقبالیہ کے لئے آ رہے ہیں؟“ شوکت نے رسیور کو کہہ کر مسکراتے ہوئے کیپٹن تمیزی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کیپٹن تمیزی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ان راجہ دارسی سے ایک بٹے قہار غاصے سڈول جسم کا نوجوان نمودار ہوا۔ اس کے دائیں گال پر زخم کا ایک طویل نشان تھا جو کان کے پچھلے حصے سے لے کر گردن کے آخر تک چلا گیا تھا۔ اس نشان نے اس کے چہرے کو خاصا وحشت انگیز بنا دیا تھا۔ یہ نادر تھا۔ کیپٹن آگوا کا نمک۔

”ہیلو جناب کیپٹن صاحب۔ خوش آمدید۔“ بٹے نے خبر سن کر بے حد مسرت ہوئی ہے کہ آپ چیف ہو گئے ہیں۔“ نادر نے قریب آکر باقاعدہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ لیکن جواب میں کیپٹن تمیزی نے ہاتھ اگے نہ بڑھایا۔ نہ زیادہ بے تکلف ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھے تم سے کچھ معلوم چاہیے۔ اگر اپنی اور اپنے کھینے کی خیریت چاہتے ہو تو سچ بتا

دینا۔“ کیپٹن تمیزی نے بڑے نخوت بھرے اور سردانہ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور نادر نے مصافحے کے لئے آگے بڑھا ہوا اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے واپس کھینچ لیا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ پڑ گیا تھا۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اُسے معلوم تھا کہ ہالی میں موجود ہر شخص کی نظر ان پر جمی ہوئی تھیں۔ اور کیپٹن تمیزی نے بد اخلاقی کی انتہا کر دی۔

”جی فرمائیے کیا بوجھنا جاتے ہیں آپ؟“ نادر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ وہ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھے ہوئے تھا۔

”دختریلو۔ دہاں بات کہتے ہیں۔“ کیپٹن تمیزی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ نادر کی کیفیت سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وہ اُسے افسانائی طور پر ڈاؤن کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے جان بوجھ کر پورے ہال کے سامنے یہ رویہ اپنایا تھا۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا۔

”سووی۔“ میں نے دختر بند کر دیا ہے۔ آپ نے جو پوچھنا ہے یہیں پوچھ لیں یا پھر آپ کے مجید کو ارکڑ چلے جیتے ہیں۔“ دہاں اطمینان سے باتیں بھی جو چاہیں گی اور وہ فائل بھی یقیناً وہاں موجود ہوگی جس میں اس رشوت کی تفصیل موجود ہوگی جو آپ اور آپ کا حکمہ ہم سے دھول کرنا رہا ہے۔“ نادر نے اونچی آواز میں جواب دیا۔ اس نے بھی پھر سے ہال میں اپنی بے عزتی کا بدلہ

”ثبوت وقت آنے پر دسے دیا جائے گا۔ بہر حال آپ فرمائیے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔“ نادر نے استہزاء کے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے واقعی کیپٹن تیززی سے اپنی بے عزتی کا بھرپور انتقام لے لیا تھا۔

”تم میرے ساتھ میڈیکو اور مشعلو۔ ابھی تم اس وقت حراست میں ہو۔ جعفری اسے گرفتار کر لو۔“ کیپٹن تیززی نے پتختے ہوئے کہا۔ اور جعفری ریو اور نکال کر تیززی سے نادر کی طرف بڑھا۔ ”آپ دونوں اس وقت میرے کیفے میں موجود ہیں جناب چیف صاحب۔ اور میرے اشارے پر آپ کے جسموں میں پلک جھپکائے میں سیکرٹوں سو رائج ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے بعد آپ کی لاشیں بھی کسی کو میرے آئین کی۔ اس لئے اپنا دماغ ٹھنڈا رکھیے۔ میں آپ سے مکمل تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔“ نادر نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

اور دوسرے ٹیم کیپٹن تیززی اور جعفری یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کیفے میں موجود تمام ویڈیوز اور علی کے دیگر لوگوں کے ہاتھوں میں ایسا تک خوف ناک ریو اور نظر آنے لگے تھے۔ اور ان سب کے چہرے بتا رہے تھے کہ وہ نادر کے ذرا سے اشارے پر واقعی ان دونوں کے جسم گولیوں سے پھینک کر دیں گے۔ ”تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ مجھے۔“ سیکرٹ سروس کے چیف کوٹ۔ کیپٹن تیززی نے چہرے ہنسے لہجے میں کہا۔ ”آپ نے خود ہی میری بے عزتی کر کے یہ سلسلہ شروع کیا

چکا دیا تھا۔“ کیپٹن تیززی اس کی بات سن کر یک لمٹ بھڑک اٹھا۔ اس کے ذہن میں بھی یہ تھا کہ ایک عام سائنڈہ سیکرٹ سروس کے چیف کے ساتھ اس قسم کی بات کرنے کی جرأت کرے گا۔ ”پوشٹ اپ۔“ میں آپیں غیر ملکی مجرموں کے ساتھ تعاون کرنے کے جرم میں گولی بھی مار سکتا ہوں۔“ کیپٹن تیززی نے غصے سے پیر پٹتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ آپ با اختیار ہیں جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی بتا دوں کہ میرے پاس مکمل ثبوت موجود ہے کہ آپ نے سیکرٹ سروس کا چیف بننے کے لئے کرنل مشہد ایت کو خود ہی ہلاک کر دیا ہے۔ اور میری موت کے ساتھ ہی یہ ثبوت اعلیٰ حکام تک پہنچا دیا جائے گا۔“ نادر اب پوری طرح انتقام لینے پر تل گیا تھا۔

”اوہ۔ تم کو اس کو رہے ہو۔ تم نے اتنا بڑا الزام مجھ پر لگنے کی جرأت کیسے کی۔ نکالو کہاں سے ثبوت۔“ نکالو ورنہ ابھی گولی مار دوں گا۔“ کیپٹن تیززی کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ اس نے ہوسٹ سے اپنا سر دس ریو اور نکال لیا تھا۔ نادر نے ایسی باتیں کہنے عام کر کے پورے ملک میں چمیکو کیوں کو راستہ دے دیا تھا۔ اور کیپٹن تیززی جانتا تھا کہ اس نے کرنل مشہد کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ اس لئے نادر کے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن چمیکو کیوں کو کون روک سکتا ہے۔

بڑے دوستانہ انداز میں کہا۔

”حضرت جناب حضور۔ ہم تو یہاں ہی آپ کی خدمت کے لئے ہوئے ہیں۔ نادرنے آئے ہوئے کہا۔
اور پھر وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے راہ داری کی طرف بڑھ گئے۔ جعفری بھی ان کے پیچھے تھا۔

دفتر میں پہنچ کر وہ دونوں بڑے اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جب کہ نادرنے میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی اونچی نشست کی کرسی سنبھالی۔
”اب فرمائیے کیا پیش گئے؟“ نادرنے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیڈن تیزی نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں کہا اور نادرنے اس کا کام کا رسیور انٹاکر وٹسکی لائے کا حکم دے دیا۔

”یاں جناب۔ اب فرمائیے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟“ نادرنے رسیور رکھ کر عذر سے کیڈن تیزی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”دیکھو نادرنے۔ تمہارا پیشہ کچھ بھی ہو مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔ لیکن میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم محب وطن ہو۔ اس وقت بھارت میں نازک اور خطرناک دور سے گزر رہا ہے۔

اس سے برہنہ واقعہ ہے۔ مجرموں نے یہاں کی پوری زندگی کو تل پٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ کروڑوں روپے کا نقصان

ہے۔ حالانکہ یہ میرے تعاون کی کھلی دلیل ہے۔ کہ میں آپ کے استقبالیہ کے لئے اپنے دفتر سے خود اٹھ کر یہاں آ گیا تھا۔ اور اب بھی میں تعاون کی ہی بات کر رہا ہوں۔ اگر اس کے باوجود آپ زبردستی کرنے اور رعب کے چکر میں ہیں تو پھر جو ہو گا اس کی ذمہ داری آپ پر ہی ہوگی۔“ نادرنے مسکراتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

اب کیڈن تیزی کے دفاع پر بچائی ہوئی رعب داب کی گرد تیزی سے چھٹنے لگی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ نادریٹر بھی کھیرے۔ جس قدر وہ شرمناک ہو گا نادرنے سے زیادہ ہی شرمناک ہو جائے گا اور وہ بھی انتہائی بات۔ تو وہ بعد میں بھی ہو سکتی ہے۔

”ویری گڈ مسٹر نادرنے۔ آپ اس کٹھن امتحان میں پورے اثر سے ہیں۔ اگر آپ دب جاتے یا غصے شروع کر دیتے تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی کہ آپ کا ضمیر مجرم ہے۔ اسی لئے میں نے آپ کا امتحان لیا تھا۔“ کیڈن تیزی نے بڑے ذکاوت آمیز انداز میں ساری بات کا رخ پھٹے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر

مسکراہٹ تھی اور اس نے ریو اور اپنے چوٹسٹریٹ ڈال لیا۔ اور ٹالی میں موجود ہر شخص نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی کیوں کہ جس طرح واقعات آگے بڑھ رہے تھے۔ اس کا نتیجہ غلطی سے نکل سکتا تھا۔

”آؤ چل کر دفتر میں بیٹھتے ہیں۔ کچھ مینے پلانے کا یہی سلسلہ ہو جائے۔“ کیڈن تیزی نے نادرنے کے کندھے کو ہچکے ہوئے

رسکوں یہ ہم سب کا مشترکہ فرض ہے۔ کیپٹن تیززی نے
دس بارخ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ وہ واقعی دشمن آدمی تھا اور
ان کی نفسیات کو بخوبی سمجھتا تھا۔

پھر اس سے پہلے کہ نادر کوئی جواب دیتا دفتر کا دروازہ کھلا۔
ایک نوجوان بچہ میں ٹرسے اٹھنے اندر داخل ہوا۔ جس میں
ہسکی کی ننھی بوتل کے ساتھ تین جام بھی موجود تھے۔ اس نے
نوں جام اور بوتل میر پر رکھی اور خالی ٹرسے لے کر واپس
لا گیا۔

آپ یقین کریں جناب۔ آپ کو شدید غلط فہمی ہوئی ہے۔
سکتا ہے اس آدمی کی شکل مجھ سے ملتی جاتی ہو۔ لیکن ہر حال
لیرا اس واقعے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ نادر نے ہسکی
بوتل کھولتے ہوئے فیصلہ کن ہونے میں کہا۔

اسی لمحے کیپٹن تیززی کا ران پر رکھا ہوا ہاتھ آہستگی سے جیب
کھسک گیا۔ چوں کہ میز کی سطح کرسی سے خاصی اونچی
تھا اور نادر جام بھرنے میں مصروف تھا اس لئے وہ کیپٹن کی
لٹ کو نہ دیکھ سکا۔

سوچ لو۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں یہ بات ظاہر ہو جائے اس
نہ پھر تمہاری حقیقت محب وطن کی نہیں بلکہ مجرم کی ہو جائے
ن۔ کیوں کہ معلومات چھپانا بھی جرم میں ہی شمار ہوتا ہے۔
کیپٹن تیززی نے آہستگی سے ہاتھ جیب سے باہر نکالتے ہوئے
کہا۔

وہ ملک کو پہنچا چکے ہیں اور پہنچا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ہر
شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ مجرموں کے متعلق معمولی سی معلومات
بھی رکھتا ہو تو گئے ہم تک پہنچائے تاکہ ان مجرموں کی سرکوبی
کی جاسکے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ تم سچ سچ بتاؤ گے کہ
تمہارے راول روڈ کے پبلک ہوسٹل سے جی زخمی افراد اور ان کے
لیڈر نوجوان کو وہ کاروں اور ایک شیش دیگن میں پک کيا ہے
ان کے متعلق پوری تفصیل بتا دو۔ کیپٹن تیززی نے اس
کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے انتہائی سنجیدہ ہونے
میں کہا۔

کیپٹن تیززی کی بات سن کر نادر برمی طرح چونکا۔ اس کے شاید
تصور میں بھی نہ تھا کہ کیپٹن تیززی اس سارے واقعے سے واقف
ہو سکتا ہے۔ لیکن اس نے فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا۔
”اوه کیپٹن صاحب۔ آپ کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے میرے
ساتھ تو ایسا کوئی واقعہ نہیں گزرا۔ نادر نے ہونٹ بیچتے
ہوئے جواب دیا۔

”دیکھو نادر۔ اس بات سے انکار کرنے کی ضرورت نہیں
یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے
کہ جن لوگوں کو تمہارے لئے وہ مجرم نہیں ہو سکتے بلکہ مجرموں کے
مقابلہ میں گئے۔ کیوں کہ وہ لوگ مقامی تھے جب کہ جن
سے ان کا مقابلہ لگش کا لوئی میں ہوا وہ غیر ملکی تھے۔ میں صرف ان
سے اس لئے ملنا چاہتا ہوں تاکہ ان سے مل کر مجرموں کی سرکوبی

”آپ یقین کریں جناب۔۔۔ آخر آپ یقین کیوں نہیں کرتے کیپٹن تیزی نے ڈبی اٹھا کر میز پر رکھی اور پھر بڑے اطمینان نادر نے اب قدرے جھجھکے ہوئے انداز میں کہا۔ اور دوسرے سے دوسرے کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔ ایک چمکی لینے سے بھرے ہوئے جام جعفری اور کیپٹن تیزی کی طرف کھسکا کے بعد اس نے گلاس واپس میز پر رکھا۔ اور پھر بڑے اطمینان سے سگریٹ کی ڈبیا اٹھا کر اس میں سے سگریٹ باہر نکالنے لگا۔

کیپٹن تیزی نے وہ ہاتھ جو جیب سے باہر نکالا تھا ویسے ہر نیچے رکھا جب کہ دوسرا ہاتھ اٹھا کر اس نے جام کو یکے کر اپنا رہا ہے کہ اس آدمی کا جسم تم سے قدرے دھلا تھا۔ لیکن دور طرف مزید کھسکایا تو۔۔۔ کوئی پر رکھی ہوئی سگریٹ کی ڈبیا کھسکا سے واقعی اس کا احساس نہ ہو سکا۔ کیپٹن تیزی نے یوں کر نیچے گر گئی۔

”ادھ۔۔۔ کیپٹن تیزی نے شرمندہ سے بوجھیں کہا۔ اور پھر جھبک کر ڈبی اٹھانے لگا۔

”میں اٹھا دیتا ہوں جناب۔۔۔ جعفری نے فورا ہی کر سی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اے نہیں۔۔۔ شے مکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ کیپٹن تیزی نے جھبک کر نہ صرف ڈبیا اٹھائی بلکہ اس کا دوسرا ہاتھ تیزی سے میز کے نیچے ایک سائین میں پھینکا اور پھر اس کے ہاتھ میں موجود ایک چھوٹا سا بٹن میز کے نیچے جک گیا۔ یہ

دور انگ پرن بٹن تھا جس کا ایک سر اچھٹا اور دوسرے سر پر باریک نوک تھی جو اس نے میز کی سطح کے اندر دبا دی تھی۔ اس طرح وہ بٹن سطح کے ساتھ مکمل طور پر بڑسا گیا تھا۔ اور

اب سوائے میز کو اٹھا کر دیکھنے یا پورے طرح ہاتھ پھیرنے کے اس بٹن کو چپک نہ کیا جاسکتا تھا۔

نادر سے ملتا مڑتا رہے لیکن یہ نادر نہیں ہو سکتا۔ اس کی چال میں ہلکی سی نگاہیں بھی موجود تھیں اور نادر تو قطعاً نہیں لنگھتا۔

جعفری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

دکھنا۔ کیپٹن تیزی نے کہا۔ اور پھر خود کار میں سوار ہو گیا۔
جب کہ جعفری مگر کہ اپنے موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا۔
کیپٹن تیزی نے کار سٹارٹ کی اور پھر تیزی سے مین روڈ
پر گئے دوڑاتا گیا۔ وہ بلاک آگے جانے کے بعد اس نے
کار ایک سائیڈ لگی میں موٹی اور اُسے وہیں روک لیا۔ چوں کہ
یہ لگی آگے جا کر بند ہو جاتی تھی۔ اور اس لگی میں دونوں طرف
کی عمارتوں کے عقبی دروازے تھے اس لئے اس لگی میں کسی قسم
کی کوئی آمد و رفت نہ تھی۔ جعفری بھی چند لمحوں بعد وہاں
پہنچ گیا۔

کیپٹن تیزی نے کار روکتے ہی سائیڈ سیٹ اٹھا کر اس کے
نیچے موجود ایک باکس کا ڈھکن کھولا۔ اور اس میں سے
ایک مستطیل شکل کی مشین نکال کر اپنی گود میں رکھ لی۔
جعفری نے کوئی پر جا کر مگر آئی کہ کوئی اس لگی میں
آنے لگے تو مجھے اشارہ کر دینا۔ کیپٹن تیزی نے کہا۔ اور
جعفری سر ہلاتا ہوا پیدل ہی واپس چل پڑا۔

کیپٹن تیزی نے جلدی سے مشین کی ناب گھنائی شروع کی
اور اسے ایک مخصوص جگہ روک کر اس نے اس کا سائیڈ بشن دیا
دیا تو مشین سے ادھر ایک سفید رنگ کی پلیٹ سی ابھر کر باہر آ
گئی۔ کیپٹن تیزی نے دوسرا بشن دیا یا تو مشین میں زندگی
کا لہریں دوڑ گئی۔ اور اس پلیٹ پر بے شمار نمبروں کی ایک
فہرست ابھرتی۔ مشین سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکل رہی

”اوہ ہاں۔۔۔ ارے واقعی۔۔۔ تم نے اچھا یاد دلایا۔ واقعی
اس کی چال میں لنگڑاہٹ تھی۔ مسٹر ناؤر۔۔۔ میں معذرت خواہ
ہوں کہ تم پر خواہ مخواہ شک کر چکا۔ ویسے تمہیں پڑتال ضرور کرنی
چاہیئے کہ ایسا کون آدمی ہو سکتا ہے۔ تمہارے وسائل یقیناً
ہم سے زیادہ ہیں۔ تم اسے جلد مکاشفہ کر لو گے۔ لیکن ایک وعدہ
کر دو اگر اس کے متعلق تمہیں پتہ چل جائے تو ہمیں اطلاع ضرور
دینا۔ کیپٹن تیزی نے ایک لمبا گھونٹ لے کر خالی گلاس
میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”بالکل جناب۔۔۔ میں تو اب ضرور پڑتال کر دوں گا۔ یہ شخص تو
میرے لئے بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اور میرا وعدہ ہے کہ
آپ کو اطلاع ضرور دوں گا۔“ ناؤر نے بڑے فرائیڈار انشہ
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور کسے۔۔۔ اب ہمیں اجازت۔۔۔ تھینک یو۔
کیپٹن تیزی نے سر ہلاتے ہوئے کرسی سے اٹھ کر کہا۔ جعفری بھی
اٹھ کھڑا ہوا۔

اور پھر باقاعدہ ناؤر نے مصافحہ کر کے وہ دونوں بیرونی دروازے
کی طرف بڑھ گئے۔

”کیئے آؤ گے باہر۔۔۔“ کیپٹن تیزی تیزی سے اپنی کار
کی طرف بڑھا۔

”میرے لئے کیا حکم ہے۔“ جعفری نے پوچھا۔
”تم اپنے موٹر سائیکل پر میرے پیچھے آؤ۔“ تعاقب کا خیال

تیں۔ کیپٹن تیزی نے ایک بار پھر غور سے ناب کو چیک کیا۔
اور پھر مشین کو سامنے ڈیش بورڈ کے اوپر فرنٹ شیشے کے ساتھ
ٹھکا کر رکھ دیا۔ اب وہ آسانی سے اُسے دیکھ سکتا تھا۔ پھر اس
نے ہاتھ بڑھا کر اس مشین کا ایک اور بٹن دبا دیا۔

جناب۔ میں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ وہ دونوں
چلے گئے ہیں۔ وہ کافی دور جا چکے ہیں۔ پھر میں واپس اطلاع
دیتے آیا ہوں۔ ایک ٹانائوس سی آواز ابھری۔
وہ دونوں اٹھ گئے ہیں۔ یہ آواز نادر کی تھی۔

”نہیں جناب۔ کیپٹن صاحب تو کار پر گئے ہیں جب کہ
ان کے ساتھی موٹر سائیکل پر تھے۔ لیکن وہ دونوں آگے
پیچھے ایک ہی سمت میں گئے ہیں۔“ پہلی آواز نے جواب
دیا۔

”انہوں نے کسی کو گرائی کسے کا اشارہ تو نہیں کیا یا کوئی امد
مشکوٰۃ آدمی؟“ نادر نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ میں نے پوری طرح چیک کر لیا ہے؛
پہلی آواز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔“

”اد۔ کے۔ جاؤ۔ اودو یہ خیال رکھنا اگر کوئی مشکوک
آدمی نظر آئے تو مجھے اطلاع دینا۔“ نادر نے کہا۔

اور پھر اس آدمی کے قدموں کی چاپ سنائی دی جو جلد ہی
معدوم ہو گئی۔ ساتھ ہی دروازہ بند ہونے کی آواز بھی ماسی
مشین سے نکلی اور کیپٹن تیزی نے سر ہلادیا۔ اس کی آنکھوں

بچک ابھرائی تھی۔ کیوں کہ اُسے یقین تھا کہ جس مقصد کے لئے
اس نے یہ سارا کھراگ پھیلا یا ہے وہ لازماً پورا ہو گا۔ اُسے
علوم تھا کہ تسلی ہوتے ہی نادر لازماً ان لوگوں کو فون کرے گا۔
جن کے ساتھ وہ شامل تھا۔ اسی لئے اس نے وہاں میز کے
نیچے بٹن لگا یا تھا اور ساتھ ہی نادر کو جتنی الامکان مطلع کی
تو شش کی تھی کہ اس کا شک دور ہو جائے۔

اور پھر وہ چونک پڑا کیوں کہ مشین سے رسیور اٹھانے اور
زیر گھمٹنے کی آواز دافع طور پر سنائی دینے لگی تھی۔ کیپٹن
تیزی کی نظریں اب پلیٹ پر جمی ہوئی تھیں جس پر بے شمار غبروں
ایک فہرست نظر آ رہی تھی۔ یہ پورے شہر کے فون نمبروں
کی فہرست تھی۔ اور چند لمحوں بعد ہی ایک نمبر تیزی سے چلنے
بجھنے لگا اور کیپٹن تیزی کے فون پر مسکراہٹ ابھرائی کیوں کہ
یہ نمبر کسے آگے جا چکا تھا۔ اس کی نظریں پلیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔
اجانک فہرست کے ایک کونے میں موجود ایک اور نمبر تیزی
سے چلنے بجھنے لگا۔ اور کیپٹن تیزی اس نمبر کو دیکھنے کے
لئے آگے کی طرف جھک گیا۔

”یس۔ ایک آہستہ سی آواز مشین سے نکلی۔
بولنے والے کا لہجہ ٹانائوس تھا۔“

”پرنس۔ میں نادر بول رہا ہوں۔ ابھی چند لمحے پہلے
ایک حیرت انگیز واقعہ ہوا ہے۔ میں آپ کو کوئی میں چھوڑ کر
واپس آیا ہی تھا کہ سیکرٹ سرورس کا چیف کیپٹن تیزی اپنے

کانگریس۔ پلیٹ پر نمبروں کی فہرست اس انداز میں ترتیب دی گئی تھی کہ اس سے سمیت معلوم ہو جاتی تھی۔ اس لئے وہ ساتھ ساتھ کار چلائے چلا جا رہا تھا۔ تاکہ جب تک اصل پوزیشن کا پتہ ملے وہ اس کے قریب پہنچ چکا ہو۔ کیوں کہ اُسے پرنس کی ذہانت پر یقین ہو گیا تھا کہ نادر وہ جن ڈھونڈنے لگے گا اور جو سکتا ہے کہ اس بیٹن کے سامنے آنے پر پرنس فوری طور پر وہ جگہ غالی کر دے۔ اس طرح اہم کلیو ضائع ہو سکتا تھا۔

”یہیں۔۔۔ نوٹ کر آئے۔۔۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی مستعدی سے بھرپور آواز سنائی دی۔“

اور کیپٹن تیززی نے اُسے وہ نمبر نوٹ کر دیا۔ جس پر پرنس کو کال کی گئی تھی۔

”جلدی۔۔۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ لیکن بالکل درست بنانا غلطی معاف نہیں کی جائے گی۔ بہت سیریس مسئلہ ہے۔“

کیپٹن تیززی نے ہجے کو مزید سخت بناتے ہوئے کہا۔

”یہیں سر۔۔۔ صرف ایک منٹ کی ہمت دیجیے۔“

”دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔“

اور کیپٹن تیززی خاموش ہو گیا۔ وہ ایک ہاتھ سے رقبہ کا فون کو لگاتے ہوئے تھا۔ اور دوسرے اکیلے ہاتھ سے سٹیئرنگ سنبھالے ہوئے تھا۔

”سر۔۔۔ یہ نمبر وٹس ایپڈ گھر کی کوٹھی بنتو بیویا رہ میں نصب ہے۔ اور کسی امیر الدین کے نام پر ہے۔“ چند لمحوں بعد

کال نہیں اور سب کچھ معلوم کر لیں اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت بھی وہ ہماری باتیں سن رہے ہوں۔“ پرنس نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے پرنس۔ وہ میرے بالمقابل بیٹھے رہے ہیں اور بٹے بھی نہیں اور نہ ہی میں باہر گیا ہوں۔“

نادر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اُسی لمحے کیپٹن تیززی نے جلدی سے نشین کا بیٹن آف کیا اور مشین کو اٹھا کر سائڈ کی سیٹ پر پھینکا۔ اور پھر گاڑی کو تیززی سے بیک کرنے لگا۔ جھڑی کا موٹر سائیکل چول کہ ایک سائڈ میں تھا۔ اس لئے وہ آسانی سے گاڑی نکال کر نکل گیا۔

باہر جن روڈ پر آئے ہی اس نے تیززی سے گاڑی کو ٹرن کیا۔ اور اسے تیززی سے ہٹا کر آگے بڑھاتا گیا۔ گاڑی چلائے کے ساتھ ساتھ اس نے گاڑی کے نیچے لگا ہوا دائرہ لیں ٹیلی فون رسیور بکسے باہر نکالا۔ اور رسیور پر ہی لگے ہوئے بٹنوں میں سے اس نے انکوائری کے نمبر پر پرنس کو دیکھے۔

”یہیں انکوائری۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی آپریٹر کی آواز سنائی دی۔“

”چینٹ آف سیکرٹ سرورس سپیکنگ۔ ایک نمبر نوٹ کر دو اور مجھے بتاؤ کہ یہ نمبر کس کو غلطی اور کس علاقے میں رکس ہے۔ لیکن فوری۔۔۔ اٹ اڈا پر جیسی۔“ کیپٹن تیززی نے تیز لہجے میں کہا۔ وہ کار کو بھی چلا رہا تھا۔ کیوں کہ اُسے اتنا معلوم تھا کہ جس نمبر پر کال کی گئی ہے وہ شہر کے شمالی علاقے

”جید کوادرٹر سیکرٹ سرورس“ ایک آواز دیو رہا۔

”کیپٹن تمیزی سپیکنگ“ کیپٹن تمیزی نے کہا۔
 ”میں پاس“ راشد بول رہا ہوں سر۔“ دوسری
 طرف سے بولنے والے کا لہجہ یک نخت مودبانہ ہو گیا۔
 ”راشد“ اس وقت جید کوادرٹر میں کھٹے نمبر موجود
 ہیں۔“ کیپٹن تمیزی نے پوچھا۔
 ”آٹھ سر“ جعفری اور واجد کہیں گے ہوئے ہیں۔

باقی موجود ہیں۔“ راشد نے جواب دیا۔
 ”تم دوایں موجود سب سائیتوں کو لے کر فوراً رشید نگر
 کی کوٹھی نمبر تین سو بارہ پر پہنچو۔“ میں اور جعفری بھی دایں
 پہنچ رہے ہیں۔ جید کوادرٹر چوں کہ دایں سے نزدیک ہے۔ اس
 لئے تم لوگ پہلے پہنچ جاؤ گے تو تم نے انتہائی احتیاط سے اس
 کوٹھی کی نگرانی کرتی رہے۔ اگر وہاں سے کوئی نکل کر جائے
 تو اس کا احتیاط سے تعاقب کیا جائے۔ ہر قسم کی ریڈ کے لئے
 تیار ہو کر رہیں۔ ہر ایب۔“ کیپٹن تمیزی نے کہا۔ اور
 جن آن کر کے اس نے دیسیور کو دوبارہ ہک میں لٹکا دیا۔ اب
 اس کے چہرے پر جھبرا اطمینان ابھرا آیا تھا۔ اُسے یقین تھا
 کہ اب پرش چاہے بھی تو ان کی نظروں سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔
 اس نے سبک سرور پر نظر ڈالی اور پھر اُسے اپنے پیچھے دور
 جعفری موٹر سائیکل پر آٹا دکھائی دیا۔ اس نے کار کی رفتار آہستہ

آہستہ کی آواز سنائی دی۔
 ”رشید نگر“ کوٹھی نمبر تین سو بارہ۔ کیا تم نے ابھی طرح تسلی
 کر لی ہے۔ کوئی غلطی تو نہیں۔ ایک بار پھر چیک کرو۔ لیکن پہلے
 نمبر دو سو بارہ تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تم صحیح نمبر میں کد رہے ہو۔
 کیپٹن تمیزی نے کہا۔

”میں سر۔“ میں نے چیک کر لیا ہے۔ رشید نگر کوٹھی نمبر
 تین سو بارہ امیر الدین۔“ آپریشن نے جواب دیا اور ساتھ
 ہی اس نے نمبر دو سو بارہ نمبر درست تھا۔
 ”اور۔“ اب یہ کہنے کی تو ضرورت نہیں کہ اس نے
 ٹاپ سیکرٹ۔“ کیپٹن تمیزی نے کہا۔

میں جھمکتا ہوں سر۔ اب بے فکر رہیں سر۔
 دوسری طرف سے آپریشن نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔ اور
 کیپٹن تمیزی نے اور کے کہہ کر دیسیور کان سے ہٹا کر دوبارہ
 ہک میں لٹکا دیا۔ اس طرح رابطہ قائم ہو گیا۔ اُسے تسلی ہو گئی
 تھی کہ نوکیٹیں درست بتائی گئی ہے۔ کیوں کہ رشید نگر واقعی
 شہر کے شمالی علاقے میں واقع تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے
 دیسیور دوبارہ ہک سے نکالا اور اس کے ایک کونے میں موجود
 بیڈن دبا دیا۔ اس بیڈن کے دیتے ہی فون کا رابطہ اصل نمبر جو
 جید کوادرٹر میں تھا اس سے قائم ہو جاتا تھا۔ اور وہاں کال سنی
 جاسکتی تھی۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے کال
 اٹھ کر لی۔

کرنی شروع کر دی اور اُسے سرٹک کی ایک سائیڈ پر کر لیا تھوڑی دیر بعد جعفری موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن وہ رہا پیچھے ہی۔ کیپٹن تمیزی نے اُسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور پھر جیسے ہی جعفری رہا برآیا۔

”جعفری۔۔۔ تم فوراً کٹ روڈ سے ہو کر رشید گری پہنچو۔ باقی ممبرز کو بھی میں اُنے کال کر لیتا ہوں۔ وہ بھی دیاں پہنچنے والے ہیں۔ دیاں کو بھی تین سو بارہ کو گریز ملے۔ چونکہ کٹ روڈ پر کار نہیں جاسکتی۔ اس لئے مجھے جکر کا کو بیرونی روڈ سے جانا پڑے گا۔ تم موٹر سائیکل پر کٹ روڈ پر سے نکل جاؤ۔“ کیپٹن تمیزی نے اُسے ہدایت کی اور جعفری سر ملاتا ہوا تیزی سے اُٹھے بڑھتا گیا۔

جعفری کے آگے بڑھ جانے کے بعد اچانک کیپٹن تمیزی کو ایک خیال آیا تو اس نے سائیڈ سیٹ پر بیٹھی ہوئی مشین کو اٹھا کر دوبارہ ڈیش بورڈ کے اوپر رکھا اور اس کا بیٹن دبا دیا لیکن چند لمحوں بعد اس نے بیٹن آف کر دیا۔ کیوں کہ اب مشین سے کوئی آواز نہ آ رہی تھی اور پلیٹ پر بھی کوئی ہینڈ سے جل بچہ نہ دے رہے تھے۔

”اس کا مطلب ہے کہ بیٹن ٹریس کر لیا گیا ہے۔“

کیپٹن تمیزی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور مشین کو دوبارہ سائیڈ سیٹ پر رکھ دیا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ یہ پرنس کون ہو سکتا ہے کیوں کہ

بچے اور گھنگو سے وہ مقامی لنگ رہا تھا۔ نہ ہی اس کا بچہ غیر ملکی تھا اور نہ ہی انداز۔ لیکن کسی مقامی آدمی کا الیف۔ ڈی سے اس طرح خوف ناک انداز میں ٹکرانا اور پھر مقامی زخمیوں کو اس طرح دیاں سے نکال لے جانا اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ لیکن پھر اس نے سہ جھٹک کر اپنی سوچ کو بدل لیا۔ جو کچھ بھی تھا۔ بہر حال جلد سامنے آ جانا تھا۔

ختم شد

عمران مدبرین میں ایک یادگار اور لافانی شاہکار

بلیک ڈیج

مصنف — منظرِ عظیمِ اہم — ہے

- بلیک ڈیج — مرلن جوزف اور جونا پر مشتمل ایک خوفناک تنظیم۔
- فاسٹ ڈیج — پاکٹیٹ سکرٹ سروں کے ممبروں پر مشتمل ایک علیحدہ تنظیم۔
- جس کا لیڈر تنزیہ تھا۔
- فیس آف ڈیج اور ریڈ آرمی کے مقابلے میں بلیک ڈیج اور فاسٹ ڈیج جیسی تنظیمیں جب میدان میں آئیں تو خوفناک مقابلے اپنے عروج پر پہنچ گئے۔
- عمران — جس کی بے پناہ ذہانت اور برق رفتار اقدامات نے اسرائیل کی دونوں خوفناک تنظیموں میں دراڑیں ڈال دیں۔
- تنزیہ اور اس کے ساتھی — جنہوں نے اپنی ذہانت، جرات اور بے پناہ جذباتوں سے موت کے خوفناک چہرے کو آخر کار مسخ کر کے ہی چھوڑا۔
- جاز خوفناک تنظیموں میں رہنے والے ایک انگریز — جس کی مثال اس سے نیچے کہیں نہیں ملتی — خون منجمد کر دینے والا سپینس اور جسم میں آگن بھرنے والا ایکشن — کی طرح کوئی جسے ایسی باتوں یاد رکھا جاسکے گا۔

جاسوسی ادب میں ایک نیا سنگ میل

یوسف برادر تاجران کتب یاک گیٹ ملان

عمران سیریز

ملک دیکھ



منظر کا کلیم ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین! سلام مسنون!

فیس آف ڈیوٹیڈ سے شروع ہونے والی ہولناک اور تباہ کن کہانی بلکی ڈیوٹیڈ میں آکر اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔

اسرائیل کی دو خونناک تنظیموں فیس آف ڈیوٹیڈ اور ریڈ آرمی نے جس ہولناک تباہی کا آغاز کیا تھا، اس تباہی کو روکنے کے لئے عمران اور سیکرٹ سروس کے ممبران نے جن حیرت انگیز صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے اسے پڑھ کر آپ بے اختیار داد دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

موجودہ صدی میں بین الاقوامی جرائم نے جس قدر منظم شکل اختیار کر لی ہے اس کا سلسلہ بے حد طویل ہے۔ ایسی ایسی تنظیمیں سامنے آتی ہیں کہ جو حکومتوں کا تختہ الٹنے اور کروڑوں عوام کی قسمتوں سے کھیلنے کے بھرپور وسائل رکھتی ہیں۔ اسے آپ موجودہ دور کا المیہ سمجھ لیجئے یا مجرمانہ ذہنیت کی برق رفتاری۔ بہر حال ایسی تنظیمیں دنیا کے امن و سلامتی کو ہر لمحہ بارود کے ڈھ پر معلق رکھتی ہیں اور امن و سلامتی کے خواہشمند دنیا بھر کے معصوم اور نہتے عوام ایسی تنظیموں کے خوفناک شکنجوں میں پھنس کر بے بسی سے پھڑپھڑا رہ جاتے ہیں۔ لیکن اسی دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جو اپنی جانوں کو بھیلی پر رکھ کر اور اپنے سروں پر کفن باندھ کر امن و سلامتی کے قیام اور

برورون معصوم عوام کی جانوں کے تحفظ کے لئے سرکف میدان میں اتر آئے ہیں اور پھر اپنے خون کے ہر قطرے سے ایسی تنظیموں کی قسمت پر موت اور ذلت کی کلیں کھینچ دیتے ہیں۔

یہ کہانی بھی ایسی ہی تنظیموں اور ان کے مقابلے میں اترنے والے جہالوں کی کہانی ہے جس کی ہر سطر اور جس کا ہر صفحہ حیات، بہادری اور جانبازی کے لازوال کارناموں سے پُر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کہانی اپنے اندر ہر وہ معیار رکھتی ہے جس کے آپ ہمیشہ خواہشمند رہے ہیں۔

والسلام

منظہر کلیم ایم اے

ہمسے وقت سے جبکی نے رابرٹ کی شیطانی خواہش کے پیش نظر جولیا کے ہاتھ اور پاؤں ماندھنے شروع کئے تھے۔ تنویر کا ذہنی ابال اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گیا تھا۔ لیکن جسمانی طور پر غلوج ہونے کی وجہ سے وہ کچھ کر نہ پا رہا تھا۔ لیکن اس کے ذہن پر لمحہ بہ لمحہ سرخ آندھی سی چڑھتی جا رہی تھی۔ اور پھر اچانک آست یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں کسبت رفتار می سے دوڑنے والا خون تیز ہونا شروع ہو گیا ہو۔ اور پھر خون کی یہ گردش لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی چلی گئی۔ لیکن اس کا جسم اُسی طرح ساکت و مسامت پڑا ہوا تھا۔ اور جب جبکی نے جولیا کو بلاتھ کر سیدھا کیا تو جولیا کے چہرے پر موجود بے بسی کے تاثرات سے تنویر کو روح کی گہرائیوں تک ہلا کر رکھ دیا۔

”رک جاؤ۔۔۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ۔۔۔“ اچانک تنویر کے حلق سے خود بخود چیخ سی نکلی اُسی لمحے جبکی نے گھوم کر پوری

نقاب پوش اور جبکی دونوں ہی حیرت سے سنبھلے رہ گئے۔ اور پھر تنویر کے پیروں میں توجہ بٹا کر دوڑنے لگیں۔ خنجر رابرٹ پر پھینکنے ہی اس نے قلابازی کھائی اور دوسرے لمحے وہ کوپ سے نکلنے والے گولے کی طرح سرخ نقاب پوش سے ٹکرایا۔ اور اسے دیت جو دروازے کی دیر میں جاگرا۔

جبکی شاید عقل کے لحاظ سے فارغ ہی تھا۔ کیوں کہ وہ تھوڑا جتنے ان دونوں کی طرف بھاگا۔ لیکن تنویر نے نیچے کرتے ہی باب بارہ پھلانگ لگائی اور تھوڑا اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے جبکی سے آگرایا۔ اور جبکی چیختا ہوا پشت کے بل فرش پر گرا۔ اور سرخ نقاب پوش نیچے کرتے ہی جبکی کی سی تیزی سے اٹھا لیکن تنویر شاید آج اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لے آیا تھا۔ اس کے ذہن پر انتقام کی سرخ آمدھی پڑھی ہوئی تھی۔ کہ جبکی کو نیچے کرتے ہی اس کا جسم ایسی قلابازی کھا کر ہوا میں بلند ہوا۔ ایسی قلابازی کی وجہ سے اس کی دونوں ٹانگیں پلٹ کر اٹھتے ہوئے سرخ نقاب پوش کے عین سر پر پڑیں۔ اور دوسرے لمحے تنویر نے دونوں ٹانگوں کو سرخ نقاب پوش کی گردن میں ڈال کر اپنے جسم کو آگے کی طرف جھکایا۔ اور اس کی پشت جیسے ہی فرش سے ٹکرائی کہ وہ تیزی سے کروٹ بدل گیا۔ اور پھر اس نے مسلسل کروٹیں بدلتی شروع کر دیں۔ سرخ نقاب پوش کی گردن تنویر کی دونوں ٹانگوں کے درمیان کسی شکنے کی طرح جکڑی ہوئی تھی۔ اور تنویر کے انتہائی تیزی سے کروٹیں بدلنے کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ ہی دروازے کے

اندر نہ صرف گھسٹ کر آگیا تھا بلکہ کمرے کے فرش پر الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ ادھر جبکی نیچے کرتے ہی بوٹ بوٹ کر اٹھا۔ وہ اب تیزی سے رابرٹ کی طرف دوڑا۔ جو فرش پر چپٹ پڑا ہوا تھا۔ اور پھر ہی خنجر دے تک اس کے سینے میں گھسا ہوا تھا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ جبکی نے جلد ہی سے اس کے سینے میں ترازو خنجر باہر نکالا۔ اور خنجر نکال کر وہ جیسے ہی مڑا۔ اسی لمحے تنویر سرخ نقاب پوش کو چھوڑ کر تیزی سے اٹھا۔ اور اس نے فضا میں اچھل کر نیم دائرے کی صورت میں اپنی لات گھمائی اور خنجر جبکی کے ماتھے سے نکل کر فضا میں بلند ہوا۔ جسے تنویر نے فرش پر پیر گتے ہی بڑی مہارت سے دبوچ لیا۔ اور جبکی آنکھیں پھاڑے کھڑا دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس قدر تیزی۔ پھر فی۔ مستعدی اور مہارت کا مظاہرہ اس نے شاید زندگی میں پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ خنجر ماتھے میں پلٹے ہی تنویر تیزی سے پلٹا۔ اور چمک چمکنے میں وہ نہ صرف سر کو بار بار جھٹکتے ہوئے سرخ نقاب پوش کے سر پر پہنچ گیا۔ بلکہ پلٹتے وقت اس کے ماتھے سے خنجر نکل کر رابرٹ کی طرح جبکی کے سینے میں بھی ترازو ہو گیا۔ تنویر کو شاید اپنی خنجز کی مہارت پر اس قدر یقین تھا کہ اس نے پلٹتے ہوئے خنجر پھینکنے کے بعد دوبارہ پلٹ کر یہ دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی کہ کیا اس کا خنجر نشانے پر بھی لگا ہے یا نہیں۔ بھاری خنجر اس بار جبکی کے سینے میں دے تک گھس گیا تھا اور جبکی چیخ مار کر پشت کے بل ایک زبردست دھماکے سے فرش پر گر گیا۔ اور چند لمحے ٹپسنے کے بعد اس

کے ہاتھ پر سیدھے ہوت گئے۔ وہ بھی ایک ہی وار سے ختم ہو چکا تھا۔
تنویر جویا کی عزت کی طرف بڑھنے والے ہاتھوں سے بڑے بھرپور
انداز میں انتقام لے چکا تھا۔ اور رابرٹ اور جیکی جو انہیں مفلوج
کر کے اپنے آپ کو ہی سب کچھ بیٹھتے تھے۔ اب ان سے زیادہ
بے بسی کے عالم میں فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ جب کہ
جویا کی عزت اسی طرح محفوظ تھی۔

تنویر نے سرخ نقاب پوش کے سر پر پہنچتے ہی دونوں ہاتھوں
کو ایک دوسرے سے باندھ کر سر سے بلند کیا۔ اور پھر اس
کا دو تہ پوری قوت سے سر کو جھٹک کر اٹھتے ہوئے سرخ نقاب
پوش کی گردن کی پشت پر پڑا اور نقاب پوش چیخا ہوا منہ کے بل
فرش پر گر گیا۔ تنویر تیزی سے فضا میں اچھلا اور دوسرے
لمحے اس نے دونوں ٹانگیں جوڑ کر پوری قوت سے فرش پر منہ کے
بل پڑے ہوئے سرخ نقاب پوش کی پشت پر چب کیا۔ اور
سرخ نقاب پوش کا جسم ایک لمحے کے لئے یوں تڑپا جیسے اس
کی روح فضا میں سے پھریٹا کر نکل رہی ہو۔ مگر دوسرے
لمحے اس کے ہاتھ پر سیدھے ہوت گئے۔ اور وہ اسی طرح منہ کے بل
خاک چائیا ہوا فرش پر پڑا رہ گیا۔ تنویر نے جھکی کی تیزی سے
اُتار دیا۔ اور پھر اس کا بازو اٹھا کر جھوڑ دیا۔ بازو ایک جھپکے
سے فرش پر گر گیا۔ اس طرح تنویر کو معلوم ہو گیا کہ سرخ نقاب
پوش اگر مرا نہیں تو کم از کم بے ہوش ضرور ہو گیا ہے۔ اب تنویر
ہاتھ بٹا ہوا سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ خون کی روانی سے

اس قدر سرخ ہو چکا تھا کہ جیسے خوب پکا ہوا ٹماٹر ہو۔ لیکن اس کی
آنکھوں میں فتح اور کامیابی کی بے پناہ چمک موجود تھی۔
”زندہ باد تنویر“ میں مہارسی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔
تم نے واقعی لیسڈری کا حق ادا کر دیا ہے۔ اُسی لمحے
صنذر کے منہ سے جذبات میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔ اور پھر
کیپٹن شکیل اور اس کے باقی ساتھیوں نے بھی بے اختیار اسی
طرح کے فقرے کہے۔ جب کہ جویا خاموش پڑی ہوئی تھی۔
لیکن اس کے چہرے پر اور تنویر پر بھی جویا نگاہوں میں ایسے تاثرات
تھے جیسے وہ تنویر کی بجائے کسی دیوتا کو دیکھ رہی ہو۔ تنویر نے
واقعی اپنی جان پر کیپٹن کے نہ صرف اس کی عزت بچائی تھی بلکہ اس
کی عزت کی طرف بڑھنے والے ہاتھوں سے بھرپور انتقام بھی لے
لیا تھا۔ اور جویا کے چہرے کے تاثرات نے تنویر کو اپنے
ساتھیوں کے تحسین آمیز فقروں سے زیادہ مسرت بخش دی۔ وہ
تیزی سے مڑا اور اس نے جیکی کے سینے سے بھاری خنجر کھینچ کر
اُسے اس کے کپڑوں سے صاف کیا۔ اور پھر سب سے پہلے
اس نے جویا کے ہاتھوں اور پیروں میں بندھی ہوئی رسیاں اس
خنجر سے کاٹ ڈالیں۔ لیکن جویا تو ظاہر ہے اُسی طرح بے حس
و حرکت پڑی ہوئی تھی۔

اُسی لمحے کو نے میں پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور
تنویر چونک کر مڑا۔ اور پھر تیزی سے قدم بڑھاتا وہ فون
کے قریب پہنچ گیا۔

”بس۔۔۔۔۔ تنویر نے رسیور اٹھا کر کہا۔ اس کا اہجہ بالکل نقاب پوش کی طرح تھا۔

”باس۔۔۔۔۔ کا لہجہ بول رہا ہوں، غضب ہو گیا۔ سپیشل ایکشن گروپ نے گلشن کا فونی میں ایک کوٹھی پر حملہ کیا۔ بجائے دیاں کون لوگ تھے۔ جن سے ان کا مقابلہ ہوا۔۔۔۔۔ اب مجھ سے راجا غائب ہے۔۔۔۔۔ البتہ اس گروپ کے تینوں ممبرز میٹیس۔ راکو اور فیلن ہلاک ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔ ان کی لاشیں وہیں کوٹھی پر سے ہی پولیس کو ملی ہیں۔ دیاں کثیر مقدار میں جگہ جگہ خون بھی پڑا ہوا پایا گیا۔ کوٹھی کے اندر سے سیکرٹری غار جہ رام داس کی لاش بھی ملی ہے۔ عللے کے لوگوں کے بیان کے مطابق دیاں بے تحاشا فائرنگ اور راکٹ بھوں کے دھماکے پولیس کے آنے تک گونجتے رہے ہیں۔۔۔۔۔ مجھے جیسے ہی اطلاع ملی میں نے دیاں کی رپورٹ حاصل کی اور آپ کو مطلع کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والے کا اہجہ قدرے گہرا یا ہوا اور پریشان تھا۔ لیکن اب تنویر کی سمجھ میں یہ بات نہ آ رہی تھی کہ وہ اس کا کیا جواب دے۔ اُسے تو کسی بات کا علم ہی نہ تھا۔۔۔۔۔ نہ ہی اس کوٹھی کا اور نہ ہی رام داس کا۔ لیکن بولنے والے کا اہجہ بتا رہا تھا کہ یہ ان کے لئے بڑی خبر ہے۔

”ادھ۔۔۔۔۔ یہ تو واقعی بہت بڑی خبر ہے۔ بہر حال میں دیکھ لوں گا۔ سنو۔۔۔۔۔ تم ایسا کہو کہ میرے دفتر سے انٹی سلیم لے کر یہاں بلیک روم میں پہنچو۔ تم نے خود آنا ہے۔ اکیلے۔ سمجھے۔“

تنویر نے بڑے محتاط انداز میں سرخ نقاب پوش کے ہچے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

وہ جکی اور رابرٹ کی باتیں سن چکا تھا کہ اس مغلوبیت کو دور کرنے کے لئے انٹی سلیم دوا چاہئے جو چیف باس کے دفتر میں ہے۔ اور سرخ نقاب پوش کی حیثیت دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ یہی ایف۔ ڈی کا چیف باس ہو گا۔

”انٹی سلیم۔۔۔۔۔ لیکن کیا باس آپ فاسٹ ڈیٹھ کی مغلوبیت دور کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں تو رابرٹ سزا دینے لے گیا تھا۔“

کا لہجہ نے حیرت بھری ہچے میں کہا۔

”یاں۔۔۔۔۔ میں یہاں آیا ہوں۔ ابھی نیا انکشاف ہوا ہے کہ یہ لوگ تو ہمارے حامی ہیں۔ ایک غلط جہی کی وجہ سے ہم آپس میں ٹکرائے گئے تھے۔ بہر حال تم فوراً انٹی سلیم لے کر بلیک روم میں پہنچو۔ باقی باتیں وہیں ہوں گی۔“ تنویر نے جواب دیا۔

”ادھ اچھا۔۔۔۔۔ پھر تو سرخ بھی ساتھ لانی ہوگی۔ ٹھیک اسے میں لے کر آ رہا ہوں باس۔“ کا لہجہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

تنویر نے جلدی سے رسیور واپس کر ڈیٹل پر رکھا۔

”تنویر۔۔۔۔۔ تم اس سرخ نقاب پوش کے جسم کو ایک کونے میں ڈال دو۔ یہ راہ داری سے نظر آئے۔ ایسا نہ ہو کہ آنے والا دیں سے بدک جائے۔“ محمد نے کہا۔

”ہاں ٹھیک ہے، تم نے اچھا سوچا ہے۔ مجھے تو اس پہلو کا خیال ہی نہ آیا تھا۔“ تنویر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے بڑھ کر اس نے فرش پر پڑے ہوئے سرخ نقاب پوش کو بازو سے پکڑا اور اُسے گھسیٹتا ہوا ایک کونے کی طرف لے گیا۔ جہاں سے وہ راہ داری یا دروازے سے نظر نہ آسکتا تھا۔ بجلی اور رابرٹ کی لاشیں پہلے ہی ایسے زاویے پر تھیں کہ کمرے کے اندر آئے بغیر انہیں نہ دیکھا جاسکتا تھا۔ تنویر نے زنجیر اٹھایا اور پھر دروازے کے قریب دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد راہ داری میں تیز قدموں کی آوازیں ابھریں جو لمحہ بے لمحہ دروازے کے قریب آتی جا رہی تھیں۔ تنویر کے اعصاب تن گئے۔ اور پھر جیسے ہی آوازیں دروازے پر پہنچیں تنویر مستعد ہو گیا۔ دوسرے کمرے ایک آدمی ہاتھ میں ایک ڈبا پکڑے اندر داخل ہوا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ مڑ کر دیکھتا۔ تنویر کا ہاتھ تیزی سے بلند ہوا۔ وہ شاید اس کی پشت میں خنجر کا وار کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ آدمی عین اُسی لمحے بجلی کی سی تیزی سے مڑ گیا۔ اور تنویر کا وار تو خالی گیا۔ لیکن اس کا جسم آنے والے کالپرچ سے ٹکرایا۔ اور کالپرچ کے ہاتھوں سے وہ ڈبا نکل کر دور جا گرا۔ اور کالپرچ اور تنویر ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے فرش پر گرے۔ کالپرچ نے نیچے گرتے ہی انتہائی پھرتی سے عمودی انداز میں لات ماری اور تنویر کے ہاتھ

سے خنجر نکل کر دور جا گرا۔ مگر تنویر نے یلٹ کر پوری قوت سے اپنا سر اس کی ناک پر مارنا چاہا۔ مگر کالپرچ اس کے اندازے سے کہیں زیادہ تیز اور پھر تیل تھا۔ وہ نہ صرف تیزی سے ایک طرف ہٹا بلکہ اس نے انتہائی پھرتی سے تنویر کو اپنے سر کے اوپر سے اچھال دیا۔ اور پھر وہ دونوں بیک وقت جابی کے گدڑوں کی طرح اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

وہ چند لمحوں تک ایک دوسرے کو نظروں ہی نظروں میں تولتے رہے۔ پھر یک لخت تنویر نے جھکا کر دی اور کالپرچ کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ تنویر کا داکو کامیاب رہا۔ جھکا کر دے کہ تنویر ایک لمحے کے لئے رک گیا تھا۔ اور کالپرچ جھکا کر کی وجہ سے جیسے ہی ٹیڑھا ہوا۔ تنویر کی فلائنگ کلک پوری قوت سے کالپرچ کے پہلو پر پڑی اور وہ چیخا ہوا سائیڈ کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ لیکن دیوار سے ٹکرانے کے بعد وہ بجائے نیچے گرنے کے کسی گیند کی طرح واپس لیٹا۔ اور اس بار اس نے ہوا میں ہی قلابازی کھاکر اپنی دونوں ٹانگیں تنویر کی گردن کے گرد ڈالیں۔ اور پھر اس کا پورا جسم تنویر کے قدموں کی طرف جھکا اور اس کے ساتھ کالپرچ کا جسم کسی گمان کی طرح مڑ گیا۔ اور تنویر اس سے بھاری جسم کا ٹکراؤ نہ ہوئے کی وجہ سے قلابازی نہ کھاسکا اور رکوع کے بل نیچے جھکتا گیا۔ اُسی لمحے کالپرچ نے دونوں ہاتھوں سے تنویر کی بندلیاں پکڑیں اور پوری قوت سے پلٹ گیا۔ تنویر کا سر اس کے جسم کے اوپر سے ہوتا ہوا اس

طرح مڑا کر تنویر کے پیر کا لہجہ کے ہاتھوں میں اور سر اس کی ٹانگوں میں پھنس کر مخالفت سمیت میں چلا گیا۔ اور تنویر ابھی صورت میں کھان کی طرح ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ جو جھٹکنا سب سے خطرناک داؤ تھا۔ اس داؤ میں پھنس کر بڑے سے بڑے لڑاکے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جاتی تھی۔ اور کا لہجہ بڑی مہارت سے تنویر کو اس خوفناک داؤ میں پھنسانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

میرا نام کا لہجہ ہے۔ پوری دنیا میرے نام سے کانپتی ہے۔ بس ایک جھٹکا اور۔۔۔ پھر تم زندگی بھر حرکت نہ کر سکو گے۔

کا لہجہ نے انتہائی فاخرانہ انداز میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے جسم کو مخالفت سمیت میں جھٹکا دیا۔ لیکن شاید تنویر اسی ایک لمحے میں سنبھل گیا تھا جو لمحہ کا لہجہ نے دعویٰ کرنے میں گزار دیا تھا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے پہلوؤں پر جھکے ہوئے اپنے دونوں بازوؤں کو پوری قوت سے کا لہجہ کے دونوں پہلوؤں میں مالا۔ یہ ضرب اتنی زوردار تھی کہ کا لہجہ پوری قوت سے جھٹکا نہ دے سکا اور تنویر کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے سے بچ گئی۔ تنویر نے پلک جھپکنے میں اسی انداز کا دوسرا وار کیا اور کا لہجہ دھڑام سے پیچھے گرا۔ اور تنویر اس کے جسم کے اوپر پشت کے بل گرا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ تیزی سے پٹا اور اس نے کا لہجہ کو ایک لمحے کے لئے اپنے ساتھ پٹا کر اپنے اوپر ڈالا اور اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں پیر اس کے پیروں کے اوپر جمے۔ اور تنویر کا لہجہ کی گردن

پکڑے۔ انتہائی تیز رفتاری اور طاقت سے اور کو اٹھ کر پھر دوسری طرف جھٹکا گیا۔ اور اس بار اسی جو جھٹکے خوفناک داؤ میں کا لہجہ پھنس گیا۔

سرخ نقاب پوش جا رہا ہے۔۔۔ اچانک صفدر کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

لیکن تنویر اس لمحے ایسی پوزیشن میں پھنسا ہوا تھا کہ اگر وہ ذرا بھی ڈھیلا ہو جاتا تو پھر کا لہجہ یقیناً اُسے لے ڈوبتا۔ چنانچہ تنویر نے کچھ سنے بغیر انتہائی تیزی سے اپنے جسم کو آگے کی طرف جھٹکا دیا۔ اور پھر کمرے میں کا لہجہ کی خوفناک چیخ گونج اٹھی۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ اور اس کا جسم ڈھیلا ہو کر فرش پر پھیلتا چلا گیا۔ تنویر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

لیکن اس وقت تک سرخ نقاب پوش دروازے سے نکل کر چایکا تھا۔ اُسے بس اچانک ہی خوش آگیا تھا۔ اگ وہ چاہتا تو فرش پر پڑا ہوا خنجر اٹھا کر تنویر کی پشت میں مار سکتا تھا لیکن شاید اس نے سوچا کہ رسک لینے کی بجائے باہر جا کر ساتھیوں کو ملے آئے۔

تنویر تیزی سے دروازے کی طرف بھاگا۔ اور اس نے دروازہ بند کر کے اندر سے چٹنی چٹھا دی۔۔۔ فولاد کا بنا ہوا مضبوط دروازہ اب آسانی سے نہ ٹوٹ سکتا تھا۔ کا لہجہ فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ البتہ اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے منحنی ہو گیا تھا اور آنکھیں باہر کو ابل آتی تھیں۔

”جلدی کرو تنویر۔ وہ انہی سلیمہ انجکٹ کر دے۔ یہ لوگ ابھی
بھر پور مملہ کریں گے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔
اور تنویر سر ملاتا ہوا انجکٹ کی تیزی سے فرش پر پڑے ہوئے
ڈبے کی طرف بڑھلا۔ اس نے ڈبہ اٹھا کر کھولا تو اس میں
ایک چھوٹی سی سرخ اور ایک شیشی رکھی ہوئی تھی۔ جس پر
رہٹ کا ڈھکن تھا۔ تنویر نے جلدی سے سرخ کی سوئی ڈھکن
کے اندر ڈالی اور پھر شیشی میں موجود سبز رنگ کے محلول سے پورن
سرخ بھری۔ شیشی کا صرف دو سو اونس حصہ خالی رہا تھا۔ اُسی
لمحے اس کی نظر شیشی پر لگے ہوئے لیبل پر پڑی تو اس نے
چونکا کر اسے دیکھا۔ شیشی کے لیبل پر سرخ رنگ سے
چند الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ اس نے غور سے انہیں پڑھا۔ تو
دوسرے لمحے وہ مسکرا دیا۔ اس پر خاص طور پر درج تھا کہ
ہاٹ سی سی سے زیادہ ڈوز نہ دی جائے ورنہ فوری موت کا
خطرہ ہے۔ اور تنویر اس لئے مسکرایا تھا کہ اس کے اپنے
ساتھی اس کے ہاتھوں ہلاک ہو جاتے کیوں کہ اس کا خیال تھا
کہ یہ پوری سرخ ایک آدمی کو لگے گی۔ بہر حال اسے
خوش قسمتی ہی کہا جاسکتا تھا کہ اس کی نظر لیبل پر پڑ گئیں۔
اُسی لمحے راہ داری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں ابھریں
اور پھر فولادی دروازے پر فائرنگ شروع ہو گئی۔
”ہم لے آؤ۔ ہم مار کر اڑا دو۔ اندر بھی ہم پھینکو۔ سب کو
اڑا دو۔“ دور سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور

تنویر اس آواز کو پہچان گیا۔ یہ سرخ نقاب پوش کی آواز تھی۔
تنویر نے ڈبائیک طرف پھینکا۔ اور پھر اس نے انتہائی تیزی سے
تھوڑی تھوڑی دوا اپنے ساتھیوں کے بازوؤں میں انجکٹ کرنی
شروع کر دی۔ سرخ پرسنے ہوئے نشانات کی وجہ سے وہ
ہاٹ سی سی کی مقدار کا اندازہ لگا رہا تھا۔ البتہ اس کے ہاتھ انتہائی
تیزی اور مہارت سے چل رہے تھے۔ زیادہ سے زیادہ بیس
سکانڈ میں اس نے اپنے ساتھیوں کے بازوؤں میں
انہی سلیمہ انجکٹ کر دیا۔ اور پھر سرخ کو ایک طرف رکھ کر
وہ دروازے کی سائیڈ میں جا کر رک گیا۔ فولادی دروازے پر
ابھی تک باہر سے فائرنگ سہری تھی۔ اور دوڑ کر آنے اور
جانے والوں کے قدموں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔
وہ سب انتہائی بُری طرح اس چوبے دان میں پھنس گئے تھے۔
اس پورے کمرے میں وہی کوئی کھڑکی تھی اور نہ کوئی روشندان
صرف وہی فولادی دروازہ تھا۔ باقی تھوس دیواریں تھیں۔
جن پر پرلے زلنے کے آلات جنک لکے ہوئے تھے۔ ایک دیوار
کے ساتھ آفیت دینے والی مشین نصب تھی۔ آہستہ آہستہ
اس کے سارے ساتھی حرکت میں آ گئے۔ اور پھر چند ہی لمحوں
بعد وہ سارے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ طویل بے بسی کے
بعد اب جسم کو حرکت دینا انہیں عجیب سا لگ رہا تھا۔
”اب یہاں سے نکلیں کیسے۔“ یہ تو ابھی اس کمرے کو جہنم
بنادیں گے۔“ صفدر نے کہا۔ اور پھر اس کے آخری الفاظ

ایک خوف ناک دھمکے میں دب گئے۔ دھمکے کے ساتھ ہی فولادی دروازہ ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر اندر گھرے میں گر گیا۔ اب وہاں خلا سا پیدا ہو گیا۔ دروازے کے ٹوٹنے ہی وہ سب تیزی سے سمٹ کر دروازے کے ساتھ راہ داری کی مٹی مختلف سمت میں آ گئے۔ اُسی لمحے کسی کا ہاتھ دروازہ کی سائیڈ پر لٹک آیا اور پھر ایک بم اچھل کر عین گھرے کے درمیان کی طرف بڑھا۔ مگر دوسرا ہی لمحہ ان سب کے لئے حیرت انگیز ثابت ہوا۔۔۔ کیوں کہ عین اُسی لمحے چوہان کسی عقاب کی طرح اپنی جگہ سے اچھل اور اس نے زمین کی طرف گرتے ہوئے بم کو زمین پر گر گرنے سے پہلے ہی نہ صرف جھپٹ لیا بلکہ پیش فائر کے سے انداز میں انتہائی تیز رفتار فی سے واپس دروازے کی طرف اچھل دیا۔۔۔ دوسرے لمحے دروازے کی دوسری طرف راہ داری میں ایک خوف ناک اور کان بھڑدھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی راہ داری انسانی پنجوں سے بھر گئی۔ اور ساتھ ہی بوسے کی چیز دل کے گرنے کی آواز سنائی دی۔۔۔ اور پھر صف رنے سمیت کمی۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ سے نکلا۔ اور دروازہ کراس کر کے راہ داری میں نہ صرف پہنچ گیا۔ بلکہ اس نے دروازے کے عین سامنے موجود دیواریں پیدا ہو جانے والے بڑے سے سوراخ کے اندر بھاگا۔ یہ کوئی طویل سرنگ ہی تھی جو اس جگہ سے ختم کھا کر آگے بڑھ رہی تھی۔۔۔ چوہان کا واپس پھینکا ہوا بم دروازے کے سامنے سی دیوار سے ٹکرایا تھا اور اس نے دیوار کے اس حصے کو اڑا دیا تھا۔۔۔ راہ داری میں

چھ افراد فرش پر پڑے ہوئے تڑپ رہے تھے۔ سامنے دروازے پر بھی ایک آدمی فرش پر پڑا ہوا تھا۔۔۔ ان سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ ایک آدمی کے پاس ایک قیلا سا تھا۔ اور صفدر اس قیلا کی ساخت دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ اس قیلا میں بم رکھنے کے خانے بنے ہوئے ہیں۔ اس نے انتہائی پھرتی سے ایک مشین گن چھٹی اور پھر سامنے راہ داری کے دروازے کی طرف اس کا رخ کر کے بے تحاشا فائرنگ شروع کر دی۔ دوسرے لمحے اس کے سب ساتھی اس کے پیچھے راہ داری میں آ گئے۔

اس سرنگ میں داخل ہواؤ۔۔۔ بھاگو۔۔۔ میں انہیں روکتا ہوں۔۔۔ صفدر نے چیخ کر کہا۔ اور وہ تیزی سے چھلانگیں لگاتے ہوئے دیوار کے ٹوٹے ہوئے حصے کو پھلانگتے ہوئے سرنگ میں داخل ہو گئے۔ صفدر مسلسل فائرنگ کئے چلا جا رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ سب ساتھی اندر پہنچ گئے ہیں تو وہ فائرنگ کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اور پھر اس نے بڑی پھرتی سے ایک ہاتھ سے وہ بھول والا قیلا جھپٹا۔ اور تیزی سے پیچھے ہٹا گیا۔۔۔ سوراخ کے سامنے آ کر وہ تیزی سے مڑا اور اس نے سرنگ کے اندر چھلانگ لگا دی۔ اسی کے سب ساتھی سرنگ میں رک کر شاید اس کا انتظار کر رہے تھے۔

”بھاگو۔۔۔ سامنے یہ سرنگ آگے جا رہی ہے۔“

صفدر نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے بھولے سے بھرے

ہوئے تھیلے سے ایک ہم نکالا۔ اور اُسے اس طرف اچھال دیا جس طرف سے سرنگ خم کھانکر آ رہی تھی۔ ایک خوف ناک دھماکہ ہوا۔ اور بیویوں پر پلے در پلے دھماکے ہوتے گئے جیسے سرنگ اس طرف سے نیچے بیٹھتی جا رہی ہو۔ صفدر ہم پھینک کر تیزی سے آگے کی طرف دوڑا۔ اب اس کے ماتھے میں دوسرا بم تھا۔ اور اس نے بھاگتے ہوئے دوسرا بم عین اس جگہ پھینکا جہاں اس ٹوٹی ہوئی دیوار کا سوراخ تھا۔ ایک اور خوف ناک دھماکہ ہوا۔ اور دوسرے لمحے اس جگہ گرد غبار پھیل گیا۔ اور ایک بار پھر ایسے دھماکے ہوئے جیسے اس جگہ سے بھی سرنگ بیٹھ گئی ہو۔ اب بھاگو۔ میں نے پیچھے سے آنے کا راستہ معدوم کر دیا ہے۔ صفدر نے کہا۔

”تیز چلو۔ وہ لازماً سرنگ کے دبانے کی طرف اکٹھے ہوں گے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور اس کے بعد تو جیسے ان کے درمیان ورلڈ سٹینڈر ڈک کی دیس شروع ہو گئی۔ وہ سب اس قدر تیز رفتار سی سے دوڑ رہے تھے جیسے ان کے پیروں میں بجلیاں بھر گئی ہوں۔ سرنگ شیطان کی آنت کی طرح طویل ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا اختتام ہی نہ آ رہا تھا۔ پھر ایک جگہ سرنگ تیزی سے مڑی اور اس کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ اب سامنے انٹوس دیوار تھی۔

”ٹھہرو۔ میں اس کا میکنزم دیکھتا ہوں۔“ تنویر نے کہا۔

”ہٹ جاؤ۔ میکنزم دیکھنے کا وقت نہیں ہے۔“ صفدر نے چیختے ہوئے کہا۔ اور اپنے ساتھیوں کو پیچھے ہٹا کر اس نے تھیلے میں سے ہم نکالا اور پوری قوت سے سامنے ڈالی دیوار پر پھینک دیا۔ ایک خوف ناک دھماکہ ہوا اور گرد و غبار سے سرنگ کا وہ حصہ بھر گیا۔

وہ سب سانس روکے کھڑے تھے۔ چند لمحوں بعد ہی سورج کی تیز روشنی ابھری اور باہر کا منظر سامنے آ گیا۔ ہرے بھرے کھیت ساف نظر آرہے تھے۔ وہ تیزی سے اس خلا کو پھلانگتے ہوئے باہر آ گئے۔ یہ شاید کسی ٹوٹے ہوئے فارم کی عمارت تھی۔ جس کی چار دیواری تک منہدم ہو چکی تھی۔

باہر نکلتے ہی انہیں دور سے بہت سے لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دئیں۔ آوازیں خاصی دور تھیں اور اس طرف سے آ رہی تھیں جہر درختوں کا ایک کافی بڑا جھنڈ تھا۔

”کھیتوں میں چھپ جاؤ۔ جلد ہی کرو۔ وہ پہنچنے والے ہیں۔“

صفدر نے چیختے ہوئے کہا۔ اور وہ سب منہدم چار دیواری می پھلانگتے ہوئے کھیتوں میں دوڑتے گئے۔ فارم والے ٹوٹے ہوئے کمرے کو انہوں نے درختوں اور اپنے درمیان آڑ کی صورت میں رکھا تھا۔ تاکہ ادھر سے آنے والے لوگ انہیں چیک نہ کر سکیں۔ اور پھر وہ سب کھیتوں میں بکھر کر فصلوں کے اندر

ساکت و جامد ہو کر بیٹھ گئے۔ چند ہی لمحوں بعد انہیں دس افراد دوڑ کر اس فارم کی طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔ ان سب کے

پاکتوں میں سب مشین گئیں تھیں۔ اور وہ بڑے بے تحاشا انداز میں دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ پھر جیسے ہی وہ دسوں اس فارم کی چار دیواری کے اندر پہنچے، صفدر ایک جھٹکے سے اٹھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں دو ہم دبے ہوئے تھے۔ اور پھر اٹھتے ہی اس کے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے پیچھے یوں حرکت میں آئے جیسے وہ باؤٹنگ کر رہا ہو۔ اور اس کے دونوں ہاتھوں سے نکلنے والے ہم راکٹوں کی طرح اٹھتے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے ٹھیک اس فارم کی عمارت کی طرف بڑھتے گئے۔ اس کے بعد ایک خوف ناک دھماکا ہوا۔ اور پہلے دھماکے کی بازگشت بھی ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ دوسرا خوف ناک دھماکا ہوا۔ اور دو طاقت ور بموں نے اس ٹوٹی ہوئی عمارت کے نیچے اڑا دیئے۔

”اب بھاگو۔ جس قدر دیر نکل سکو نکل جاؤ۔“ صفدر نے چیخے ہوئے کہا۔ اور وہ سب اٹھ کر بے تحاشا کھیتوں کے اندر بھاگتے چلے گئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک مسلسل بھاگنے کے بعد وہ ایک بڑی سڑک پر پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان سب کے چلنے انتہائی خراب ہو چکے تھے۔ کپڑے مسلے ہوئے اور مٹی و گدے پورا جسم اٹا ہوا تھا۔

”ایسا کرو۔ ایک ایک کر کے واپس پہنچو۔ اس طرح اکٹھے ہم نظروں میں بھی آ سکتے ہیں۔ اور اپنے چلنے کی وجہ سے مشکوک بھی ہو سکتے ہیں۔“ صفدر نے رائے دیتے ہوئے کہا۔ اور ان سب نے سر ہلادیا۔ وہ دہاں سے کچھ مگر علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

میجر ہیرس گلشن کا نوئی سے نکلنے کے بعد شہر میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ اس کے ذہن پر بڑی طرح بھنجراہٹ سوار تھی۔ آگے بڑھنے کے لئے کوئی ٹیکسی نہیں مل رہا تھا۔ اُسے یوں لگ رہا تھا جیسے اُسے گھپ اندھیرے میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہو۔ اس کی فطرت ایسی تھی کہ جو کام وہ اپنے ذمہ لے لیتا۔ وہ جب تک مکمل نہ ہو جاتا اُسے چین ہی نہ آتا تھا۔ اس لئے باوجود فسادات کا جلنے کے وہ شہر کی سڑکوں پر کار و دوڑاتا پھر رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ آخر عمر ان اس کے ساتھی اور وہ فاسٹ ڈیوٹ دالے کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ اس کی تیز نظریں کاموں میں بیٹھے ہوئے افراد کے ساتھ ساتھ فٹ پاکتوں پر چلنے والے افراد کا بھی مسلسل جائزہ لے رہی تھی۔ لیکن اُسے کہیں بھی کوئی مشکوک آدمی نظر نہ آیا تھا۔

کام اس طرح کھلے عام نہیں کئے جاتے۔ اس لئے اس نے مناسب سمجھا کہ بجائے یوں آوارہ گردی کے اسے ہی چیک کرے۔ شاید کوئی بات سامنے آجی جائے۔ وہ تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ وہ جلد از جلد اس سرکاری گاڑی کے پیچھے پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اور قوطی ویر بعد اُسے وہ گاڑی نظر آگئی۔ اس نے کار کو اور آگے بڑھایا اور پھر مناسب سافاصلہ رکھ کر اس نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ کار میں صرف ایک ہی آدمی تھا جو سیٹرنگ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور کار خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ میجر میرس نے ڈیش بورڈ کا ایک خانہ کھولا اور اس میں سے ایک باریک سی جھلی باہر نکال لی۔ خانہ بند کر کے جھلی اس نے اپنی گود میں رکھ لی۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ یہ سڑک چوں کہ شہر کے باہر سے گزرنے والی سڑک تھی اس لئے اس پر صرف ہیوی ٹریفک رواں دواں تھی۔ البتہ اکا دکا کار آتی جاتی نظر آتی تھی۔ میجر میرس نے جیسے ہی اوروں کی جگہ خالی دیکھی۔ اس نے جھلی اٹھا کر سیٹرنگ پر رکھی اور پھر دونوں بازوؤں سے سیٹرنگ کو تقام کر اس نے دونوں ہاتھوں سے جھلی کا منہ کھولا۔ اور اُسے جلدی سے اپنے سر پر چڑھالیا۔ یہ جھلی کسی لفافے کی طرح تھی جس کا ایک سر اکھلا ہوا تھا۔ سر پر جھلی پہن کر اس نے سیٹرنگ کو دوبارہ متوازن کیا اور پھر اُسے دوبارہ بازوؤں میں تقام کر ایک جھٹکے سے منہ پر چڑھا کر نیچے گردن تک لے آیا۔ اب اس نے ایک ہاتھ سے

ایک موڑ پر جیسے ہی اس نے کار موڑی۔ وہ بے اختیار چونکا پڑا۔ اس نے ایک سرکاری کار کو تیز رفتار سے آگے کر اس ہوتے دیکھا۔ اس کے چونکنے کی وجہ دراصل اس کا دیکھ ڈیش بورڈ کے اوپر رکھی ہوئی ایک چھوٹی سی مشین تھی۔ جس پر سفید رنگ کی ایک پلیٹ باہر کو نکلی ہوئی تھی جس میں سرخ رنگ کے نمبروں کی فہرستیں صاف نظر آ رہی تھیں۔ سیٹرنگ پر بیٹھے ہوئے نوجوان کی نظر اس پلیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ اور میجر میرس اس مشین اور پلیٹ کو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ مشین خفیہ فون کا لین چیک کرتی ہے۔ فون کاروں کے درمیان ہونے والی گفتگو کو نہ صرف اس مشین کے ذریعے سنا جاسکتا ہے بلکہ اس مشین کے ذریعے دونوں طرف کے فون کے نمبروں کو بھی چیک کیا جاسکتا ہے۔ ایسی مشین کو اس طرح کھلی سڑک پر رکھ کر چیک کرنے کا مطلب واضح تھا کہ وہ آدمی کار چلانے کے ساتھ ساتھ کوئی کال بھی چیک کر رہا ہے۔ سرکاری گاڑی کا پتہ اُسے اس طرح چلا تھا کہ اس کار کی نمبر پلیٹ سرخ رنگ کی تھی۔ اور اُسے معلوم تھا کہ یہاں سرخ رنگ کی نمبر پلیٹ صرف سرکاری گاڑیوں پر ہی نصب کی جاتی ہے۔ چوں کہ یہ گاڑی اُسے کراس کر گئی تھی۔ اس لئے میجر میرس سوچتے سوچتے کافی آگے بڑھ گیا۔ لیکن پھر ایک مناسب جگہ دیکھتے ہی اس نے اپنی کار کو ٹران کیا اور اُسی طرف کو بڑھ گیا جدھر سرکاری کار جا رہی تھی گو ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ یہ کوئی سرکاری کام ہو۔ لیکن سرکاری

دائیں طرف موڑ لیا۔ کیوں کہ باقی سڑکیں مضافات کی طرف جاتی تھیں۔ جب کہ یہ سڑک ایک بڑی، بانٹنی کا لوئی رشید نگر کی طرف جا رہی تھی۔ اس کا اندازہ تھا کہ سرکاری کار اس کا لوئی کی طرف ہی جانے لگی۔ اس کی نظریں بیک مر پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد ہی اسے کار اسی طرف مڑتی نظر آئی اور میجر بیرس نے عیمان کا سہاں لیا۔ اب وہ کار آگے بڑھنے لگے گی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس نئی اور وسیع و عریض کا لوئی کے پہلے چوک پر پہنچ گیا۔ چوک پر بھی ایک کینے کا بورڈ اسے نظر آیا تو اس نے کار اس کے سامنے روک دی۔ اور خود دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس کا اندازہ لیا تھا جیسے وہ کینے میں چائے پینے کے لئے رکا ہو۔ چند لمحوں بعد سرکاری کار اسے کراس کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ میجر بیرس کینے کے برآمدے میں رک کر اسے دور جانے دیکھتا رہا۔ لیکن جب کار آگے جا کر دائیں طرف مڑ گئی تو میجر بیرس واپس اپنی کار میں بیٹھا۔ اور اس نے کار آہستہ آہستہ آگے بڑھانا شروع کر دی۔ پھر وہ بھی اسی چوک سے دائیں طرف مڑا۔ اور آگے آ کر ایک اور بڑے چوک پر پہنچ گیا۔ یہ ایک سینما کینے اور ایک بڑا کا لوئی شاپنگ سنٹر تھا۔ سرکاری کار اسے کافی آگے جا کر ایک شاپنگ سنٹر کے اختتام پر کھڑی نظر آئی۔ اس نے اپنی کار ایک کینے کی سائیں میں روکی اور نیچے اتر آیا۔ سرکاری کار میں سے ایک نوجوان باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اور چند لمحوں بعد ایک طرف

سے ایک اور نوجوان آ کر اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اور وہ دونوں باتیں کرنے لگے۔

میجر بیرس تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھا۔ وہ حتی الوسع دکانوں کے ستونوں کی آڑے کر آگے بڑھ رہا تھا۔ اور پھر وہ اس شاپنگ سنٹر کی آخری دکان کے قریب پہنچ گیا۔ وہ دونوں اس دکان کے اختتام پر ذرا سٹپ کر کھڑے تھے۔ میجر بیرس آخری ستون کی آڑ میں رک گیا۔

”میرا خیال ہے پہلے اندر جا کر چیک کر لیا جائے کہ کوٹھی کے اندر کتنے آدمی ہیں پھر ریڈ کیا جائے۔“ اسے والا نوجوان کارول سے کہہ رہا تھا۔

”نہیں۔“ زیادہ دیر سے ناکامی بھی ہو سکتی ہے۔ وہ پرسن مجھے بے حد ذہین لگتا ہے۔“ نادر نے جب بن چپ کیا تو جوکا ہو سکتا ہے کہ وہ فوراً ہی یہاں سے نکل جائے۔ تم نے ارشاد سے پوچھا ہے کہ کوئی کوٹھی سے نکلا تو نہیں؟۔“ کارول نے تلخ لہجے میں کہا۔

”نہیں باس۔“ کوئی نہیں نکلا۔ اور باس اندر وہ کار بھی کھڑی نظر آئی ہے جس میں وہ پرسن نادر کے ساتھ بیٹھ کر گیا تھا۔“ اسے والا نوجوان نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اور۔“ پھر ریڈ شروع کیا جائے۔ تم اپنے ساتھ پول کو کہہ دو کہ وہ کوٹھی کے گرد انتہائی چوکنا حالت میں رہیں۔ میں اور تم اندر جائیں گے۔ اگر حالات ذرا بھی خطرے کا

باعث ہوئے تو میں واپس چلا آیا۔ پھر پوچھا کہ کیا حال ہے۔ اور پھر
متم نے مل کر حمد کو دینا ہے۔ بہر حال کوشش یہی ہوگی
کہ وہ پرنس زندہ پکڑا جائے۔ کاروائے باس نے کہا۔
اور دوسرا آدمی سر ملاتا ہوا تیزی سے واپس چلا گیا۔

میجر میرس کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ اس کی
چھٹی جس نے بالکل راست اندازہ لگایا تھا۔ یہ لوگ بھی
اس کے ہم پیشہ تھے۔ اور اب یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ ان کا
تعلق یقیناً مقامی سیکرٹ سروس سے ہے۔ کیوں کہ
مولے سیکرٹ سروس کے اور کوئی بارڈر اس طرح کھلے عام
سرکاری گاڑی استعمال نہیں کر سکتی۔ لیکن اب اُسے
صرف اس بات سے دل چسپی تھی کہ یہ پرنس کون ہے جس پر
رپڈ کرنے کے لئے یہ یہاں پہنچے ہیں۔ اچانک اس کے
ذہن میں ایک خیال کو ندے کی طرح پیکا اور دوسرے لمحے
وہ برمی طرح اچھل پڑا۔ اُسے یاد آ گیا تھا کہ اسرائیل میں
بھی عمران اپنے آپ کو اکثر پرنس ہی کہلاتا تھا۔ اور اس کے
ساتھ ہی اُسے یقین ہو گیا کہ یہ پرنس علی عمران ہی ہوگا۔ لیکن
اب سوال دوسرا پیدا ہو گیا تھا کہ کیا علی عمران جس کا تعلق
پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ یہاں حکومت کے خلاف
کام کر رہا ہے۔ کیوں کہ مقامی سیکرٹ سروس تو بہر حال
حکومت کی ہی نمائندگی کرتی تھی اور اس کا عمران سے ٹکراؤ
ظاہر کرتا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

حلال کہ ایسا ممکن نہ تھا۔ ریڈ آرمی کو بھاشا نہ میں بلایا ہی اس
اطلاع پر گیا تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس حکومت کی
امداد کے لئے آرہی ہے۔ اس سوال کے بعد تو یہ پرنس
کم از کم علی عمران نہیں ہو سکتا تھا۔ بہر حال وہ وہیں رکا رہا۔
تاکہ جو بھی نیچے نکلے وہ سامنے آجائے گا۔

جس نے دالا نو جوان چند ہی لمحوں بعد واپس آ گیا۔ اور اس
نے اپنے باس کو اشارہ کیا۔ اور باس نے مڑ کر کار کا
دروازہ کھولا اور پرنس اس میں سے دو نشین نکال لیں۔
ایک اس نے اس نو جوان کی طرف بڑھا دی جب کہ دوسری
اس نے اپنے کوٹ کے اندر رکھی۔ اور پھر وہ دونوں
تیزی سے سامنے دالی بائی روڈ کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے
آگے بڑھ جانے کے بعد میجر میرس آٹے سے نکلا۔ اور پھر
وہ بھی عام آدمی کی طرح آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے پیچھے جاتے
لگا۔ سیکرٹ سروس کے ارکان تیزی سے آگے بڑھے جارہے
تھے۔ اور پھر وہ ایک کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ کر رک گئے۔
میجر میرس تیزی سے ایک سائیڈ پر ہو گیا۔ تاکہ اگر وہ مڑ کر دیکھیں
تو وہ انہیں نظر نہ آ سکے۔

وہ دونوں چند لمحے گیٹ پر روکے رہے۔ اور پھر باس نے
ہاتھ اٹھا کر کمال بیل کا بشن پریس کر دیا۔ کافی دیر تک وہ
اُسے دبا رہا اور پھر خاموش کھڑا ہو گیا۔ لیکن جب چند منٹوں
تک انہیں اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ تو باس نے اپنے ساتھی

”اگر پرس آپ۔ کہاں میں زخمی۔ لینڈ اور میں :
 نادر نے تیز زبانی میں کہا۔ اور پھر اپنے ساتھیوں کو مڑ کر ہدایات
 دیتے لگا۔ کہ لینڈ اور میں موجود زخمیوں کو احتیاط سے ٹیشن دیکن
 میں منتقل کر دیا جائے۔۔۔ اور اس کے ساتھیوں نے جلدی
 سے لینڈ اور کے پچھلے حصے کا پردہ اٹھایا۔ اور پھر وہ اندر گھس
 گئے۔

”ان میں سے ایک جو ملکی ہے اُسے نہیں لے جانا وہ میرے
 ساتھ جائے گا۔۔۔ عمر ان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور
 نادر نے سر ملاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو دوبارہ ہدایات
 دینی شروع کر دیں۔

چند ہی لمحوں میں جوزف۔ جوانا اور ٹائیگر کو ٹیشن دیکن میں
 اور اس بے ہوش غیر ملکی کو اس کار میں شفٹ کر دیا گیا جس سے
 نادر اتر اٹھا۔

”انہیں بی سی ہسپتال پہنچاؤ۔ میں نے ڈاکٹر سے بات کر لی
 ہے۔۔۔ جلدی جاؤ۔۔۔ لیکن احتیاط سے۔۔۔ نادر نے
 کہا۔ اور پھر ٹیشن دیکن تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

”آئیے پرس۔۔۔ میں آپ کو کونسی کوٹھی میں لے چلوں یہ
 کار آپ رکھ لیتا۔ میں دوسری کار میں واپس جاؤں گا۔“
 نادر نے کہا اور عمران سر ملاتا ہوا اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گیا۔
 نادر نے کار اسٹارٹ کی۔ دوسری کار بھی اس کے پیچھے
 آنے لگی۔

کو اٹھا رہا تھا۔ اور اس کے بعد اس نے اچھل کر دونوں ہاتھ چھوٹے
 سے پھاٹک کے اوپر رکھے۔ اور پھر اچھل کر وہ پھاٹک پر
 چڑھا اور تیزی سے اندر کود گیا۔
 نیچر میں سر خاموش وہیں کھڑا رہا۔



عمران سے کو نادر سے بات کئے ہوئے صرف آٹھ دس
 منٹ ہی اتھار رہا تھا کہ دو کاریں اور ایک اسٹیشن دیکن
 پبلک بوتھ کے پاس آکر رکیں۔۔۔ اور پھر ایک کار میں سے
 نادر باہر نکل آیا۔

”جلدی پہنچ گئے نادر۔۔۔“ عمران نے اپنی آوازیں کہا۔
 اور نادر چونک پڑا کیوں کہ عمران میک اپ میں تھا۔ اس نے
 وہ آواز سے ہی اُسے پہچان سکتا تھا۔

”میں نے اس سے بات کر لی ہے۔ آپ کے ساتھیوں کا وہاں بہترین علاج ہو گا۔ آپ بے فکر رہیں۔“ نادرنے سے ہلکتے ہوئے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔“ عمران نے کہا۔ وہ اب کسی اور سوچ میں غرق تھا۔

شہر کی بیرونی طرف سے گزرنے کے بعد وہ جلد ہی ایک وسیع و غریب کالونی میں پہنچ گئے۔ ادھر کھڑا کالونی کے ایک چوک سے مرکز وہ ایک کوٹھی کے سامنے رگ گئے۔ کوٹھی سے ٹھیک پر تالا پڑا ہوا تھا۔ نادرنے نے اتر کر جیب سے چابی نکالی اور اس کا تالا کھول کر پھاٹک کو دھکیل کر کھول دیا۔ اور پھر دوبارہ سیڑج پر بیٹھ کر وہ کار کو اندر لے گیا۔ یہ ایک چھوٹی مگر عمارت کے لحاظ سے خاصی جدید انداز کی کوٹھی تھی۔ نادرنے کا رپورچ میں روک دی۔ دوسری کار بھی ان کے پیچھے ہی اندر آگئی۔

”بس ٹھیک ہے۔“ شکر۔۔۔ تم واقعی احسان کر رہے ہو۔“ عمران نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔
 ”ارے نہیں پرنس۔“ یہ تکلف والی باتیں نہ کیا کریں۔ ہم تو بس آپ کے خادم ہیں۔ آپ کے پرستار۔ وہاں پاکیشٹیا میں بھی اور اب یہاں بھاشٹان میں بھی۔“ نادرنے نیاز مندانہ لہجے میں کہا۔

”اور کل جہنم میں بھی۔“ یہ بھی تو ساتھ کہو۔۔۔ عمران

”یہ کون لوگ ہیں پرنس۔ جن سے آپ کا ٹکراؤ ہوا ہے۔“ نادرنے مرکز پر پیچھے پڑے ہوئے بے ہوش آدمی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی پوچھنے کے لئے تو اسے ساتھ لے جا رہا ہوں۔“ عمران نے مختصر سا جواب دیا اور نادر خاموش ہو گیا۔ سٹیشن وکین ان سے پہلے کسی بائی روڈ پر مڑ چکی تھی۔
 ”تم نے میرے ساتھیوں کو کس ہسپتال میں بھیجا ہے؟“ عمران نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

”ہمارے گروپ کا ایک بہت قابل ڈاکٹر ہے۔ اس نے ایک خفیہ ہسپتال قائم کیا ہوا ہے۔ جہاں ان لوگوں کا علاج ہوتا ہے جو پولیس سے بچنا چاہتے ہوں۔ اسے ہم کوٹیس بی سی ہسپتال کہتے ہیں۔ اس کا انچارج ڈاکٹر رحمت اللہ ہے۔ بھاشٹان کا مشہور ڈاکٹر۔“ نادرنے جواب دیا۔

”اس کا فون نمبر بھی بتا دو اور کوڈ۔ جس سے میں کسی بھی وقت اپنے ساتھیوں کے متعلق پوچھ سکیں۔ اور اگر ضرورت پڑے تو انہیں وہاں سے لے بھی سکیں۔“ عمران نے جنجیہ لہجے میں کہا۔

”اس کا فون نمبر پتھری زیر و پتھری دن بھر ہی ہے۔ آپ صرف اُسے نادر کا نام لے کر بات کریں گے۔ وہ آپ سے مکمل تعاون کرے گا۔ آپ اُسے بتا دیں کہ آپ پرنس ہیں۔“ نادرنے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور نادر بے اختیار کھل کھلا کر منہس پڑا۔
 ”آپ جیسے لوگ جہنم میں نہیں جاسکتے۔ ورنہ دنیاں جانے
 والے بے چارے مجھ مول کو دیاں سے بھی نکلتا پیڑے گا۔“
 نادر نے جنتے ہوئے کہا۔ اور عمران بھی اس بار منہس پڑا۔
 ”اچھا پرنس۔۔۔ اس کوٹھی میں کھانے پینے کا سامان۔
 میک اپ۔۔۔ لباس۔۔۔ اسلحہ۔۔۔ کرسی۔۔۔ ہر چیز آپ
 کو الما دلیوں میں مل جائے گی۔ اس کے علاوہ بھی کوئی چیز چاہیے
 تو میں حاضر ہوں۔“ نادر نے کہا۔

”یار۔۔۔ اصل چیز تو تم نے رکھی ہی نہیں۔ اس لئے تو کوٹھی
 بجائیں بجائیں اور سائیں سائیں کر رہی ہے۔“ عمران
 نے کہا۔

”اصل چیز۔۔۔ وہ کون سی۔“ نادر نے حیران ہوتے
 ہوئے پوچھا۔

”ارے وہ جسے کہتے ہیں کہ جس کے وجود سے تصویر کوٹھی
 میں رنگ بھر رہا ہے۔ ارے وہ کیا کہتے ہیں تن۔ من۔ دھن۔
 عمران نے بے اختیار پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ جیسے وہ
 کسی خاص لفظ کو یاد کر رہا ہو۔

”اچھا اچھا۔ آپ کا مطلب ہے زن یعنی عورت۔ نادر
 نے جنتے ہوئے کہا۔ وہ بھی آسکتی ہے اگر آپ۔“ نادر نے
 مہنی خیز نظروں سے کہا۔

”ارے ارے۔۔۔ یہ ظلم نہ کرنا۔ میں تو تصویر کوٹھی کی بات

کر رہا ہوں۔ یہ تو اصل کوٹھی ہے۔ بس تم تصویر میں ہی اس کا
 رنگ بھر رہو۔۔۔ عمران نے خوف زدہ ہوتے میں کہا۔
 اور نادر بے اختیار منہس پڑا۔

”باس۔۔۔ بے ہوش آدمی کو اندر بڑے کمرے میں پہنچا
 دیتے۔۔۔ نادر کے ایک ساتھی نے نادر سے مخاطب
 ہو کر کہا۔

”ادھ اچھل۔۔۔ میں ذرا اس سے بھی انٹرویو کر لوں۔ بیچارہ
 کافی دیر سے بے ہوش پڑا ہے۔“ عمران نے کہا۔

اور نادر سر ملاتا ہوا تیز میز سے واپس مڑا۔ اس کے ساتھی
 بھی اس کے ساتھ ہی مڑے اور پھر وہ ایک کار میں بیٹھ گئے۔
 کار تیز میز سے مڑی اور چند لمحوں بعد پھاٹک سے باہر نکل گئی۔

عمران نے جا کر پھاٹک کو اندر سے بند کیا اور پھر تیز تیز
 قدم اٹھاتا واپس عمارت میں داخل ہو کر اس بڑے کمرے
 میں پہنچ گیا۔ جہاں ایک کمرسی پر بے ہوش آدمی کو بیٹھا یا

گیا تھا۔ اور نادر کے ساتھیوں نے نہ صرف اُسے جٹھا دیا تھا
 بلکہ وہ اسے رسیوں سے باندھ بھی گئے تھے۔ عمران
 نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا تو اس کے چہرے پر اطمینان

کے آثار نمایاں ہو گئے۔ نبض بتا رہی تھی کہ اُسے کسی بھی
 لمحے ہوش آنے والا ہے۔ چنانچہ عمران نے سوچا کہ جب تک
 اُسے ہوش آئے۔ اس وقت تک وہ کوٹھی کا اچھی طرح جائزہ

لے لے۔۔۔ چنانچہ اس نے اس کمرے کی الماریاں کھول

”یہ تم نے مجھے باندھ کیوں رکھا ہے۔ کھولو مجھے اور میرے ساتھی کہاں ہیں؟“ — اس آدمی نے: ”نہ کی بات کا جواب دینے کی بجائے دوسری بات شروع کر دی۔ اس کا انداز ایسا ستمگمانہ تھا جیسے وہ اپنے کسی ماتحت کو حکم دے رہا ہو۔“

”ہاں۔۔۔ ہمارا علاقہ کافرستان کی سرحد پر ہی ہے“

”تمہارے ساتھیوں کا تو پولیس افسر دشمن کا انتظام کر رہی ہوگی۔ اور سوچو کہ تمہارے ساتھی کتنے خوش قسمت ہیں کہ مصفت میں کفن و دفن ہو رہا ہے ان کا۔۔۔ اور تمہیں میں نے نہیں بلکہ بے شک قسم لے لو۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ تو میرے ساتھی ہلاک ہو چکے ہیں۔ سنو۔۔۔ اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو مجھے کھول دو۔ ورنہ یاد رکھو میں اپنے ساتھیوں کا انتظام بھی تم سے لوں گا۔۔۔ اور پھر تمہاری روح صدیوں تک بدلتی رہے گی۔۔۔ اس آدمی نے انتہائی غصے اور جھڑپ کے ہونے لگے میں کہا۔

”خوب۔۔۔ بڑا دم خم ہے۔ اچھا اب فضول باتیں ختم۔ گپ شپ کا یہ بیڑہ ختم ہو گیا۔ اب بولو۔ تمہارا نام کیا ہے اور الین۔ ڈمی سے تمہارا تعلق ہے یا ریڈ آدمی سے۔۔۔ اچانک عمران کا لہجہ بدل گیا۔ اور وہ بول چوک کر عمران کو دیکھنے لگا جیسے وہ عمران کی بجائے کسی نئے آدمی کو دیکھ رہا ہو۔۔۔ عمران کے چہرے کے تاثرات ایک لحظہ بدل گئے تھے۔ اور بوجہ میں بھی غائب ابھر آئی تھی۔

”اگر میں تمہاری بات کا جواب نہ دوں تو۔۔۔ اس آدمی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”تو میں جواب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ عمران نے پہلے جیسے لہجے میں کہا۔ اور آگے بڑھ کر اس نے اپنا ایک ہاتھ بڑھایا۔ اور دوسرے لمبے اس کی دو انگلیاں اس آدمی کے ہتھنوں میں

گھسی گئیں عمران نے انگلیوں کو ہلکا سا جھٹکا دیا تو اس آدمی کے حلق سے یوں چیخ نکلی جیسے عمران کی انگلیاں اس کے ہتھنوں کی بجائے اس کے دل میں گھر گئی ہوں۔

”ٹھٹ۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔ باب۔۔۔ بتانا ہوں۔

اس نے یوں پھڑکتے ہوئے انداز میں کہا جیسے اگر ایک لمحہ اور عمران کی انگلیاں اس کی ناک میں رہیں تو اس کی روح جسم سے نکل جائے گی۔

”بتاؤ۔۔۔ جلدی بتاؤ۔۔۔ عمران نے انگلیوں کو ایک بار پھر ہلکا سا جھٹکا دیا۔ اور اس بار اس آدمی کے حلق سے پہلے سے زیادہ کرناک چیخ نکلی۔ اس کی آنکھیں ٹیکٹ کی شدت سے ابل آئی تھیں۔

”مم۔۔۔ میجر نتارا۔۔۔ پیشیل ایکشن گرپ ایف۔ ڈمی۔۔۔ جٹاؤ۔۔۔ ان انگلیوں کو جٹاؤ۔۔۔ میجر نتارا نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے انگلیاں باہر نکال لیں۔ اس کی انگلیاں خون میں تھڑی ہوئی تھیں اور عمران کی انگلیاں باہر نکلتے ہی میجر نتارا کی ناک سے خون کی دھاریں اسی نکل کر اس کے منہ اور گردن پر بہنے لگیں۔۔۔ عمران نے بڑے اطمینان سے اپنی انگلیاں اس کے لباس سے صاف کرنی شروع کر دیں۔ میجر نتارا جیسے سخت جان آدمی سے اتنی آسانی سے سب کچھ اگلا لینے کا کارنامہ دراصل اس کی انگلیوں میں لگے ہوئے مخصوص انداز کے بلیدوں نے سر انجام دیا تھا۔

اب ان جانتا تھا کہ ناک کی اندرونی سطح پر ایک رگ ایسی جوتی ہے۔ جس کا تعلق براہ راست اعصابی نظام سے ہوتا ہے۔ اس لئے عمران نے انگلیاں اندر ڈال کر جب انگلیوں کو جھکا دیا تو بیڈ باہر کو آگئے۔ اور پھر اس رگ پر ان کی خراشوں نے میجر نتارا کو بولنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ خون بھی ابھی خراشوں سے نکل رہا تھا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ قدرتی مدافعتی نظام کی وجہ سے جلد ہی خون خود بخود رگ جلے گا اور وہی ہوا۔ چند ہی لمحوں بعد خون کی روانی ختم ہو گئی۔ البتہ میجر نتارا کے نھنوں اور اس کے چہرے اور گردن پر جیسے ہوئے خون کی نگیں اب نمایاں تھیں۔

”ہاں تو میجر نتارا۔۔۔ تم نے اس کو ٹی کا کیسے پتہ چلایا۔ اور تم کو کل میجر اور میجر ہیوس کی بات کر رہے تھے۔ سب کچھ تفصیل سے بتا دو۔“ عمران نے انگلیاں معاف کر کے ایک بار پھر انہیں میجر نتارا کے نھنوں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”رگ جاؤ رگ جاؤ۔ یہ تو انتہائی خوف ناک ترین منزل ہے۔“

”اب سچ بھی نہ سکتا تھا کہ صرف نھنوں میں انگلیاں ڈالنے سے اس قدر خوف ناک تکلیف ہو سکتی ہے۔ تم۔۔۔ تم کوئی جادوگر ہو۔ ورنہ میجر نتارا سے کوئی بات اگلو ایڈنا نامکن ہی ہو سکتا ہے۔“

میجر نتارا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا جیسے اُسے خود یقین نہ آ رہا ہو کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

”میں نے چلے کہا تھا کہ گپ شپ کا پیر یہ ختم ہو گیا ہے۔“

اس لئے میرے سوال کا جواب دو۔“ عمران کا لہجہ بدستور رہا تھا۔ اور اس کی انگلیاں ایک بار پھر نھنوں تک پہنچ چکی تھیں۔

”بس۔۔۔ جو میں نے بتا دیا ہے وہی کافی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اب پاتے تم میری بوٹیاں اڑا دو اور کچھ نہیں بتاؤں گا۔“

میجر نتارا موت تو قبول کر سکتا ہے۔ لیکن شکست نہیں۔۔۔ اچانک میجر نتارا نے کہا وہ شاید اب اپنی انا کا چیلنج قبول کر چکا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کچھ کہہ رہا ہے۔ اس پر پوری طرح قائم رہنے کا جی فیصلہ کر چکا ہے۔

”تو تمہارا خیال ہے کہ میرے پاس اگلو نے کاغذ ایک ہی کر رہے۔ یہ تو بالکل ابتدائی عمل تھا میجر نتارا۔“ عمران نے طنز و انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے مڑ کر وہ ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔

میجر نتارا کی چوٹ کہ اس الماری کی طرف پشت تھی اس لئے وہ نہ دیکھ سکا کہ عمران کیا کر رہا ہے۔۔۔ عمران جب واپس لوٹا تو اس کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔ اس نے بیگ کرسی کے پاس خرش پر رکھ کر اُسے کھولا تو اس میں پیمروں کے مطلب کا سامان بھرا ہوا تھا۔ یہ شاید یہاں اس لئے رکھا گیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر کسی پلیمہ کو بلانے کی بجائے خود ہی ضروری کام نپٹائے جائیں۔

میجر نتارا حیرت سے اس سامان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات تھے۔ جیسے بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی ہو کہ

یہی جبر تار اعلق کے بل چنیا۔

”ایسا۔۔۔ تو بتاؤ۔۔۔ جہاں بہت بڑی زبان کی وہیں بہت بڑی
پل پڑے گا۔۔۔“ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ انسانی
نفسیات کی گہرائیوں سے واقف تھا کہ عام انداز کا تشدد میجر تار
کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔۔۔ لیکن یہ سلاح ٹھونکنے والا کام ہی اس
کے تصور سے جٹ کر رہے۔ اور پھر جب کسی آدمی کو یہ بتا دیا جائے
کہ اس نے ہاں میں سلاح ٹھونکی جلے گی تو انسان خواہ کتنی ہی
قوت مدافعت کا مالک ہو نفسیاتی طور پر شدید پر اسرار ہو جاتا ہے۔
”میں بتاتا ہوں۔۔۔ کرنل چارلس نے مجھے بلا کر کہا تھا۔ کہ
فاسٹ ڈیوٹ کے دو بھر کرنل جمیرن کے قبضے سے نکل گئے ہیں۔
انہیں تلاش کر کے ختم کرنا ہے۔۔۔ لیکن وہ خود بھی نہیں جانتا تھا
کہ یہ فاسٹ ڈیوٹ کے ممبر کہاں سے ملیں گے۔ چنانچہ میں نے
کرنل جمیرن کی ٹرانسپورٹ کال کو چیک کیا تو یہ چپا کر میجر میرس
گلش کا نوٹی سے بات کر رہا ہے۔۔۔ اس نے وہاں ایف۔ ڈی
کے نمبر سکس سے معلوم کیا تھا کہ کوئی عمران کو بھیجی میں اپنے ساتھیوں
سمیت گیا ہے جس پر ایف۔ ڈی ریڈ کرنے والی ہے۔ کرنل
جمیرن نے اسے اشتقاق کرنے کے لئے کہا کیوں کہ اس کے خیال
کے مطابق عمران ایف۔ ڈی کے بس کا نہ تھا۔۔۔ چنانچہ میں
گلش کا نوٹی پہنچا وہاں میجر جمیرن اپنی اصل شکل میں تھا۔ اور پھر
ہم نے چیک کیا کہ ایک نوجوان کینے کے برآمدے میں کھڑا اس
کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس وقت کوٹھی پر ریڈ ہو چکا تھا لیکن

آخر اس سامان کے ذریعے پرنس کی کرنا چاہتا ہے۔

”ہاں نے بیک میں سے ایک ہتھوڑا اور ایک لمبی سی سلاح
باہر نکالی۔ جس کا آگے کا سر انوکھلا تھا۔ عمران نے وہ سلاح
اور ہتھوڑا اٹھالیا۔

”نہم کیا کرنا چاہتے ہو۔۔۔“ یہی جبر تار نے سیرت بھرے انداز
میں سلاح اور ہتھوڑے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”بہارے دماغ میں سے اپنے سوال کا جواب باہر نکالنا چاہتا
ہوں۔۔۔ جب زبان خاموش ہو جائے تو پھر اسی طرح ہی جواب
مل سکتا ہے۔ میں یہ سلاح تمہارے ایک کان میں رکھ کر اسے
ہتھوڑے سے اندر ٹھونکتا جاؤں گا۔۔۔ حتیٰ کہ یہ دوسرے کان
سے نکل آئے گی اور ساتھ ہی جواب بھی باہر آجائے گا۔ تم بے شک
جواب نہ دو۔۔۔“ عمران نے سلاح کو اس کے دائیں کان کے
اندر سوراخ میں رکھتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے ہتھوڑے
والا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔

”رک جاؤ رک جاؤ۔۔۔ پاگل آدمی رک جاؤ۔۔۔ یہ کیا
حماقت ہے۔ رک جاؤ۔۔۔“ ہتھوڑے کے فضا میں بلند ہوتے
ہی میجر تار اب بھی طرح پہنچ پڑا۔ یہ تصور ہی اس کے لئے روح فرسا
تھا کہ اس کے کانوں میں سلاح ٹھونکی جائے گی۔

”واہ۔۔۔ کیسے رک جاؤں۔۔۔ پھر جواب کیسے ملے گا۔“

عمران نے کہا۔

”ارے بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔۔۔ مت ٹھونکنا اسے۔“

لئے کی بجائے میرے انگوٹھے پر لگا گیا تو مجھے اتنی تکلیف آسانی
پڑے گی۔ لہذا یہ پروگرام ختم ہے۔ — عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

ادریغ نچرتا راکے کان میں رکھی ہوئی سلاخ نکال کر اس نے بیگ میں چھینک دی۔
... البتہ بھٹو ڈاکو اس کے ہاتھ میں
ابھی تک دھک رہا تھا۔

ارے یاں۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ اس میں آسانی بھی رہے گی۔ ایک ہی دار سے بہت سے دانت باہر آجائیں گے ویسے بھی یہ اشیاء ہے۔ دانتوں کے بغیر تمہاری شکل زیادہ خوبصورت ہو جائے گی۔ دیر ہی گزرتی ہے۔ تم بھی کیا یاد کرو گے کہ میں نے تمہیں کس قدر خوبصورت بنا دیا ہے۔ ویسے بھی لڑکیاں بغیر دانتوں والوں کو زیادہ پسند کرتی ہیں۔ کم از کم کاٹتے تو نہیں۔ ذرا دکھانا کس ٹائپ کے دانت ہیں تمہارے۔

عمران نے بڑے سادہ سے اپنے میں کہا۔ اور تھوڑا خرچ کر کے
 کہ اس نے دو فون یا تھوڑے سے مہینے کے منہ میں یا تھوڑا
 اور انہیں مختلف سمت میں اوپر نیچے زور لگا کر بٹا دیا۔ مہینے
 کا منہ تو رسی جیسا کھل گیا۔

”واہ واہ۔۔۔ بڑے خوب صورت دانت میں تہا ہے۔ بالکل قوتیوں جیسے۔۔۔“ عمران نے بڑے تحسین آمیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھ بٹائے۔
”بے شک توڑ دو دانتوں کو۔۔۔ کچھ کر لو۔۔۔“ لیکن میں

پھر میجر میرس نے ٹرانسمیڈ کال پر کرنل میمرخ کو بتایا کہ چھاپہ نہ لگایا
ہوا ہے۔ اس کے بعد میجر میرس چلا گیا۔ ہم اس نوجوان کا
پیچھا کرتے ہوئے عقبی کونٹھی میں پہنچے وہاں زبردست جنگ ہوئی
اور پھر میں لڑتے ہوئے بے ہوش ہو گیا۔ اب یہاں ہوش آیا
ہے۔ بس۔ بات ہے۔ میجر میرس نے تیز تیز لہجے
میں یورپی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اور عمران یوں کہ اس کال کا ٹیپ سن چکا تھا بدیہہ میرسن
نے کرنل بدیہہ کو پھیلے کے نکامی کے متعلق کہی۔ اس لئے
وہ سمجھ گیا کہ میرسن راز اور سب کچھ کہہ رہا ہے۔
"اجیلہ۔۔۔ اب ایف ڈی کے تہذیب کو اڑا کر پتہ بتا دو۔
عمران نے کہا۔

یہ نہیں ہو سکتا۔ بے شک سب ان ٹھونک
 دو لیکن میں غلامی نہیں کر سکتا۔ ہرگز نہیں کر سکتا۔
 مجھ سے راکھ ایک بار پھر گریو گیا۔

اور وہ ان اس کی ٹائٹ کو اچھی طرح سمجھ گیا کہ جیسا کہ انور نے
 طور پر برائیاں جو کہ تو سب کچھ بتا دیتا ہے۔ لیکن وہ گزرتے
 کے ساتھ اس کا ذہن جب اس خوف کو قبول کر لیتا ہے تو وہ
 پھر غمزدہ ہوا کرتا ہے۔

”ادھر کے۔۔۔ پھر سلاخ کیا اٹھو نکدنا۔ اب اتنی سی بات کے لئے کیوں اتنی تکلیف اٹھائی جائے کہ سبھوڑے چلا تے رہو۔ تم خود سوچو۔۔۔ اگر سبھوڑا اس پتلی سی سلاخ کے سرے پر

غدار ہی نہیں کر سکتا۔۔۔ میجر نادر نے چیخ کر کہا۔
 ”بالکل باطل۔۔۔ ہر گور غدار ہی نہ کرنا۔ مجھے خود غدار ہی کرنے
 والوں سے بڑی چٹ ہے۔ اسی لئے تو میرے دانت ابھی تک
 سلامت ہیں۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور
 جھک کر فرخ شمس پر پڑا ہوا ہتھوڑا اٹھایا۔

”لیکن اُسی لمحے اُسے قریب کے کمرے میں سکے جوئے
 ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور عمران یہ آواز
 سن کر خوب ہڑا۔۔۔ یہاں کسے کون فون کر سکتا تھا۔ صرف
 ایک ہی شخص جانتا تھا نادر۔ اور نادر ظاہر ہے سولے کسی
 ایمر جنسی کے فون نہ کر سکتا تھا۔۔۔ چنانچہ اس نے جلد ہی سے
 ہتھوڑا رکھا اور مگر کمرے کے دروازے سے نکل کر ساتھ
 والے کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز سنائی
 دے رہی تھی۔۔۔ اس نے آگے بڑھ کر رسیور اٹھا لیا۔

اور پھر اس کی توقع کے مطابق فون واقعی نادر کا تھا۔ وہ اس سے
 باتیں کرتا رہا۔۔۔ نادر نے اُسے بتایا کہ سیکرٹ سروس کا
 چیف کو پین تیزی اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اس کے پاس
 آیا تھا۔۔۔ انہوں نے عمران اور نادر کو چیک کر لیا تھا۔ اور پھر
 مطمئن ہو کر چلے گئے تھے۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ سیکرٹ سروس
 دلے اس طرح آسانی سے مطمئن نہیں ہوا کرتے۔ اس سے
 صاف ظاہر تھا کہ انہوں نے وہاں کوئی ایسا آلہ لگایا ہے۔ جس
 سے وہ بعد میں بات چیت سن سکیں۔ اور انسانی نفسیات کے

مطابق نادر نے فوراً ہی عمران سے گفتگو کر لیا تھا۔ چنانچہ اس کے
 کہنے پر جیب نادر نے تلاش کی۔۔۔ تو پھر اس نے مین کی سطح کے
 نیچے پکڑا ہوا وہ بین تلاش کر لیا جس کے ذریعے بات چیت
 سنی جاسکتی تھی۔ نادر کے لئے بھی یہ ایک نیا انکشاف تھا۔
 ”ادھر پرس۔۔۔ میں سوچ رہی نہ سکتا تھا کہ ایسا ہی ہو سکتا
 ہے۔۔۔“ نادر کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”سب کچھ ہو جاتا ہے۔۔۔ میرے خیال میں اس بین کے
 ذریعے وہ لوگ اس کو بھی کچھ پتہ چلا دیں گے۔۔۔ بہر حال اب
 تم فوراً زیر زمین چلے جاؤ۔ ورنہ وہ دوبارہ تم پر آ چڑھیں گے۔
 اور میں بھی یہ کوئی غائی کر دیتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔ اور
 جلد ہی سے رسیور رکھ کر وہ تیزی سے مڑا اور دوبارہ اُسی
 کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں میجر نادر موجود تھا۔

”تو تم نہیں بتاؤ گے کہ ایف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟“
 عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں اب پہلے سے
 کہیں زیادہ حسنی کے تاثرات ابھرائے تھے۔

”نہیں۔۔۔ تم چاہتے کچھ کہو۔“ میجر نادر نے اُسی
 طرح پر غورم بھرم میں کہا۔

”تو ٹھیک کہتے ہو۔ اب میرے پاس تمہارے دانت توڑنے
 کا بھی وقت نہیں رہا۔ اور ویسے بھی یہ کام جہنم کے فرشتوں کے
 کرنے کا ہے۔ میں ان کا بوجھ کیوں ملکا کروں۔۔۔ تم ٹھٹھی سی
 کرو۔ میں خود ہی ڈھونڈھ لوں گا۔“ عمران نے سخت ہلچے

”صحیح پتہ بتاؤ۔“ باکامیں اس نام کی کوئی کاغذی نہیں ہے۔۔۔ عمران نے غصے سے چیخے ہوئے کہا۔ ادا ایک بار پھر ٹرگر دبا دیا۔ اس بار گولی میجر تارا کی ران میں گھس گئی۔ بتایا تو ہے۔ بتایا تو ہے۔۔۔ میجر تارا نے چیخ کر ڈوبتے ہوئے ایک میں کہا۔

اور ہم ان نے ایک لیویل سانس لیتے ہوئے اس بار ٹرگر دبا دیا تو گولی میجر تارا کے عین دل پر پڑی۔۔۔ اور میجر تارا کا جسم پندے بمشکل ٹرپ سکا۔ اور اس کی ہڈی ہونی آنکھیں تیزی سے نور ہوئی گئیں۔

عمران نے ریو اور جیب میں رکھ لیا۔ اُسے دراصل جلدی تھی۔ اُسے خطرہ تھا کہ کسی بھی وقت سیکرٹ سرورس یہاں چڑھائی کر سکتی ہے۔ اس لئے اس نے زیادہ وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اگر اُسے ایک فی صد بھی یقین ہو جاتا کہ میجر تارا پتہ بتا دے گا تو وہ اُسے نہ مارتا۔ لیکن جب اس نے دو گولیاں کھلانے کے باوجود غلط پتہ بتایا تو عمران سمجھ گیا کہ غدار کی کالفاظ اس کے ذہن سے چپک چکے۔۔۔ ادا اب وہ مگر کبھی صحیح پتہ نہ بتائے گا۔ اس لئے عمران نے مزید وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور زندہ اسے کسی قیمت پر نہ چھوڑ سکتا تھا۔ کیوں نہ اس طرح مجرموں کی طاقت میں اضافہ ہی ہو سکتا تھا کبھی نہیں۔

ریو اور جیب میں ڈال کر وہ تیزی سے ایک المار کی طرف بڑھا۔ اس نے جلدی سے ایک خانے میں لٹکے ہوئے

میں کہا۔۔۔ پھر جیب سے سائیکسہ نکال ریو اور نکال لیا۔ یہ ریو اور اس نے المار ہی سے بیک نکلے وقت جیب میں ڈال لیا تھا۔ کتاب۔ کیا تم مار ڈالو گے۔ بندھے ہوئے کو۔ مجھے کھول دو پھر تو مارا جاؤ گی چلبے کر دو۔۔۔ میجر تارا نے ان کے لیے سے جی بھجھ گیا تاکہ عمران واقعی اُسے گولی مارنے والا ہے۔ یہ میرے پاس اتنا وقت نہیں رہا۔ جو وقت بتا دہ کر گیا ہے۔ عمران نے سہوہے میں کہا۔ اور اس نے ریو اور کا میکسین باہر نکال کر دیکھا۔ گولیاں اس میں بھی جی ہوئی تھیں۔ اس نے میکسین واپس بند کیا اور دوسرے لمحے اس نے ٹرگر دبا دیا۔ لیکن ریو اور کی نال کارخ اس نے ذرا نیچے رکھا تھا۔۔۔ ٹرچ کی آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی میجر تارا کے حلق سے زوردار چیخ نکل گئی۔ گولی اس کے پچھلے گھٹنے کے موڑ پر پڑی تھی عمران نے دوسری بار ٹرگر دبا دیا اور میجر تارا کے حلق سے دوسری چیخ نکلی۔ اس کے دوسرے گھٹنے کا جوڑ بھی ٹوٹ گیا تھا۔

”بتانا ہوں۔۔۔ مت مارو۔۔۔ اس طرح مت مارو۔“

میجر تارا نے چیخے ہوئے کہا۔

”بتاؤ تو وعدہ رہا کہ زندہ چھوڑ دوں گا۔۔۔ ورنہ اس طرح سارسی مٹیوں توڑ کر آخری گولی پیشانی میں پڑے گی۔“

عمران نے سر دلیجے میں کہا۔

”وائٹ راک نکالو فی رکوٹھی نمبر تین۔۔۔ میجر تارا نے پیچھے ہٹنے کہا۔

لباسوں میں سے ایک لباس بابہ نکالا اور اپنا لباس اتار کر نیا لباس پہننے لگا۔ لباس اُسے فٹ آیا تھا۔ اس کے بعد اس نے میک اپ باکس نکالا۔ اور اس میں سے ٹیوہیں نکال کر اس نے اپنے چہرے اور بالوں پر نیا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ برق رفتاری سے چل رہے تھے۔ ہتھوڑی دیر بعد وہ مکمل طور پر میک اپ بدل چکا تھا۔ وہ ایک عام مقامی غنڈہ لگ رہا تھا۔ میک اپ سے فارغ ہو کر اس نے باکس بند کر کے اُسے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالا۔ ایک اور ریلوے اور گولیوں کا سیٹ بھی اٹھا کر اس نے جیبوں میں منتقل کیا۔ بڑے ڈٹوں کی پانچ چھ گڑیاں بھی اسی طرح اس کی جیب میں منتقل ہو گئیں۔ وہ الماری بند ہی کر رہا تھا کہ اچانک اس کی نظریں الماری کے پتیلے خلعے میں رکھے ہوئے کاغذ کے ایک دستے پر پڑیں۔ اس کے ساتھ ہی شیفتی کا پورا سامان موجود تھا۔ اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ نادرا واقعی بے حد دور اندیش تھا۔ اس نے ضرورت کے کسی پہلو کو نظر انداز نہ کیا تھا۔ عمران نے جھک کر ایک کاغذ کھینچی اور ساتھ پڑی پنوں کی ڈبی اور مار کر بھی اٹھالیا۔ اس کے بعد اس نے الماری بند کر دی۔ اور اس کی صاف سطح پر کاغذ کو دکھ کر مار کر سے اس پر کیپٹن تمیزی کے لئے پیغام لکھنا شروع کر دیا۔ مار کر سے جلد ہی جلد ہی چند لائنیں کاغذ پر گھسیٹ کر وہ واپس مڑا اور اس نے ڈبی سے سوئی پن

نکال کر اس کی مدد سے کاغذ کو نیچر تار کے سینے سے نتھی کر دیا۔ اور پھر مار کر اور ڈبی کو ایک طرف چینک کر وہ واپس مڑا۔ اور تیز تر سے کوٹھی کی عتبی سمت کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جب لنگایا اور دوسرے لمحے وہ دیوار پر موجود تھا۔ چند لمحے دیوار پر لیٹا ہوا وہ عقبی گلی کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن نہ صرف گلی خالی تھی بلکہ وہاں اُسے کوئی آدمی کہیں چھپا ہوا بھی محسوس نہ ہوا۔ تو اس نے چلا نک۔ لنگائی اور عقبی گلی میں اتر گیا۔ اس کے بعد وہ یوں اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ جیسے اس کا اس کوٹھی سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

چند ہی لمحوں بعد وہ کوٹھی کے عین سامنے چوک پر موجود کیفے کے سامنے پہنچ گیا۔ کیفے میں داخل ہو کر اس نے ایسی میز کا انتخاب کیا۔ جس سے نہ صرف وہ کوٹھی کے پھانک کا جائزہ لے سکتا بلکہ ارد گرد کا علاقہ بھی اس کی نظروں میں آ سکتا تھا۔ اور دیکھ کر اس نے کافی لمبے کا آرڈر دے کر بڑے مطمئن انداز میں کرسی کی پشت سے پشت لگالی۔ اب وہ صرف کیپٹن تمیزی کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ہی پرچہ گرامر شاپاٹھا کہ وہ کم از کم ایک گھنٹہ یہاں بیٹھ کر چیک کرے گا۔ اگر کیپٹن تمیزی نے خون قاتل کی مدد سے اس کو کوٹھی کا پتہ چلا لیا ہے تو پھر وہ یقیناً اس دوران یہاں پہنچ جائیں گے۔ ورنہ وہ ہی سمجھے گا کہ وہ لوگ اس کوٹھی کا پتہ نہیں چلا سکے۔ اس طرح کم از کم آٹے اطمینان ضرور ہو جائے گا۔

چند لمحوں بعد کافی اس کی میز پر سر و گردی گئی اور کافی پیش کے ساتھ ساتھ اب وہ جو لیا اور اس کے گروپ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ انہیں بھی یہاں آئے ہوئے تین روز گزر گئے تھے بنانے اب تک ان کی کارکردگی کیا رہی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کیپٹن تیزوی کی طرف سے اطمینان ہوتے ہی وہ ان سے فوری طور پر رابطہ قائم کرے گا تاکہ ان کی طرف سے بھی وہ باخبر رہے۔ اُسے اپنے ممبرز کی صلاحیتوں پر یوں تو پورا اعتماد تھا کہ وہ لوگ آسانی سے قابو میں آنے والے نہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان سے باخبر رہنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ وہ اطمینان سے کافی پیئے لگا رہا تھا۔ وہ باہر کے حالات کا بھی جائزہ لے رہا تھا۔ لیکن ابھی تک اُسے کوئی ایسا آدمی نظر نہ آیا تھا جسے وہ مشکوک سمجھتا۔ بہر حال وہ انتظار کرتا رہا۔ اور اطمینان سے کافی پیتا رہا۔

کرنل چارلس کا چہرہ بُری طرح بکھا ہوا تھا۔ اس نے انداز ایسا تھا جیسے کوئی جوارمی مسلسل مارنے کے بعد مایوس اور دل گرفتہ ہو چکا ہو۔ حالات تیز رفتاری سے ایف۔ ڈی کے خلاف ہوتے جا رہے تھے۔ وزیر خارجہ قتل ہونے سے پتہ چلے گئے۔ رام داس بھی مارا جا چکا ہے۔ ریڈ آرمی نے کسی فاسٹ ڈیوٹ کی خبر دی۔ اُسے اغوا کر کے لے جانے والے غائب ہو گئے۔ کوٹھی خالی ملی۔ اس کے بعد ایک گروپ کرنل ہیرن ل دج سے ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر پر چڑھ دوڑا۔ زبردست فاطمی انتظامات کی وجہ سے وہ گروپ بکڑا گیا۔ لیکن اب نل چارلس اپنی حماقت پر افسوس کر رہا تھا کہ اس نے رابرٹ کہا مان کر انہیں فوراً ہی گولیوں سے کیوں نہ بھون ڈالا۔ اور بہت ناک سزا تھے چکر میں پڑ کر انہیں مہلت دے دی۔ اور پھر

”بیٹھو۔۔۔ کرنل چارلس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ اور میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

ادھر ایف۔ ڈی کی سرگرمیاں بالکل ختم ہو کر رہ گئی تھیں۔ ملک میں امن و امان بحال ہوتا جا رہا تھا۔ — اور جس خوف کی

بیٹھ رہیں۔ کرنل چارلس نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”خاموش بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے باس۔ ہم اس
 دوران کوئی جہاز کوئی ٹرین۔ کوئی بڑا ڈیم۔ کوئی بڑی
 اور اہم عمارت اڑا سکتے ہیں۔ اس بار آرملڈ نے جواب
 دیتے ہوئے کہا۔

”ناں۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہونا چاہیے۔ کوئی بڑا دھماکہ۔ ایسا دھماکہ
 کہ ایک بار پھر حکومت کی جڑیں تک بل جائیں۔ کرنل چارلس
 نے ایک بار پھر اضطراری انداز میں میز پر یکدم مارتے ہوئے کہا۔
 ”باس۔ یہاں بالکل سے چند میل دور ایک بہت بڑا آئل
 ڈپو ہے۔ اس ڈپو میں آئل کا ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ اس ڈپو کے ارد گرد
 فوجی سامان کی سہولتی کے بڑے بڑے ڈپو ہیں۔ جن میں
 اسلحہ بھی ہے اور بارود کے ذخیرے بھی۔“ آرملڈ نے کہا۔
 ”تو پھر یہ آئل بھی فوجی مقاصد کے لئے ذخیرہ کیا جاتا ہوگا۔“
 کرنل چارلس نے چونک کر کہا۔

”بالکل باس۔ بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اگر ہم اس آئل ڈپو کو
 تباہ کر دیں تو نہ صرف یہ ایک خوف ناک تباہی ہوگی۔ بلکہ اس کے
 ساتھ ساتھ فوجی سامان کے ڈپو بھی تباہ ہو جائیں گے۔ اور
 یہ حکومت اور یہاں کے عوام کے لئے ایک خوف ناک دھچکناک
 ہوگا۔“ آرملڈ نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”او۔ کے۔ اسے ان چار دنوں کے اندر راند تباہ ہونا
 چاہیے۔“ کرنل چارلس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”تو پھر اس مشن پر کام کروں۔“ آرملڈ نے خوش
 ہوتے ہوئے کہا۔
 ”تم کیسے نہیں۔ بلکہ میں اور میرا گروپ بھی اس مشن میں
 بطور حصہ لے گا۔ البتہ باس نے اپنے مشن میں مصروف رہے گا۔“
 کرنل چارلس نے کہا۔

”آپ میرے گروپ پر اعتماد کریں باس۔ ہم ڈی آسانی
 سے اس ٹارگٹ کو ہٹ کر لیں گے۔ آپ کا یہاں ہیڈ کوارٹر میں
 جناب عد ضروری ہے۔“ آرملڈ نے کہا۔

”باس۔ میری ایک تجویز ہے۔ آرملڈ تو آئل ڈپو مشن
 پر کام کرے۔ میں بین باؤس ٹارگٹ پر کام کر رہا ہوں۔ آپ
 اس گروپ کے خلاف کام کریں جس نے کالج اور رابرٹ کو قتل
 کیا ہے۔ اور ہمیں فوری طور پر ہیڈ کوارٹر چھوڑنے پر مجبور کر
 دیا ہے۔ یہ گروپ کسی بھی وقت دوبارہ ہمارے راستے میں رکاوٹ
 بن سکتا ہے۔ ان کے خاتمے کے بغیر ہماری مکمل کامیابی ہر
 لئے مشکوک ہی رہے گی۔“ میجر باس نے کہا۔

”لیکن ریڈ آرمی بھی تو کام کر رہی ہے۔ وہ انتہائی فعال تنظیم
 ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لازماً اس پر قابو پالے گی۔“
 کرنل چارلس نے کہا۔

”باس۔ ریڈ آرمی کی ابھی تک کوئی واضح کارکردگی نظر
 نہیں آئی۔ جب کہ ان کی حماقت کی وجہ سے ہی ہمارا ہیڈ کوارٹر
 تباہ ہوا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے۔ اس گروپ کو صرف

اور رسیود کھ دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔
یہ مائیکل تھا۔ کرنل چارلس گروپ کا نمبر نو۔
”یس باس“۔ مائیکل نے اندر داخل ہوتے ہوئے مودبان
بلچے میں پوچھا۔

”مائیکل۔۔۔ تم اپنا پورا گروپ لے کر شہر میں پھیل جاؤ۔ جو
گروپ سید گوارڈ سے نکلا ہے۔ ہم اُنے اُسے تلاش کرنا ہے جیسے
ہی اس کا کوئی آدمی نظر آئے اس کی نگرانی کرو۔ اور پھر مجھے
ٹرانسمیٹر پر مطلع کرو میں خود بھی انہیں تلاش کروں گا۔ ہمیں فوراً
انہیں ڈھونڈنا ہے۔“ کرنل چارلس نے کہا۔
”بہت بہتر باس۔“ مائیکل نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔
اور تیزی سے سڑک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ان پر چھوڑ دینا عقل مند ہی نہیں کہلائے گا۔ ہمیں خود بھی ان کے
خلاف کام کرنا ہوگا۔۔۔ آرلڈ نے میجر بارسن کی بات کی تائید
کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ واقعی ہمیں ریڈ آرمی پر سب کچھ نہیں چھوڑنا
چاہیے۔ ٹھیک ہے۔ پھر یہ فیصلہ ہو گیا کہ میں اور میرا گروپ فاس
ڈیوٹیکسے خلاف کام کرے گا۔۔۔ اور تم دونوں اپنے اپنے ٹارگٹ
کو ہٹ کرنے کی کوشش کرو گے۔“ کرنل چارلس نے
سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے باس۔۔۔ ایسا ہی ہوگا۔ اس بات کا ہمیں
یقین ہے کہ الیف۔ ڈمی بہ حال کامیاب ہوگی۔۔۔ ان دونوں
نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کرنل چارلس کے ہاتھ جوئے چہرے
پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”الیف۔ ڈمی کو شکست دینے والا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔
نہ الیف۔ ڈمی اُسے پیدا ہونے دے گی۔۔۔ ٹھیک ہے اب
تم جاسکتے ہو۔“ کرنل چارلس نے کہا۔

اور وہ دونوں اٹھے اور مودبانہ انداز میں سلام کر کے سیر
دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے جانے کے بعد کرنل
چارلس نے میز پر پڑے ہوئے انٹر کام کارسیور اٹھا لیا۔
”یس۔۔۔ تو میں سپیکنگ۔“ دوسری طرف سے:

آواز سنائی دی۔
”مائیکل کو بھیج دو۔“ کرنل چارلس نے حکمانہ لہجے میں

انداز کے تھے کہ دیکھنے والے مشکوک ہو سکتے تھے۔ اور اُسے نظر نہ تھا کہ اگر کہیں کوئی پولیس کی گشتی گاڑی آگئی تو پھر وہ یقیناً اُسے جیڈ کو روک دے جائیں گے۔ اس لئے وہ دانستہ درختوں کی آڑ سے گزر چلا رہا تھا۔ اس کا پروگرام یہی تھا کہ جیسے ہی کوئی ٹیکسی آتی دکھائی دے گی وہ درختوں کی اوٹ سے نکل کر سامنے آجائے گا۔ درندہ اسی طرح درختوں کی آڑ سے گزرے گا۔

کارواں تیزی سے اس کے قریب سے ہوتا ہوا گزر گیا۔ اور پھر ایک کار میں بیٹھے ہوئے شخص کے چہرے کی ایک جھلک سی چوہان کو نظر آئی۔ اور چوہان بُری طرح چونک بڑا۔ یہ وہی شخص تھا جو انہیں میو روم سے اٹھا کر بیک روم میں لے گیا تھا۔ وہ اس کا چہرہ ابھی طرح پہچانتا تھا۔ کارواں آگے بڑھ گیا تھا۔ چوہان نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ لیکن ٹیکسی تو ایک طرف کوئی کار تک نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ الین ڈی اے ان کے نکل جانے کی وجہ سے اپنا جیڈ کو روک رہا ہے۔ کسی اور جگہ مشقت ہو رہے ہیں اور نئی جگہ کا پتہ معلوم کرنا ہے۔ حضرو می تھا ورنہ وہ دوبارہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جائیں گے۔ چنانچہ اُسے اور تو بچھ نہ سوجھا۔ اس نے بے مشا شا بھاگنا شروع کر دیا۔ لیکن ظاہر ہے کار کی رفتار اور ایک انسان کی رفتار میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ کاریں چند ہی لمحوں میں اس کی نظروں سے غائب ہو گئیں۔ لیکن وہ اُسی طرح بھاگتا رہا۔ اور پھر ایک ایک باقی روڈ سے ایک نوجوان سپورٹس ٹائپ موٹر سائیکل پر برآمد ہوا۔ اس وقت چوہان

چوہان سڑک کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اس کے تمام ساتھیوں کو ایک ایک کر کے ٹیکسیاں اور بسیں مل گئی تھیں۔ لیکن اُسے ابھی تک کوئی سواری نہ مل رہی تھی۔ اس لئے وہ خاموشی سے آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ابھی وہ تھوڑی سی دور آگے گیا ہو گا کہ اُسے اپنے پیچھے کسی کار کی آواز سنائی دی۔ چوہان نے مڑ کر دیکھا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید ٹیکسی ہو۔ لیکن دوسرے لمحے وہ ایک طویل سانس لے کر کہ گیا کہ یہ ایک کار نہیں تھی بلکہ تین شیشوں و گیسوں اور چار کاروں کا ایک کارواں سا تھا۔ جو تیزی سے اس طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ چوہان جا رہا تھا۔ چوہان اُسی انداز میں آگے بڑھا جا رہا تھا۔ سڑک کے کنارے پر گھٹنے درختوں کی قطار سی چلی گئی تھی اور چوہان ان درختوں کے نیچے چل رہا تھا۔ چون کہ اس کا علیہ اور کپڑے اس

اُسی بائی روڈ کے سرے پر ہی تھا۔ موٹر سائیکل کو دیکھتے ہی چوہان تیز سی سے مڑا۔ اور اس نے دونوں ہاتھ اور پیر اس طرف پھیلادیتے جیسے موٹر سائیکل کو آگے بڑھی سڑک پر جانے سے روکنا چاہتا ہو۔

"کیا بات ہے۔ پائل ہو گئے ہو۔ مرنے کا ارادہ ہے۔" نوجوان نے اس کے قریب آکر پورے زور سے بریکیں لگاتے ہوئے کہا۔ اور سپورٹس موٹر سائیکل کے بڑے پہیے پیچ مار کر عین چوہان کے قریب رک گئے۔

"آگ۔ خوف ناک آگ۔۔۔ چوہان جیتنا ہوا نوجوان کی طرف بڑھا۔

"کہاں۔ کہاں ہے آگ۔۔۔ اس کی توقع کے عین مطابق نوجوان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

اور یہی چوہان چاہتا تھا کہ اس کی توجہ مبٹ جائے۔ اور موٹر سائیکل پر اس کی گرفت کمزور پڑ جائے۔ پیناچر نوجوان کے ادھر ادھر دیکھتے ہی چوہان کا ہاتھ سجلی کی سی تیز سی سے گھوما اور نوجوان چیخ مار کر کسی گیند کی طرح اچھل کر سڑک پر جاگرا۔ موٹر سائیکل کے جینڈل پر چوہان پہلے ہی ہاتھ رکھ چکا تھا۔ نوجوان کے موٹر سائیکل سے بٹکتے ہی وہ اچھل کر اس پر سوار ہوا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ نوجوان اچھل کر کوئی احتجاج کرے یا اس کے پیچھے بھاگے۔ موٹر سائیکل نے ایک زوردار جھپ لیا۔ اس کا اگلا پیہ ہوا میں اٹھا ہوا کافی فاصلے تک بڑھتا گیا۔ اور پھر سڑک پر جیسے ہی وہ پہنچ لگا۔ چوہان

نے آستے اُسی طرف موٹر ادھر کار و ال گیا تھا۔ اور دو۔۔۔ سے لمحے اس نے فل ایکسیڈنٹ دبا دیا۔ اور سپورٹس موٹر سائیکل کی سی بھی زیادہ تیز رفتار سے آگے بڑھتا گیا۔ چوہان نے ایک لمحے کے لئے بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھا کہ موٹر سائیکل کا مالک کس حال میں ہے۔ اور کیا کر رہا ہے۔۔۔ اس کے ذہن میں تو بس صرف ایک ہی خیال تھا کہ اس نے این رٹھی کے نئے جیٹ کو مار کر کاپتہ چلا نا ہے۔

مہر سائیکل دوڑاتا ہوا چند ہی لمحوں میں چوہان ایک چوک پر پہنچ گیا جہاں سڑکیں مختلف سمتوں میں جا رہی تھیں۔ چوہان نے موٹر سائیکل چوک پر روک دیا۔ اُسی لمحے اس کی نظر اس ایک کونے میں پڑ گئی جہاں ایک نوجوان پر پڑتی۔ یہ نوجوان ایک میز اپنے سامنے رکھے بیٹھا تھا جس پر ایک بڑی سی سندھوچی رکھی ہوئی تھی جس پر کسی زیر تعمیر سب کا نام لکھا ہوا تھا۔۔۔ چوہان سمجھ گیا کہ یہ نوجوان کسی مسجد کا چندہ لکھا کر لے کے ہے یہاں موجود ہے۔ اس نے تیز سی سے موٹر سائیکل موڑا۔ اور اُسی نوجوان کی طرف بڑھتا گیا۔

"جناب۔۔۔ مسجد زیر تعمیر ہے چندہ دیکھیے۔۔۔" نوجوان نے اُت پی طرف بڑھتے دیکھ کر مسرت سے بولے انداز میں ہٹتے ہوئے کہا۔ اس نے اپنی ہاتھی تھاکہ موٹر سائیکل سوار سنی آدمی سے اور خود ہی چندہ دینے آیا ہے۔ چوہان نے جلد ہی اسے اپنی بیچوں کو ٹوٹا لٹا کر دے کر دیا۔ کہ کسی حیب میں موجود تھی۔ اس نے ایک بڑا نوٹ نکال کر نوجوان کی طرف بڑھایا۔

اور دیوار کی اوٹ لے کر بڑے محتاط انداز میں اس طرف جانے لگا۔ جہر وہ کوٹھی تھی۔ کوٹھی کا پینٹاک کسل چکا تھا۔ اور کاربن اور شیشہ ونگینیں اب اندر جا رہی تھیں۔ جب چوہان پینٹاک کے سامنے پہنچا تو پینٹاک بند ہو چکا تھا۔ چوہان اس کے سامنے سے گزرتا گیا۔ اس نے کوٹھی کا نمبر اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ اور اس طرح آسانی سے ایٹ۔ ڈی کے نئے بیڈ کو اوڑھ کر پتہ لگا۔ جلتے پر اس کا دل بیوں اچھل رہا تھا۔ کچھ فاصلہ آگے بڑھنے کے بعد وہ واپس مڑا اور تیزی سے اس جگہ کی طرف بڑھنے لگا۔ جہر وہ اپنا موٹر سائیکل چھوڑ آیا تھا۔ اب وہ جلد از جلد اس جگہ پہنچنا چاہتا تھا جہاں ان کا اپنا بیڈ کو اوڑھ رہا کیوں کہ اُسے معلوم تھا کہ اس کے ساتھی اب نہاک دیاں پہنچ چکے ہوں گے۔

چوہان نے شکر بے کے سے انداز میں سر ملاتے ہوئے کہا۔
اور تیزی سے موٹر سائیکل اس سمت دلی عرک کی طرف موڑ دیا۔
دوسرے لمحے وہ انتہائی تیز رفتار سے موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا
اس عرک پر بڑھا جا رہا تھا۔ اس عرک پر ٹریفک قدرے
موجود تھا۔ شاید ذمی شان کالونی خاصی آباد ہوگی۔ ایف۔ ڈی
والوں کا وہ روال ابھی تک نظر نہ آتا تھا۔ لیکن سپورٹس
موٹر سائیکل پوری رفتار سے اڑی چلی جا رہی تھی۔ اور چوہان کہتے ہیں
تھا کہ وہ کالونی میں داخل ہونے سے پہلے ہی انہیں پکڑ لے گا۔
ویسے وہ دل ہی دل میں اس موٹر سائیکل والے نوجوان کا شکر یہ
ادا کر رہا تھا جو عین وقت پر اس کی مدد کے لئے وہاں پہنچ گیا تھا
درنہ نظر رہے بھاگ بھاگ کر تو وہ قیامت تک نہ پہنچ سکتا تھا

اور اس کے نہ پہنچنے پر یقیناً پریشان ہوں گے۔ ایک لمحے کے لئے
 اسے خیال آیا کہ وہ موٹر سائیکل کو یہیں چھوڑ کر ٹیکسی پوٹے۔
 کیوں کہ جو سکتا ہے موٹر سائیکل کے مالک نے اب تک پولیس
 کو اطلاع دے دی ہو۔ اور پولیس نے چیکنگ شروع کر دی
 ہو۔ لیکن دوسرے لمحے اس نے یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ
 یہاں کی پولیس کی کارکردگی کو اچھی طرح جانتا تھا اگر یہاں اُسی
 طرح کی سی پولیس تھی جیسے پاکیشیا میں تھی۔ یہ کوئی یورپ
 کا علاقہ تو نہ تھا کہ پولیس برق رفتاری سے حرکت میں آجاتی چنانچہ
 اس نے موٹر سائیکل سنبھالا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ اب
 وہ بڑے اطمینان سے آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ یوں کہ اس کے
 ذہن کے کسی کونے میں بھی یہ خیال نہ تھا کہ آت کوئی چیک کر سکتا
 ہے یا اس کا تعاقب کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے اس نے نہ ہی
 مڑ کر دیکھا اور نہ ہی اسے ان باتوں کا خیال آیا۔ حالانکہ اسے
 معلوم نہیں تھا کہ اس کا موٹر سائیکل سڑک پر آتے ہی قریبی کوٹھی
 سے ایک شینے رنگ کی کار نکلی اور پھر وہ اس کے تعاقب میں
 لگ گئی۔

چوہان تیزی سے موٹر سائیکل دوڑاتا مختلف سڑکوں سے
 گزرنے کے بعد اپنے ہمید کو اڑ پونچ گیا۔ بھاگتا پر پونچ کر
 اس نے موٹر سائیکل روکا اور پھر مخصوص انداز میں رگ درگ کرکٹین
 بار کال جیل کاٹن دبا دیا۔ کھڑوڑی سی دیر بعد صدیقی نے
 فیملی کھڑکی کھول کر باہر بھاگنا۔

”اوہ چوہان۔ تم آگے۔ ہم تمہارے لئے پریشان تھے“
 صدیقی نے باہر نکلے ہوئے کہا۔
 ”یار۔ دیکھ نہیں رہے میرے پاس۔ موٹر سائیکل ہے۔ اور
 اب میں موٹر سائیکل سمیت تو اس کھڑکی سے نہیں گزر سکتا۔ اس
 لئے بھاگتا کھوکھلو ہوں۔“ چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”اوہ ہاں۔ مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔ بس پریشانی کی وجہ
 سے اچانک تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر خیال نہیں رہا۔ بھڑوڑ۔
 میں کھولتا ہوں۔ یہ کس کا موٹر سائیکل اٹا لائے۔“
 صدیقی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”بس ایک اٹھ کا بندہ بد وقت پہنچ گیا تھا۔ جلدی کرو۔
 میرے پاس ایک بہت بڑی خوش خبری بھی ہے۔“
 چوہان نے کہا۔ لیکن اس دوران صدیقی مڑ کر کھڑکی میں غائب
 ہو چکا تھا۔ چند لمحوں بعد بھاگتا کھل گیا اور چوہان موٹر سائیکل
 بندرے کیا۔ صدیقی نے مڑ کر بھاگتا بند کر کے کھڑکی کی کنڈی
 بھی لگا دی۔ چوہان موٹر سائیکل بھاگتا کے اندر سی لئے
 کھڑا تھا تاکہ صدیقی بھی بھاگتا بند کرے تو اٹھے ہی آگے جائیں۔
 ”ہاں اب بتاؤ۔“ کس خوش خبری کی بات کر رہے تھے۔
 صدیقی نے موٹر سائیکل کی عقبی نشست پر سوار ہوتے ہوئے
 کہا۔

”میں نے ایف۔ ڈی کا نیا بیڈ تو آرڈر دیکھ لیا ہے۔“
 چوہان نے فاختانہ انداز میں کہا۔

”نیا ہیڈ کوارٹر۔ کیا مطلب۔ کیا وہ ہیڈ کوارٹر انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔“ صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”موٹر سائیکل اس وقت تک پورچ میں پہنچ چکا تھا۔ برآمدے میں صفر اور نعمانی موجود تھے۔“

”تو اور کیا۔۔۔ وہ دیاں ہمارے نئے حملے کے انتظار میں بیٹھے رہتے۔“ چوہان نے موٹر سائیکل روک کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔ صدیقی پہلے ہی اتر چکا تھا۔ اس نے موٹر سائیکل سٹیڈ کر دیا۔

”کہاں رے گئے تھے چوہان۔۔۔ یہ موٹر سائیکل کہاں سے اڑا لائے۔“ صفر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”صفر صاحب۔ چوہان کہہ رہا ہے کہ وہ الیف ڈی کا نیا ہیڈ کوارٹر دیکھ آیا ہے۔“ چوہان نے جواب دینے سے پہلے ہی تیز لہجے میں کہا۔
”نیا ہیڈ کوارٹر۔“ اس بار صفر اور نعمانی بھی پک پک پرتے۔

”ہاں حضرت صاحب۔ اسی لئے تو مجھے دیر ہو گئی۔“ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے کارواں نظر آنے سے لے کر ہیڈ کوارٹر دیکھنے تک تمام تفصیل بتا دی۔
”مہرا۔ یہ کام ہوا۔ دیری گٹھ چوہان۔ تمہارے واقعہ میدان مار لیا۔ میں یہاں آکر سوچ رہا تھا کہ ہم سے کسی کو لازماً اس کوٹھی کے سامنے پہنچا چلیے تھا۔ تاکہ اگر الیف ڈی

والے وہاں سے شفٹ ہوں تو ان کا نیا ہیڈ کوارٹر ہو سکے۔ اس وقت تو افراتفری کی وجہ سے اس کا خیال نہ آیا تھا۔ بہ حال دیری گڈ کیو۔“ صفر نے بے اختیار چوہان کا منہ ہانپ لیا۔
”کہا اور چوہان کا سینہ بے اختیار پھول گیا۔“

”کیا ہوا۔“ چوہان آگے سے۔۔۔ اجانب راہ داری سے تنویر اور جویلا نے باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔ ان کی آوازیں شاید ان کے کانوں تک پہنچ گئی تھیں۔ وہ سب اپنا لباس بدل چکے تھے۔

”چوہان نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔“ جویلا۔۔۔ وہ الیف ڈی کے نئے ہیڈ کوارٹر کا پتہ معلوم کر کے آیا ہے۔“ صفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور چرچا انہیں تفصیل معلوم ہوئی تو تنویر اور جویلا بھی اس اہم ترین کلیو پر بے جا خوش ہوئے۔ وہ باہر نکلتے ہوئے ہنسے کھرتے میں آ گئے۔

”کیا خیال ہے۔“ فوری ریڈ کیا جائے۔ ابھی وہ اس نئی جگہ پر ایڈجسٹ ہو رہے ہیں۔ اسانی سے قابو آجائیں گے۔“ تنویر نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”نہیں تنویر۔“ نسیم پہلے ہی جوش میں آکر غلطی کر چکے ہیں اور قسمت ہر موقع پر ساتھ نہیں دیتی۔ ہمیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔“ جویلا نے فوراً ہی کہا۔

”تنویر۔۔۔ دراصل ایسی تنظیموں کا صرف ایک ہی اوڈ نہیں

”کومت کو بھی پتہ چل جائے گا کہ ہم لوگ واقعی کام کر رہے ہیں اور یہ لوگ بھی بیچ کر نہ بھل سکیں گے۔ بات تو ایک ہی ہے کہ ہم ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر کے ان کی لاشیں حکومت کے حوالے کر دیں یا حکومت کو اطلاع کر دیں۔ اور وہ خودی ان پر حملہ کر کے اپنے ہاتھوں سے سارے کام انجام دے دے۔ اس طرح ناکامی کا بھی کوئی چانس باقی نہیں رہے گا اور ہماری کارکردگی بھی ظاہر ہو جائے گی۔“ کیپٹن ٹیکسل نے کہا۔

”تمہاری بات دل کو تو لگتی ہے۔ لیکن اس میں دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم یہاں غیر سرکاری طور پر آئے ہیں۔ ہم پاکیشیا سکیورٹی سروس کا نام استعمال نہیں کر سکتے۔ دوسری بات یہ کہ یہاں ہم کسی سے رابطہ قائم کریں۔ اور آخر وہ کس طرح ہماری بات کا یقین کریں گے۔“ صفدر نے بحث کرتے ہوئے کہا۔

”اس کا بھی حل ہو سکتا ہے۔ ہم لانگ ریج ٹرانسمیٹر ایکسٹو سے رابطہ قائم کریں۔ اور اُسے اطلاع دے دیں وہ خود ہی یہاں کسی کو مطلع کر دے گا۔“ کیپٹن ٹیکسل نے جواب دیا۔

”ارے نہیں۔ یہ غضب ذکرنا۔ ایکسٹو نے اس بات پر غصے میں آ جانا ہے کہ جب ہمیں میڈیٹر کارٹر کا علم ہو گیا ہے تو پھر ہم خود آگے بڑھنے کی بجائے دوسروں کو کیوں

ہتار دیا۔ لوگ بیک وقت کئی اڈے رکھتے ہیں تاکہ فوری طور پر نشست جو سکیں۔ اس لئے یہ نہ سوچو کہ وہ کسی بالکل اجنبی جگہ پہنچے ہوں گے جہاں انہوں نے اپنی حفاظت کا کوئی انتظام پہلے سے نہ کر رکھا ہو گا۔ یقیناً وہاں پہلے سے ایسے انتظامات موجود ہوں گے۔ اس جویا ٹھیک کہہ رہی ہیں ہمیں اس بار واقعی سوچ سہیہ کر کے تمام انتظامات چاہیے۔“ صفدر نے جویا کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”تو پھر کیا پروگرام ہے۔ بہر حال تم میری طبیعت جانتے ہو۔ میں دیر برداشت نہیں کر سکتا۔“ تنویر نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

”دیر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہم رات کو اس میڈیٹر کارٹر پر ریڈ کریں گے۔ لیکن باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے تاکہ اس بار کوئی بڑا خطرہ سامنے نہ آئے۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”میرنی ایک اور تجویز ہے۔“ اچانک کیپٹن ٹیکسل نے کہا۔

”کون سی تجویز کی بات کر رہے ہو۔“ تنویر نے چونک کر پوچھا۔

”ایف ڈی کے میڈیٹر کارٹر کا ہمیں معلوم ہو گیا ہے کیوں نہ خود اس پر ریڈ کرنے کی بجائے ہم حکومت سے رابطہ قائم کریں اور فوجی دستوں کا ریڈ اس پر کر دیں۔ اس طرح

آئے کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ تنویر نے فوراً ہی کہا۔

”اسے ہاں۔۔۔ یاد آگیا۔۔۔ ارے کمال ہے۔ یاد ہی نہیں رہا۔ ایکس ٹونے سردار جاحسین وزیر خارجہ کا نام ٹیپ میں لیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر ہم ایک ٹوکا حوالہ دے کر اس سے بات کر سکتے ہیں۔۔۔“ معذرت نے اچانک چونکتے ہوئے کہا اور وہ سب بھی سر ہلانے لگے۔ جیسے انہیں بھی یاد آگیا ہو کہ ایک ٹوکے ہدایات کا جو ٹیپ انہیں بھیجا تھا اور جو انہوں نے جوٹل میں بدھ کر سنا تھا۔ اس میں اس بات کا بھی ذکر موجود تھا کہ اسم ترین اور امیر غنسی صورت حال میں سر داجہ حسین وزیر خارجہ سے ایک ٹوکے کے حوالے سے بات ہو سکتی ہے۔

”تو ٹھیک ہے۔ کیپٹن شکیل کی بات درست ہے۔ ہمیں سردار جاحسین سے بات کرنی چلیے اس طرح کام آسانی سے اور مکمل ہو جائے گا۔ اور حکومت کو بھی پتہ چل جائے گا کہ پاکیشیا کی ٹیم واقعی کام کر رہی ہے۔“ جو لیانے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”پلو۔۔۔ اگر تم سب اس بات پر رضامند ہو تو ٹھیک ہے ایسے ہی سہی۔“ تنویر نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد رضامند ہوتے ہوئے کہا۔ شاید وہ بھی پہلے ہیڈ کوارٹر کے تجربے کے بعد دوبارہ تمام تر ذمہ داری اپنے سر سے نیچے سے کترا رہا تھا۔

”چوہان۔۔۔ پتہ بتاؤ۔۔۔“ معذرت نے اٹھ کر ٹیلی فون پر نی طرف کھسکتے ہوئے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا۔
”ذمی شان کا فون۔ کوئی منبر ایک سو آٹھ۔“ چوہان نے فوراً ہی پتہ بتا دیا۔

اور معذرت نے سر ہلاتے ہوئے رسیورا بٹھایا۔ اور پھر انکو اگرمی کے نمبر ڈائل کئے۔ چند لمحوں تک گھنٹی بجنے کے بعد رسیورا بٹھالیا گیا۔

”ایس انکو اگرمی۔۔۔ دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز سنائی دی۔“

”مس۔۔۔ وزیر خارجہ سردار جاحسین کے دفتر اور رہائش گاہ کے فون نمبر بتا دیجیے۔“ معذرت نے آواز بالتے ہوئے لیکن باوقار لہجے میں کہا۔

”نوٹ کیجیے۔۔۔ دوسری طرف سے لیڈی آپریٹر نے کہا۔ اور پھر اس نے دفتر اور رہائش گاہ کے فون نمبر دوبارہ دیئے۔ معذرت نے دونوں نمبر ذہن نشین کر کے شکریہ ادا کیا اور کرڈیل بادیا۔

اس وقت چون کہ وزیر خارجہ صاحب کے دفتر میں ملنے کا مکان کھڑا تھا۔ اس لئے معذرت نے ان کی رہائش گاہ کے نمبر اہل کرنے شروع کر دیئے۔

”ایس۔۔۔ وزیر خارجہ ماؤس۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک وقار سی آواز سنائی دی۔“

”خوالہ آپ کو مل چکا ہے۔ تعارف بعد میں ہو جائے گا۔ پہلے آپ لائن کو محفوظ کیجیے۔“ صفدر نے محسوس کی کہ جس بات کرتے ہوئے کہا۔

”ادہ اچھا۔ ایک منٹ بول دیجیے۔“ سرواجد حسین نے کہا۔ اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سرواجد حسین کی آواز دوبارہ رسیور پر ابھری۔

”ہیلو۔ لائن کلیر ہو چکی ہے۔ اب آپ اطمینان سے بات کر سکتے ہیں۔“ سرواجد حسین نے کہا۔

”سرواجد حسین۔ ہمارا تعلق پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹریٹس سے ہے۔ گو ہم سیکرٹ سروس کے ممبر تو نہیں۔ لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ یہ سیکرٹ سروس سے بٹ کر ایک متوازی تنظیم ہے۔ ہماری تنظیم کا نام فاسٹ ڈیوٹی ہے۔ ایک ٹوٹے ہمیں ایف۔ ڈی کے مقابلے کے لئے یہاں بھیجا ہے۔ ہم تین روز سے یہاں مسلسل کام کر رہے ہیں۔ ہم نے ایف۔ ڈی کا سپیڈ کوآرڈر ٹریس کر لیا اور اس پر حملہ بھی کیا۔ لیکن ہمارا حملہ ناکام رہا۔ اور ہمیں گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن ہم دباؤ سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہمارے حملے کی وجہ سے ایف۔ ڈی کو فوری طور پر اپنا بیٹھ کوآرڈر شفٹ کرنا پڑا۔ کیوں کہ ہماری وجہ سے ان کے بیس پیچیس اہم آدمی بھی مارے گئے تھے۔ اور ان کا بیٹھ کوآرڈر بھی نظروں میں آ گیا تھا۔ لیکن ہم نے ان کے نئے بیٹھ کوآرڈر کا بھی پتہ چلا لیا ہے۔ پہلے

”سرواجد حسین صاحب سے بات کرائیے۔“ صفدر نے ہاتھ دھو کر کہا۔

”کون صاحب بول رہے ہیں۔“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”میں پاکیشیا سے بات کر رہا ہوں۔۔۔ انہیں صرف ایک ٹوکا خوالہ دے دیجئے۔“ صفدر نے جان بوجھ کر پاکیشیا کا نام لے دیا۔

”ایکس ٹو۔ یہ کیا چیز ہے۔“ دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا گیا۔ ظاہر ہے بولنے والا ان کا پی۔ اے ہو گا۔ ایک ٹوکا کی کیا خبر ہو سکتی تھی۔

”آپ خوالہ دیجئے۔ اور پلین جلدی۔“ اٹا اڑا بیٹھ صفدر نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔

”اور کسے۔“ بول دیجئے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور صفدر خاموش ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ٹیلی فون پر ایک بار قارسی آواز ابھری۔

”میں۔۔۔ واجد حسین سپیکنگ۔“

”سرواجد حسین۔ اگر آپ کا پی۔ اے یہ کال سن رہا ہے تو پلین آئے بتا دیجئے میں ایک سیکرٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”ادہ۔۔۔ لیکن آپ پہلے اپنا تعارف کرائیے۔“ سرواجد حسین نے چوتھے ہوئے کہا۔

”آپتہ نوٹ کر لیجیے۔ ذمی شان کا لونی کوٹھی نمبر ایک سو آٹھ۔
لیکن ریڈ انتہائی سخت انداز میں اور خفیہ طور پر ہونا چاہیے۔ ذرا سی
بے احتیاطی سے یہ لوگ نکل جائیں گے۔“ مندر نے جواب
دیا۔

”ارے ارے۔۔۔ سینے سینے۔۔۔ دوسری طرف سے سرواجد حسین نے چیتختے ہوئے کہا۔ لیکن صغیر رسیور رکھ چکا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ سرواجد حسین اب ان کے متعلق تفصیلات پوچھیں گے اور وہ فی الحال مزید کچھ نہ بتانا چاہتا تھا۔

”کہیں وہ ہماری خونِ کال سے اس کو قحطی کا پتہ نہ چلا لیں“ بولینے انوشاں نے ہنسنے لگے۔

”ہاں۔ ہمیں یہ کال کسی فون بوتھ سے کرنی چاہیے تھی“
 نویر نے بھی جویا کی تائید کرتے ہوئے کہا۔
 ”ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ مہر وادج حسین وزیر خارجہ ہیں۔
 سی سی کرٹ مہر دس گئے چھپ نہیں کہ اس قسم کے حربے انہیں

۱۰ اوہ منظر۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا واقعی آپ ایف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر ٹریس کر چکے ہیں۔ پلیز جلدی سے بتائیے۔ میں پورے بھاشا کی فوج اس پر چڑھادوں گا۔ ہمارے لئے تو ایک ایک لمحہ قیامت کا گزرا رہا ہے۔ ہم تو خود پریشان تھے کہ جناب ایک کٹھونے تو ہمیں صرف ایک ہفتہ کہا تھا کہ ایک ہفتہ میں ایف۔ ڈی کو بے نقاب کر دیا جائے

گک کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں صرف دو تھک گئیوں گا۔ ایک.....
کنزل مہر خ نے انتہائی گرخت بچے میں کہا۔

”دو..... فائر.....“۔۔۔۔۔ ایسا ناک کرنل سمیر نے
 فٹے ہونے کہا، اور اس کے ساتھ ہی فائر جگ کی تیز آوازوں اور
 سانی چیلوں سے کمرہ گونج اٹھا۔

کاروائے کارادہ کیسے کے سامنے آئے روکنے کا تھا۔ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ اور اُسے آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے آگے بڑھ گیا، شاہنگ سنٹر کے آؤٹس جا کر اس نے کار روکی۔ اور ابھی عمران اٹھ کر ادھر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک اور کار کیسے کے سائیڈ میں آکر روکی اور اس کا ڈرائیور نیچے اتر آئے دیکھتے ہی عمران بری طرح چونک پڑا۔ کیوں کہ وہ نوجوان حلال کہ مقامی رنگ و روپ کا تھا۔ لیکن اس کے نقوش ایسے تھے جنہیں عمران ابھی طرح پہچانتا تھا۔ یہ ریڈ آرمی کا تیز ترین اور فعال ایجنٹ میجر میرس تھا۔ وہ کار سے اتر کر ادھر ہی بڑھ گیا جدھر پہلی کار گئی تھی۔ اور عمران نے جبب سے ایک نوٹ نکال کر میز پر رکھے ہوئے ایش ٹرے کے نیچے رکھا۔ اور خود کیسے سے باہر آگیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ میجر میرس نے مقامی نظر آنے کے لئے صرف اپنا رنگ تبدیل کیا ہے۔ اُس کے اصل نقوش اسی طرح تھے۔ مقامی سیکرٹ سروس کے پیچھے اس طرح میجر میرس کی آمد عمران کی نظروں میں انتہائی خفیہ رنگ تھی۔ کیسے سے باہر آکر وہ ستونوں کی آڑ سے اُدھر ہی بڑھ گیا۔ جدھر پہلی کار گئی تھی اور اس کے بعد میجر میرس گیا تھا۔ اور پھر اس نے کار میں سے نکلے ہوئے ایک نوجوان کو پہلے آنے والے ایک آدمی سے باتیں کرتے دیکھا۔ میجر میرس ان کے بالکل قریب ہی ایک ستون کی آڑ میں چھپا ہوا تھا۔ وہ اتنا قریب تھا کہ یقیناً ان دونوں کی باتیں سن رہا ہوگا۔ وہ

عمران کو کیسے میں بیٹھے ہوئے تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ تین کاریں وہیں کیسے کے پاس آکر رکیں۔ اور ان میں سے نوا افراد اتر کر تیزی سے اس کو بھی کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں سے عمران آیا تھا۔ ان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ سیکرٹ سروس کے رکن ہیں اور عمران کے لبوں پر طنز یہ مسکراہٹ کھجی، اس کا خیال درست ثابت ہوا کہ کیپٹن تیزی نے فون کال کی مدت اس کو بھی کا پتہ چلا تھا۔ چوں کہ آنے والے کو بھی کے گرد پھیل کر رک گئے تھے۔ اس لئے عمران خاموش بیٹھا ان کی حرکات سکنا دیکھتا رہا۔ وہ سب شاید کسی کی آمد کے منتظر تھے اور عمران ان کا انتظار دیکھ کر سمجھ گیا کہ ابھی ان کا پاس کیپٹن تیزی نہیں پہنچا۔ اور یہ تھوڑی سی دیر بعد ایک اور کار کیسے کے قریب آکر رکی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ ہکستی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ پہلے شاید

دو دنوں چند لئے آپس میں باتیں کر کے تیزی سے عمران وانی کو ٹھہری کی طرف بڑھ گئے۔ میجر میرس بڑے مضبوط انداز میں ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ عمران بھی ستون کی اوٹ سے نکلا کر میجر میرس کی طرف بڑھنے لگا۔ عمران کو یہ تو معلوم تھا کہ اس کو ٹھہری میں سے سیکرٹ سروس والوں کو صرف میجر میرس کی لاش اور اس کے سینے پر پتیاں عمران کا لکھا ہوا پیغام ہی ملے گا۔ اس پیغام پر عمران نے کیپٹن تیزی کو دوسرے دن کرکھا تھا۔ کہ یہ لاش ایف ڈی کے پیشین ایکشن گروپ کے لیڈر میجر میرس کی ہے۔ وہ اسے حکومت کے حوالے کر دے۔ اور اس کی خوب تشہیر کی جائے تاکہ عوام کا حوصلہ بلند ہو سکے۔ اُسے معلوم تھا کہ کیپٹن تیزی کے لئے یہی بہت ہو گا۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ کیپٹن تیزی اسے اپنا کارنامہ بنا کر حکومت کے سامنے پیش کرے گا لیکن اُسے اس کی پرواہ نہ تھی۔ لیکن اب میجر میرس کی موجودگی نے اسے چونکا دیا تھا۔ اور اب وہ میجر میرس کو ہر صورت میں قتل کرنا چاہتا تھا تاکہ ریڈ آرمی کو قتل ہو گیا جاسکے۔ اور اُسے معلوم تھا کہ ریڈ آرمی اور ایف ڈی چوں کہ ایک ہی ملک کی تنظیمیں ہیں۔ اس لئے یقیناً یہ دونوں تنظیمیں ایک دوسرے سے مل کر کام کر رہی ہوں گی۔ اور انہیں ایف ڈی کے میجر میرس کا علم ہو گا۔ چنانچہ اب وہ میجر میرس کے ذریعے ریڈ آرمی اور ایف ڈی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ کوٹرا نسیم میجر کی مدد سے اُسے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ ریڈ آرمی کا ہیڈ کوارٹر ذیشان کالونی

میں ہے۔ لیکن کوٹھی کا نمبر معلوم نہ ہو سکا تھا اور ذیشان کالونی خاصی بڑی کالونی تھی۔ اس کالونی میں ریڈ آرمی کا ہیڈ کوارٹر نوٹیس کرنے میں خاصا وقت لگ سکتا تھا جب کہ میجر میرس کے ذریعے نوٹری ہیڈ کوارٹر کا پتہ چل سکتا تھا۔

عمران نے دیکھا کہ سرکاری کار میں آنے والا ہونیٹا سیکرٹ سروس کا نیا چیف کیپٹن تیزی تھا اُسی کوٹھی کا پھاٹک پھانگ کر اندر چلا گیا تھا۔ اور پھر اس نے پھاٹک کھول کر اس کے ساتھی کو اندر بلا لیا تھا۔ جب کہ میجر میرس ایک اور کوٹھی کے بآدمے میں چھپا ہوا تھا۔ اس کی نظرں بھی اُسی کوٹھی پر جمی ہوئی تھیں۔ عمران تیزی سے آگے بڑھتا گیا اور پھر وہ آسانی سے میجر میرس کے قریب ایک بڑے ستون کی آڑ میں جا کر رک گیا۔ یہاں سے وہ ستون بالکل ہی قریب تھا۔ جہاں میجر میرس چھپا ہوا تھا۔ چوں کہ میجر میرس کی تمام تر توجہ اُسی کوٹھی کی طرف تھی۔ اور اُسے شاید یہ تو قہ بھی نہ تھی کہ اس کی بھی نگرانی ہو سکتی ہے۔ اس لئے وہ چونکا نہ تھا۔ ابھی عمران کو وہاں پہنچے چند ہی لمحوں کے بعد گے کہ اچانک عمران کو ٹرا نسیم کی ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں اُسی ستون کے پیچھے سے آرہی تھیں جہاں میجر میرس چھپا ہوا تھا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ میجر میرس کو ٹرا نسیم پر ہلکا کیا گیا ہے۔

”ہیلو۔۔۔ میجر میرس پیکنگ اور۔۔۔“ چند ہی لمحوں بعد میجر میرس کی دہی دہی آواز سنائی دی۔

اس قابل نہیں کہ ان پر وقت ضائع کیا جاسکے۔ کوئی ادھر بزم ہو گا پرنس۔ علی عمران کو ان کا حمایتی ہے۔ اس پر چھاپہ مارنے کی انہیں کیا ضرورت ہے۔ تم فوراً یہاں پہنچو۔ یہاں ہتھماری زیادہ ضرورت ہے اور وائینڈر آل۔ کرنل ہمیرن نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوبارہ ٹوں ٹوں کی آوازیں ابھریں۔ اور پھر آوازیں ختم ہوتے ہی میجر ہمیرن تیزی سے ستون کی آڑ سے نکلا اور تیز قدم اٹھاتا واپس چل پڑا۔ عمران اور زیادہ اوٹ میں ہو گیا۔ اور پھر جیسے ہی میجر ہمیرن آگے بڑھا وہ تیزی سے ستون کی آڑ سے نکلا اور بجائے سیدھا جانے کے وہ دوڑ کر سٹن دالی تیلی سی گلی میں گھس گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ میجر ہمیرن کیفے کی سائڈ میں کھڑی ہوئی اپنی کار کی طرف ہی جانے لگا جب کہ یہ گلی ٹھوم کرو دوسرے چوک پر نکلتی تھی جہاں سے اُسے ٹیکسی کار آسانی سے مل سکتی تھی کیوں کہ وہاں ٹیکسی سٹینڈ تھا۔ عمران دوڑتا ہوا آگے بڑھتا گیا اور چند ہی لمحوں بعد وہ دوسری سڑک پر آ گیا۔ اس کی توقع کے مطابق وہاں کافی ٹیکسی کاریں موجود تھیں۔ عمران نے پیک کر ایک ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اچھل کر اندر بیٹھ گیا۔

”جلدی کرو۔۔۔ عالم گیر ٹاؤن لے چلو۔ ڈبل کرایہ دوں گا۔ لیکن انتہائی تیزی دکھاؤ۔“ عمران نے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

اور عمران کی توقع کے عین مطابق اس نے سٹاٹ کٹ راستہ استعمال کیا تھا۔ ٹیکسی خاصی تیز رفتار سی تھی۔ اور پھر تقریباً آٹھ منٹوں میں ٹیکسی عالم گیر ٹاؤن کے پہلے چوک پر پہنچ گئی۔ عمران نے ٹیکسی وہیں رکوائی۔ وعدے کے مطابق ڈرائیور کو ڈبل کرایہ دیا۔ اور جب وہ ٹیکسی ڈرائیور شکر یہ ادا کر کے آگے بڑھ گیا تو عمران تیزی سے کوٹھی نمبر ایک سو پندرہ کی طرف بڑھ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ جولیا اور اس کے ساتھیوں کے لئے اس نے پاکیشیا سے روانگی سے پہلے اسی کوٹھی کا ہی بندوبست کرایا تھا۔ اس لئے اب یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ فاسٹ ڈیوڈ اصل سیکرٹ سہ ورس کے ممبران نے ہی اپنے گروپ کا نام رکھا ہے۔ اور چوں کہ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ کرنل ہمیرن کوٹھی کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس لئے وہ براہ راست کوٹھی کے اندر نہ جاسکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک اور ہی راستہ اختیار کیا۔ اور وہ گھومتا ہوا اس کوٹھی کے سائڈ میں بنی ہوئی دوسری کوٹھی کی دوسری سمت میں پہنچ گیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ اس کوٹھی کی سائڈ کی عقبی دیوار پر چڑھ چکا تھا۔ اس نے چند لمحے دیوار پر روک کر اندر کا جائزہ لیا۔ لیکن عقبی سمت میں نہ ہی کوئی آدمی تھا اور نہ کوئی کتا وغیرہ نظر آ رہا تھا۔ چنانچہ وہ آہستہ سے اندر کودا اور پھر دبے پاؤں دوڑتا ہوا عمارت کے سائڈ میں لگے ہوئے فرش یا پتوں تک پہنچ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ان پاتوں پر کسی بندر کی طرح بڑھ کر عمارت کی چھت پر پہنچ چکا تھا۔

اُسے معلوم تھا کہ دونوں کو شیوں کی سائنڈ آپس میں ملی ہوئی ہے کیوں کر وہ اس کو کبھی میں پہلے بھی کبھی بارہ چکا تھا۔ اس کو کبھی کا بندوبست بھی اس نے مامور کئے ذریعے ہی کرایا تھا۔ چھت کے کنارے پتیزری سے ریگتا ہوا وہ اصل کو کبھی کی چھت پر آسانی سے پہنچ گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سیڑھیاں اترتا ہوا درمیان فیمنزرا کی راہ داری میں پہنچ گیا۔ اس نے جیب سے مشین پش نکال لیا۔ اس پش میں میگزین فیل تھا۔ اعدیہ مشین گن کے سے انداز میں کام کرتا تھا۔ البتہ اس کی ریج مشین گن سے کم ہوئی تھی۔ یہ پش اس نے رشید نگر والی کو کبھی کی الماری سے نکالا تھا۔

چند لمحوں بعد ہی وہ اس راہ داری میں چلتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں پچھلے کمروں کے روشندان تھے۔ اور ایک کمرے سے کسی کے بات کرنے کی ادنیٰ آواز آ رہی تھی۔ آواز نامانوس سی تھی۔ عمران نے اس روشندان کو آہستہ سے کھسکا یا۔ اور پھر اندر جھانکنے لگا۔ دوسرے لمحے اس کے لبوں پر مسکراہٹ ریجنگ لگی۔ تقریباً تمام ممبران اس کمرے میں موجود تھے۔ اور صفدریشی فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ اس نے شاید جان بوجھ کر اچھ بدل رکھا تھا۔

”نیک ہے جناب۔ اجازت۔“ صفدر نے اچانک تیز لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ اس نے ایک جھٹکے سے ریوڑ رکھ دیا۔ وہ فون پر بات چیت ختم کر چکا تھا۔
”کہیں وہ ہماری فون کال سے اس کو کبھی کا پتہ نہ چلا لیں؟“

صفدر کے ریوڑ رکھتے ہی جویمانے تشویش جبرے لہجے میں کہا۔
”ہاں۔۔۔ ہمیں یہ کال کسی فون بوتھ سے کرنی چاہیے تھی۔“
تنویر نے بھی جویمانے تائید کر دی۔

”ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ سر و اجہ حسین وزیر خراجہ میں کسی سیکرٹ سروس کے چیف نہیں۔ کہ اس قسم کے حربے نہیں آتے ہوں گے۔ اور دوسری بات یہ کہ ان کے لئے الٹ۔ ڈی کا بیڈ کو آرٹر ہماری تفصیلات سے زیادہ اہم ہے۔ وہ یقیناً فوری طور پر اس پر ریڈ کی کارروائی میں مصروف ہو جائیں گے۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور عمران سمجھ گیا کہ جویمانے ڈی کے بیڈ کو آرٹر کو صرف ٹرپس کر چکا ہے بلکہ وہ اس کی تفصیلات سر و اجہ حسین کو فون پر بتا چکا ہے تاکہ حکومت اس پر ریڈ کرے۔ البتہ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی کہ انہوں نے خود اس پر ریڈ کیوں نہیں کیا۔

”بہر حال یہ مسئلہ تو طے ہوا۔ صبح اخبارات میں یقیناً تفصیل آ جائے گی۔ اور اگر ریڈ کامیاب رہا۔ تو اس کا مطلب ہے ہمارا مشن مکمل ہو گیا۔“ تنویر نے انگڑائی لے کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”وہ ریڈ آؤٹی تو ابھی باقی رہتی ہے۔“ نعمانی نے کہا۔
”ارے ہاں۔۔۔ وہ واقعی رہتی ہے۔ چلو ادھر سے فارغ ہو لو اسے تلاش کریں گے۔“ تنویر نے جواب دیا۔ اس کے

بات کرنے کا انداز نہایت چھپا ہوا اور عمر ان
زیر لب مسکرا دیتے۔ کیوں کہ ظاہر سے تو یہ اپنی عادت سے عجوبہ
تھا۔ وہ نہ جویب نہ غصہ اور کیپٹن شکیل کی موجودگی میں وہ لڑکھ
کیتے جانتے تھے۔

غرض شکیل نے ان کی کیا ضرورت ہے۔ ہم خود حاضر ہو گئے
ہیں۔ اچانک ایک کرنٹ آواز دروازے سے سنائی
دی۔ اور کمرے میں بیٹھے ہوئے ممبران کے ساتھ ساتھ عمران بھی
چومک پڑا۔ دوسرے لمحے اس نے اپنا مشین پشیل روشتند
کے کونے میں رکھ کر سیدھا کمر لیا اور خود دروازہ کھٹک گیا۔
کیوں کہ روشندان بالکل دروازے کی سیدھ میں تھا۔ دروازے
میں کرنل ہمیرن موجود تھا۔ اس کے ہاتھ میں نشین گن تھی۔
پھر اس کے تین ساتھی تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ اور ادھر
ادھر کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی مشین گنیں تھیں لیکن
عمران دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ وہ سب عمران کے
مشینی پستول کے ٹارگٹ میں تھے۔

پھر کرنل ہمیرن نے سب ممبران کو ہاتھ اڑنے کر کے دیوار کے
ساتھ کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ یہ دیوار بھی جس کے روشندان
کے پیچھے عمران موجود تھا۔ ممبران دیوار کے ساتھ کھڑے ہوئے تو وہ
عمران کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

تم لوگوں نے ابھی ابھی کسے فون کیا تھا۔ جلد ہی بتاؤ وہ
میں صرف دو ٹک گنوں گا۔ اور اس کے بعد تم سب کی لاشیں
میں صرف دو ٹک گنوں گا۔ اور اس کے بعد تم سب کی لاشیں

یہاں پڑی ہوں گی۔ کرنل ہمیرن کی سرور آواز سنائی دی۔
عمران ویسے ان کی اس طرح اچانک آمد پر خود بھی حیران تھا۔ کیوں
کہ اس نے بھی فوراً اس کا شکار نہ کیا تھا۔ ویسے اسے معلوم تھا کہ
کرنل ہمیرن کے ساتھ صرف یہی چھ افراد نہیں ہوں گے۔ اس کے
اور ساتھی کو بھی کچھ صحیح۔ برآمدے اور عقبی طرف موجود ہوں گے۔
میں ہمیرن بھی کمرے میں موجود نہ تھا۔ جب کہ عمران کو معلوم
تھا کہ وہ اب تک پنج چکا ہو گا۔

فون کیسے فون۔ اور تم کون ہو۔ صفدر کی
آواز سنائی دی۔

"ایک....." کرنل ہمیرن نے گنتی شروع کر دی۔
اور عمران نے مشین پستول کے ٹریگر پر انگلی جما دی۔ اس نے اپنے
ٹارگٹ منتخب کر لئے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ کرنل ہمیرن صرف
حکم دے گا۔ فائرنگ اس کے ساتھی کریں گے۔ اس لئے اس کے
ساتھیوں کا پہلے خاتمہ ضروری تھا۔ وہ پہلے اگر کرنل ہمیرن پر
گولی چلائی گئی تو اس کے ساتھی دوچار ممبران کو بہر حال گولی مارے میں
کا مایاں ہو جائیں گے۔

دو..... فائر۔ اچانک کرنل ہمیرن نے کہا۔ لیکن
بھی اس کے منہ سے لفظ فائر پوری طرح ادا نہ ہوا تھا کہ عمران نے
پوری قوت سے ٹریگر دبایا اور ساتھ ہی ہاتھ گھما دیا۔ مشین پستول
نے مشین گن کی طرح ریٹ ٹیٹ کی آوازیں نکلیں اور پک پکھنے میں
کرنل ہمیرن کے تینوں ساتھی فرس چلے نظر آئے۔ اسی لمحے

چنانچہ روشندان سے باہر سن شیڈ پر قدم رکھتے ہی وہ تیزی سے سایڈ میں ہوا۔ اور پھر اس نے پوربج کے ستون کی آڑ میں ایک آدمی کو مشین گن سے خائیمگ کرتے دیکھا۔ اس نے مشین پٹل سیدھا کیا اور خائیمگول دیا۔ ریٹ ٹیٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی وہ آدمی اچھل کر دوسری طرف پہلو کے بل گر ا۔ اسی لمحے اس شیڈ پر خائیمگ ہوئی۔ لیکن شیڈ چوں کہ اس طرف سے ادھر کو اٹھا ہوا تھا۔ اس لئے گولیاں اس سے نکل کر آسمان کی طرف بلند ہو گئیں۔ جیسے ہی برسرِ ختم ہوا عمران نے دوبارہ خائیمگ کیا۔ اور اس بار اس کا نشانہ باڈ کے پیچھے لیٹا ہوا ایک آدمی تھا۔ عمران پر خائیمگ بھی اسی نے کی تھی۔ دوسرے لمحے باڈ کے پیچھے سے چیخ سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ تیز سیٹی کی آواز سنائی دی۔ اور پھر کوشی میں دوڑتے ہوئے قدموں کی تیز آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یہ آوازیں سایڈ سے ہو کر جتنی سمت کی طرف مڑ گئی تھیں۔ عمران سمجھ گیا کہ بچوں کو وہ خود سامنے کے رخ پر تھا۔ اس لئے ریڈ آرمی جتنی سمت سے فرار ہو رہی ہے۔ ابھی عمران سن شیڈ سے نیچے چھلانگ لگنے کا سوچ ہی رہا تھا۔ کہ پے درپے خوف ناک دھماکے ہونے لگے۔ اور اس کے ساتھ ہی عمارت کی دوسری سایڈ سے گود و بار کا بادل سا اٹھادیوں لگتا تھا جیسے آدھی عمارت تباہ ہو گئی ہو۔ عمران تیزی سے اٹھا اور اس نے نیچے چھلانگ لگنے کی بجائے دوبارہ روشندان میں چھلانگ لگائی اور گھسٹ کر قلابی کھانا ہوا سیڑھیوں پر جا کر۔ سیڑھیوں پر جیسے ہی اس کے قدم پڑے وہ انتہائی تیز رفتار سی سے سیڑھیاں

عمران کو انتہائی تیزی سے ایک طرف مٹھا پڑا۔ کیوں کہ گولیاں چلتے ہی کرنل ہمیرنج نے روشندان پر خائیمگول دیا تھا۔ اب عمران فوری طور پر سامنے نہ جاسکتا تھا۔ لیکن دوسرے کمرے میں تیز چیخ کی آواز سنائی دی۔ اور پھر کوئی دھڑام سے گرا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر اندر سے تیز خائیمگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اس کے بعد تو عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے کوشی کے اندر خوف ناک جنگ شروع ہو گئی ہو۔ عمران مشین پٹل پکڑے تیزی سے واپس پٹلا۔ وہ چیخ اور کسی کے گرنے کے بعد کمرے سے اور کمرے کے باہر سے ہونے والی خائیمگ سے ساری صورت حال سمجھ گیا تھا کہ سیکرٹ سروس کے ممبران ان تین افراد کے گرنے ہی فوری حرکت میں آ گئے ہیں۔ اور اب شاید ان تینوں کی مشین گنوں سے وہ اندر سے خائیمگ کر رہے ہیں۔ وہ چیخ لازماً کرنل ہمیرنج کی ہونی چاہیے کسی کی کسی نے لازماً اس پر چھلانگ لگائی ہوگی یا اس پر گولی چلائی ہوگی۔ اس لئے اب روشندان سے بھاگ کر اندر دیکھنا وقت ضائع کرنے کے مترادف تھا چنانچہ وہ پٹل ہاتھ میں پکڑے تیز رفتار سی سے دوڑنا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھتا گیا۔ اور پھر موڑ مڑتے ہی وہ بجائے نیچے اترنے کے اوپر اٹھنے سے ہوئے ایک بڑے روشن دان کو کھول کر اس کے اندر چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے نیچے ایک سن شیڈ ایسا موجود ہے جو درمیان سے جھکا ہوا اور سایڈوں سے اٹھا ہوا ہے۔ اس سن شیڈ پر وہ ہر طرف سے محفوظ ہو کر اپنے ساتھیوں کی مدد کر سکا۔

چڑھتا ہوا چھت پر پہنچا۔ وہ دوڑ کر اس کی جتنی سمت کے کنارے سے
 وہاں گیا۔ اس نے کونے سے مہرا بھا کر محتاط انداز میں عقبی باغ کی
 طرف جھپٹا۔ وہ پہلے وہ ایک طویل سانس لے کر اونچا گویا۔ عقبی باغ
 خالی تھا۔ مگر اسے ایک آدمی کی دیوار پھلانگ کر دوسری سمت
 کو دینے کی جھجک نظر آئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ لوگ نکل گئے
 ہیں۔ اسی لمحے اس نے تنویر اور صفدر کو مشین گنیں اٹھائے تیزی
 سے عقبی طرف آئے دیکھا۔

آتش بازی والے جا چکے ہیں۔ تمہارے دینے ہوئے پیسے
 ختم ہو چکے تھے۔ عمران نے اوپر سے ہانک لگاتے ہوئے
 کہا اور تنویر اور صفدر دونوں نے چونک کر اوپر دیکھا۔
 "یار۔۔۔ اور آتش بازی دیکھی تھی تو اچھی خاصی رقم خرچ کر
 ڈالنی تھی۔ آخر تنویر کی خوشی روز روز ہونی تھی۔" عمران نے
 یاتہ جلاتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔۔۔ آپ۔۔۔ صفدر اور تنویر نے حیرت
 بھرے بوجھ میں کہا۔

ظاہر ہے وہ عمران کو اس کی آواز سے ہی پہچان سکے ہوں گے
 وہ عمران اصل شکل و صورت میں تو نہیں تھا۔

اور عمران تیزی سے مڑا۔ اور پھر سیڑھیاں اترتا نیچے جانے لگا
 اس نے جان بوجھ کر رفتار آہستہ رکھی تھی تاکہ اتنی دیر میں صفدر اور
 تنویر گھوم کر برآمدے تک پہنچ جائیں جہاں سیڑھیوں کا اختتام ہوتا
 تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ وہ دیکھ اپ میں نیچے اترتا تو اس کے

ساتھی ہی اسے ریڈ آرمی میں شامل سمجھ کر گولیوں سے ریڈ نہ کر دیں یہی
 وجہ تھی کہ اس نے اوپر سے ہی صفدر اور تنویر سے بات بھی کر لی تھی۔
 جب وہ سیڑھیاں اتر کر برآمدے کے قریب پہنچا تو نہ صرف صفدر
 اور تنویر وہاں موجود تھے بلکہ باقی مہمان بھی وہاں موجود تھے۔ ان
 سب کی نظریں سیڑھیوں کی طرف ہی لگی ہوئی تھیں۔ چونانے اپنا
 ایک بازو پکڑا ہوا اٹھا اور گویا اس پر پٹی باندھنے میں مصروف تھی۔
 برآمدے میں دولاشیں پڑی تھیں۔

"واہ۔۔۔ کسی شان دار شادی ہے۔ لوگ تو شادی پر ایک
 آدھ جانور کی قربانی کرتے ہیں یہاں تو انسانوں کو جینٹل چڑھایا گیا
 ہے۔" عمران نے سیڑھیوں سے ہی ہانک لگاتے ہوئے
 کہا۔

"خاصوش رہو۔۔۔ صورت حال بہت نازک ہے۔"
 تنویر نے غصیلے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"ابھی سے تنویر ابھی سے۔۔۔ ابھی تو ابتدائے شادی ہے۔
 آگے آگے دیکھنا کیا ہو گا۔" عمران نے برآمدے میں
 قدم رکھتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔۔۔ تنویر ہمارے گروپ کا لیڈر ہے۔"
 صفدر نے شاید اس لئے فورا اعلان کو منع کر دینا فرمادی تنبیہ کہ
 عمران شاید اس بات پر ذوق کا لحاظ کر جائے۔

"ارے باپ رے۔۔۔ گروپ شادی اور گویا اکیلی۔۔۔ اے
 یہ تو بھی ظلم ہے۔۔۔ عجب ظلم ہے۔۔۔" عمران نے حیرت سے

ہم کہیں بھاڑتے ہوئے کہا۔
 "یوشٹ اپ۔ بڑی مشکل سے تمہاری اس زبان سے نجات
 ملی تھی۔ جگنے پھر کہاں سے آن چکے۔۔۔ جو لینے مر کر غصے
 اپنے میں کہا۔"

"اگر میں نہ آن چکے تو تم اب تک کچے ہوئے آدموں کی طرح
 کمرے کے فرش پر ٹپک چکے ہوتے۔ اور ریڈ آرمی اس وقت
 تمہیں برف میں لگا کر دعوت اڑا رہی ہوتی۔۔۔ عمران نے منہ
 بناتے ہوئے کہا اور جو لینے ہو نہ کہہ کر منہ موڑ لیا۔"

ظاہر ہے عمران کی بات درست تھی۔ یہ عمران ہی تھا جس نے
 عین موقع پر فائرنگ کر کے انہیں بچا لیا تھا۔ ورنہ وہ جس بُری
 طرح گھر گئے تھے۔ ان کا بچ نکلتا تقریباً ناممکن تھا۔

"عمران صاحب۔ کرنل ہمیر خ پتہ کر نکل جانے میں کامیاب
 ہو گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دوبارہ حملہ کریں ہمیں فوری یہاں سے
 نکل جانا چاہیے۔" کیپٹن شیکس نے موضوع بدلتے ہوئے
 کہا۔
 "وہ دے دے کیسے نکل گیا۔ وہ تو کمرے میں موجود تھا۔"

عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔
 "جب آپ نے روشندان سے اس کے ساتھیوں پر فائرنگ
 کی۔ اس وقت تو ہم حیران تھے کہ آخر یہ اچانک ہماری مدد پر
 کون آن پہنچا ہے۔ بہر حال اب ہمیں معلوم ہو گیا ہے۔ تو کرنل ہمیر
 نے روشندان پر فائرنگ کی۔ اُسی لمحے چوہان نے کمال عزت

کا مظاہرہ کیا۔ اور اچھل کر کرنل ہمیر خ پر جا کر مارا۔ مگر کرنل ہمیر خ اس
 دوران نال ذرا سی نیچے کر چکا تھا۔ اور گولیاں چوہان کا بازو
 چیر گئیں۔ لیکن کرنل ہمیر خ بھی دھکا کھا کر دروازے کے پیچھے جا کر۔
 ہم سب تیزی سے تیشین گنزوں کی طرف پکے۔ مگر کرنل ہمیر خ
 اس دوران اٹھ کر کہیں چھپ گیا تھا۔ ہم نے فوراً اندر سے فائرنگ
 شروع کر دی۔ جب کہ وہ باہر ہی ڈٹ گئے۔ انہیں شاید معلوم
 تھا کہ آخر کار جہاد میگزین ختم ہو جائے گا اور وہ ہمیں چھاپ لیں گے۔
 کہ اس دوران ان پر باہر سے فائرنگ شروع ہو گئی جو یقیناً آپ نے
 کی تھی۔ اور ان کے دوا آدمی مے تو وہ فار ہو گئے۔

"لیکن وہ فائرنگ کی بجائے ہم مار کر تمہارے اس پورے کمرے
 کو ہی اٹا سکتے تھے۔ جب کہ بھلائے ہوئے انہوں نے سائیڈ پر
 بھاری کی ہے۔۔۔ عمران نے اس سائیڈ والی عمارت کی طرف
 دیکھتے ہوئے کہا جو تباہ ہو چکی تھی۔

"میرا خیال ہے۔ ہم ان کے اس ساتھی کے پاس تھے جو سائیڈ
 سن تھا۔ اور اسی نے بھلائے ہوئے یہ ہم پھینکے ہیں تاکہ ہم فوری
 مورچہ پر ان کے عقب میں نہ پہنچ جائیں۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ ایسا ہی ہوگا۔ بہر حال کرنل ہمیر خ اپنے پانچ ساتھیوں
 کی بھینٹ دے کر نکل گیا۔ جلدی سے سامان باندھو ہمیں فوراً
 یہاں سے نکلتا ہے۔ وہ اگر حملہ نہ بھی کریں تو پولیس تو حملہ
 کرے گی ہی۔ عمران نے کہا اور وہ سب تیزی سے اندر
 مروں کی طرف دوڑ گئے۔

جب وہ سب میگزین اٹھائے واپس برآمدے میں آئے تو پولیس گاڑیوں کے سائرن بھی سنائی دینے لگے۔
 ”اب وقت ہے اگر کرنل پیس خ اندر اس کے ساتھی باہر سے بھی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ تو پولیس کی وجہ سے وہ بھی سامنے نہ آئیں گے۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور وہ سب سر ہلاتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھے۔

”ارے ادھر سے نہیں۔۔۔ ادھر سے تو پولیس فوراً ہمیں چھاپ لے گی۔ چھت پر چلو دہاں سے سائیڈ کوٹھی کی چھت سے ہو کر دوسری طرف نکلیں گے۔“ عمران نے چیخ کر انہیں روکتے ہوئے کہا۔

اور پھر عمران کے پیچھے وہ سب تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر آ گئے۔

عمران کے پہنچنے ہی وہ سب لاشعوری طور پر عمران کی رہنمائی میں کام کرنا شروع ہو گئے تھے۔ چھت سے ملحقہ کوٹھی کی چھت پر پہنچ کر وہ سب تیزی سے فرش پائپ سے اثر کر عقبی سمت میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ یہ وہی کوٹھی تھی جن کے راستے عمران پہنچا تھا۔ ان سب کے چھت پر چلنے اور اترنے سے خاصا شور مچا رہا تھا۔ لیکن یا تو یہ کوٹھی خالی تھی یا پھر اس کے مکین غائب ہو گئے اور وہما کوں سے سہم کر باہر نہ نکلے ہوں گے۔ بہر حال عقبی دیوار میں لگا ہوا دروازہ کھول کر وہ پھپھیگی میں پہنچ گئے۔

”جلدی سے میرے پیچھے آؤ۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔ ابھی پولیس گھر لے گی۔“ عمران نے کہا۔
 اور پھر وہ دوڑتے ہوئے عمران کے پیچھے ایک دو گیلوں سے گزر کر ایک کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ گئے۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کال ہیل کا بٹن دبا دیا۔ وہ مسلسل بٹن دبائے چلا گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان نے بڑے غصیلے انداز میں باہر جھانکا۔

لیکن عمران نے اسے زور سے دھکا دیا اور وہ غریب چیخ مار کر پشت کے بل اندر جا کر اُڑا۔ اور عمران تیزی سے کھڑکی یا درکے کے اندر پہنچ گیا۔ ظاہر ہے اس کے ساتھیوں نے اس کی پیروی کر نہ کی تھی۔

”ارے ارے۔۔۔ تمہارے کپڑے خراب ہو گئے۔ ڈاکٹر تو صابن کے پیسے بھی تمہاری تنخواہ سے کاٹ لے گا۔“

عمران نے نیچے گرے ہوئے نوجوان کو اٹھاتے ہوئے بڑے مہذبانہ لہجے میں کہا۔ وہ اب ماتھوں سے اس کے کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ اور نوجوان حیرت سے انہیں پھاڑے ان بن بلانے مہاتوں کو دیکھ رہا تھا جو بیک اٹھائے یوں اندر آ گئے تھے جیسے یہ کوٹھی نہ جو کوئی مسافر خانہ ہو۔

”آ۔۔۔ آپ کون ہیں؟“ اس آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر انسن سے جا کر کہو پرنس آف ڈھمپ اپنے سر کس

بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ارے ارے۔۔۔ ناراض کیوں ہو رہے ہو ڈیٹھ لیڈ صاحب۔ میں تو ذرا تم لوگوں کی ڈیٹھ کو مزید فاسٹ کرنے آیا ہوں غضب خدا کا۔۔۔ تین دن ہو گئے میں تمہیں یہاں آئے ہوئے۔ اور ابھی تک تم زندہ ہو۔ اس کے باوجود نام رکھ رکھا ہے فاسٹ ڈیٹھ۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
اور تو میرے علاوہ باقی سب ساتھی جیسی طرح بننے لگے۔ جب کہ تو میرا چہرہ غصے سے مزید بگڑ گیا۔

پرنس۔ کہاں ہے پرنس؟ ”یکوئی آوارہ گرد اندر آگئے ہیں۔ بلاؤ پولیس کو بلاؤ۔۔۔ جلد ہی بلاؤ۔۔۔ اچانک برآمدے سے کسی کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی۔

اور وہ سب چونک کر برآمدے کی طرف دیکھنے لگے جہاں ایک دہلا پٹلا بالکل بانس کی طرح لمبا بوڑھا کھڑا تھا۔ اس کا سر انڈے کی طرح صاف تھا۔ البتہ مونچھیں گلہری کی ذوں کی طرح ہونٹوں کے دونوں کناروں سے نیچے لٹک رہی تھیں۔

”ارے ڈاکٹر رابنسن۔ ارے میں نے سمجھا تھا کہ اب تک تم سر پر بال اگانے کا کوئی فارمولا ایجاد کر چکے ہو گئے۔ مگر تم تو وہی چھلے ہوئے انڈے کی طرح ہو۔۔۔ عمران نے چپکے ہوئے اصل لہجے میں کہا۔

اور بوڑھا حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھنے لگا۔ اب ظاہر ہے وہ شکل سے تو عمران کو نہ پہچان سکتا تھا۔

سمیت آلیتے۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”سرکس۔۔۔ نوجوان نے حیرت سے مزید آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ اب وہ عمران کے ساتھیوں کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ انسانوں کی بجائے سرکس کے سدھاتے ہوئے شیر اور جیتے ہوں۔

”اگر تم نے مزید حیرت ظاہر کی تو تمہاری آنکھیں ابل کر باہر آگریں گی اور ڈاکٹر رابنسن کسی اندھے کو ملازم رکھنے پر تیار نہ ہو گا۔ اس لئے یہ حیرت کی پریکٹس ختم کر دو اور جا کر پیغام دو۔ عمران نے نوجوان کو کاندھے سے پکڑ کر فالین عمارت کی طرف اس کا رخ گھماتے ہوئے کہا۔ اور نوجوان چلنے کی بجائے دوڑتا ہوا عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

”یہ ڈاکٹر رابنسن کون ہے؟“ جو لیلے نے منہ بناتے ہوئے پوچھا۔

”یہ مونیشیوں کا ڈاکٹر ہے۔ تمام سرکسوں والے اپنے جانوروں کا علاج کرانے انہیں یہیں لے آتے ہیں۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ وہ سب بھی اب عمارت کی طرف ہی چل رہے تھے۔

”یوشٹ اب۔۔۔ زیادہ کمزور کی ضرورت نہیں۔ پے تم نے مداخلت کر کے کرنل سمیرخ اور اس کے ساتھیوں کو فرار ہونے میں مدد دی ہے۔ فاسٹ ڈیٹھ کہ تو تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ تم اب جا سکتے ہو۔۔۔“ تو میر نے غصے سے

”تم۔۔۔ تم پرنس آف ڈھمپ ہو۔ لیکن تمہاری شکل تو کسی مردے دُٹنانے والے کی طرح ہے۔ وہ پرنس کہاں ہے جو واقعی پرنس لگتا ہے۔“ ڈاکٹر نے منہ بنا تے ہوئے کہا اور اس بار عمران کے سارے ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔ تنویر کے حلق سے نکلنے والا تہقہ ان سب سے بلند تھا یہ دیکھ کر عمران کی شکل پر واقعی دل چسپ تبصرہ کیا تھا۔

”وہ زندوں کو دُٹنانا تھا۔ اس لئے میں نے اُسے زندہ ہی دفن کر دیا۔ لیکن آج مجھے اس محاورے پر یقین آ گیا ہے کہ مردہ بولے تو کفن بھاڑ کر ہی بولتا ہے۔ اور تمہارا کفن تو تمہاری عقل ہی تھی۔ وہ تو یقیناً پھٹ چکی ہوگی۔“ عمران نے مسکرتے ہوئے جواب دیا۔

”ارے کہیں تم نے پرنس سے زبان تو تبدیل نہیں کر لی۔ لہجہ وہی۔ زبان وہی۔ انداز وہی۔ لیکن شکل کفن پورے جیسی۔“ ڈاکٹر رابنسن نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحہ وہ عمران سے یوں لپٹ گیا جیسے صدیوں کے بعد کوئی بچہ اجوا غریب ملا ہو۔

”ارے ارے۔ سکون سی بچی کا آٹا کھاتے ہو۔ غضب خدا کا۔۔۔ ارے میری ہسلیاں۔“ عمران نے بڑی طرے پیختے ہوئے کہا اور ڈاکٹر نے بے اختیار خستہ ہوئے اُسے چھوڑ دیا۔ ڈاکٹر کے چہرے پر مسرت کا ابشار بہہ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اُسے دنیا کی سب سے قیمتی چیز اچانک میسر آ

آگئی ہو۔

”ارے معاف کیجئے۔۔۔ پرنس سے میں سال بعد ملاقات ہوئی ہے۔ اس لئے میں آدور ہو گیا۔ مجھے ڈاکٹر رابنسن کہتے ہیں۔“ ڈاکٹر رابنسن کی نظر اب عمران کے ساتھ ہوا پر پڑیں جو حیرت سے ان دونوں کا ملاپ دیکھ رہے تھے۔

”یہ مس شمر شرار ہیں۔ غضب ان کی ناک پر دھرا رہتا ہے۔ میں نے بڑی کوشش کی ہے کہ ان کی ناک سے پھسل کر نیچے گر جائے۔ لیکن بنجانے مقناطیس کی ناک بنوا رکھی ہے۔“ عمران نے جویا کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”شمر شرار۔۔۔ یہ کیا نام ہوا۔“ ڈاکٹر رابنسن نے چونکتے ہوئے کہا۔

”میرا نام صوفیہ ہے۔ پرنس گزشتہ دنوں یاگل نطے سبے ہیں۔ اس لئے الٹی سیدھی کچا اس کرتے رہتے ہیں۔“ جویا نے بڑا سا منہ بنا تے ہوئے کہا۔

”ارے۔ وہ تو میں تمہیں دیکھنے گیا تھا۔ میں کوئی خود نقوڑی گیا تھا۔ اچھا پھر اپنا تعارف خود ہی کہا لو۔“

عمران نے رد ٹھکنے والے انداز میں کہا۔ اور ڈاکٹر نے اختیار ہنس پڑا۔ چون کہ جویا نے اپنا نام غلط بتایا تھا اس لئے سب نے اپنے اپنے فرضی نام بتا دیئے۔

”ادرا ب تم ہم سب کی شان نزول بھی پوچھو گے۔“ عمران نے تعارف کے خاتمے کے بعد سوال کرتے ہوئے کہا۔

”ہرگز نہیں پوچھوں گا۔ میرے لئے نزول ہی کافی ہے۔ شان کی مجھے ضرورت نہیں تھی۔ ڈاکٹر رابنسن نے جتنے ہوئے کہا۔“

”آئیے۔۔۔ اندر تشریف لے آئیے۔ راجہ جاو۔ سب کے لئے جو کچھ کچن میں پڑا ہوا ہو۔ لے آؤ۔۔۔ جلد ہی کروہ چلنے بھی بلاؤ۔۔۔ ڈاکٹر نے قریب کھڑے ملازم سے کہا اور ملازم سر ملاتا ہوا ایک راہ داری کی طرف چلا گیا۔“

ڈاکٹر رابنسن انہیں لے کر اندر آگیا۔
”تشریف رکھیے۔۔۔ ڈاکٹر نے صوفوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔“

”یار ڈاکٹر ہمیں بہت جلد ہی ہے۔ سرکس کا شو شروع ہونے والا ہے۔ چلو بھی باری باری میک اپ کرو۔ ہم سیدھے یہیں سے شو میں چلیں گے۔۔۔ عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔“

”میک اپ کیا مطلب۔۔۔ ڈاکٹر رابنسن نے چونکتے ہوئے کہا۔“

”کمال ہے۔۔۔ دس گز لمبی ڈگریاں تو لے ڈالیں۔ لیکن میک اپ کے معنی نہیں آتے۔ آؤ بیٹھو۔ میں سمجھاتا ہوں عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔“

”اچھا اچھا۔ سمجھ گیا۔ تو تم ابھی تک اُسی جاسوسی کے جکڑ میں الجھے ہوئے ہو۔ اور اسی لئے شکل بھی بدل رکھی ہے۔“

ڈاکٹر رابنسن نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ جب کہ صفدر سب سے پہلے اپنا بیگ اٹھائے سلسلے میں موجود بائو روم کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ چون کہ بائو روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس لئے اُسے بغیر پوچھے ہی بائو روم کا پتہ چل گیا تھا۔ اس نے اندر جا کر دروازہ بند کر لیا تھا۔۔۔ چون کہ ضروری سامان کا بیگ ہر ایک کے پاس تھا۔ اس لئے ظاہر ہے میک اپ باکس بھی اس بیگ میں ہی ہوگا۔

”سناؤ ڈاکٹر۔۔۔ وہ تمہاری مردہ خلیوں والی تحقیق کہاں تک پہنچی تھی۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔“

”اؤ۔۔۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں مردہ خلیوں پر ریسرچ کر رہا ہوں۔ تمہاری میری ملاقات تو بیس سال بعد ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر نے شدید حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ حیرت کی شدت کی وجہ سے اس کی سونٹوں کے کناروں سے لٹکی ہوئی مونچھیں بُری طرح پھڑپھڑانے لگی تھیں۔“

”اسی لئے تو کہتا ہوں کہ کفن پھاڑ کر مت بولا کرو۔ لگتا ہے تم نے بولنے کے شوق میں ساری عقل ہی پھاڑ ڈالی ہے۔ حضرت ابھی کچھ سال تو بین الاقوامی سائنس کا نفرنس میں آپ نے اسی موضوع پر مقالہ پڑھا ہے۔ اور آج پوچھ رہے ہیں تمہیں کیسے پتہ۔۔۔ عمران نے منہ سناتے ہوئے کہا۔“

”اؤ۔۔۔ حیرت ہے کہ تم جاسوسی جیسے غیر سائنسی پیشے میں

الجھنے کے باوجود سائنسی مقالے پڑھتے ہو۔ بہر حال ریسرچ جاری ہے۔ ابھی کوئی ٹھوس نتیجہ نہیں نکلا۔۔۔۔۔ پروفیسر نے جواب دیا۔

”کنڈوپ سرکل تھیوری آزمائی گئی ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔
 ”جنگل“ کیا۔۔۔۔۔ کنڈوپ سرکل تھیوری۔۔۔۔۔ ادہ۔

واقعی۔۔۔۔۔ ارے اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا۔ ارے ارے واقعی میری عقل غائب ہو گئی ہو۔۔۔۔۔ ادہ پرنس۔۔۔۔۔ یہ تم آخر جو کیا چیز۔۔۔۔۔ پروفیسر عمران کی بات سنتے ہی بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”میری بات چھوڑو۔ اس تھیوری کو آزمادو۔ تمہارا کام ہو جائے گا۔ نہ ہو تو پھر یہ ریسرچ چھوڑ کر کہیں گھاس کھوڑنے کا پیشہ اختیار کر لینا۔۔۔۔۔ عمران نے منہ ملتے ہوئے کہا۔

”بالکل ہوگی۔۔۔۔۔ لازماً ہوگی۔ ارے۔ مجھے تو اس کا خیال ہی نہ آیا تھا۔ اور واقعی سامنے کی بات بھی میں خواہ مخواہ دوسرے پکروں میں پڑا رہا۔۔۔۔۔ ڈاکٹر نے عقیدت مندانہ انداز میں سر ملتاتے ہوئے کہا۔

”تم اس پر غور کرو۔ میں ذرا فون کروں۔۔۔۔۔ عمران نے فون اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔ اور ڈاکٹر نے واقعی صوفے کی پشت سے سرٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

عمران۔ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ اور پھر اس نے

فون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس۔۔۔۔۔ ڈاکٹر رحمت اللہ سہیل۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوئے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر صاحب بات کرادو۔۔۔۔۔ میں نادرا کا آدمی بول رہا ہوں پرنس۔۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ادہ یس۔۔۔۔۔ بولڈ کیجئے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے چونکے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز رسیور میں گونجی۔

”ڈاکٹر رحمت اللہ سپیکنگ۔۔۔۔۔ بولنے والے کا لہجہ بے حد باوقار تھا۔

”ڈاکٹر صاحب۔۔۔۔۔ میں پرنس بول رہا ہوں۔ نادرا نے میرے کچھ ساتھی آپ کے پاس بھیجے تھے۔ ان کی کیا پوزیشن ہے؟“ عمران نے کہا۔

”ادہ۔۔۔۔۔ وہ تین مریض جو نادرا نے بھیجے تھے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہاں دی۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”ان تینوں کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ لیکن ان کا ابتدائی آپریشن کس نے کیا تھا۔۔۔۔۔ ڈاکٹر نے کہا۔

”ادہ۔۔۔۔۔ وہ ڈاکٹر وہ میں نے خود ایم جی ٹریٹمنٹ کے لئے کیا تھا۔ کیوں کیا ان سے بگاڑ تو نہیں پیدا ہوا۔۔۔۔۔ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”آپ سرجن ہیں۔“ ڈاکٹر نے جواب دینے کی بجائے اٹھا سوال کر دیا۔

”ارے سرجن کہاں۔“ میرا تو سرجری سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں تسلیم نہیں کرتا۔ اس قدر پیچیدہ اور نازک آپریشن ماہر سرجن کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ خود کو چھپا رہے ہیں۔ بہر حال اگر واقعی یہ آپریشن آپ نے کئے ہیں تو آپ میرے نزدیک ایک عظیم ترین سرجن ہیں۔ کہ بغیر ضروری اوزار کے اس قسم کے پیچیدہ آپریشن کر کے آپ نے واقعی حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ مبارک باد کے قابل ہیں۔ بہر حال ان آپریشنز کی وجہ سے ان عینوں کی جانیں بچ گئیں۔ اگر یہ حیرت انگیز آپریشنز فوری نہ کئے جاتے تو پھر ان کی موت یقینی تھی۔“ ڈاکٹر رحمت اللہ نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

”اب کیا وہ کام کرنے کے قابل ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”ارے نہیں۔ ابھی تین چار روز مزید انہیں بیڈ ریسٹ چلانیے۔ ورنہ ٹانگے ٹوٹ جائیں گے۔“ ڈاکٹر رحمت اللہ نے جواب دیا۔

”اور کسے تھینک یو۔“ عمران نے جواب دیا اور مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”پرنس۔“ کنڈوپ سرکل تھوری میں آٹوبان کیے فٹ

ہوں گے۔ ان کے بغیر تو کام نہیں ہو سکتا۔“ اُسی لمحے ڈاکٹر رابنسن نے آنکھیں کھولتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ شاید اب تک اسی ٹیکہ میں الجھا ہوا تھا۔

”ارے یہی تو فٹ نہیں ہوتے۔ اگر فٹ ہو جاتے تو اب تک میں اپنے سارے آباء اجداد کو زندہ نہ کر چکا ہوتا۔“ عمران نے منہ بندے ہوئے کہا۔ اور ڈاکٹر رابنسن چند لمحے اُسے دیکھتا رہا۔ اور پھر اس کے چہرے پر غصے کے آثار پھیلنے لگے۔

”تو تم نے کیوں مجھے اس میں الجھایا تھا۔“ ڈاکٹر نے نہاتے ہوئے کہا۔

”اس لئے تاکہ تم سوچتے رہو۔ میں ذرا اس دوران فون کر لوں۔ تمہاری زبان سی کسی طرح نہ رک رہی تھی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم واقعی شیطان ہو۔“ اصلی شیطان۔“ ڈاکٹر نے شرمندہ سے انداز میں منہ پھرتے ہوئے کہا۔

”تمہارا ہی شاگرد ہوں ڈاکٹر۔“ اصلی شاگرد۔“ عمران نے جواب دیا۔ اور ڈاکٹر جہقہ مار کر بغس پڑا۔ عمران واقعی اسفورڈ میں اس سے پڑھ چکا تھا۔

عمران کے تقریباً سارے ساتھی سی نئے میک اپ میں آئے تھے۔ صرف چوہان میک اپ میں مصروف تھا۔ ملازم لے اور دوسرا سامان میز پر رکھ گیا تھا۔ اور اس کے ساتھی خود کام و دہن کی آزمائش میں مصروف ہو گئے تھے۔

”وہ باکا نگر والی کوٹھی بیچ ڈالی۔ بہت شاندار کوٹھی تھی۔ پورا محل تھا۔“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ چوں کہ میری بیوی وہیں فوت ہوئی تھی۔ اور اُسے یہ رہائش گاہ بے حد پسند تھی۔ اس لئے میں نے اُسے فروخت نہیں کیا۔ اب بھی کبھی کبھی میں وہاں جا کر دو چار روز گزار آتا ہوں۔“ ڈاکٹر رابنسن نے جواب دیا۔

”اور کسے؟ ذرا اس کی چابی مجھے دینا۔ میں بھی دیکھوں تم نے اُسے کس حالت میں رکھا ہوا ہے۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ پچھلے دنوں لیڈی رابنسن کیوں خواب میں آکر شکایت کر رہی تھی کہ تم نے اس کی رہائش گاہ کا خیال رکھنا چھوڑ دیا ہے؟“

عمران نے کہا۔
”تمہارے خواب میں آئی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“

ڈاکٹر رابنسن نے چونکتے ہوئے کہا۔
”کیوں۔ میرے خواب میں آنے سے اس کے جوہر گھسن جاتے ہیں۔“ عمران نے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں۔ ضرور آتی ہوگی۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا۔ کہ میرے خواب میں آنے کی بجائے وہ تمہاری طرف کیسے چلی گئی۔“

بیوی وہ میری تھی اُسے پہلے میرے خواب میں آنا چاہیے تھا۔“ ڈاکٹر رابنسن نے جواب دیا۔

”تمہاری خواب میں آکر اس نے پھنسا تھا۔ عیسیٰ تمہاری کھوپڑی ہے ویسا ہی تمہارا خواب ہوگا۔“ اچھا وہ چابی دو۔ ذرا

”ڈاکٹر۔ میں نے سنا تھا تم پہلے باکا نگر میں رہتے تھے۔ پھر یہاں شفٹ ہوئے۔“ عمران نے اچانک چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔ پہلے میں وہیں رہتا تھا۔ جب سے میں یہاں آیا تھا وہیں رہا تھا۔ یہاں تو پچھلے سال یوں سمجھو سائنس کا کونفرس سے کچھ روز پہلے شفٹ ہوا تھا۔ کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ اور یہ تو بتاؤ آخر تمہیں یہ سب معلومات کیسے حاصل ہو جاتی ہیں۔ کیا تم میری نگرانی کرتے رہتے ہو؟“ ڈاکٹر

رابنسن کے چہرے پر ایک بار پھر حیرت کے تاثرات پھیلنے لگے تھے۔
”بس بس زیادہ حیرت کی ضرورت نہیں۔ جب تم مستقل طور پر اس علاقے میں آکر رہے تھے تو میں ایک بار تمہیں ملنے آیا تھا۔ اس

لئے مجھے معلوم تھا کہ تم باکا نگر میں رہتے ہو۔ لیکن سائنس کا دنیا میں تمہارا ریڈھا ہوا مقالہ جب سائنس میگزین میں چھپا تو تمہارا یہ عالم گمراہی کا دیا ہوا تھا۔ اس سے مجھے پتہ چل گیا کہ تم اپنی رہائش بدل چکے ہو۔ اور آج اتفاق سے یہاں سے گزرتے ہوئے مجھے

یاد آ گیا کہ اپنا ڈاکٹر رابنسن بھی تو یہیں رہتا ہے۔ جلوس لیں۔“ عمران نے کہا۔

”حیرت ہے اتنی سیدھی اور صاف سی بات پہلے میری ہی میں کیوں نہیں آئی۔ کیا تم نے کوئی جادو وغیرہ تو نہیں سیکھا کہ تمہارے یہاں آتے ہی میری عقل غائب ہو گئی ہے؟“

ڈاکٹر رابنسن نے اپنے انڈے کے چھلکے کی طرح صاف سر پر ہاتھ پیرتے ہوئے بے اختیار لہجے میں کہا۔

ملازم سر ملاتے ہوئے اندر گیا اور پھر وہاں سے کپڑا لاکر وہ کار کو صاف کرنے لگا۔

”اب میرے خیال میں پولیس اپنی کار روانہ کر کے جا چکی ہو گی اور کرنل ہمیرخ اور اس کے ساتھی بھی جا چکے ہوں گے۔ اس لئے اب ہم اطمینان سے جا سکتے ہیں۔ ویسے بھی اب آپ نئے لوگ ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے صفدر اور جویا سے کہا۔

”لیکن آپ یہ تو بتائیں کہ آپ وہاں اچانک کیسے پہنچ گئے؟“ صفدر نے کہا۔

”ارے ماں! یہ دل چسپ کہانی ہے۔ کبھی فرصت ملی تو ضرور سنائوں گا۔ فی الحال تو مجھے نیند آرہی ہے۔“

عمران نے کہا۔ اور پھر کار کا دروازہ کھول کر سیٹرنگ پر بیٹھ گیا۔ باقی ساتھی بھی کار میں سوار ہو گئے۔ اور عمران نے کار شارٹ کی اور پھر اسے موڑتے ہوئے وہ پھانک کی طرف لے آیا۔

ملازم نے دوڑ کر پھانک کھول دیا۔ اور عمران کار کو باہر لے آیا۔ مختلف جگہوں سے گزرتے ہوئے وہ مین روڈ پر پہنچ گئے۔

اب وہاں کہیں سی پولیس کار کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ عمران کا خیال درست تھا کہ مطلع صاف ہو چکا تھا۔ عمران مختلف سڑکوں سے گزر کر شہر کے وسط میں ایک پرانی کلاونی میں داخل ہوا۔ اور پھر اس نے ایک انتہائی قدیم انداز کی قلعہ نما کوٹھی کے سامنے جا کر کار روک دی۔ یہ ڈاکٹر رابنسن کی پرانی رہائش گاہ

جلدی تھی۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”راجہ۔“ ڈاکٹر رابنسن نے اونچی آواز سے کہا۔

”جناب۔“ ملازم نے اندر آکر مذہبانہہ لہجے میں کہا۔

”وہ باکارد والی کوٹھی کی چابی لاکر پرنس کو دو۔“

ڈاکٹر رابنسن نے کہا۔

”مہربان کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا اگر ہم کچھ دن بہتاری کار استعمال کر لیں۔“ عمران نے اور پھیلتے ہوئے کہا۔

”کار۔۔۔ ارے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں تو دو دو جفتے گھومتے ہی نہیں نکلتا۔ کھڑی سوکھتی رہتی ہے۔ لے جاؤ۔

بھائی لے جاؤ۔“ ڈاکٹر رابنسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر اٹھ کر ایک الماری کھولی اور اس کی دراز سے چابیوں کا رنگ نکال کر اس نے عمران کے آگے ڈال دیا۔ اسی لمحے

ملازم نے بھی چابیوں کا ایک سیٹ لاکر عمران کے ہاتھ میں دے دیا۔

”اچھا ڈاکٹر۔ بہت بہت شکریہ۔“ عمران نے

کہا اور پھر وہ اس سے مصافحہ کر کے باہر کی طرف چل پڑا۔ باقی ساتھیوں نے بھی ڈاکٹر سے مصافحہ کیا۔ اور پھر وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے باہر برآمدے میں آ گئے۔ پورچ

میں سبز رنگ کی شیور لیٹ کار موجود تھی۔ گو اس پر گر دکئی کئی تہیں چڑھ چکی تھیں۔

”اسے صاف تو کر دو۔“ عمران نے ملازم سے کہا اور

تھی۔ عمران نے چانی نکال کر صفدر کو دمی جو اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اور صفدر نے نیچے اتر کر پیناک پر لنگھوا تاکہ کھولے اور دیکھ لے کر پرانے انداز کا بنا ہوا پیناک کھول دیا۔ عمران کا راند لیتا گیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ سب پورچ میں کار رکھتے ہی باہر نکل آئے۔ وہ سب حیرت بھرے انداز میں اس غلیظ الشان اور محل نما کو بھٹی کو دیکھ رہے تھے۔

”کیا دیکھ رہے ہو۔ اس سے خوب صورت رہائش گاہ پورے دارالحکومت میں اور نہیں ملنی۔ ڈاکٹر تو مردم بیزار ہے۔ اس لئے شہر سے دور جا بسا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو کیا اب ہم نے یہاں مستقل رہنا ہے۔“ جولیانے کہا۔

”اگر تم چاہو تو ایسا ہی ہو سکتا ہے۔ میں ابھی باقی سب کو بنگا دیتا ہوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولیانے جینینپ کو منہ پر سے کر لیا۔ فقروں کے مفہوم لانے میں عمران کا کوئی تامل نہیں تھا۔ وہ اچھے بننے سیدھے سادھے فقرے کا مفہوم اس طرح بال دیتا تھا کہ فقرہ بولنے والا خواہ مخواہ جینینپ جاتا تھا۔

چند لمحوں بعد وہ سب کوٹھی میں گھوم پھر کر اس کا اچھی طرح جائزہ لے چکے تھے۔

”ماں۔ اب بتاؤ کہ سردار احمد حسین کو تم نے ایف ڈی

کے ہیڈ کوارٹر کا جو پتہ دیا تھا وہ کہاں سے حاصل کیا تھا کیا کسی نجومی کی خدمات حاصل کی تھیں۔“ عمران نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”پہلے آپ بتائیں کہ آپ وہاں کیسے پہنچ گئے۔ اس کے بعد ہم بھی آپ کو تفصیل بتائیں گے۔“ درنہ نہیں۔“ صفدر نے کہا۔

”اچھا تو تویر کے لیڈر بننے ہی تم میں بھی بلیک میلروں جیسی خصوصیات آگئیں۔“ دیے تم کو انھوں نے تویر کو اتنا بڑا اعزاز بخش کیسے دیا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے عمران صاحب۔ تویر نے وہ کام کر دکھائے ہیں کہ ہم سوچ رہے ہیں کہ آپ کو ان کا شاگرد بنا دیں۔“ صفدر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے جوش میں آ کر ایف ڈی کے ہیڈ کوارٹر پر حملے اور وہاں سے نکلنے کے تمام واقعات تفصیل سے بتا دیئے۔ اس کے بعد چوہان کا کارنامہ کہ کس طرح اس نے ان کا نیا اڈہ دیکھ لیا تھا۔“ صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اور عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تویر کو دیکھنے لگا۔

تویر فخریہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

”کمال ہے یہی۔“ واقعی تویر میں تو بے پناہ خصوصیات ہیں۔ میں تو اب تک اپنی سمجھتا رہا کہ اسے بس عشق کرنا ہی آتا ہے۔“ عمران نے بڑے پُر غلوں سے لہجے میں کہا۔ اور تویر مسکرا دیا۔

”عمران صاحب۔ اس بار تو نعمانی۔ صدیقی۔ چوہان سب نے ہی کام دکھایا ہے۔ چوہان اگر اندر آتے ہوئے ہم کو فضا میں ہی کیچ کر کے واپس پھینکے گا حیرت انگیز کارنامہ سرانجام نہ دیتا تو یقین کیجئے جاری قبریں وہیں بنتیں۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔“

”مطلب یہ ہوا کہ اس بار صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں ہی پیچھے رہے اور باقی اس میں آگے بڑھ گئے۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ تو موقع ملنے کی بات ہے۔“ تنویر نے فوراً صفدر اور کیپٹن شکیل کا دفاع کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ نے ابھی تک نہیں بتایا کہ آپ عین موقع پر وہاں کیسے پہنچ گئے۔“ صفدر نے کہا۔

اور عمران نے ذرا سی بات بدل کر انہیں بتایا کہ کس طرح میجر حیرس کو آنے والی کرنل بمیرن کی کال اس نے سنی۔ اور اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ مقام پر رید کرنے والے ہیں۔ چنانچہ میں ان سے پہلے یہاں پہنچ گیا۔ باقی باتیں تم زیادہ جانتے ہو۔ ”نعمانی۔“ ذرا خون اٹھاؤ۔ میں ذرا سر وادج سے بات کروں۔

اس ایف ڈی کا کیا ہوا۔ اب تک تو ریڈ جو چکا ہو گا۔ عمران نے کمرے کے کونے میں رکھی ہوئی چھوٹی میز پر بیٹھے ہوئے فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نعمانی سے کہا۔ اور نعمانی نے اٹھ کر فون اٹھایا۔ اور اُسے لاکر عمران کے سامنے درمیانی میز پر

رکھ دیا۔

”کیا نمبر تھا۔“ سر وادج حسین کی رہائش گاہ کا۔ عمران نے رسیور اٹھاتے ہوئے صفدر سے پوچھا اور صفدر نے نمبر دہرا دیا۔

”ہیلو۔“ وزیر غار جب پاؤں۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”سر وادج حسین صاحب سے بات کرو۔“ میں یا کبھی اسے عمران بول رہا ہوں۔ ایک ٹوکا کو حوالہ دے کر بات کرو۔“ عمران نے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

”اوہ لیس۔“ ہولڈ کیجئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی کہا گیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد سر وادج حسین کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔“ وادج حسین سپیکنگ۔“ سر وادج حسین کے لہجے میں عجیب سی مسرت پہاں تھی۔ اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ وہ دیکھ گیا تھا کہ چھاپہ کامیاب رہا۔

”سر وادج حسین میں علی عمران بول رہا ہوں۔ سنائیے۔ ایف ڈی کے سید کو آرڈر پر چھاپے کا کیا نتیجہ نکلا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ عمران صاحب۔“ آپ بھی یہیں ہیں۔ لیکن سید کو آرڈر کی اطلاع دینے والے تو کوئی اور صاحب تھے۔“ سر وادج حسین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں وہ فاسٹ ڈیٹھ دالے لوگ تھے۔ انہیں میں نے کہا تھا۔
 کہ آپ کو اطلاع دے دیں۔ عمران نے مسکرا کر ممبرز کی
 طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور تنویر کا منہ بن گیا۔ کہ محنت تو انہوں
 نے کی اور اب کم بیڈٹ عمران لے رہا ہے۔ جب کہ صفدر اور
 کیپٹن شکیل مسکرا دیئے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ عمران اپنا تعلق
 براہ راست فاسٹ ڈیٹھ سے ثابت نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے
 ایسی بات کر رہا ہے۔

”فوج کے دستے نے وہاں چھاپہ مارا ہے۔ وہاں موجود چار افراد
 کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ وہاں سے ایسا سامان اور ایسی فائلیں
 ملی ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ایف۔ ڈی جس کا پورا نام
 فیس آف ڈیٹھ ہے۔ اسرائیل کی خفیہ تنظیم ہے۔ اور ان کا
 مشن بھاشانہ میں انقلاب لاکر کافرستان کی مرضی کی حکومت
 لانا ہے۔ یہ تنظیم اسرائیل اور کافرستان کی سازش سے کام کر رہی
 ہے۔ بہر حال وہاں سے اتنا ثبوت مل گیا ہے کہ ہم نہ صرف
 اپنی عوام کو مطمئن کر سکتے ہیں بلکہ بین الاقوامی طور پر کافرستان
 اور اسرائیل کو غراب کر سکتے ہیں۔ صبح کے اخبارات میں تمام
 تفصیل آرہی ہے۔ تم لوگوں نے واقعی اپنے دعوے کے مطابق
 حیرت انگیز رفتار رہی سے کام کر دکھایا ہے۔ صدر مملکت
 بھی بے حد خوش تھے۔ میں ابھی سوچ رہا تھا کہ سر سلطان سے
 بات کروں کہ آپ کافون آگیا۔ سر وادج حسین نے
 مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ چاروں آدمی جو گرفتار ہوئے ہیں وہ اس وقت کہاں
 ہیں۔ عمران نے پوچھا۔

”وہ فوج کی تحویل میں ہیں۔ ان سے پوچھ گچھ ہو رہی ہے۔ لیکن
 ابھی ابھی مجھے ٹھہری سیکرٹ سروس کے چیف نے اطلاع دی
 ہے کہ یہ چاروں عام ممبر ہیں۔ اصل سرغنہ ریڈ کے وقت
 ہیڈ کوارٹر میں موجود نہ تھا۔ اس کا نام کرنل چارلس بتایا گیا ہے۔
 بہر حال ابھی ان سے مزید پوچھ گچھ ہوگی۔ سر وادج حسین
 نے کہا۔

”اور کسے۔۔۔ ان کا خیال رکھنا۔ کہیں یہ لوگ فرار نہ ہو جائیں۔
 سرغنہ بھی کیڑا اجلے گا۔ آغاز تو ہوا۔ عمران نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ وہ جمود تو ٹوٹ گیا ہے۔ اسے ہاں سیکرٹ سروس
 کے چیف کیپٹن تیزی نے بھی اطلاع دی ہے کہ اس نے
 ایف۔ ڈی کے ایک خاص ایجنٹ میجر نثار کو پکڑا۔ لیکن وہ لڑائی
 میں مارا گیا ہے۔ اس کی لاش بھی بین الاقوامی ممبرین کے
 سامنے بطور ثبوت رکھنے کے لئے محفوظ کر لی ہے۔ اب بس سرغنہ
 مل جائے تو یہ مسئلہ ختم ہوگا۔ سر وادج حسین نے کہا۔
 ”وہ بھی مل جائے گا۔ غنہ مل گیا ہے تو سدا کیلا کہاں جا
 سکتا ہے۔ عمران نے کہا۔ اور سر وادج حسین بے اختیار
 ہنس پڑے۔

”اچھا اجازت۔ گڈ بائی۔ عمران نے کہا اور پھر

”لیکن اب لیڈری کا کیا فیصلہ ہو گا۔ کون لیڈر ہو گا؟“
صغدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بھئی میں تو اعزازی اداکار ہوں۔ لیڈر تو فاسٹ ڈیٹھ کا تنویر
ہی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اور تنویر کا عمران کی آمد کے بعد سکرٹا ہوا سینے ایک بار پھر
پھولتا گیا۔



میں پادروں کا ہاؤس کی طرف جانے والی حرکت دیکھتوں
کے ایک چھوٹے سے فخرے کے اندر سے ہو کر گزرتی تھی۔ اور
چوں کہ یہ شہر شہرے ہفت مین پادروں کا ہاؤس تک ہی جاتی تھی۔
اس لئے اس پر صرف پادروں کا ہاؤس کی گاڑیاں ہی گزرتی تھیں۔ البتہ
نفٹ کی تبدیلی کے وقت اس سڑک پر بے پناہ رش ہو جاتا
تھا۔ کیوں کہ سینکڑوں سزاؤں کی تعداد میں پادروں کا ہاؤس

دوسری طرف سے بات سے بغیر سیور رکھ دیا۔
”چھاپہ جزدی طور پر کامیاب رہا ہے۔ کرنل چارلس نکل
جلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔“ عمران نے سیور رکھ کر
ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔
”اس کا مطلب ہے اب ریڈ آرمی اور یہ کرنل چارلس باقی رہ
گئے ہیں انہیں ڈھونڈھنا ہے۔“ صغدر نے کہا۔
”کرنل ہمیرنگ کا ہیڈ کوارٹر تو مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ چوہان نے
ذی شان کالونی میں جس جگہ موٹر سائیکل کھڑا کیا تھا۔ وہیں قریب
ہی اس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ شاید ساتھ والی کوٹھی ہو۔“
عمران نے سرتلاتے ہوئے کہا۔

”واہ عمران صاحب۔ اب مجھے خیال آرہا ہے کہ وہیں
سے میرے پیچھے نیلے رنگ کی نئے ماڈل کی سیڈان لگی تھی۔
چوں کہ اس وقت مجھے کسی کے تعاقب کا خیال تک نہ تھا۔ اس
لئے میں نے کہہ تو جہ نہ دی تھی۔ وہ نیلے رنگ کی سیڈان
میں نے عالم گیر ٹاؤن پہنچے تک کسی بار دیکھی تھی۔“ چوہان
نے جواب دیا۔

”ارے پھر تو مسئلہ حل ہو گیا۔ اس نیلے رنگ کی سیڈان کو تو آسانی
سے ڈھونڈھا جاسکتا ہے۔ کیا خیال ہے۔“ چوہان نے جوابی
کارروائی کی۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بالکل ہونی چاہیے۔ وقت کیوں ضائع کیا جائے۔“ تنویر
نے فوراً ہی کہا۔

کی بجائے کوئی لاش ہو۔ اس کے جسم پر مین پاور ہاؤس کے مزدوروں جیسی پرانی سی بوئی فارم تھی۔ جو جگہ جگہ سے بھی ہوئی اور مسلی ہوئی نظر آرہی تھی۔

جیب تیزی سے اسی ذخیرے کی طرف ہی بڑھی چلی آرہی تھی۔ اور درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے سب افراد بڑے چوکنے اور مستعد نظر آنے لگے تھے۔ پارسن نے بغل میں لٹکی ہوئی مشین گن اتار کر ماتھ میں پکڑ لی تھی۔ ان کا منصوبہ ہی تھا کہ سڑک پر لاش بڑی دیکھ کر کرنل عمر لانا جیب روکے گا۔ اور نیچے اتر کر لاش کو دیکھے گا۔ اسی وقت کرنل عمر پر قابو پایا جائے گا اور اس کی جگہ کراؤڈ لے لے گا۔

جیب جیسے ہی ذخیرے میں داخل ہوئی۔ اس کی رفتار ایک جھٹکے سے آہستہ ہو گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کراؤڈ جیسے خود قامت کا آدمی فوجی وردی میں بیٹوس بیٹھا ہوا صاف نظر آ رہا تھا۔ جیب میں وہ اکیلا تھا۔ یہ مین پاور ہاؤس کی پیشل سیکورٹی کا انچارج کرنل عمر تھا۔ جو معمول کے مطابق ہفتے بعد اپنے بچوں میں چند گھنٹے گزار کر واپس ڈیوٹی پر جا رہا تھا۔

جیب سڑک پر پڑے ہوئے آدمی کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ کرنل عمر اب پارسن کے بالکل سامنے تھا۔ اس کی تیز نظریں سڑک پر پڑے ہوئے آدمی پر جمی ہوئی تھیں۔ جو ٹیڑھے میڑھے انداز میں سڑک پر پڑا ہوا تھا۔ کرنل عمر یقیناً ضرورت سے زیادہ محتاط قسم کا آدمی تھا۔ اس نے چند لمحوں تک سڑک پر پڑے

ہوئے آدمی کا جائزہ لیا۔ اور پھر اس نے غور سے ادھر ادھر دیکھا وہ خاص طور پر سڑک کے کناروں کی زمین کو چیک کر رہا تھا۔ اسے شاید قدموں کے نشانات کی تلاش تھی۔ لیکن ارد گرد اپنی گھاس ہونے کی وجہ سے قدموں کے نشانات کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ البتہ اس کی نظریں ایک جگہ جم گئیں جہاں گھاس اس انداز میں مسلا ہوا تھا جیسے وہاں سے کوئی حال ہی میں گزرا ہو۔ پارسن ہونٹ پیچھے خاموش کھڑا تھا۔ اسے کرنل عمر کی طرف سے اس طرح کی احتیاط کی ہرگز توقع نہ تھی۔ اس کا تو خیال تھا کہ کرنل عمر لاش دیکھتے ہی جیب روکے گا۔ اور انسانی نفسیات کے مطابق پھیل کر نیچے آئے گا۔ لیکن کرنل عمر اس کی توقع کے برعکس نکلا۔ پارسن دراصل چاہتا تھا کہ کرنل عمر نیچے اترے تب اس پر حملہ کیا جائے۔ درنہ وہ جیب کے اندر بھی کرنل عمر پر گولی چلا سکتا تھا۔ لیکن اس طرح جیب پر خون یا دوسرے نشانات پیدا ہو سکتے تھے جن کی وجہ سے سیکورٹی کے دوسرے لوگ چونک سکتے تھے۔ اس نے وہ خاموش کھڑا تھا۔

چند لمبے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد کرنل عمر نے ایک طویل سانہ لیا اور پھر وہ اچھل کر جیب سے نیچے اتر آیا۔ اس کا ہاتھ ہولسٹر میں رکھے ہوئے رہا اور کے دستے پر جا ہوا تھا۔ اسے شاید ارد گرد کے ماحول کی طرف سے تسلی ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ نیچے اتر آیا۔ جیب سے اتر کر وہ تیزی سے سڑک پر پڑے ہوئے

اونی کی طرف بڑھا۔ اور اسی لمحے ہارسن نے مشین گن کا رخ کرنل عمر کے سر کی پشت کی طرف کرتے ہوئے ٹریگر دیا۔ ریٹ ٹیٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی کرنل عمر دھکا کھا کر اچھلا اور اس نے مرنے کی کوشش کی لیکن فائرنگ مسلسل جاری تھی۔ دوسرے لمحے وہ ایک دھماکے سے ہاتھ پاؤں فضا میں چلا تا جوا سٹرک پر گر گیا۔ اس کے گرتے ہی ہارسن نے فائرنگ بند کر دی۔ سٹرک پر پڑا ہوا آدمی فائرنگ شروع ہونے ہی بجلی کی سی تیز رفتاری سے سمٹ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اور پھر ٹرک کے کنارے پر پہنچے ہی وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس طرح وہ فائرنگ کی زد میں آنے سے بچ گیا۔

کرنل عمر کے پیچھے گرتے ہی درختوں کے پیچھے موجود افراد تیزی سے باہر کی طرف نکلے۔ اور ان میں سے دو کرنل عمر کو گھسیٹ کر تیزی سے سٹرک سے ہٹا کر دور ذخیرے کے اندر لیتے گئے۔ جب کہ باقی افراد نے عیبوں سے بڑے بڑے رومال نکالے اور انتہائی تیز رفتاری سے سٹرک پر چھلکا ہوا خون ان رومالوں میں جذب کرنے لگے۔ ان کے ہاتھ انتہائی تیز رفتاری سے چل رہے تھے۔ اور چند لمحوں بعد ہی سٹرک پہلے کی طرح صاف جوعلی تھی۔

سیدٹ سنہالو ت۔ ہارسن نے تیز لہجے "کراؤڈ" میں کہا۔ اور کراؤڈ جو کرنل عمر کے میک اپ اور یونی فارم میں

میں تھا سر ملتا ہوا درخت کے پیچھے سے نکلا اور اچھلا کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جیب کا بچن چل رہا تھا۔ اس نے بیٹھے ہی جیب کو آگے بڑھایا۔ اور جیب دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی گئی۔ کراؤڈ بڑے اطمینان سے بیٹھا جیب چلا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں کرنل عمر کی تمام عادات۔ انداز گفتگو۔ چلنے کا انداز۔ اور اسی قسم کی تمام تفصیلات محفوظ تھیں۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ کرنل عمر کے مین پاؤس میں ساتھی کون کون سے ہیں اور کرنل عمر ان سے کیسے پیش آتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد مین پاؤس کی کپساؤنڈ وال نظر آنے لگا۔ گئی۔ دیاں فوج کے دستے بڑی مستعدی سے پہرہ دے رہے تھے۔ سٹرک پاؤس کے مین گیٹ تک چلی گئی تھی۔ جہاں فوج کے ساتھ ساتھ سیکورٹی والوں کا پہرہ تھا۔ کراؤڈ کی جیب جیسے ہی گیٹ پر پہنچی۔ اس نے جیب کو ایک سائیڈ میں دھکا دیا اور اچھلا کر نیچے آ گیا۔ سیکورٹی کے افسران اور فوجی دستے نے اُسے سیلوٹ کیا۔ وہ ملتا ہوا اسائیڈ کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ سائیڈ کیبن میں موجود فوجی افسر جو کمپین رینک کا تھا اُسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا اور پھر سائیڈ کیبن کے سامنے کراؤڈ کے سامنے کر دیا۔ کراؤڈ نے اطمینان سے سائیڈ میں رکھے ہوئے قلم دان سے ایک تم پینچا اور دستہ میں بھرے ہوئے خانوں کے آخری خالی خانے کے آخر میں دستخط کر دیئے۔ اس

نے کرنل عمر کے دستخوار پر بڑی محنت کی ہوئی تھی۔ اس لئے اُسے
 اطمینان تھا کہ ان میں رتی بھر بھی فرق نہیں آئے گا۔
 سب اور کے سے۔ یا کوئی گھوڑا کوئی مشکوک آدمی
 کراؤ ڈنے دستخط کر کے قلم بچائے واپس قلم دان میں رکھنے کے
 میز پر رکھتے ہوئے کیپٹن سے پوچھا۔ یہ بھی کرنل عمر کی مخصوص
 عادت تھی کہ وہ اپنے قلم کی بجائے قلم دان سے قلم لے کر دستخط
 کرتا تھا۔ اور پھر اسے قلم دان میں رکھنے کی بجائے میز پر
 ہی چھوڑ دیتا تھا۔

نوسر آل۔ اور کے۔ کیپٹن نے مستعد ہجے
 میں جواب دیا۔ اور کراؤ ڈ سر ملاتا ہوا واپس مڑا۔ اور اپنی جیب
 کی طرف بڑھتا گیا۔ اس کے جیب میں بیٹھتی ہی گیٹ کھول
 دیا گیا۔ اور کراؤ ڈ جیب دوڑاتا ہوا اچھٹ کر اس گر گیا۔
 جیٹ سے ذرا آگے جا کر ایک اور چینگ پوسٹ تھی۔

جہاں صرف یکورنی کے افراد موجود تھے۔ یہ سب کرنل عمر
 کے ماتحت تھے۔ ساتھ ہی ایک بڑا سا شیڈ بنا ہوا تھا جس میں
 ایک لمبی میز بڑی تھی۔ جس پر پاور یاؤس میں آنے والے سامان
 کو کرنل عمر چیک کرتا تھا۔ اور اس کے ساتھ آنے والوں
 کی جامعہ تلاشی لیتے تھے۔ چوں کہ شفٹ تبدیل ہونے کا
 وقت قریب تھا اس لئے کراؤ ڈ شیڈ کے ساتھ بنے ہوئے اپنے
 مخصوص دفتر میں جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے نائب نے
 مختلف کاغذات اس کے سامنے رکھے اور کراؤ ڈ کرنل عمر کے

سے انداز میں کاغذات کو چیک کر کے ان پر دستخط کرتا رہا۔
 تقریباً آدھے گھنٹے بعد سائرن بجنے کی آواز سنائی دی۔
 یہ شفٹ کی تبدیلی کا سائرن تھا۔ اور سائرن کی آواز سننے
 ہی کراؤ ڈ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور تیزی سے باہر آ گیا۔
 سیکورٹی افسران بھی اب شیڈ میں اکٹھے ہو چکے تھے۔ یہ
 شیڈ باہر سے آنے والوں کی چینگ کے لئے تھا۔ باہر جانے
 والوں کی طرف سے زیادہ ہوشیار رہتا تھا کہ وہ کوئی ایسی چیز
 اندر لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکیں جو پاور یاؤس کے لئے
 خطرناک ثابت ہو سکے۔ اس لئے اندر جانے والوں کی
 نگرانی وہ خود کرتا تھا اور انتہائی سختی سے چینگ کرتا تھا۔
 کراؤ ڈ کرنل عمر کی جگہ پر کھڑا ہوا۔ آنے والے اب اندر آ کر
 اس شیڈ میں اکٹھے ہو رہے تھے۔ ان کا سامان وغیرہ میز پر رکھ
 دیا گیا تھا۔ کراؤ ڈ ایک ایک بیگ کو خود کھولتا۔ اُسے چیک
 کرتا اور پھر اس پر چاک سے اپنے دستخط کر دیتا۔ ان کے دستخوار
 کے بغیر کوئی سامان اندر نہ جاسکتا تھا۔

کراؤ ڈ سامان چیک کر کے آگے بڑھتا گیا جب کہ اس کے
 ساتھ جامعہ تلاشی لے لے کر آنے والوں کو آگے بڑھاتے جا
 رہے تھے۔ اور چند لمحوں بعد چیف انجنیئر آگے بڑھا۔ اس
 نے اپنا بیگ ہاتھ میں ہی پکڑا ہوا تھا۔ کراؤ ڈ نے چونک کر

اور پھر دفتر کے ساتھ بنے ہوئے ریسٹ روم میں جا کر آرام
کبھی پریسٹ کر اس نے ٹانگیں پھیلا لیں۔ اور دلی سے
چائے کا کپ لاکر ساتھ والی میز پر رکھ دیا۔ اور کراؤ ڈھانے
پینے اور اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ چائے ختم کرنے
کے بعد اس نے ہاتھ میں کپڑا ہوا اخبار اپنی آنکھوں پر رکھا اور
پھر آرام کرنے کے لئے اس نے آنکھیں بند کر لیں مگر کئی عمر
چوں کہ ایسی طرح کرتا تھا اس لئے کراؤ ڈھ بھی پوری طرح
اس کی پیروی کر رہا تھا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں دعا کر
رہا تھا کہ چیف انجینئر کے روپ میں میٹھو الیف، فی کو بھی طریقے
سے مین ٹرانسفارمر میں نصب کرنے میں کامیاب ہو جائے۔
تاکہ اس کی جان اس سخت ترین ڈیوٹی سے آج ہی چھوٹ جائے۔
وہ سوچ رہا تھا کہ بجائے کوئل عمر کس طرح اس قدر سخت ڈیوٹی
کو روزانہ نبھاتا تھا۔ شاید فوج کی سخت ترین ٹریننگ نے
اُسے اس قابل بنادیا تھا۔ ورنہ کراؤ ڈھ تو ایک ہی بار میں خاصا
تھکا گیا تھا۔

بہر حال وقت گزرتا رہا اور پھر صبح کا ذب سے ذرا پہلے
کراؤ ڈھ اٹھا اور واپس دفتر میں آکر بیٹھ گیا۔ ساری رات اس
نے اُسی آرام کرسی پر بیٹھ لیٹے لیٹے گزار دی تھی چوں کہ وہ ذہنی
اور اعصابی تناؤ کی وجہ سے سو نہ سکا تھا۔ اس لئے اس کی
آنکھوں میں ملکی سی سرخی تیر آئی تھی۔ اور جب بے پر بھی تھکن کے
آثار نمایاں تھے۔

اس کی طرف دیکھا اور چیف انجینئر مسکرا دیا۔ کراؤ ڈھ نے سر ہلایا
اور چیف انجینئر نے بیگ اس کے سامنے رکھ دیا۔ یہ
ایک خاصا بڑا برائیت کیس تھا۔ کراؤ ڈھ نے اس کے اوپر لگی ہوئی
زپ کو ایک جھٹکے سے کھولا تو چیف انجینئر کا رنگ یک لخت
زرد ہو گیا۔ کراؤ ڈھ نے زپ کھولنے کے ساتھ ہی اُسی
تیز رفتاری سے اُسے بند کیا اور پھر چاک سے بیگ پر اپنے
دستخط کر دیئے۔ چیف انجینئر کا زرد پشتا ہوا رنگ تیز ہی سے
بحال ہو گیا۔ اس نے جلد ہی سے بیگ اٹھایا اور اطمینان بھرے
انداز میں چلتا ہوا اندرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔
کراؤ ڈھ اُسی طرح دوسرے سالان کی مکمل چیکنگ میں مصروف
رہا۔ اور تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ فارغ ہوا۔ آنے والے
تمام افراد اندر جا چکے تھے۔

یہ ڈیوٹی بے حسرت سے نبھانے یہ جنگامی حالات کب
ختم ہوں گے۔ کراؤ ڈھ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور
اس کے ساتھیوں نے سر ہلادیا۔ کراؤ ڈھ اصل اپنی بیماری
کے لئے ابھی سے حالات کو ساذگ کر لینا چاہتا تھا۔

وہ دفتر میں آکر بیٹھ گیا۔ اور چند لمبے سانس لینے کے بعد
وہ معمول کے مطابق اٹھا اور اپنے اسسٹنٹ اور ڈرائیور کو
ساتھ لے کر حبیب میں سوار ہو کر یاور ماؤس کے جنرل راؤ ڈھ
پر نکل کھڑا ہوا۔ یہ اس کا معمول تھا۔ تقریباً تمام شعبوں کا
اندرونی راؤ ڈھ مکمل کرنے کے بعد وہ واپس اپنے دفتر پہنچ گیا۔

اب جانے والوں کی شفٹ کو اس نے بھگتا نا تھا۔ کیوں کہ کرنل عمر کا طریقہ کار یہی تھا کہ ایک شفٹ وہ جانے والوں کی اور ایک شفٹ آنے والوں کی خود چیک کرتا تھا۔ اسی لئے بارسن نے اس کا پادر بلاؤس میں پہنچنے کا ایسا وقت مقرر کیا تھا کہ وہ چیف انجینئر کے اندر جاتے وقت بھی اُسے خود چیک کرے اور اس کے باہر جاتے وقت بھی وہی چیک کرے۔ ہتھوڑی دیر بعد سائرن سجا اور کراؤڈ اٹھ کر باہر رشید میں آگیا۔ اب فیکٹری کے اندر سے لوگ نکل نکل کر اس شیڈ میں جمع ہو رہے تھے۔ کراؤڈ ان کی تماشائی میں مصروف ہو گیا۔ ہتھوڑی دیر بعد چیف انجینئر وہی بیگ اٹھائے اس کے پاس پہنچ گیا۔ کراؤڈ نے چوتک کمر اُسے دیکھا اور چیف انجینئر نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلادیا۔ کراؤڈ نے اس کی تماشائی یعنی شروع کر دی۔

”اور کسے“۔ چیف انجینئر نے آہستہ سے کہا۔ اور کراؤڈ نے اطمینان سے سر ہلاتے ہوئے اُسے باہر جانے کا اشارہ کر دیا۔ اس کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگی تھیں۔ ان کا اہم ترین مشن کامیاب ہو گیا تھا۔ اب صرف یہاں سے نکلنا باقی رہ گیا تھا۔ چینگ سے فارغ ہو کر کراؤڈ جب اپنے دفتر جانے لگا تو اچانک لڑکھڑاسا گیا۔ اور پھر وہ دل پر ماتھ لکھ کر قدمے جھنکا۔

”کیا ہوا“۔ کیا ہوا“۔ اس کے ایک اسٹنٹ نے جلدی سے اُسے سنبھال لیا۔

”پانی لاؤ۔ جلدی۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔“

کراؤڈ نے پھٹے پھٹے لہجے میں کہا۔ اور دوسرا اسٹنٹ دوڑتا ہوا دفتر میں گیا۔ اور چند لمحوں بعد ہی اس نے پانی کا گلاس لا کر کراؤڈ کے ہاتھ میں دے دیا۔ سیکورٹی کے تمام افسران اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان سب کے چہروں پر تشویش کے آثار تھے۔ کراؤڈ نے پانی پیا اور پھر گلاس واپس کر دیا۔

”جمیل“۔ کراؤڈ نے اپنے چیف اسٹنٹ سے مخاطب ہو کر آہستہ سے کہا۔

”ایس۔“۔ چیف اسٹنٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”میں ڈاکٹر مریش کے پاس جا رہا ہوں تاکہ اچھی طرح چینگ جو سکے۔ تم میرے پیچھے کام سنبھال لینا۔“ کراؤڈ نے کہا۔

”آئیے بے فکر رہیں۔“۔ آپ اچھی طرح چیک کر آئیں۔ ریسیٹ کریں۔ کام صبح طور پر ہوتا رہے گا۔“ چیف اسٹنٹ نے کہا۔

”جنگامی حالات میں چھٹی بھی تو نہیں ملتی۔“ کراؤڈ نے لٹ پیٹتے ہوئے کہا۔

”س۔۔۔ صحت سے ادھر کوئی چیز نہیں۔ آپ کچھ روز
 ویسے ریسٹ کر لیں۔ یہاں کون سی آپ کی چیکنگ ہو رہی ہے۔
 جب آپ پوری طرح فٹ ہو جائیں تو آجائیں۔“ چیف
 اسسٹنٹ نے کہا۔ اور کراؤڈ سر ملتا ہوا جیپ کی طرف
 بڑھ گیا۔
 ”ڈرائیور کو بلاؤں۔“ چیف اسسٹنٹ

نے کہا۔
 ”میں خود جاؤں گا۔“ کراؤڈ نے کہا۔ اور
 جیپ میں بیٹھ کر اس نے اپنے عملے کو الوداعی ہاتھ ملایا۔ اور
 جیپ موٹر کرتیزی سے آؤٹ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔
 آؤٹ گیٹ پر جیپ روک کر اس نے ڈیوٹی ٹرپر کو پوچھا
 کہ بلایا۔ خود جیپ میں ہی بیٹھا رہا تھا۔
 ”ییس۔“ کیپٹن نے قریب آکر فوجی انداز میں
 سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

”میری طبیعت کچھ گرد بڑی ہو رہی ہے۔ میں ڈاکٹر کے پاس
 جا رہا ہوں۔ تم ہوشیار رہنا۔“ کراؤڈ نے اس سے
 مخاطب ہو کر کہا۔

”ییس۔“ بے فکر رہیں سر۔“ کیپٹن نے جواب
 دیا اور کراؤڈ نے سر ملاتے ہوئے جیپ آگے بڑھا دی۔
 آؤٹ گیٹ کراس کر کے سڑک پر پہنچے ہی اس نے اطمینان
 کا ایک طویل سانس لیا۔

شہر پہنچ کر اس نے جیپ ایک تنگ سی گلی میں موڑ دی اور اُسے
 روک کر وہ تیزی سے نیچے اترا اور اس نے ایک مکان کے دروازے
 پر دستک دی۔ دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔ دروازہ
 کھولنے والا مارسن خود تھا۔

”آؤ۔۔۔ سب اور کے بے ناں۔“ مارسن نے اُسے
 دیکھتے ہی پوچھا۔

”ییس۔“ کراؤڈ نے کہا اور پھر دروازے کے اندر
 داخل ہو گیا۔ مارسن نے دروازہ بند کر دیا اور اس کے ساتھ آگیا۔
 یہ ایک بڑی عمارت کا عقبی حصہ تھا۔ اس عمارت کے سامنے
 کے رخ ایک کمرشل سنٹر بنا ہوا تھا۔ جب کہ عقبی حصے میں ایک
 بڑا ریالٹی یونٹ تھا۔

”میں بھی پہنچ گیا ہے۔ اس نے بھی اد۔ کے رپورٹ دی ہے۔
 چیف باس بھی آئے ہوئے ہیں۔“ مارسن نے کراؤڈ سے
 مخاطب ہو کر کہا۔

”چیف باس۔۔۔ اور یہاں ہمارے ہیڈ کوارٹر میں۔“
 کراؤڈ نے جو مارسن کا نمبر ٹوا اور اس کا دست راست تھا پوچھتے
 ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ نے ہیڈ کوارٹر پر فوج نے ریڈ کر دیا۔ یہ تو شکریے
 کہ چیف باس اور ان کا گروپ اس وقت ہیڈ کوارٹر سے باہر
 تھا۔ مارسن نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”فوج نے ریڈ کر دیا۔ کیا مطلب باس۔ فوج نے کیسے

رید کر دیا۔ کراؤ نے حیرت سے بڑی طرح چونکتے ہوئے

پوچھا۔

اس بات پر تو سب حیران ہیں کہ آخر حکومت کو اس ہیڈ کوارٹر
کے کیسے پتہ چلا۔ اس ہیڈ کوارٹر کا تو رید آرمی تک کو علم نہ
تھا۔ مارسن نے جواب دیا۔ اور پھر وہ اُسے لئے ہونے کے ایک
بڑے کمرے میں داخل ہو گیا۔

اس کمرے میں ایک بڑی میز کے پیچھے چیف باس کرنل چارلس
موجود تھا۔ اس کا چہرہ سستا ہوا اور قدرے پشمرہ سا نظر آتا

تھا۔ "کیا رپورٹ ہے۔" کرنل چارلس نے مارسن کے ساتھ
ایک فوجی کو دیکھتے ہی چونک کر کہا۔ یوں کہ مارسن اُسے پہلے ہی
بریف کر چکا تھا کہ کرنل غمر کی جگہ کراؤ کو بھیجا گیا ہے۔ اور
وہ داپسی میں ہیں اگر رپورٹ دے گا۔ اس لئے کرنل چارلس
زیادہ پریشان نہ ہوا۔

"باس۔ سب کام ادرے ہے۔ اب مین پاور ہاؤس
ہمارے قبضے میں ہے۔ ہم جب چاہیں اور جس وقت چاہیں اُسے
میں بیٹھے بیٹھے مکمل طور پر تباہ کر سکتے ہیں۔" مارسن نے
مسکراتے ہوئے اور فاختانہ لہجے میں کہا۔

"جگہ کافی دونوں کے بعد یہ پہلی اچھی خبر سنی ہے۔ لیکن اچھی
آؤٹ لڈ کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں آئی۔ حالانکہ ہمارا خیال تھا
کہ آؤٹ لڈ پور دالامشن پاور ہاؤس کے قتل سے پہلے ہٹ ہو جائے

گا۔" کرنل چارلس نے کہا۔

"باس۔ آپ کے آنے سے پہلے آؤٹ لڈ نے کال کی تھی۔ وہ
آؤٹ لڈ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ لیکن ابھی وہ اُسے ہٹ کرنے
میں کامیاب نہیں ہو رہے۔ ان کا خیال ہے کہ آج رات
وہ اسے ہٹ کر لے میں کامیاب ہو جائیں گے۔" مارسن
نے جواب دیا۔

"ادھ چلا۔" پھر ایسا ہے کہ ابھی ہم ایف۔ ڈی کی طرف
سے یہ اعلانات کر دیتے ہیں کہ اگر حکومت فوری طور پر مستعفی
نہ ہوئی تو پہلے ایک بڑا ادھاک بطور نمونہ کیا جائے گا۔ اور
اس کے بعد مین پاور ہاؤس تباہ کر دیا جائے گا۔ اس طرح حکومت
اور عوام کی خوش فہمی بھی دور ہو جائے گی کہ انہوں نے ایف۔ ڈی
کے ہیڈ کوارٹر پر چھاپہ مار کر اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مہم نے ابھی
صدر مملکت کی تقریر سنی ہے۔ انہوں نے کس طرح فخریہ انداز میں
اس بات کا اعلان کیا ہے۔" کرنل چارلس نے ہونٹ کاٹتے
ہوئے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ ضروری ہے۔" مارسن نے تو کھل کر اسرائیل
اور کافرستان کا بھی نام لے دیا ہے۔ اور یہ اعلان کیا ہے کہ ان
کے قبضے میں ایسے ثبوت موجود ہیں جنہیں وہ بین الاقوامی مبھروں
کے سامنے پیش کر دیں گے۔" مارسن نے جواب دیا۔

"میں ایک فائل ایسی ہے۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ ہیڈ کوارٹر پر
حکومت اس طرح رید کر دے گی۔ بہر حال اب جو ابی کارروائی

انتہائی ضروری ہے۔ اسرائیل اور کافرستان نے تو بہر حال سرکاری سطح پر اس کی تردید کر دینی ہے۔ اور اس فاکل کو خود ساختہ اور جعلی قرار دے دینا ہے۔ لیکن ظاہر ہے صدر رہا شانہ کی اس تقریر نے ہمارے ملک کے اعلیٰ حکام میں کھلبلی مچا دی ہوگی۔ سپر لانگ ریجن ٹرانسمیٹر بھی حکومت کے قبضہ میں چلا گیا ہے۔ ورنہ اب ملک ہماری جواب طلبی بڑے سخت انداز میں جو بھی ہوئی بہر حال میں نے تو انہیں کسی نہ کسی طرح رپورٹ دینی ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ رپورٹ دیتے وقت ہماری پوزیشن اس وقت سے زیادہ مضبوط ہو۔ کرنل چارلس نے کہا۔

”میں باس۔ یہ درست ہے۔ مارسن نے

جواب دیا۔ ٹرانسمیٹر آرٹلڈ کو کال کرو۔ اور مجھ سے بات کرو اور تاکہ اس سے جتنی پروگرام بنا کر میں اعلان نشر کروں۔ کرنل چارلس نے کہا۔

”نشر کیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اعلان کرنا ہے؟

مارسن نے چومکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں سی۔ ایف کو استعمال کروں گا۔“

کرنل چارلس نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”ادہ ہاں۔ کمیونیکیشن فریڈ ریڈیو سی۔ ایف کے ساتھ یہ آسانی سے ہو جائے گا۔ لیکن باس۔ سی۔ ایف یہاں کیسے آئے گا۔“

”مہارے پاس ٹی۔ ایف وائرلیس آپرٹنگ مشین موجود ہے نا جس سے تم پاؤس ماروس میں نصب ٹی۔ ایف کو تباہ کر دو گے؟“

کرنل چارلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں باس۔ وہ یہاں موجود ہے۔“

مارسن نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”اس میں سی۔ ایف سمسم بھی موجود ہے۔ تم آرٹلڈ کو کال کرو۔“

کرنل چارلس نے کہا۔

اور مارسن سر ملاتا ہوا داپس مڑ گیا کہ آرٹلڈ بھی اس کے پیچھے ہی چلا گیا۔ ظاہر ہے اب اس نے ایٹامیک اپ صاف کرنا تھا۔

”باس۔ اصل کرنل عمر کا کیا کیا۔ اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کرنل عمر کی اس طرح اچانک غم شدگی سے وہ لوگ مشکوک نہ ہو جائیں۔“

کرنل عمر نے باہر آتے ہوئے مارسن سے پوچھا۔

”کرنل عمر کی لاش کو برقی بجھی میں ڈال دیا گیا ہے۔ اور تم فکر نہ کرو۔ اب چاہے وہ اسلئے ہی کیوں نہ کھڑے ہو جائیں۔ وہ ایف ٹی کو چپک نہ کر سکیں گے۔ اسے میٹھو نے ایسی جگہ فٹ کر دیا ہے جہاں کا خیال کسی کو آہی نہیں سکتا۔ اور اگر آہی جائے تو پھر انہیں پاؤس ماروس کی مین مشینری کو منہ کرنا پڑے گا۔“

اور اس ایف ٹی میں ایسا سمسم موجود ہے کہ جیسے ہی مین مشین کا درمیان گھومتا ہوا پنکھا جس میں ایف ٹی کو نصب کیا گیا ہے بند ہوگا ایف ٹی خود بخود دھبٹ جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی پورے پاؤس ماروس کی تباہی یقینی ہو جائے گی۔“

مارسن نے

آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

اور کراڈ سسر ملاتا ہوا ہاتھ روم کی طرف مڑ گیا۔ ہارسن نے اپنے کمرے سے دائرہ میں ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اُسے لاکر چیٹ باس کے سامنے رکھ لیا۔ اور اس پر آرنلڈ کی مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا ٹرانسمیٹر سے تیز سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ ہارسن کا کنگ آرنلڈ اور۔۔۔ ہارسن نے بار بار بٹن دباکر فقرہ دہرائتا شروع کر دیا۔

”یس۔۔۔ آرنلڈ آرنلڈ کنگ اور۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی آرنلڈ کی آواز ٹرانسمیٹر سے سنائی دی۔

”آرنلڈ۔۔۔ چیٹ باس سے بات کر دو اور۔۔۔ ہارسن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کا رخ بدل کر اُسے کرنل چارلس کی طرف کھسکا دیا۔

”آرنلڈ۔۔۔ ٹیکاپوزیشن ہے اور۔۔۔ کرنل چارلس نے بٹن دہلتے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ ہم آئل ڈپوکے پاس پہنچ چکے ہیں۔ انتظامات تیزی سے جاری ہیں۔ ہم آج رات اس ڈپوکو تباہ کرنے میں یقیناً کامیاب ہو جائیں گے اور۔۔۔ آرنلڈ نے جواب دیا۔

”لیکن یہ کام تو گذشتہ رات کو مکمل ہو جانا چاہیے تھا پھر اس میں دیر کیوں ہوئی اور۔۔۔ چیٹ باس نے قدرے کڑی لہجے میں کہا۔

”باس۔۔۔ گذشتہ رات ہم نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی لیکن عین وقت پر ہمیں ان کے ایک ایسے خفیہ حفاظتی نظام کا پتہ چل گیا جس کا علم پہلے نہ تھا۔ اس نظام کو بے کار کئے بغیر آئل ڈپوکو تباہ نہ ہو سکتا تھا۔ بلکہ ہم سب مارے جاتے۔ اس لئے میں نے بروگرام آئندہ رات تک ملتوی کر دیا۔ آج ہم اس نظام کو ختم کر لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور پھر رات کو آئل ڈپوکو تباہ ہو جائے گا اور۔۔۔ آرنلڈ نے وضاحت کرتے ہوئے جواب دیا۔

”دیکھو ہارسن نے میں پاؤر ہاؤس میں ایف۔ ٹی نصب کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اور اُسے جن وقت بھی ہم چاہیں تباہ کر سکتے ہیں۔ لیکن میں نے اس کی تباہی کو آئل ڈپوکو کی تباہی سے بعد عمل میں لانا ہے۔ میں ایف۔ ڈی کی طرف سے اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ اگر حکومت نے ہمارے مطالبات نہ ملنے تو ہم پاؤر ہاؤس کو تباہ کر کے بھاشنا نہ کو سو سال پیچھے دھکیل دیں گے۔ اس کے لئے میں چوبیس گھنٹوں کی مہلت دوں گا۔ اور منونے کے

طور پر میں یہ اعلان کر دوں گا کہ ایف۔ ڈی ایک زبردست دھماکا کرے گی۔ تاکہ بھاشنا نہ کے عوام اور حکومت کو یہ یقین ہو سکے کہ ایف۔ ڈی جو چاہے کر سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے وہ دھماکا اس آئل ڈپوکا ہی ہو گا۔ لیکن میرے اعلان کے بعد اگر یہ دھماکا نہ ہو سکا تو پھر ایف۔ ڈی کی پوزیشن پہلے سے بھی کمزور ہو جائے گی۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ اب یہ دھماکا بے حد ضروری ہو گیا ہے کیوں کہ

ہمارے نمبر ٹو بیٹھ کر مار پر فوج نے چھاپا مارا ہے۔ ہمارے چار آدمی بھی گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ اور بیٹھ کر مارٹر میں موجود تمام سامان پر بھی قبضہ کر لیا گیا ہے اور۔۔۔ کرنل چارلس نے کہا۔
 ”اوہ۔۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔
 فوج کو ہمارے ہیڈ کوارٹر کا علم کیسے ہو گیا اور۔۔۔ آرنلڈ کی حیرت سے یہ آواز سنائی دی۔

”یہ تو فوج کو ہی علم ہو گا کہ وہ کیسے دہان تک آن پہنچے۔ بہر حال اب نیا ہیڈ کوارٹر نمبر تھری بنا دیا گیا ہے۔ ایسی صورت حال کے بعد ایف۔ ڈی کے لئے یہ دھماکہ ناگزیر صورت اختیار کر گیا ہے۔ اسے بہر حال میں پروگرام کے مطابق ہونا چاہیے اور۔۔۔ کرنل چارلس نے جواب دیا۔

”آپ بے فکر رہیں باس۔ آئل ڈپو آج رات لازماً تباہ ہو جائے گا۔ آپ اعتماد سے اس کا اعلان کر دیں اور۔۔۔ آرنلڈ نے جواب دیا۔

”جگہ۔۔۔ میں صحیح خوش خبری سننا چاہتا ہوں۔ اور اینڈ آر کرنل چارلس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

”آرنلڈ لازماً کامیاب ہو گا باس۔ وہ اس قسم کے کاموں کا ماہر ہے۔۔۔ ہارسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ آداب آپریشن روم میں چل کر میں سی۔ ایف پر اپنا اعلان نشر کروں تاکہ پورے بھاشانہ میں بھونچال آجائے

کرنل چارلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ اب اس کے پہرے پر مایوسی اور پشیمردگی کی بجائے اعتماد اور کامیابی کی چمک تھی۔

اس بڑے کمرے سے نکل کر وہ دونوں ایک راہ داری سے ہوتے ہوئے اس کے اختتام پر موجود سیڑھیاں اتر کر ایک بڑے تہ خانے میں پہنچ گئے۔ اس تہ خانے کی ایک دیوار کے ساتھ ایک کافی بڑی مشین کھڑی ہوئی تھی۔
 ”اسے آن کر دو۔۔۔ کرنل چارلس نے مشین کے سامنے سٹول پر بیٹھے ہوئے ہارسن سے کہا۔

اور ہارسن نے سائیڈ میں لگا ہوا الیکٹرک سوچ آن کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی مشین میں زندگی کی لہری دوڑ گئی۔۔۔ یہ مشین اسرائیلی سائنس دانوں کی جدید ترین ایجاد تھی۔ یہ بیک وقت بہت سے کام کرتی تھی۔ لاٹاک ریج ٹرانسمیٹر کے علاوہ ایف۔ ڈی آپریٹنگ اور سی۔ ایف آپریٹنگ بھی اس سے ہو سکتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ کسی وورڈ آرڈر کے ٹرانسکریپٹ کو بھی اس میں فوکس کیا جاسکتا تھا۔ اسی طرح کے اور بے شمار کام اس مشین سے لئے جاسکتے تھے۔ ایف۔ ڈی یہ مشین اپنے ہمراہ لاتی تھی۔ اور شروع سے ہی اسے ہیڈ کوارٹر نمبر تھری میں ہی نصب کیا گیا تھا اور اس کے یہاں نصب کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ جگہ دارالحکومت کا سنٹر تھا۔ اور یہاں سے اس مشین کو آپریٹ کیا جاتا تو شہر میں پیدا ہونے والی آوازیں کی کثرت سے اسے کسی بھی طرح چیک نہ کیا جاسکتا تھا۔

کرنل چارلس نے اس کے مختلف بٹن دہلے اور پھر ایک ناب کو گھما کر دیکھ کر دیا۔ درمیان میں لگے ہوئے مختلف ڈاکوئوں کی سونیاں اس ناب کو گھماتے ہی حرکت میں آگئیں۔ کرنل چارلس کی نفسی ان ڈاکوئوں پر جچی ہوئی تھیں۔ اور وہ بڑی احتیاط سے ناب کو گھما رہا تھا۔ جب تمام سونیاں مخصوص مقام پر پہنچیں تو مشین کے شمالی سمت لگا ہوا ایک بڑا سا بلب تیزی سے جلنے لگا اور اس کے نیچے موجود بڑا سا ڈائل روشن ہو گیا۔ جس میں دو مختلف رنگوں کی سونیاں موجود تھیں جو مخالف سمتوں میں تھیں۔ بلب کے روشن ہوتے ہی دونوں سونیاں ایک دوسرے کی طرف بڑھنے لگیں۔ جب دونوں سونیاں عین درمیان میں آکر ایک دوسرے سے ملیں تو جلتا بجھتا بلب مسلسل جلنے لگا۔ اور کرنل چارلس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ سی۔ ایف آپریشن اب پوری طرح تیار تھا۔ صرف ایک بٹن دہلتے ہی پورے ملک کے ریڈیو اسٹیشنوں اور ٹیلی ویژن سٹروں کی نشریات یک لخت جام ہو جائیں اور پھر مائیک پر جو کچھ بھی کرنل چارلس کہتا وہ ملک کے ہر ریڈیو سیٹ اور ٹی۔ وی سیٹ سے واضح طور پر سنا جاتا۔ اور حکومت اُسے روک نہ سکتی تھی اور نہ ہی اس بات کو چیک کیا جاسکتا تھا کہ یہ نشر کہاں سے جو رہا ہے۔ کیوں کہ شہر میں پیدا ہونے والی لاتعداد آوازیں چیکنگ کا راستہ روک دیتیں۔

مارس ساتھ ہی خاموش کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کرنل چارلس نے مشین کا ایک خانہ کھولا اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر کوئی بٹن

آن کیا تو مشین کے درمیان میں لگی ہوئی سکمرین روشن ہو گئی۔ اس پر ٹیلی ویژن کی نشریات دکھائی دینے لگیں۔ اس وقت ٹیلی ویژن پر خبر نامہ جاری تھا۔ اور جنرل ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر پر چھاپہ اور وہاں سے ملنے والے کاغذات کی تفصیل پر مبنی تھی۔ کرنل چارلس اور مارسن دونوں ہی چونک کر اُسے دیکھنے لگے۔ ہیڈ کوارٹر کے اندر کی فلم سکمرین پر دکھائی جانے لگی اور اس کے ممبر افراد کو بھی دکھایا گیا جو ہیڈ کوارٹر سے گرفتار ہوئے تھے۔ کرنل چارلس نے بے اختیار ہونٹ بیچھنے لے۔

اُسی لمحے نیوز ریڈر نے ایک اور خبر سنائی کہ ایف۔ ڈی کا ایک اہم رکن میجر نثار ابھی مقامی سیکرٹ سروس کے ساتھ مقابلے میں مارا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی سکمرین پر میجر نثار کی لاش بھی دکھائی جانے لگی۔ کرنل چارلس یہ خبر سنتے ہی بزمی طر پر اچھلا۔

”اوہ تو میجر نثار ابھی مارا جا چکا ہے؟“ کرنل چارلس نے فیصلے انداز میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ مقامی سیکرٹ سروس تو اس مقابل نہیں کہ میجر نثار جیسے آدمی کا مقابلہ کر سکے پھر یہ کیسے ہو گیا؟“ مارسن نے کہا۔

”یہ میجر نثار اور اس کے گروپ کا خاتمہ ایف۔ ڈی کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ اور میں میجر نثار کی موت کا بھانسانہ ایسا انتقام لوں گا کہ اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا کر

رکھ دوں گا۔۔۔ کرنل چارلس نے دانت پٹے ہونے کہا۔
 اور اس کے ساتھ ہی اس نے مارسن کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔
 اور پھر ایک مینڈل کو جھٹکے سے نیچے کر دیا۔۔۔ مینڈل کے
 نیچے ہوتے ہی مشین میں جو نج سی پیدا ہوئی اور ٹیلی ویژن سکرین
 پر نیوز ریڈر کی تصویر غائب ہو گئی۔
 ”سنو۔ بھاشانہ کے لوگو غور سے سنو۔ میں فیس آف
 ڈیٹھ جسے آپ سب ایف ڈی کے نام سے جانتے ہیں کا چیف
 باس آپ سے مخاطب ہوں۔ حکومت نے ابھی ابھی جو کچھ
 آپ کو ٹیلی ویژن سکرین پر دکھایا ہے یہ سب جعل سازی اور
 فراڈ ہے۔ ایف۔ ڈی کا کوئی کچھ نہیں جگاڑ سکتا۔ ایف۔ ڈی
 چاہے تو اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتی ہے۔ اب تک
 ایف۔ ڈی اس لئے نرم اقدامات کرتی رہی ہے کہ ہمیں بھاشانہ
 کے عوام سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ بھاشانہ کے جیلے عوام
 ہمارے لئے باعث فخر ہیں کیوں کہ ایف۔ ڈی بھی بھاشانہ کی ہی
 ایک محب وطن تنظیم ہے۔ ایف۔ ڈی کوئی غیر ملکی تنظیم نہیں
 ہے جیسا کہ حکومت نے اسے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ
 تنظیم بھاشانہ کے محب وطن افراد نے بھاشانہ کو غیر ملکی تسلط سے
 بچانے کے لئے قائم کی ہے۔ موجودہ حکومت بھاشانہ کو
 تباہ کرنے کے ور ہے۔ یہ پاکیشیا کے ساتھ کنفیڈریشن کرکے
 بھاشانہ کو دوبارہ پاکیشیا کا غلام بنانا چاہتی ہے۔ یہ حکومت
 پاکیشیا کی ایکٹیوٹ ہے۔ اور اس کے مفادات کے لئے

یہاں کام کر رہی ہے۔ یہ حکومت بھاشانہ کے ساتھ غداری کر رہی ہے۔
 اس لئے ایف۔ ڈی نے اس حکومت کا مقابلہ کرنے کا بیڑا
 اٹھایا ہے۔

”سنو بھاشانہ کے جیلے عوام۔ میری بات غور سے
 سنو۔ میں حکومت کو چیلنج کر رہا ہوں کہ اگرچہ میں گھنٹوں کے
 اندر اندر بھاشانہ کی حکومت نے پاکیشیا کے ساتھ کنفیڈریشن
 کے منصوبے کو ہمیشہ کے لئے ترک کرنے کا باقاعدہ سرکاری
 اعلان نہ کیا اور موجودہ وزیر خارجہ سرواجد حسین جو کہ پاکیشیا
 کا خاص ایکٹیوٹ ہے کو اس کے عہدے سے معزول کرنے کا
 اعلان نہ کیا تو پھر بھاشانہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔
 پہلے اقدام کے طور پر بھاشانہ کا مین پاؤر ہاؤس دھماکے سے اڑا
 دیا جائے گا۔ ایف۔ ڈی نے ایسے انتظامات کر لئے ہیں
 کہ جب بھی ایف۔ ڈی چاہے یہ پاؤر ہاؤس صفحہ ہستی سے غائب
 ہو جائے گا۔ اور آپ کو جان لینا چاہیے کہ اس پاؤر ہاؤس
 کی تباہی کے بعد بھاشانہ کی معیشت کو زبردست دھچکا پہنچے گا اور
 بھاشانہ آئندہ سو سال تک معاشی طور پر سر اٹھانے کے قابل نہ
 ہو سکے گا۔ ہم ایسا اقدام نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن ہم یہ بھی
 نہیں چاہتے کہ بھاشانہ کو کنفیڈریشن کی آڑ میں دوبارہ پاکیشیا
 کا غلام بنا دیا جائے۔ اس غلامی سے تو بہتر ہے کہ بھاشانہ کا
 وجود ہی ختم کر دیا جائے۔ غلامی سے موت زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ
 بھی سن لو کہ اس بات کی یقین دہانی کے لئے کہ اگر بنا دی بات نہ

مانی گئی تو چوبیس گھنٹے بعد پادریوں کو واقعی اڑا دیا جائے گا۔
ایک ڈی مہینے کے طور پر آج رات ایک ایسا دھماکہ کرے گی۔
کہ جس سے خوف ناک تباسی پھیلے گی۔ انتہائی خوف ناک۔
اس لئے بھاشانہ کے جیلے عوام اب یہ تمہارا فرض ہے کہ تم
ہیروکول پر نکل آؤ اور حکومت کو مجبور کر دو کہ وہ پاکیشیا کی غلامی
کے منصوبے سے باز آجائے۔ اور پاکیشیا کے حامی وزیر خارجہ
کو معزول کر دے۔ ورنہ پھر خوف ناک اور مسلسل تباہیوں کے
لئے تیار رہو۔ یہ آخری وارننگ ہے۔ کرنل چارلس نے کہا۔
اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہیڈنل کو جھٹکا دے کر ادھیچ
کر دیا۔

”بہت خوب باس۔ آپ نے بہت خوب صورت انداز میں
بات کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب حکومت ہماری مرضی پر چلنے
پر مجبور ہو جائے گی۔“ بارسن نے کہا۔
”اُسے ایسا کرنا پڑے گا۔ میں اُسے مجبور کر دوں گا۔“
کرنل چارلس نے کہا۔ اور مشین کے بٹن آن کرنے شروع کر دیئے۔
بارسن نے آگے بڑھ کر ایکٹرک سوئچ بھی آن کر دیا۔
”میرا خیال ہے باس۔ اس دوران ہمیں اس فاسٹ ڈیٹھ
کا کچھ کرنا چاہیے۔ ہیڈ کوارٹر پر فوج کے ریڈ میں بھی مجھے فاسٹ ڈیٹھ
کا ہی مانتہ نظر آتا ہے۔“ بارسن نے آپریشن روم سے
نکلے ہوئے کہا۔
”لیکن وہ سب تو اس طرح غائب ہو چکے ہیں جیسے گدھے کے

سر سے سینک۔ ان کا تو کہیں نشان چمک نظر نہیں آیا۔“
کرنل چارلس نے کہا۔

اور پھر وہ جیسے ہی بڑے کمرے میں پہنچے۔ میز پر رکھے ہوئے
ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ اور کرنل چارلس اور
بارسن دونوں ہی چونک پڑے۔ کرنل چارلس نے جلدی سے
اس کی فریکوئنسی چیک کی اور دو سے لے کر اٹھ گھنٹے کے اندازہ
میں سر ہلا دیا۔ کیوں کہ دوسری فریکوئنسی جو اس ٹرانسمیٹر پر
نظر آ رہی تھی ریڈ آرمی کی مخصوص فریکوئنسی تھی۔ اس سے ظاہر تھا کہ
یہ کال ریڈ آرمی کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ کرنل چارلس
نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیڈ۔“ کرنل ہمیرخ کانگ اور۔۔۔ بٹن آن
ہوتے ہی کرنل ہمیرخ کی تیز آواز گونجی۔

”ہیس۔“ کرنل چارلس اسٹنٹنگ اور۔۔۔ کرنل چارلس
نے بٹن دباتے ہوئے کہا۔

”کرنل چارلس۔ میں نے آپ کے ہیڈ کوارٹر پر فوج کے
چلے اور آپ کا نشریہ دونوں سن لئے ہیں۔ آپ کا یہ ہیڈ کوارٹر
بس پر چھاپہ مارا گیا ہے ذمی شان کا لونگی میں تھا اور۔“
کرنل ہمیرخ نے کہا۔

”ہاں۔“ وہیں تھا۔ یہ ہیڈ کوارٹر نمبر ٹو تھا۔ کیوں اور۔“
نل چارلس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”اوہ۔۔۔ اگر مجھے پہلے اس کا علم ہوتا تو آپ کے ہیڈ کوارٹر

پر چھاپہ نہ پڑ سکتا۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ فاسٹ ڈیٹھ کا ایک آدمی کیبول ڈی شان کا بونی میں موٹر سائیکل پر آیا تھا۔ وہ یقیناً آپ کا تعاقب کرتے ہوئے آیا تھا۔ وہ صرف وہاں آکر واپس چلا گیا۔ میں نے اس کا تعاقب کر کے فاسٹ ڈیٹھ کا ہیڈ کوارٹر معلوم کر لیا۔ اور پھر اپنے گروپ کے ساتھ اس پر ریڈ کیا۔ فاسٹ ڈیٹھ کا خاتمہ کرنے کے قریب ہی تھے کہ ان کے حمایتیوں کا ایک اور گروپ درمیان میں کود پڑا اور اس طرح ہمیں واپس ہونا پڑا۔ اس دوران پولیس آگئی۔ پولیس نے اندر تلاشی لی تو اُسے کچھ بھی نہ ملا۔ وہ فراموشی میں کامیاب ہو گئے تھے۔ بہر حال میرے آدمی ان کے پیچھے ہیں۔ ہم بہر حال انہیں تلاش کر لیں گے۔ لیکن آپ نے یہ یاد دلایا دس والا زبردست دباؤ ڈال رہے۔ اب تو وہ پوری طرح ہوشیار ہو جائیں گے اور۔۔۔ کرنل ہمیرج نے کہا۔

”وہ چلے ہے کچھ بھی کر لیں۔ یاد دلایا دس کی تباہی میری انگلیوں کو ایک ضرب کی محتاج ہے۔ دیسے ہم آج رات منونے کے طور پر ایک دھماکہ کر رہے ہیں۔ ایسا دھماکہ کہ حکومت اپنے زخم چاٹتی رہ جائے گی اور۔۔۔ کرنل چارلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اُسے دراصل کرنل ہمیرج کی اس بات کو سن کر خوشی ہوئی تھی کہ فاسٹ ڈیٹھ کے ہیڈ کوارٹر پر اس کا حملہ ناکام رہا ہے۔ اس طرح وہ ایف۔ ڈی کے خلاف ہونے کے قابل نہ رہا تھا۔

”ٹھیک ہے ضرور کیجئے۔ کیا کوئی ٹرین اڑانی ہے اور۔۔۔ کرنل ہمیرج نے جنتے ہوئے کہا۔

”اُسے ٹرین اڑانا تو ایف۔ ڈی کے لئے معمولی سی بات ہے۔ ہم اس بار فوجی انداز کا دھماکہ کر دیں گے۔ ایک بہت بڑا آئل ڈپو ہے فوجی۔ آج اس کی تباہی مقدر ہو چکی ہے۔ بہر حال آپ اس فاسٹ ڈیٹھ کا کچھ کریں۔ یہ لوگ اب حد سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اگر آپ ان پر قابو نہ پا سکتے ہوں تو پھر ہمیں بتائیے ہم خود ان سے نیٹ لیں گے۔“ کرنل چارلس نے کہا۔

”کرنل۔۔۔ آپ ریڈ آرشی کی توہین کر رہے ہیں۔ ریڈ آرشی کے لئے کچھ ناممکن نہیں ہے۔ دراصل بات صرف اتنی ہے۔ کہ یہ لوگ آپ کے پیچھے پڑتے ہوئے ہیں۔ اور آپ کی سرگرمیوں کا ہمیں علم نہیں ہوتا۔ اگر ان کا ٹکراؤ براہ راست ہم سے ہوتا تو اب تک ایک بار کیا سینکڑوں بار ان کا خاتمہ ہو چکا ہوتا اور۔۔۔ کرنل ہمیرج نے سر ہلچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہمارے پیچھے پڑے ہوئے آپ کا کیا مطلب ہے۔ فاسٹ ڈیٹھ کا ہم سے تو کبھی ٹکراؤ نہیں ہوا اور۔۔۔ کرنل چارلس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ٹکراؤ نہ ہوا ہوگا۔ بہر حال انہوں نے آپ کا ہیڈ کوارٹر ٹرین کر لیا۔ اور شاید انہی کی وجہ سے آپ کو اپنا مین ہیڈ کوارٹر چھوڑنا پڑا۔۔۔ بہر حال آپ بے فکر رہیں۔ فاسٹ ڈیٹھ کا جلدی ہی خاتمہ ہو جائے گا اور اینڈ آئل۔“ کرنل ہمیرج نے سخت

بچے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا کہ نل چارلس
نے منہ بنا کر سر جھٹکتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
”جوہڑہ۔۔۔ بچانے یہ ریڈ آر می ولے اپنے آپ کو سمجھنے کیا
ہیں۔ اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ فاسٹ ڈیٹہ کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔
تو میں دیکھتا کہ کس طرح جیپا یہ ناکام ہوتا ہے۔ میں ایک ایک کوچن
کو ختم کر دیتا۔۔۔ کرنل چارلس نے کہا اور ہارسن خاموش لکھ
رہا۔ اب وہ کیا کہتا کہ فاسٹ ڈیٹہ والوں نے تو انہیں اس حالت
میں پہنچا یا ہے کہ پیشل ایکشن گر وپ ختم ہو گیا۔۔۔ کامیج اور رابرٹ
ختم ہو گئے۔ ہیڈ کوارٹر تباہ ہو گیا۔ لیکن غلام ہے وہ چیف باس سے
کوئی بات کر کے اس وقت اپنی شامت تو نہ بلوا سکتا تھا۔ اس
لئے خاموش رہا۔

پوری ذمی شان کا لونی چھان مارنے کے باوجود بلیو
سیڈان انہیں کہیں نظر نہ آئی۔۔۔ چوہان نے وہ جگہ بھی دکھا
دی تھی جہاں اس نے موٹر سائیکل پارک کیا تھا۔ اور عمران اور
اس کے ساتھیوں نے ارد گرد کی کوٹھڑیوں کا تفصیلی جائزہ لے
لیا۔ لیکن وہ سب عام سی رہائشی کوٹھیاں نظر آرہی تھیں۔
اور ان میں بھی کہیں بلیو سیڈان جو ان کے خیال کے مطابق نکل
ہمیرن کی تھی کسی کوٹھڑی میں نظر نہ آئی تھی۔
”اب ایک سببی حل ہے کہ یہاں کسی جگہ بیٹھ کر چلے گا ٹا جلتے اور
کوئی جن آکر بتلے گا کہ ریڈ آر می کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ وہ سب اس
وقت ایک کیفے کے لان میں بیٹھے چائے پینے میں مصروف تھے۔
لان کے ایک طرف ریڈیو پر پروگرام چل رہے تھے۔ کہ

اچانک خبر نامے کا وقت ہو گیا اور ریڈیو سے خبریں نشر ہونے لگیں۔
چوں کہ ریڈیو کی آواز کو ایک مائیکروفون سے منسلک کر دیا گیا تھا۔
اس لئے وہ یہ آواز بخوبی سن رہے تھے۔ خبر نامے میں ایف۔
ڈی کے ہیڈ کوارٹر پر پہنچے۔ اور میجر تارا کی مقامی سیکرٹ سروس
کے ماتحتوں ہلاکت کی خبر بھی شامل تھی۔ ساتھ ہی صدر مملکت
کی خصوصی تقریر کا اقتباس بھی نشر کیا جا رہا تھا۔ وہ سب خاموشی
سے بیٹھے یہ خبریں سن رہے تھے۔

”یہ میجر تارا کون ہے جسے مقامی سیکرٹ سروس نے ہلاک
کیا ہے۔“ تو میر نے صدر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔
”معلوم نہیں۔ ایف۔ ڈی کا ہی کوئی رکن ہو گا۔“

صدر نے جواب دیا۔

”اب اسے میجر تارا کی بجائے میجر بے جا رہ ہی کہنا چاہیئے کہ
مقامی سیکرٹ سروس والے بھی اُسے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو
گئے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ سب عمران
کے اس دل چسپ تبصرے پر ہنس دیئے۔

خبر نامہ جاری تھا کہ اچانک نیوز ریڈر کی آواز مدہم پڑتی گئی۔
اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اچانک ایک بھاری سی آواز
ریڈیو سے گونجی۔ اور وہ سب یہ آواز سنتے ہی بُری طرح
چوٹک پڑے۔ کیوں کہ بولنے والا اپنے آپ کو ایف۔ ڈی کا
چیف باس کہہ رہا تھا۔ اور گرو بیٹھے ہوئے باقی لوگ بھی یہ آواز
سننے ہی بُری طرح چوٹک پڑے۔

ایف۔ ڈی کے چیف باس نے پوری تقریر کر ڈالی۔ اور میں
پاور ہاؤس اڑانے کی دھمکی کے ساتھ ساتھ آج رات ایک اور
خوف ناک دھماکہ کرنے کی بھی دھمکی دی۔ جب نشر یہ ختم ہوا
تو آواز دُسر کی آواز دوبارہ سنائی دینے کی بجائے ریڈیو پر میوزک
بجنا شروع ہو گیا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ ریڈیو پر اس پیغام نے
کھلبلی مچا دی ہوگی۔

ایف۔ ڈی کی طرف سے یہ اس قدر خوف ناک دھمکی دی تھی۔
کیسے میں بیٹھے ہوئے لوگ فوراً ہی حکومت کے خلاف اور خاص
طور پر پریکٹیشیا کے ساتھ کنفیڈریشن کے خلاف تیز تیز باتیں کرنے
لگے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ خوف کی وجہ سے اٹھ کر
دُکھاں سے جانے لگے۔

”بڑا خوف ناک ٹارگٹ منتخب کیا ہے ایف۔ ڈی نے۔“

عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا اس پاور ہاؤس پر کوئی
سیکورٹی نہ ہوگی۔“ صدر نے کہا۔

”مجھے فوراً سر واد جیسن سے بات کرنی ہوگی۔ ورنہ حکومت
نواس اعلان کے بعد بُری طرح بوکھلا جائے گی۔“ اور ہو سکتا
ہے کہ وہ واقعی کنفیڈریشن کے منصوبے کو ترک کرنے کا اعلان
دے کر دے۔ حالانکہ یہ ان کی سب سے بڑی حماقت ہو
گی۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ
بے حد سنجیدہ تھا۔

”میرا خیال سے اب یقیناً ایسا ہوگا۔ اگر حکومت نے نہ کیا تو عوام سرکوں پر نکل آئیں گے۔“ جولیہ نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”لیکن سر واجد حسین سے فون پر بات ہو سکتی ہے۔ اور پبلک فون بونٹھ تو یہاں کہیں نظر نہیں آ رہا۔“ صفدر نے کہا۔

”میں ٹرانسمیٹر دائر لیس فون کر لیتا ہوں۔ میری واپس ٹرانسمیٹر میں اس کا سسٹم موجود ہے۔“ عمران نے جلدی سے واپس ٹرانسمیٹر کے ٹان کو مخصوص انداز میں دباتے ہوئے کہا۔

مگر جیسے ہی اس نے بٹن کو دبایا۔ گھڑی میں سے ایک مدھم سی آواز ابھری اور عمران بٹنی طرح چونک پڑا۔ آواز گنگوٹیا کی تھی۔ عمران نے گھڑی کو کان سے لگایا۔ اور دوسرے لمحے

اس کے سنجیدہ چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ دوڑنے لگی۔ قدرت نے خود ہی ان کے لئے راستہ بنا دیا تھا۔ کرنل ہمیرخ اور کرنل چارلس کی گفتگو اسے واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔ اس سے صاف مطلب تھا کہ جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے

کرنل ہمیرخ کا ہیڈ کوارٹر وہاں سے قریب ہی تھا۔ اس نے واپس ٹرانسمیٹر سے اس کی کال کیج کر لی تھی۔ باقی ممبران حیرت سے

عمران کو دیکھتے رہے۔ لیکن وہ سب عمران کے چہرے پر بھلے ہوئے تاثرات کو دیکھ کر خاموش بیٹھے رہے۔ جب کال ختم ہوئی تو عمران نے ہاتھ ہٹا کر وند بٹن کو دوبارہ دبا دیا۔ اب

وہ یہاں سے سر واجد حسین کو کال نہ کرنا چاہتا تھا۔ کیوں کہ جس طرح کرنل ہمیرخ کی کال اس کے ٹرانسمیٹر سے کیج کر تھی۔ اس طرح ہو سکتا تھا کہ اس کی کال کرنل ہمیرخ کا ٹرانسمیٹر کیج کر لیتا۔

”کیا ہوا عمران صاحب۔“ صفدر نے سب سے پہلے پوچھا اور عمران نے کرنل ہمیرخ اور کرنل چارلس کے درمیان ہونے والی سادھی گفتگو دوہرا دی۔

”اے۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کوئی فوجی آئل ڈپو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ اور دوسری بات یہ بھی سامنے آئی ہے کہ میں پاور ہاؤس میں انہوں نے کوئی تباہی کم نصب کر دیا ہے۔ جسے وہ اپنے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھ کر پھاڑ سکتے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”تو اب کیا کیا جائے۔ کیا وہ جگہ معلوم ہو سکتی ہے جہاں کرنل ہمیرخ نے کال کی ہے۔“ جولیہ نے کہا۔

”نہیں۔۔۔ یہ تو اتفاق سے کال کیج ہو گئی۔ ویسے اگر میرے پاس ٹرانسمیٹر کیج ہوتا تو پھر معلوم ہو سکتا تھا۔ بہر حال اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان دو فون ڈائریکٹس کو بچانے کے لئے کیا کیا جائے۔“ عمران نے کہا۔

پہلے تو وہ آئل ڈپو تلاش کیا جائے جسے یہ لوگ آج رات تباہ کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ تو میر نے کہا۔

”اس کا تو مجھے علم ہے۔ رادار حکومت سے چند میل دور ایک

کو چیک کر تا ہوں۔۔۔۔۔ عمران نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔
 "آپ اکیلے کام کریں گے۔۔۔۔۔ صفدر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
 "وہاں لیکے آدمی کا کام ہے۔ ہم تلاش ہی کرنا ہے۔ آپ لوگ ایسا
 کریں گے کہ آئل ڈپو پر جا کر وہاں سیکورٹی چیک کریں گے اور مجرموں
 کی ڈوہ لگائیں گے۔۔۔۔۔ اگر انہوں نے آج رات اسے تباہ کرنا ہے
 تو ہو سکتا ہے وہاں بھی انہوں نے کوئی بم نصب کیا ہو۔
 عمران نے کہا۔

"میرا خیال ہے اگر وہ نصب کر چکے ہوتے تو پھر رات کا وقت
 نہ دیتے۔ وہ اسے نمونے کے طور پر فوری پھاڑ ڈالتے۔ رات کا
 وقت دینے کا مطلب ہے کہ وہ رات کو اس پر حملہ کریں گے۔
 نعمانی نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال ہمیں سر ہیلو کا خیال رکھنا
 ہے۔۔۔۔۔ عمران نے سر ملاتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر پہلے کوئی سرکاری اتھارٹی معائنہ کی جائے۔ تب ہی بات
 آگے بڑھ سکتی ہے۔۔۔۔۔ تنویر نے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ آؤ چلیں وہاں میڈیکل وارڈر چل کر سر و اجد حسین سے
 بات کریں یا پھر راستے میں کوئی پبلک فون بوتھ سے بات کریں گے۔
 عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور وہ سب اٹھ کر باہر کی طرف چل دیئے۔ صفدر نے سیرے
 نوپے منٹ کی اور وہ سب کا رہیں میڈیکل کمرٹک پر آگے۔ کاکوئی
 سے نکل کر وہ جب شہر میں پہنچے تو وہاں واقعی افراتفری کا عالم تھا۔

ہی فوجی مین آئل ڈپو ہے۔ اس کے گرد اسلحہ کی سپلائی کے
 بڑے بڑے ڈپو ہیں۔ وہ میں نے دیکھا ہوا ہے۔۔۔۔۔ جوں کہ
 صرف یہی ایک آئل ڈپو ہے۔ اس لئے یقیناً اسے تباہ کرنے کے
 لئے کارروائی کی جا رہی ہوگی۔۔۔۔۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر آج
 رات اس تباہی کو روک دیا گیا تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کرنل چارلس
 غصے میں آکر مین پاؤر ہاؤس دیئے ہوئے وقت سے پہلے ہی
 اڑا دے۔۔۔۔۔ اور پاؤر ہاؤس کی تباہی واقعی بھاشانہ کی معیشت
 کی مکمل تباہی ہوگی کیونکہ پورے بھاشانہ کو بجلی اسی پاؤر ہاؤس
 سے ہی سپلائی کی جاتی ہے۔۔۔۔۔ ادھر حکومت بھی کو بھلائی ہوئی
 ہوگی۔ میرے خیال میں بیک وقت دونوں جگہ کام کیا جائے۔
 پاؤر ہاؤس میں موجود بم کو بھی ناکارہ کیا جائے اور آئل ڈپو کو بھی
 بچا یا جائے تب ہی بات بنے گی۔۔۔۔۔ عمران نے سر
 ملاتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیسے۔۔۔۔۔ ہمیں تو وہاں کوئی گھسنے بھی نہ دے گا۔
 تنویر نے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ اس کا بھی حل نکالنا ہوگا۔ اس کے لئے مجھے
 سر و اجد حسین سے بات کرنا ہوگی۔ لیکن پہلے ہمیں اپنا پروگرام
 طے کر لینا چاہیے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے ہمیں بیک وقت دونوں
 سائڈوں پر کام کرنا چاہیے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ جیسا آپ کہیں۔۔۔۔۔ صفدر نے کہ
 "تو ایسا ہے کہ آپ لوگ آئل ڈپو پر کام کریں۔ میں پاؤر ہاؤس

دکانیں بند ہو رہی تھیں۔ لوگ انتہائی خوف زدہ تھے۔ جگہ جگہ ایف۔ ڈی کے بارے میں تبصرے ہو رہے تھے۔ ایک جگہ تو انہوں نے باقاعدہ حکومت کے خلاف جلوس بھی دیکھا جو بھاشا نہ کو بچانے کے لئے کنفیڈریشن کے خلاف نعرے لگا رہا تھا۔

”بہت خطرناک وار کیا ہے ایف۔ ڈی نے۔ عمران نے ہونٹ پیچھے ہٹے کہا۔“

اور ابھی وہ ٹھوڑی سی دور گئے ہوں گے کہ عمران کو ایک پبلک بوتھ نظر آگیا۔ عمران نے گاڑی اس کے قریب روکی اور پھر اتر کر وہ بوتھ میں گھس گیا۔ جیب سے سکے نکال کر ڈالنے ہی لگا تھا کہ اچانک اُسے خیال آگیا کہ اُسے سردار جاحد حسین کے دفتر کے نمبروں کا تو علم نہیں۔ اور ایسے ہنگامی حالات میں ظاہر ہے وہ گھر پر تو نہیں ہو سکتے۔ اس نے رسیور واپس ہک پر رکھا اور بوتھ سے نکل کر گاڑی کے پاس آیا۔

”صفدر۔۔۔ سردار جاحد حسین کے دفتر کے نمبروں کا علم ہے تمہیں؟“ عمران نے کھڑکی پر پھٹکتے ہوئے صفدر سے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ صفدر نے جواب دیا اور پھر اس نے دفتر کا نمبر دوہرا دیا۔“

عمران سر ہلاتا ہوا واپس مڑا اور اس بار اس نے سکے ڈال کر دفتر کے نمبر لکھا دیئے۔ چند لمحوں گھنٹی بجنے کے بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھایا گیا۔

”یس۔۔۔ پی۔ اے ٹو فارن منسٹر۔۔۔ ایک بجادی سی کہا۔“

آواز سنائی دی۔

”سنئے۔۔۔ میں پاکیشیا سے ایک سٹو کا نمائندہ عمران بول رہا ہوں۔ سردار جاحد حسین سے بات کر لیتے۔ اٹ ازا میر جنسی؟“

عمران نے انتہائی باوقار لہجے میں کہا۔

”اے۔۔۔ سوری۔۔۔ وہ تو پریذیڈنٹ ہاؤس ایک ہنگامی میٹنگ میں شرکت کے لئے گئے ہیں۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔“

”جہاں بھی ہوں ان سے بات کر لیتے۔ یہ بھاشا نہ کی سلامتی کا مسئلہ ہے۔“ عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

”ایک منٹ بول دیجیئے۔“ میں ٹرائی کرتا ہوں سر۔“

دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران خاموش ہو گیا۔ پھر ایک منٹ کی بجائے دو منٹ گزر گئے۔ اس کے بعد رسیور پر آواز ابھری۔

”یس۔۔۔ جاحد حسین سپیکنگ۔“ سردار جاحد حسین کی آواز سنائی دی۔

”میں علی عمران بول رہا ہوں۔ میں نے ایف۔ ڈی کا نشر یہ سن لیا ہے اور میں نے وہ ٹارگٹ بھی تلاش کر لیا ہے جسے وہ آج رات اڑانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح میں پاور ہاؤس کو بھی پکڑنا چاہتا ہوں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی سرکاری اتھارٹی موجود نہیں ہے۔“ عمران نے باوقار لہجے میں کہا۔

عمران نے با اعتماد دلچسپی میں کہا۔
 "ٹھیک ہے آپ بھی کوشش کر دیکھئے۔ ایسا ہے کہ آپ
 فوراً پریذیڈنٹ یا وائس پینچ جیتے۔ میں گریٹ پر آپ کی آمد
 کی اطلاع بھجوا دوں گا۔ وہ آپ کو مجھ تک پہنچا دیں گے۔ حوالے
 لئے کوئی لفظ مقرر کر بیجئے۔" سر واد حسین نے کہا۔
 "پرنس آف ڈھمپ۔ یہ حوالہ کافی رہے گا۔" عمران
 نے کہا۔

"ٹھیک ہے فوراً آجیئے میں اس دوران صدر صاحب کو آپ
 سے ملاقات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"
 سر واد حسین نے کہا اور عمران نے اس کے کہہ کر سیور رکھ دیا۔
 اور پھر وہ آکر کمر میں بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے کارٹیزی سے
 آگے بڑھی۔

"کیا رہا؟" صفر نے پوچھا۔
 "وہ ایف ڈی کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی تیاری کر رہے ہیں۔
 میں نے انہیں کہا ہے کہ ایسا نہ کریں میں خود آپ کے صدر سے
 بات کرتا ہوں۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 "ادہ۔" یہ تو انتہائی شرم ناک کمزوری کا مظاہرہ ہے۔ کہ
 حکومت اس طرح مجرموں کے مقابلے میں شکست تسلیم کرے۔
 تنویر نے کہا۔

"کیا کریں کاش! یہ سب کچھ پاکیزہ دنیا میں ہو رہا ہوتا۔ پھر
 میں دیکھتا کہ ایف ڈی کیسے دھمکی دیتی ہے۔" بہر حال میں

"اب یہ سب کچھ فضول ہے عمران صاحب۔" صدر مملکت
 کنفیڈریشن کے منصب کے لئے کوئٹہ کی طور پر ختم کرنے کا اعلان کرنے
 ہی والے ہیں۔ اور میں نے بھی بھاشا کی سلامتی کی خاطر مستعفی ہونے
 کا فیصلہ کر لیا ہے۔" سر واد حسین نے مایوس سے ہجے میں
 جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ادہ۔" یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ مجرموں کے سامنے جھک
 کر ان کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں۔ وہ تو کل یہ بھی کہہ دیں گے کہ حکومت
 ان کے حوالے کر دی جائے تو کیا آپ ایف ڈی کو اقتدار بھی دے
 دیں گے۔" عمران کو شاید سر واد حسین اور صدر بھاشا کی
 کمزوری پر غصہ آ گیا تھا۔ اس لئے اس نے خاصے فیصلے انداز میں
 یہ فقرہ کہا تھا۔

"لیکن عمران صاحب۔" اب ہم اور کبھی کیا کہتے ہیں۔
 عوام کا رد عمل انتہائی خوف ناک ہے۔ پورے شہر میں ہڑتالیں اور
 جلوس شروع ہو گئے ہیں۔ ہر شخص خوف زدہ ہے اور حکومت
 پر ایسا کرنے کے لئے دباؤ ڈال رہا ہے۔" سر واد حسین
 نے کہا۔

"آپ سرگزدا ایسا نہ کیجئے۔ آپ یقین رکھیں کہ ایف ڈی بہر حال
 ناکام رہے گی۔" عمران نے فیصلہ کن ہجے میں کہا۔
 "صدر مملکت نہیں مان رہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔"
 سر واد حسین نے کہا۔
 "آپ ان سے میری بات کرائیے۔ میں انہیں قائل کر لوں گا۔"

برگزایا نہیں ہونے دوں گا۔ میں پریذیڈنٹ ہاؤس پر اتر جاؤں گا۔ آپ لوگ وائس پریذیڈنٹ کو اڈر ٹریچے جائیں۔ اور وہاں جا کر اگل ڈپو پر ریڈ کو بچانے کی تیاری کریں۔ میں پریذیڈنٹ ہاؤس سے سیدھا وہیں واپس آؤں گا۔ عمران نے کہا۔

اور پھر ایک موڑ مٹتے ہی وہ پریذیڈنٹ ہاؤس کے سامنے پہنچ گئے۔ عمران نے گیٹ پر کاررو کی اور خود نیچے اتر گیا۔ پاس والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے صفدر نے اس کی جگہ سنبھال لی۔ اور گادی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

عمران گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"مجھے سردار جاحد حسین صاحب سے ملنا ہے۔ میرا نام پرنس آف ڈھمپ ہے۔" عمران نے سیکورٹی آفیسر کے پاس جا کر انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پرنس آف ڈھمپ۔ اوہ آئیے۔ وزیر خزانہ آپ کے منتظر ہیں۔ آئیے۔" سیکورٹی آفیسر نے فوراً ہی کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس نے میز کی دروازے سے ایک کارڈ نکال کر اس پر پرنس آف ڈھمپ کا نام لکھا۔ اس کا اندراج ایک رجسٹر پر کر کے اس نے رجسٹر عمران کی طرف بڑھا دیا۔ تاکہ عمران اس پر دستخط کر سکے۔ عمران نے قلم پکڑ کر اس پر پرنس کے دستخط کئے۔ اور سیکورٹی آفیسر نے کارڈ پر وہ رجسٹر کا نمبر ڈالا اور کارڈ عمران کے ہاتھ میں دیتے ہوئے وہ اندرونی دروازے کی طرف

بڑھ گیا۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔ آگے ایک اور چیک پوسٹ تھی۔ جہاں عمران کی باقاعدہ تلاشی لی گئی اور اس کا اسلحہ وہاں رکھ لیا گیا۔ اور کارڈ پر ان کی مہر لگا دی گئی۔

ان کا دروازوں سے فارغ ہو کر وہ پریذیڈنٹ ہاؤس میں داخل ہو گئے۔ اور پھر مختلف راہ داریوں سے گزر کر سیکورٹی آفیسر ایک دروازے پر رک گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر دستک دی۔

"پرنس کم ان ٹھ۔ اندر سے سردار جاحد حسین کی آواز سنائی دی اور سیکورٹی آفیسر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔

"پرنس آف ڈھمپ جناب۔" سیکورٹی آفیسر نے ایک طرف ہٹ کر عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"پرنس آف ڈھمپ۔" مگر..... "سردار جاحد حسین بڑی طرح چونک کر عمران کو دیکھنے لگے۔

عمران چون کہ میک اپ میں تھا۔ اس لئے ظاہر ہے وہ عمران جس سے ان کی ملاقات سردار سلطان کے پاس ہوئی تھی۔ اس کی شکل اور بھی۔

"سردار۔ پریذیڈنٹ صاحب ملاقات پر راضی ہو گئے ہیں یا نہیں۔" عمران فوراً ہی اصل آواز میں بول پڑا۔ تاکہ سردار جاحد حسین کسی ادنیٰ چکر میں نہ پڑ جائیں۔

"اوہ پرنس۔ اوہ آپ۔ اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ تم

عمران جب ان کے پیچھے اندر داخل ہوا تو وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ کیوں کہ اندر والا کمرہ بالکل ہی سادہ تھا۔ ایک بڑی میز اور اس کے آگے رکھی ہوئی چند کرسیوں کے علاوہ وہاں فرنیچر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ میز پر پچیسات مختلف رنگوں کے فون اور ایک انٹرکام پر لٹا ہوا دیوارس سپاٹ تھیں۔ ان پر کسی قسم کا کوئی آرٹسٹ سا مان نہ تھا۔ میز کے پیچھے ایک مخنی سا دبلا تلاء شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے بہترین تراش کا سوٹ پہنا ہوا تھا نیلے رنگ کی شوخ ٹائی باندھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر تھکاوٹ کے بلکے سے آثار نمایاں تھے۔ لیکن آنکھوں میں خاصی تیز چمک تھی۔ یہ بھاشانہ کے صدر تھے۔

”آئیے۔ تشریف رکھیے۔“ صدر صاحب نے وہیں بیٹھے بیٹھے سر و اجہ حسین اور عمران سے مخاطب ہو کر کہا جو آؤ کی طرح دیدے پھاڑے صدر اور گھرے کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار کسی دیرانے سے نکل کر آبادی میں آیا ہو۔

”یہ پاکیشیا سکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کے خصوصی نمائندہ جناب علی عمران صاحب ہیں اور پرنس آف ڈھمپ ان کا کوڈ نام ہے۔“ سر و اجہ حسین نے باقاعدہ تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”انہی سے میری بات فون پر ہوئی تھی۔“ صدر مملکت نے سنجیدہ لہجہ میں کہا۔

”جی ہاں جناب۔ نام تو دی ہی ہے۔ لیکن شکل دوسری ہے۔“

عمران نے بڑے سنجیدہ انداز میں کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ شکل دوسری ہے۔ کیا مطلب؟ صدر مملکت اس فقرے پر بڑی طرح چونک پڑے۔

”جناب۔ یہ میک اپ میں ہیں۔ کیوں کہ مجرم انہیں چپاتے ہیں۔“ سر و اجہ حسین نے فوراً ہی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔ بہر حال مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی اصل شکل نہ دیکھ سکا۔“ صدر مملکت نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اچھا ہوا ہے جناب۔“ درنہ آپ رات کو خواب میں بھی ڈرتے نہ تھے۔ میرے ڈیڈی قید نے بھی مجھے اسی لئے گھر سے نکالا ہوا ہے۔ کیوں کہ میری شکل دیکھنے کے بعد اقل تو انہیں یقین نہیں آتی۔ اور اگر مترمہ نیند ابھی جاتی ہے اور ساتھ اپنے بچے یعنی ڈراوے خواب لے آتی ہے۔“ عمران کی زبان حسب معمول چل پڑی۔ اور صدر مملکت کے چہرے پر ناگوار سی کے تاثرات پھیلتے گئے۔

”جناب عمران صاحب کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے ایف ڈی کے دو نوں ٹارگٹس تلاش کر لیے ہیں۔“ اور یہ ایف ڈی کو دو نوں ٹارگٹس پر ناکام بنا دینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔“

سر و اجہ حسین نے بات بگڑتے ہوئے دیکھ کر فوراً موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر عمران نے اُسی طرح کی گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا جیسے سر سلطان کے گھر میں ان کے ساتھ کی تھی۔ تو صدر مملکت شاید اپنے ہاتھوں سے عمران

کو شوٹ کر دینے سے بھی گریز نہ کریں۔

"اور دو ڈارگٹش کون سے؟" صدر مملکت نے فوراً ہی چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ایک ریڈ فائر گٹ اور ایک بلیو ٹارگٹ۔ ویسے باقی دہی وے جناب۔ آپ کو کیا شوق ہے مجرموں کے ہاتھوں بلیک میل ہونے کا؟" عمران نے یوں منہ جلتے ہوئے کہا جیسے اُسے صدر مملکت کی کمزوری پر غصہ آ رہا ہو۔

"اور۔۔۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کس سے بات کر رہے ہیں؟" صدر مملکت نے یک لخت غصے سے بگڑے ہوئے بچے میں کہا۔ ان کے شاید تصور میں بھی نہ تھا کہ کوئی شخص ان سے اس طرح بھی بات کر سکتا ہے۔

"عمران صاحب۔۔۔ پلیز۔۔۔ ملک اس وقت انتہائی نازک صورت حال سے گزر رہا ہے۔۔۔ سر و اجد حسین نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

"جناب آپ ناراض نہ ہوں۔۔۔ دراصل بات یہ ہے کہ حکومت ایک بے حد طاقت ور چیز ہوتی ہے۔ اس کا فرض مجرموں کی بلیک میلنگ سے نہ صرف اپنے آپ کو بچانا ہے بلکہ عوام کو بھی بچانا ہے۔ آج اگر آپ نے مجرموں کے سامنے متفہار ڈال دیئے تو کل آپ کس منہ سے رشید لے سکیں گے۔ اگر کل مجرموں نے پاؤر ہاؤس کے ساتھ ساتھ ڈیم اڈانے کا چیلنج کر دیا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ ایف۔ ڈی کے کرمل چارٹس کو صدر بنا دیا جائے تو کیا

آپ اس کے لئے سیٹ خالی کر دیں گے۔ کیا عوام نے آپ کو صدر اس لئے بنایا ہے کہ آپ مجرموں کے سامنے جھک جائیں۔ آپ کی حیثیت گھر کے چوکیدار جیسی ہے۔ اور عوام نے آپ کو ملک کی اور اپنی حفاظت کے لئے یہ عہدہ دیا ہے۔ اگر کل کوئی بچہ گھر پر حملہ کرے تو چوکیدار کا یہی کام ہوتا ہے کہ بجائے ان مجرموں سے لڑ کر گھر اور اس کے مکینوں کی حفاظت کرے بلکہ ان کے سامنے جھک کر ان کے لئے خود گھر کا دروازہ کھول دے۔ جواب دیجئے۔ کیا آپ کا یہ اقدام بالکل ایسا نہیں ہے؟

عمران نے بڑے جوشیے انداز میں کہا۔ اور صدر مملکت کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ وہ حیرت سے بت بنے بیٹھے تھے۔

"مگر میں تو ملک کو تباہی سے بچانا چاہتا ہوں۔"

صدر مملکت نے کمزور سے لہجے میں کہا۔

"کل کا فرستان یا کوئی اور ملک بھاشا نہ پر حملہ کر دے تو آپ مقابلہ کرنے کی بجائے اُسے خوش آمدید کہیں گے۔ تاکہ ملک تباہی سے بچ جائے۔ جناب صدر۔۔۔ تباہی سے بچانا اس کو نہیں کہتے۔ بلکہ ملک کو تباہی سے بچانے کا مطلب ہوتا ہے کہ پوری قوت سے دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ طاقت۔ قوت اور حوصلے سے ان کے سر کچل دیئے جائیں مجھے سیاست سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ آپ بے شک پانچ تھیا کے ساتھ کنفیڈریشن کریں یا نہ کریں میرا اس سے واسطہ نہیں ہے۔ اس سیاست کو آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ اگر آپ سمجھیں کہ پانچ تھیا

پیٹ برکھل کر کام کرنا ہوگا۔ اور ظاہر ہے ایسا سرکاری شیلڈ کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اگر آپ ہمیں کوئی ایسی اتحاد دینی دے دیں کہ جس سے ہم پوئیشن پر موجود ہر شخص کو کنٹرول کر سکیں تو آپ یقین کریں ایف۔ ڈی نہ صرف اپنے منصوبوں میں ناکام سب سے گی بلکہ اُسے اپنے زخم بھی چاٹنے کی مہلت نہیں ملے گی۔
عمران نے کہا۔

”اوہ ضرور۔ میں آپ کو ریڈ سرکل اتحاد دینی دے دیتا ہوں۔ یہ ہمارے ملک کی سب سے بڑی اتحاد دینی ہے۔ سولے صد کے باقی بھاشا نہ کا بر آدمی اس اتحاد دینی کے ماتحت اور اس کے احکامات کی پابندی اس پر لازمی ہو جاتی ہے۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”ایک اتحاد دینی تو یہ دیجیئے۔ اسے میں پاور یاؤس میں استعمال کروں گا۔ اور دوسرے ایسے سات کارڈ جاری کر دیجیئے جس سے میرے ساتھیوں کو آگلی ڈپٹی کی سیکورٹی پر برتری حاصل ہو جائے۔ اور وہ دباں اپنی مرضی سے کام کر سکیں۔“ عمران نے کہا۔
”اوہ ٹھیک ہے۔ بلیک کارڈ ایسے ہی مقصد کے لئے ہوتے ہیں۔ میں ابھی احکامات جاری کر دیتا ہوں۔ پاور یاؤس اور آگلی ڈپٹی پر بھی احکامات پہنچا دیئے جائیں گے کہ ریڈ سرکل اور بلیک کارڈ کے احکامات کی پوری پابندی کی جائے۔“ صدر مملکت نے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے انٹر کام کارسیور اٹھا کر ایک

بٹن دبایا اور کسی کو اس اتحاد دینی اور کارڈوں کے اجرا کے احکامات دیتے شروع کر دیئے۔

”اچھا جناب۔ اب مجھے اجازت دیجیئے۔ اور آپ عوام کا حوصلہ بڑھائیئے۔ انہیں یقین دلائیئے کہ ایف۔ ڈی مجرموں کا ایک ٹولہ ہے جو حکومت کو بلیک میل کر کے ملک کو تباہ کرنا چاہتا ہے ان کو جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔“ عمران نے کہا۔

”کیا میں یہ اعلان کروں کہ جس دھمکی کی دھمکی ایف۔ ڈی آج رات دے رہی ہے اس ٹارگٹ کو تلاش کر لیا گیا ہے۔ اور ایسے انتقامات کر لئے گئے ہیں کہ یہ دھمکا کہ اب نہ ہوسکے گا۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”جناب۔ آپ کھل کر بات نہ کریں۔ بس اشارہ کہیں۔

دراصل مسئلہ یہ ہے کہ پاور یاؤس میں ایف۔ ڈی نے کوئی تباہی ہم اچھا رکھنا ہے وہ اپنے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھ کر تباہ کر سکتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آگلی ڈپٹی سے مایوس ہو کر انتقامی کارروائی پر تر آئیں اور اس سے پہلے کہ اس ہم کو ناکارہ بنایا جائے وہ اسے تباہ کر دیں اس لئے کھل کر اور واضح بات نہ کیجئے۔ صرف حوصلہ بلند کرنے کے لئے اشارہ بات کیجئے۔ البتہ اس ہم کے ناکارہ ہونے کے بعد میں آپ کو اطلاع دوں گا اور پھر آپ بے شک چیونچ سے بات کر سکتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔“ صدر مملکت نے کہا۔
اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس

کارڈ لے کر کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بہتر۔۔۔ بہ حال میں بھاشانہ اور اس کے عوام کی طرف سے آپ کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور یقین رکھیے کہ ہم اپنے محسنوں کو کبھی نہیں بھولتے۔“ صدر مملکت نے اس بار بار قاعدہ اٹھ کر مصافحہ کے لئے عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بڑے پُر غلوں لہجے میں کہا۔

”اور محسن بھی اپنا احسان نہیں بھولتے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ انسان انہیں بھول جائے۔“ عمران نے مسکرا کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ سرد واجد حسین بھی سلام کر کے اس کے پیچھے چل دیئے۔

چند لمحوں بعد عمران ایک ٹیکسی کیڑے فاسٹ ڈیوٹ کے بیڈ کوائر کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ اس کی فراخ پیشانی پر شکنوں کا جال سا پھیلا ہوا تھا۔ اور وہ آکل ڈیو اور باؤس میں کئے جانے والے اقدامات کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ کیوں کہ اس وقت یہ دونوں ٹارگٹ ہی اس کے لئے اہم ترین بن چکے تھے۔

کے ہاتھ میں دو فائلیں تھیں۔ اس نے وہ فائلیں بڑے مؤدبانہ انداز میں صدر صاحب کے سامنے رکھ دیں۔ صدر مملکت نے ایک فائل کھولی اور اس میں رکھے ہوئے ایک سرخ رنگ کے کارڈ کو ایک لمحے کے لئے غور سے دیکھا اور پھر قلم اٹھا کر اس پر اپنے دستخط کر دیئے۔ اور یہ کارڈ عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”بیچو۔۔۔ یہ ریڈیو سرکل اتھارٹی ہے۔“ صدر مملکت نے کہا اور عمران نے اٹھ کر وہ کارڈ لے لیا۔ اس پر ایک سرخ رنگ کا دائرہ بنا ہوا تھا جس کے اندر بھاشانہ کا سرکاری نشان تھا۔ اور نیچے صدر مملکت کے دستخط اور مہر لگی ہوئی تھی۔

”شکریہ۔“ عمران نے کہا اور کارڈ کو یوں لاپرواہی سے جیب میں رکھ لیا جیسے اس کارڈ کی اہمیت اس کی نظروں میں عام کارڈوں سے بڑھ کر نہ ہو۔

صدر مملکت اب دوسری فائل کھول کر اس میں رکھے ہوئے سات کارڈوں پر دستخط کر رہے تھے اس لئے وہ عمران کے انداز کو نہ دیکھ سکے۔ البتہ وہ نوجوان جو یہ کارڈ لے کر آیا تھا۔ انتہائی تعجب بھرے انداز میں عمران کو دیکھ رہا تھا کہ اس قدر بڑی اتھارٹی کو کس لاپرواہی سے جیب میں رکھ لیا گیا ہے۔ صدر مملکت نے ساتوں کارڈوں پر دستخط کر کے وہ کارڈ بھی عمران کی طرف بڑھا دیئے۔ ان کارڈوں پر سیاہ رنگ کا کر اس بنا ہوا تھا۔ اور اس کے نیچے بھاشانہ کا سرکاری نشان اور صدر مملکت کے دستخط تھے۔

”شکریہ جناب۔۔۔ اب مجھے اجازت ہے۔“ عمران نے

کوٹھی کی ٹکرائی کر رکھی تھی۔ آخر اب کیا ہو گا۔ ریڈ آرمی کے لئے یہ ڈوب کر مر جانے کا مقام ہے۔ کرنل میرٹھ نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ دراصل ہمارا طریقہ کار شروع سے ہی غلط رہا ہے۔ ہم اندھیرے میں ماتھ پیر مار رہے ہیں۔ اتفاق سے کوئی گلیو بانٹ آ جاتا ہے تو ہم اس کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔ ہمیں کوئی باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی چاہیئے۔ میجر میرٹھ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اؤ۔۔۔ یہ تم کہہ رہے ہو۔ جب کوئی چیز سلنے ہی نہ ہو تو پھر آخر کیا منصوبہ بندی کی جائے۔ اب تم بتاؤ۔ موجودہ صورت حال میں کیا منصوبہ بندی کی جائے۔ کرنل میرٹھ نے حیرت بھری انداز میں کہا۔ اور اگر کمزیر کے پیچھے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”باس۔۔۔ موجودہ صورت حال میں ہمیں ایک اور کام کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ کرنل چارلس نے بتایا ہے کہ وہ آج رات آئل ڈپو پر کام کر رہے ہیں۔ لازمی بات ہے کہ فاسٹ ڈیٹھ اس ٹارگٹ کو تلاش کرے گی۔ اور وہ ایف۔ ڈی کو ناکام بنانے کے لئے دماں پہنچے گی۔ اسی عرصہ پاور ہاؤس میں بھی یقیناً وہ لوگ کام کریں گے۔ چنانچہ ہمیں چاہیئے کہ ان دونوں ٹارگٹس کی ہم باقاعدہ ٹکرائی کریں۔ اور پھر جیسے ہی میجر میرٹھ دیکھا دیں عقابوں کی طرح ان پر بھیپٹ پڑیں۔ میجر میرٹھ نے کہا۔

”اؤ۔۔۔ مہارمی بات بالکل درست ہے۔ آئل ڈپو کے متعلق

کرنل **ہیمرٹھ** بڑے بے چین سے انداز میں کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ میجر میرٹھ ایک سائیڈ پر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی پریشانی اور الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔

”میجر میرٹھ۔۔۔ ہمارے پانچ ممبر بھی ختم ہو گئے۔ لیکن ہمیں حاصل بھی کچھ نہ ہوا۔ اور آج کرنل چارلس نے جس انداز میں بات کی ہے اس سے مجھے بے حد کوفت ہوئی ہے۔ یہ ریڈ آرمی کے لئے بہاؤ موقع ہے کہ اس کے دشمن اُسے انگلیوں پر بچا رہے ہیں۔ پہلے دو آدمی ہمارے قبضے میں آکر ہل گئے۔ پھر ہم نے ان کے میڈیکل پریچھانہ پر مادہ اودہ ہمارے ہتھے بھی چڑھ گئے۔ لیکن پھر بچانے کس طرح ان کے ساتھی دماں آکودے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آفر وہ کہاں غائب ہو گئے۔ ہم نے پولیس کے آنے کے باوجود

تو میں کہہ نہیں سکتا۔ البتہ پاور ہاؤس والی بات درست ہے۔

فاسٹ ڈیٹھ یقیناً پاکیشیا سیکرٹ سروس کا دوسرا نام ہے۔

عمران بھی یہاں موجود ہے اور وہ مجھ پر بھی سامنے آگئے ہیں۔ جو

اسرائیل میں ہمارے خلاف کام کرتے رہے ہیں۔ میں نے انہیں

خود دیکھا ہے۔ اس لئے یہ فاسٹ ڈیٹھ یقیناً پاکیشیا سیکرٹ سروس

کا ہی دوسرا نام ہے۔ اس لئے یہ لازماً الیفٹ ڈیوٹی کو ناکام بنانے

کے لئے میدان میں اترے گی۔ اس لئے ہمیں ان دونوں

ٹارگٹس پر نگرانی کرنی چاہیئے۔ کرنل ہمیرخ نے مسرت

بھرے لہجے میں کہا۔

درست ہے جناب۔ اس کے سوا اور کوئی صورت بھی

نہیں۔ میجر میرس نے جواب دیا۔

”او۔ کے۔ پھر ایسا ہے کہ میں چارمبہز کے ساتھ پاور ہاؤس

کی گمرانی کرتا ہوں۔ تم باقی چارمبہز کو ملے کر آئل ڈپو کی گمرانی کرو۔

میں فل ایکشن کے لئے پوری طرح تیار رہنا چاہیئے۔ اور جیسے ہی

یہ لوگ نظر آئیں ان پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ انہیں ایکسٹری کی بھی

مہلت نہیں ملنی چاہیئے۔ کرنل ہمیرخ نے کہا۔

مجھے ایک اور خیال آ رہا ہے۔ اس لئے ان دونوں ٹارگٹس

پر پاکیشیا سیکرٹ سروس غیر سرکاری طور پر کام نہیں کر سکتی۔ یہ

یقیناً سرکاری اتھارٹی سے کام لیں گے۔ اس طرح ہم انہیں آسانی

سے چیک کر سکتے ہیں۔ میجر میرس نے کہا۔

”او۔۔۔ دیرمی گڈ آئیڈیا۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ گڈ۔ اس

طرح ہم آسانی سے انہیں چیک کر لیں گے۔ کرنل ہمیرخ

نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

لیکن باس۔ ایک انجین ضرور سامنے آئے گی کہ ہم ان

ٹارگٹس پر اندر نہ جاسکیں گے۔ میجر میرس نے کچھ سوچتے

ہوئے کہا۔

”او۔۔۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم فوری طور پر ایسے مطلب

کے چند افراد کو اغوا کر کے ان کا روپ دھار سکتے ہیں۔“

کرنل ہمیرخ نے کہا۔

”ٹاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں ہمیں فوری

ایکشن میں آ جانا چاہیئے۔ تاکہ رات ہونے سے پہلے ہم کسی خاص

سچو کن کو کور کر سکیں۔ میجر میرس نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اپنے گروپ کو تیار کرو اور آئل ڈپو پر پہنچ

جاؤ۔ اور جیسا مناسب سمجھو اقدام کرو۔ میری طرف سے مکمل اجازت

ہے۔ کرنل ہمیرخ نے کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور میجر

میرس سر ملتا ہوا اٹھا اور تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل

گیا۔

میجر میرس کے جانے کے بعد کرنل ہمیرخ کافی دیر تک بیٹھا

سوچتا رہا کہ آئے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ اب یہ تو

ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے گروپ کو ملے کر پاور ہاؤس کے میں گیڈ

برکھڑا ہو جاتا اور جیسے ہی عمران یا اس کے ساتھی دیاں پہنچتے۔

وہ انہیں دبوچ لیتا۔ یہ اس کا اپنا ملک تو نہ تھا یہاں تو

”میرے پاس آؤ۔“ کرنل ہمیر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد ایک لمبا ترنگا ٹو جوان اندر داخل ہوا اس کے انداز میں بے پناہ پھرتی تھی۔

”بٹھو۔“ کرنل ہمیر نے سامنے رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور مائیکل کرسی پر جم گیا۔

”ایف۔ ڈی نے حکومت کو دھمکی دی ہے کہ اگر چوبیس گھنٹوں کے اندر ان کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو وہ بھاشا نہ کے مین پاور ہاؤس کو اڑا دیں گے۔ تم نے یہ نشر یہ سننا ہے۔“

کرنل ہمیر نے سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

”یس باس۔ میں نے ٹیلی ویژن پر سننا ہے۔“

مائیکل نے سر ملاتے ہوئے جواب دیا۔

”گڈ۔ آج رات وہ ایک فوجی آئل ڈپو اڑانے والے ہیں۔

یہ دونوں ٹارگٹس حکومت کے لئے بے حد اہم ہیں۔ لیکن ہمارا ان سے تعلق نہیں ہے یہ ایف۔ ڈی کا اپنا کام ہے۔ ہمارے

یہاں آمد کا مقصد پانچشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ ہے۔ نظام

تو پانچشیا سیکرٹ سروس یہاں نہیں آئی۔ اور اس کی جگہ ایک تنظیم

فاسٹ ڈیٹھ سامنے آئی ہے جس سے ہمارا کئی بار ٹکراؤ ہو چکا ہے۔

لیکن عالم گیر ٹھکان میں ہمارے فاسٹ ڈیٹھ پر جو ریڈ کیا۔ اس میں

پہلی بار یہ بات سامنے آئی ہے کہ دراصل پانچشیا سیکرٹ سروس

ہی ایک نئے نام سے یہاں کام کر رہی ہے۔ فاسٹ ڈیٹھ

پانچشیا سیکرٹ سروس کا ہی دوسرا نام ہے۔ اب میجر ہیرس کا

وہ خود مجرم تھا۔ اور یہ بات بھی طے ہوئی کہ پاور ہاؤس کے حفاظتی انتظامات ایف۔ ڈی کی اس دھمکی کے بعد انتہائی سخت کر دیئے گئے ہوں گے۔ اور جو سکتا ہے کہ پورا پاور ہاؤس براہ راست

خوج کی نگرانی میں دے دیا گیا ہو۔ اور آخری بات جو اس کے ذہن

میں آئی وہ یہ کہ ضروری نہیں کہ فاسٹ ڈیٹھ وہاں جائے۔ لیکن

اب فاسٹ ڈیٹھ کو ٹریس کرنے کی ادھر کوئی صورت بھی نہ تھی۔

اور پاور ہاؤس کی طرف جانا اسے محض حماقت نظر آ رہا تھا۔ اس

وقت جوش میں آکر اس نے میجر ہیرس کی بات کو تسلیم کر لیا

تھا۔ لیکن اب بغور سوچنے پر اسے یہ ساری تجویز سی بچکانہ

نظر آ رہی تھی۔ دوسری بات یہ کہ پاور ہاؤس میں تو ہزاروں افراد

کام کرتے ہوں گے اور وہاں بے شمار شعبے ہوں گے۔ وہ

آخر کس طرح وہاں پہنچ کر چیک کرے کہ فاسٹ ڈیٹھ کے ممبران

وہاں پہنچتے ہیں یا نہیں۔ بس میجر ہیرس کی صرف یہی بات

دل کو گنتی تھی کہ پاور ہاؤس میں داخلے کے لئے فاسٹ ڈیٹھ کے

ممبران لازماً سرکاری انتظاماتی استعمال کریں گے۔ اور یہ

انتظاماتی طریقہ کوئی پیشیل انتظاماتی ہوگی۔ سچی وہ پاور ہاؤس

میں ایف۔ ڈی کے پلان کے خلاف کوئی کام کر سکتے ہیں سوچتے

سوچتے اس نے انٹر کام کارسیور اٹھایا اور ایک نمبر پریس

کر دیا۔

”یس۔ مائیکل سپیکنگ۔ دوسری طرف سے اس

کے گروپ کے نمبر ڈی کی آواز سنائی دی۔

انداز میں سر ہلا دیا۔



آٹل ڈپو اور اس کے گرد پھیلی ہوئی عمارتوں سے تقریباً تین فرلانگ دور ایک ویران سے زرعی فارم باؤس کے نیچے تہ خانے میں آرنلڈ اپنے ساتھیوں سمیت موجود تھا۔ انہوں نے تہ خانے کے اندر ایک چھوٹی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ جس کی ساخت ریڈیو ٹرانسمیٹر جیسی تھی۔ اور اس کے اوپر ایک خاصی چوڑی سکرین موجود تھی۔ اس وقت آرنلڈ جس کے جسم پر آٹل ڈپو سیکورٹی کی فارم تھی۔ اور وہ مقامی افراد کے میک اپ میں تھے اس مشین پر جھکا ہوا تھا۔ مشین کے اوپر لگی ہوئی سکرین روشن تھی۔ اور اس پر بجلی کی لہروں جیسے کوندے مختلف سمتوں میں دوڑتے پھرتے تھے۔ اس کے چھ ساتھی بھی سیکورٹی ڈپو کی فارم میں اس کے پیچھے قطار باندھے ہوئے کھڑے تھے۔ آرنلڈ مختلف بن

یہ خیال ہے کہ دونوں ٹارگٹس پر فاسٹ ڈیٹھ ہی ایف۔ ڈی کے خلاف کام کرے گی۔ اور ہمیں وہاں ان لوگوں کو گولی مار دینی چاہیے۔ چنانچہ میجر ہمیں اپنے چار ساتھیوں کو لے کر آٹل ڈپو کے ٹارگٹ کو کور کرنے گیا ہے۔ جب کہ پاور ہاؤس کا ٹارگٹ میں نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ لیکن اب یہ بات میرے ذہن میں نہیں آ رہی کہ وہاں سمارٹ لائف کار کیا ہونا چاہیے۔ کرنل ہمیں یہ خیال "باس۔ نیچر ہمیں سے میری بات ہوئی ہے۔ ان کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ فاسٹ ڈیٹھ اس بار کوئی سرکاری اتھارٹی لے کر ہی دونوں ٹارگٹس پر سامنے آئے گی۔ اور باس اس کا نوٹی میں دو بھائی رہتے ہیں۔ دونوں ہی پاور ہاؤس میں انجنیئر ہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں ان دونوں کو انوکھا کر لیتا ہوں۔ ان کی جگہ ہم اپنے دو آدمی بیچ دیتے ہیں۔" مائیکل نے کہا۔

"ان کے قدمقامت۔" کرنل ہمیں یہ چونک کر پوچھا۔

"بس ہماری طرح کے ہی ہیں۔ معمولی سا فرق ہو گا۔" مائیکل نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ ٹھیک ہے تم ان دونوں کو انوکھا کر کے یہاں لے آؤ۔ ان سے معلومات بھی حاصل ہو جائے گی اور پھر ان کے میک اپ میں پاور ہاؤس میں بھی پہنچ جائیں گے۔" کرنل ہمیں خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ میں بندوبست کرتا ہوں۔" مائیکل نے کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور کرنل ہمیں رخ نے المینا ہے۔

آف۔ آن کرتا رہا۔ اور پھر اچانک ایک زوردار جھکا ہوا۔ اور سکریں پر ایک مقامی آدمی کا چہرہ نمودار ہوا۔

میلو ماس۔ ریڈ سپیکنگ اور ڈی۔ ریڈیو ٹرانسمیٹر کی سائیڈ پر لگی ہوئی جانی سے آواز نکلی۔ جب کہ سکریں پر موجود اس آدمی کے لب ہلکے دکھائی دئے۔

یس۔ آرٹلڈ اسٹیمک یورپورٹ دو اور۔

آرٹلڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

”باس۔ میں نے راستہ صاف کر دیا ہے۔ چیف سیکورٹی آفیسر کی جگہ میں نے سنبھال لی ہے۔ اور میں نے مین الارم کو ناکارہ بنا دیا ہے۔ اب ہم آسانی سے ڈپو کے اندر بی۔ بم نصب کر سکتے ہیں اور ڈی۔ ریڈیو نے جواب دیا۔

”گڈ۔ لیکن ہمیں کون سے راستے سے پہنچنا ہوگا اور ڈی۔ آرٹلڈ نے کہا۔

”جناب۔ سوائے سیدھے راستے سے اندر آنے کے اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اب سے تین چار گھنٹے قبل اچانک سات افراد جن میں ایک عورت بھی شامل ہے آئل ڈپو پر پہنچیں۔ وہ بلیک کار ڈیولڈر ہیں۔ بلیک کار ڈیولڈر کے متعلق پتہ چلے ہے کہ وہ لوگ شاید ملٹری سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیوں کہ یہاں موجود تمام سیکورٹی ان کے سامنے بھی جا رہی ہے انہوں نے پورے آئل ڈپو کی صرف چیکنگ کی بلکہ انہوں نے ایک ایک آدمی کو بھی اچھی طرح چیک کیا۔ میں چوں کہ اس

وقت صرف پورٹر کی حیثیت میں دہاں موجود تھا۔ اس لئے میں چیک نہ کیا جاسکا۔ کیوں کہ پورٹر بہر حال اپنا کام کر کے چلے جاتے ہیں۔ وہ سیکورٹی والوں کو چیک کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ سب بکھر گئے۔ اور مختلف سپاٹس پر خود بھی مگرانی کرنے لگے ہیں۔ یہ لوگ اب بھی موجود ہیں اور بے حد چونکا نظر آتے ہیں۔ میں نے چیف سیکورٹی آفیسر کو مارا کہ اُسے ایک آئل ڈپو کی ٹیم مشین کے پیچھے پھینک دیا ہے اور خود اس کے روپ میں آگیا ہوں۔

چوں کہ وہ پہلے سب کو چیک کر چکے ہیں۔ اس لئے انہیں دوبارہ مجھ پر شک نہیں ہو سکا۔ لیکن اس کے باوجود وہ سب بیحد چونکا ہیں۔ ان کے انداز سے یوں لگتا ہے جیسے انہیں ہمارے پردہ گرام کا علم ہو۔ اس لئے اگر آپ کسی بھی مشکوک راستے سے داخل ہوئے تو فوراً چیک ہو جائیں گے۔ اس لئے میں نے یہ پردہ گرام بنایا ہے کہ آپ سیدھے مین گیٹ پر آئیں۔ میں دہاں موجود ہوں گا۔ میں نے حفاظت قدم کے طور پر یہ بات کہہ دی ہے۔ کہ

میں نے حکومت سے درخواست کر کے سپیشل سیکورٹی کا ایک گروپ طلب کیا ہے اور وہ کسی بھی وقت پہنچے والے۔ اس طرح میں آپ کو سپیشل سیکورٹی کے طور پر متعارف کراؤں گا۔ اور پھر آپ چیکنگ کے بہانے باری باری آئل ڈپو کے اندر جائیں گے مین الارم بند ہے۔ آپ دہاں بی۔ بم نصب کریں گے۔ جب سارے بم نصب ہو جائیں گے تو پھر ہم دہاں سے نکل پڑیں گے۔ کوئی بھی یہاں نہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد ان بہوں کو اڑا

آرنلڈ نے سٹیزنگ سمجھ لیا اور باقی سب دوسری سیٹوں پر سوار ہو گئے۔ آرنلڈ نے انجن سٹارٹ کیا اور وین کو ایک کر کے ٹمرے سے باہر نکالا۔ اور پھر فارم سے باہر آکر اس نے اُسے مین روڈ کی طرف دوڑا دیا۔ یہ سڑک سیدھی آئل ڈپ کے مین گیٹ تک پہنچتی تھی۔ مین گیٹ سے بہت پہلے ایک سیکورٹی چیک پوسٹ تھی۔ اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ اس چیک پوسٹ پر پہنچ گئے۔ انہوں نے وین کی ایک طرف روکی اور نیچے اتر آئے۔ یہاں ایک کین بنا ہوا تھا۔ کین کے ساتھ ہی ایک سرخ رنگ کی کار موجود تھی۔ جیسے ہی وہ نیچے اترے کین سے ایک لمبا ترنگ سا آدمی باہر نکلا۔ اس نے سیکورٹی کی یونی فارم پہنی ہوئی تھی اور اس کے سینے پر چیف سیکورٹی آفیسر کا رینج لگا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے اکٹھ کا ایک کونا آہستہ سے دیا اور ان سب نے ایک طویل سانس لیا۔ وہ سمجھ گئے

آؤ بھئی۔۔۔ پھر چلنے والی قابل قدر کام کیلئے۔ بنی۔ ہم
ایک بار پھر چیک کر لو۔ اور ہم نے وہاں انتہائی احتیاط سے کام
لیا ہے۔ کوئی ایسا اقدام نہیں ہونا چاہیے جس سے کوئی شخص مشکوک
ہو سکے۔ آکل ڈپو کا اندرونی نقشہ آپ کے ذہنوں میں ہے۔
ہم نے پہلے سے طے شدہ ٹارگٹس پر ہی اپنے اپنے بم نصب کرنے
میں۔۔۔ آرگنڈ نے انہیں ہدایات دیں۔ اور پھر وہ سب دروازے
کی طرف چل پڑے۔ دروازے سے باہر نکل کر وہ ایک راہ داری
میں سے ہوتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر ایک ٹوٹے ہوئے
کمرے میں پہنچ گئے۔ وہاں سے نکل کر وہ فارم کی عقبی سمت
گئے۔ جہاں ایک ٹوٹے پھوٹے کمرے کے اندر ایک شیش دیوار
کھڑی تھی۔ جس کی نمبر پلیٹ پر سیکیورٹی کا مخصوص نشان بنا ہوا تھا۔

کہ آنے والا ان کا ساتھی رچرڈ ہی ہے۔ اس نے واقعی عقل مندی کی تھی کہ وہ خود یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ اس طرح وہ آسانی سے نہ صرف اس چیک پوسٹ کو گراس کر سکتے تھے بلکہ آگے بھی انہیں سہولت ہو جاتی تھی۔

”ہیلو۔۔۔ میں جیف سیکورٹی آفیسر عبد السلام ہوں۔“
 رچرڈ نے مقامی لہجے میں کہا۔

”ہمارا تعلق پیشل سیکورٹی گروپ سے ہے۔ ہمیں خاص طور پر یہاں حفاظتی انتظامات کو چیک کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔“ میں نمبر دوں ہوں۔ آرنلڈ نے آگے بڑھ کر بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

”ادہ میں۔۔۔ ہمیں اطلاع مل چکی ہے۔ آئیے۔“
 بہر حال رسمی چیکنگ تو کی جلتے گی۔ رچرڈ نے کہا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔۔ اصولوں کی پابندی بہر حال ضروری ہے۔“ آرنلڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کیبن میں دو سیکورٹی آفیسر اور بھی موجود تھے۔ رچرڈ نے ان سے بھی ان کا پیشل سیکورٹی گروپ کے طور پر تعارف کرایا اور وہ بھی مؤدب ہو گئے۔ پھر رچرڈ نے خود ہی بادی بادی ان سب کی جامع تلاشی لی۔ اُسے معلوم تھا کہ بی بی ایم یونی فارم کے کارڈوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ وہ پتلی پیٹروں کی صورت میں ہوتے ہیں۔

”اور۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔ آئیے۔“ رچرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ایک رجسٹر پر اندراجات کرنے کے

بعد رچرڈ نے کیبن سے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ سب مسکراتے ہوئے اپنی دیکھن کی طرف بڑھے جب کہ رچرڈ اس سرخ رنگ کی کار کی طرف بڑھ گیا۔ سڑک پر دکھا ہوا راڈ اٹھایا گیا۔ اور انہوں نے اطمینان سے یہ چیک پوسٹ کر اس کی۔ کار ان سے آگے آگے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ مین گیٹ پر پہنچ گئے یہاں رچرڈ نے ان کا تعارف کرایا۔ ان کی چیکنگ ایک بار پھر ہوئی۔ اندراجا ہوئے اور اس کے بعد انہوں نے باقاعدہ چارج سنبھال لیا۔ ایک لمحے تو لگے آدمی سے رچرڈ نے بطور بلیک کارڈ ہولڈر تعارف کرایا۔ وہ شخص بڑے عجز سے انہیں دیکھتا رہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوالات کرتا۔ اس کے کسی ساتھی نے اُسے آواز دے دی اور وہ واپس مڑ گیا۔

اب وہ آٹھ کل ڈپو کی اصل عمارت میں داخل ہو گئے۔ رچرڈ ان کے ساتھ ساتھ تھا۔ وہ انہیں یہاں کے سیکورٹی انتظامات کی تفصیلات بتا رہا تھا۔ تمام علاقہ نگہانے کے بعد وہ انہیں اصل عمارت کی طرف لے گیا۔ اور وہاں ایک طرف پہنچتے ہی اس نے انہیں وہ راستہ بتا دیا جس سے گزر کر انہوں نے بی بی ایم نصب کرنے تھے۔ یوں کہ وہ ایسا ممنوعہ علاقہ تھا جہاں سیکورٹی والے بھی اندر نہ جاسکتے تھے۔ وہاں کمپیوٹر میں الارم لگا دیا گیا تھا۔ اگر کوئی شخص دیوار کو بھی ہاتھ لگا دیتا تو وہ الارم بج اٹھتا تھا۔ اس لئے رچرڈ نے انہیں پوری تفصیل بتا دی۔ اس نے بتایا کہ اس نے بڑی مہارت سے ایک چھوٹے سے رستے کا الارم سسٹم آن کر دیا ہے۔ اب اگر

اس راستے سے اندر جایا جائے تو الارم نہیں بجے گا۔ وہ پورا سسٹم جام نہ کر سکتا تھا۔ کیوں کہ اس طرح مختلف جیک پوسٹوں پر موجود ٹیلی ویژن سکریٹوں پر نظر آنے والے آئل ڈپوکے متناظر یک تخت غائب ہو جاتے۔ اور سب سمجھ جاتے کہ مین الارم سسٹم خراب ہو گیا ہے یا اسے جام کر دیا گیا ہے۔ ریچرڈ تین روز سے بطور پورٹر یہاں کام کر رہا تھا۔ اس نے اس نے یہاں کے سارے نظام کی اچھی طرح چیکنگ کر لی تھی۔ ویسے ہی ریچرڈ ایکٹرڈنک کی فیلڈ میں ماہر تھا۔ اس نے ایکٹرڈنک انجینئرنگ میں ڈگری لی لی ہوئی تھیں۔ اس نے آرٹلڈ نے خاص طور پر اسی کی ڈیوٹی یہاں لگائی تھی۔ اور ریچرڈ اس کی توقع سے کہیں زیادہ کامیاب رہا تھا۔ آرٹلڈ نے اپنے ایک ساتھی کو اشارہ کیا اور پھر وہ سب ارد گردیوں ماؤنڈنگلے لگے جیسے چیکنگ کر رہے ہوں جب کہ ان کا ایک ساتھی بڑی خاموشی سے اندر کھسک گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے چہرے پر ملکی سی مسکراہٹ موجود تھی۔ اس کی معنی خیز مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ کامیابی سے اپنے ٹارگٹ پر بمی بم نصب کر آیا ہے۔ اس کے آنے کے بعد ایک آدمی کھسک گیا۔ اس طرح وہ وہاں اٹھتے رہے۔ چیکنگ کا بہانہ کرتے رہے اور ان کا ایک ایک ساتھی خاموشی سے اس ہتھیار سے جاکر بم اپنے اپنے ٹارگٹ سے آخر ٹارگٹ کے مطابق نصب کر کے واپس آتا رہا۔ سب سے آخر میں آرٹلڈ اندر گیا۔ اور پھر جب وہ واپس آیا تو سب کے چہروں پر اطمینان کی جھلکیاں اٹھ آئیں۔

"آپ یہاں ٹھہریں۔ میں وہ راستہ دوبارہ درست کر دوں کہیں اچانک چیکنگ میں تیز پڑ جائے۔" ریچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ آرٹلڈ اور اس کے ساتھی خواہ مخواہ ادھر ادھر چکراتے رہے۔ جیسے بڑی باریک بینی سے چیکنگ کر رہے ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ریچرڈ واپس آ گیا۔ اس نے آل۔ اور کے کا اشارہ کیا۔ اور پھر وہ سب واپس مین گیٹ کی طرف چل پڑے۔ ہم سے آدھے گھنٹے بعد تباہ کر دیں گے۔" آرٹلڈ نے آہستہ سے ریچرڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کافی مار جن ہے۔ میں بھی کسی نہ کسی بہانے نکل آؤں گا۔" ریچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور تھوڑی دیر بعد جب وہ مین گیٹ پر پہنچے تو وہاں چار بلیک کارڈ بولڈر موجود تھے جن میں ایک عودت بھی تھی۔ ان سب کی تیز نظریں اس گروپ پر لگی ہوئی تھیں۔

ہم نے چیک کر لیا ہے۔ سب ادا۔ کسے ہے۔ ہم پورٹ کر دیں گے۔" آرٹلڈ نے بڑے گرم جوش انداز میں ریچرڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تھیک یوس۔" ویسے بھی ملکی حالات کی وجہ سے ہم بے حد چوکنہ ہیں۔" ریچرڈ نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا پھر ہمیں اجازت دیجئے۔" آرٹلڈ نے کہا اور ریچرڈ کے سر ہلاتے ہی وہ مین گیٹ کی طرف مڑے ہی تھے کہ ایک

”مسٹر چیف کورٹی آفیسر ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور میں نے پہلے کہا ہے کہ ہمارے جیکنگ سیشل ہوئی ہے۔“
آرٹلڈ نے گزشتہ لمحے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ بیک کارڈ بولڈ تیز نظروں سے انہیں دیکھتا رہا لیکن وہ بولا نہیں۔ اور وہ سب مین گیٹ سے نکل کر اپنی دیگن کی طرف بڑھ گئے۔ اور چند لمحوں بعد ان کی دیگن تیزی سے مین گیٹ کو کراس کرتی ہوئی مین گیٹ سے باہر نکل گئی۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ بے حد مطمئن تھے۔ سب سے اہم اور مشکل کام اس قدر آسانی سے سرانجام پا چکا تھا کہ انہیں اب حیرت ہو رہی تھی اب صرف اس قدر کام باقی رہ گیا تھا کہ وہ یہاں سے واپس فادم میں جاتے اور وہاں تہہ خانے میں موجود دائر لیس آپرٹنگ مشین کی مدد سے ان بی۔ بیوں کو آپریٹ کر دیتے۔ اور اس کے ساتھ ہی آئل ڈپو اور اس کے ارد گرد موجود عمارتوں کی تباہی مکمل ہو جاتی۔

"ریڈ سرکل ایتھارٹی نے عمران نے جیب سے ریڈ سرکل کارڈ نکال کر ان کے سامنے پھینکے ہوئے کہا۔
 "ادھے میں سر۔۔۔ میں سر۔۔۔ وہ دونوں کارڈ دیکھتے ہی ہلکا کر ایٹھے۔ اور پھر ان دونوں نے ہی بڑے زوردار انداز میں عمران کو فوجی سیلوٹ مارا۔
 "شعوت کریں۔ بس صرف آپ کو معلوم ہونا چاہیے"

کر کیپٹن اور عمران کو دیکھنے لگا۔

”سر۔۔۔ آدیں۔ اے صاحب۔۔۔ کیپٹن نے ریڈ سرکل اٹھارٹی کا مخف ادا کر تے ہوئے کہا۔ اور عمران نے جیب سے کارڈ نکال کر میجر کے سامنے رکھ دیا۔

”ادہ یس۔۔۔ یس سر۔۔۔ میجر کارڈ دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہوا۔ اور اس نے بڑی تیزی سے عمران کو سیلوٹ مار دیا۔
”ٹھیک ہے کیپٹن۔۔۔ آپ جاسکتے ہیں۔“ عمران نے سلام کا جواب دینے کے بعد کیپٹن سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کیپٹن سیلوٹ مار کر واپس چلا گیا۔

”آئیے میجر شفاعت۔۔۔ میں ایک تفصیلی راولڈ لگانا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کارڈ اٹھا کر دوبارہ جیب میں رکھتے ہوئے میجر شفاعت سے کہا۔

”یس سر۔۔۔ خلیے۔۔۔ سر میں ڈرائیور کو بلاتا ہوں۔“ میجر شفاعت نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”ڈرائیور کی ضرورت نہیں۔ ہم پیدل جائیں گے۔“

عمران نے سر ہلچے میں کہا۔ اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔ میجر شفاعت سر ہل کر رہ گیا۔ دفتر سے باہر نکل کر وہ دونوں پیدل چلتے ہوئے پادرس پاؤس کی اصل عمارت کی طرف چل پڑے۔
”مین پادرس پاؤس کی شعبہ کس طرف ہے۔“ عمران نے باہر نکل کر پوچھا۔

”ادھر ہے سر۔۔۔ ادھر۔۔۔ میجر نے شمالی طرف اشارہ

عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔ اور کارڈ واپس اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔

”ادہ۔۔۔ یس سر۔۔۔“ دونوں نے ہی مشینی انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سیکورٹی انچارج کون ہے۔“ عمران نے پوچھا۔
”کرنل عمریں۔ ان کی طبیعت بگڑ گئی تھی وہ ریسٹ پر پڑے گئے ہیں اب ان کی جگہ میجر شفاعت ہیں۔ ان کا دفتر اندر ہے۔“ کیپٹن نے جواب دیا۔
”اور کسے۔۔۔ مجھے ان کے دفتر تک لے چلیے۔“

عمران نے کہا۔

اور فوجی کیپٹن سر ہلچتا ہوا عمران کے ساتھ باہر آ گیا۔ پھر وہ عمران کے ساتھ ہی اس کی کار میں سوار ہوا۔ اس کے اشارے پر ہرڈل راولڈ اٹھایا گیا اور عمران کا راولڈ لیتا گیا۔ اندر پہنچ کر کیپٹن کے اشارے پر اس نے کار وائیں سائیڈ پر موڑ دی۔ اور کافی فاصلے پر جا کر ایک برآمدے کے سامنے اس نے کیپٹن کے اشارے پر کار روکی اور پھر وہ دونوں کار سے نیچے اتر آئے۔ یہاں برآمدے میں کئی مسلح فوجی پہرہ دے رہے تھے۔ کیپٹن عمران کو لے کر ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جس کے باہر سبھی دو فوجی پہرہ دے رہے تھے۔ دونوں نے کیپٹن کو دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا اور عمران کیپٹن کے ساتھ ہی اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں ایک کرخت چہرے والا میجر بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چونک

کہتے ہوئے کہا۔ اور عمران اس طرف چل پڑا۔
اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک لفٹ کے ذریعے نیچے بنے ہوئے
مین باورسپلائی شعبے میں پہنچ گئے۔ یہاں بڑی بھاری مشینری
نصب تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اندر
جلنے سے پہلے سیر اور عمران دونوں کو مخصوص ایکٹوں پر وف
لباس اور مخصوص قسم کے ہلمٹ پہننے پڑے۔ اس ہلمٹ سے
مشینری کا شور ختم ہو گیا تھا۔ ہلمٹ کے ساتھ دائر لیس ٹرانسمیٹر
نصب تھے۔ جن سے وہ باآسانی ایک دوسرے کی باتیں سن سکتے
تھے۔ چیف انجینئر سیر شفاعت کے اشارے پر ساتھ چل
پڑا۔ عمران نے چیف انجینئر سے اپنا تعارف عزیز المرحوم چیف
سیکورٹی آفیسر حکومت بھاشا کے طور پر کر لیا تھا۔ مختلف شعبوں
کو غور سے دیکھتے ہوئے وہ آگے بڑھتے گئے۔

عمران کی تیز نظریں مشینری پر جمی ہوئی تھیں۔ اور وہ اس
مشینری کا صرف اس اینٹکی سے جائزہ لے رہا تھا کہ اگر کوئی
تباہ کن دائر لیس بم نصب کیا جائے تو وہ کہاں نصب کیا جاسکتا
ہے۔ اس نے مین باورسپلائی شعبے کی چیکنگ پہلے اس
لئے کرنا مناسب سمجھی تھی کہ اس شعبے میں بم کی موجودگی کا اُسے
سب سے زیادہ خطرہ تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اس شعبے کو اگر
تباہ کر دیا گیا تو پورا ماؤس اڑ جائے گا کیوں کہ پاور ہاؤس کے
تقریباً سب شعبے کا لنک اس شعبے کے ساتھ تھا۔ لیکن یہاں اس
کوئی مشینری نظر نہ آ رہی تھی جہاں کوئی بم نصب کیا جاسکتا۔

وہ مشینری کو چیک کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ اور پھر اچانک وہ
ایک بڑی مشین کے سامنے ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس مشین
پر دو انجینئر کام کر رہے تھے۔ لیکن عمران کی تیز نظروں نے ایک
لحظے میں یہ بات چیک کر لی تھی کہ وہ دونوں ہی کسی طرح انجینئر نظر
نہ آ رہے تھے۔ مشینری یوں تو خود کار تھی اور اس کی صرف
نگرانی کی جا رہی تھی۔ اس لئے دونوں انجینئر صرف اس مشینری کے
سامنے بیٹھے اُسے بغور دیکھ رہے تھے۔ لیکن عمران جو چیز دیکھ
کر ٹھٹھکا تھا وہ ان دونوں کے ہاتھ تھے۔ ان کے ہاتھوں کی انگلیاں
اور ساخت بتا رہی تھی کہ وہ کسی طور پر بھی انجینئر نہیں ہو سکتے کیوں کہ
اُسے ہاتھوں کی ساخت کے علم پر اچھا خاصہ عبور حاصل تھا۔ وہ
صرف انگلیوں اور ہاتھوں کی ساخت دیکھ کر آدمی کے پیشے کا اندازہ
کر لیتا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ہر پیشے سے تعلق رکھنے والوں
کے ہاتھوں اور انگلیوں کی ساخت علیحدہ ہوتی ہے۔ قاتل اور
مجرم قسم کے آدمیوں کے انگوٹھے بہت موٹے کی طرح ہوتے ہیں۔
ان کی انگلیاں بھدی اور چبڑی ہوتی ہیں۔ جب کہ شاعر مزاج۔
ادیب۔ مصور اور تخلیقی علوم سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی
انگلیاں پتلی اور لمبی ہوتی ہیں۔ اسی طرح انجینئروں کی انگلیاں سٹول
ہوتی ہیں اور وہ درمیان سے مخصوص انداز میں ذرا اسی ٹیڑھی ہوتی
ہیں۔ اور اگر ٹیڑھا پن پیدا انکشی نہ بھی ہو تو انجینئر ہونے سے
وابستہ ہونے کے بعد ان میں لازمی وہ ہلکا سا ٹیڑھ پن آجاتا ہے۔
جب کہ ان دونوں انجینئرز کی جو شکل سے بھائی لگ رہے تھے۔ انگلیاں

نظام درست کام کر رہا ہے۔ انہوں نے سیکورٹی افراد کو بھی غور سے چیک کیا۔ لیکن وہ سب ہی شبہ سے بالاتر تھے۔

”یہاں تو فوجیوں کا ہاتھ بڑا نامشکل ہے۔۔۔ تنویر نے تمام جائزہ لینے کے بعد کہا۔

وہ سب مین گیٹ سے کافی فاصلے پر ایک چھوٹی سی بارہ دری نما عمارت میں رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ صرف صفدران میں موجود نہ تھا وہ راؤنڈ پر گیا ہوا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد صفدر بھی دہاں پہنچ گیا۔

”ایک پیشل سیکورٹی گروپ حکومت کی طرف سے آیا ہے تاکہ انتظامات کو چیک کیا جاسکے۔“ صفدر نے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے حکومت نے چیلنج کے بعد ہر طرف چیکنگ کرنی ہے۔ کیڈٹن شکیل نے کہا۔ اور وہ سب ایک بار پھر باتوں میں مصروف ہو گئے۔

”میرا خیال ہے ہمیں یہاں بیٹھ رہنے کی بجائے اس آئل ڈپو کے اطراف میں موجود علاقے کو بھی چیک کرنا چاہیے۔“ ہو سکتا ہے مجرموں نے کوئی ایسا سائنسی حربہ اختیار کر کے کاسوچا ہو جس سے وہ کوئی تباہ کن بم فلائنگ انداز میں ڈپو پر پھینکیں۔

نعمانی نے کہا۔ ”نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے یہاں آتے ہی

سب سے پہلے ہی چیک کیا تھا۔ یہ آئل ڈپو اور اس سے ملحقہ عمارات تمام بم بردہ ہیں۔ باہر سے پھینکا جانے والا بم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ چلے دے کس قدر طاقت ور بم کیوں نہ ہو۔ صفدر نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”تو کیا ایٹم بم کو بھی روکا جاسکتا ہے۔۔۔ تنویر نے کہا اور اس کی بات سن کر سب ہنس پڑے۔

”مجرموں کے پاس ایٹم بم ہوتا۔ تو بھاشا نہ کب کا نیست و نابود ہو چکا ہوتا تنویر۔“ صفدر نے منستے ہوئے کہا۔ اور تنویر بھی ہنس پڑا۔ اُسے بھی احساس ہو گیا تھا کہ اس نے جوش میں آکر مضحکہ خیز بات کر دی تھی۔

”یہ عمران اب ہم سے آتا ہے۔ یہ آغراب تک کیا کرتا رہا ہے۔“ اچانک جولیہ نے کہا۔

”تمہیں یہ بیٹھے بیٹھے عمران کیسے یاد آگیا۔ کہہ بن دھکے کھاتا پھرتا رہا ہوگا۔ جب پچھو نہ بن سکا تو جہاز کی طرف آگیا لیڈر سی چمکانے۔“ تنویر نے فوراً ہی بڑا سامنہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”تنویر۔“ مجھے تو بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے تمہیں عمران سے اللہ واسطے کا سیر ہو رہا ہو۔ تم خود سوچو جب ریڈ آرمی

ہمارے ہیڈ کوارٹر میں گھس آئی تھی۔ اگر اس وقت عمران دہاں پہنچ کر ہماری مدد کو نہ آتا تو اس وقت سمارٹی لاشیں سڑکوں پر پڑی گل سڑ رہی ہوتیں۔ اس کے بعد یہ عمران کا ہی کام ہے کہ ہم اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ورنہ ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ ایف ڈی

آکل ڈپو کو آج رات اٹھانا چاہتی ہے۔۔۔۔۔ جو لیلے سخت بچے میں کہا۔

”تو کیا عمران کے آنے سے پہلے ہم لے کر بیٹھے رہے ہیں۔ ہم نے کچھ نہیں کیا۔۔۔۔۔ تنویر نے منہ بند نہ ہونے جواب دیا۔
”ارے۔۔۔۔۔ یہ سپیشل سیکورٹی والا گروپ شاید واپس جا رہا ہے۔۔۔۔۔ اچانک کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور وہ سب مڑ کر اس طرف دیکھنے لگے جدھر دور سے وہ گروپ مین گیٹ کی طرف بڑھتا نظر آ رہا تھا۔

”ہمیں انہیں بھی پک کر نا چاہیے۔۔۔۔۔ چوہان نے رائے دیتے ہوئے کہا۔
”جیکنگ کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہ جو ہم بھی ہوئے تو یہاں احاطے میں گھوم کر واپس چلے جائیں انہوں نے کون سا تیر مار لیتا ہے؟ تنویر نے کہا۔

”یہ کئی دیکھیں تو سہی۔ کیا واقعی یہ واپس جا رہے ہیں یا ان کا کوئی اور پروگرام ہے۔۔۔۔۔ صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا۔
”جیو دیکھ لیتے ہیں۔۔۔۔۔ تنویر نے بادل خواستہ اٹھتے ہوئے کہا۔

اور پھر تنویر۔۔۔۔۔ صفدر۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل اور جولیا اٹھ کر مین گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ جب کہ باقی ممبران وہیں بیٹھے رہے۔ ظاہر ہے یہ کوئی ایسا کام تو نہ تھا کہ وہ سب وہاں اکٹھے ہوتے۔
ان چاروں کے جانے کے بعد وہ عمران کی باتوں میں مصروف

ہو گئے۔ ان کے خیال کے مطابق عمران کی اس گروپ میں عدم موجودگی کی وجہ سے وہ اب تک کوئی فیصلہ کن اقدام نہیں کر سکے۔ اور وائے ادھر ادھر بھاگنے کے اور کچھ نہیں ہو سکا۔

”لیکن ایک بات ہے۔۔۔۔۔ عمران کی غیر حاضری کی وجہ سے ہم کسی حد تک فعال ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”ہاں۔۔۔۔۔ ورنہ سارا ہوجہ اکیلا عمران ہی اٹھایا کرتا تھا۔
نعمانی نے جنتے ہوئے جواب دیا۔

”اس بار ایک اور بات سامنے آئی ہے۔ کہ ایک سٹو ہمیں بھی کمر بالکل ہی غیر متعلق ہو گیا ہے۔ اس نے مڑ کر خبری نہیں لی کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ کچھ کچھ رہے ہیں یا نہیں۔ مارے جاتے ہیں گرفتار ہو گئے ہیں۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا۔
”ارے ہاں۔۔۔۔۔ واقعی اس بات کا تو ہمیں خیال تک نہیں آیا۔ واقعی اس بار ایک سٹو قطعاً لائق ہو گیا ہے۔ حالانکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے۔۔۔۔۔ چوہان نے چونکتے ہوئے کہا۔

اور ابھی چوہان کا فقرہ مکمل نہ ہوا تھا کہ اچانک اس کے ہاتھ میں بندھی ہوئی چاق ٹرانسمیٹر سے اس کی گلا پی ریزہیں لگنے لگیں چوہان نے چونک کر واپ ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن مخصوص انداز میں دبا دیا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔۔۔ جواز اسٹیشننگ می اور ری۔۔۔۔۔ گھڑی سے ایک ٹو کی مختصر آواز سنائی دی۔ اور وہ سب یہ آواز سنتے ہی بڑی طرح چونک پڑے۔ ان سب کے چہروں پر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہاں آنے کے بعد انہوں

ہوا چھوٹا سا بڑا کاکڑا اسولے چوہان کی گھڑی کے اور کسی میں بھی موجود نہ تھا۔ اس بڑے کے منہ کے کچے نہ بھلنے کی وجہ سے کنکٹنگ پوائنٹ پسینہ آ جانے کی وجہ سے گھلا ہو جاتا تھا۔ اور کال ٹرانسمیٹ نہ ہو سکتی تھی۔

”میری گھڑی میں کور موجود ہے جناب۔ باقی کی گھڑیوں میں موجود نہیں ہے۔ شاید کہیں گر گئے ہیں اور۔۔۔ چوہان نے سب سے ہوتے لیجے میں کہا۔

”اسے دقتاً فوٹا چیک کرتے رہا کرو۔ لانگ ریج کال کے لئے اس کور کی موجودگی انتہائی ضروری ہوتی ہے۔ بہر حال آئل ڈیو میں مہارسی چیکنگ کیسی جا رہی ہے۔ کوئی مشکوک بات تو سامنے نہیں آئی اور۔۔۔ ایکسٹونے پوچھا۔

”ادہ نو۔۔۔ یہاں سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ حفاظتی انتظامات بے حد اعلیٰ ہیں اور درست کام کر رہے ہیں اور۔۔۔ چوہان نے جواب دیا۔

”تمہارے گروپ فاسٹ ڈیٹھ کالیڈر توخیر کہاں ہے اور۔۔۔ ایکسٹونے پوچھا۔

اور وہ سب معنی خیز انداز میں بھنویں اچکانے لگے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ ان کا خیال غلط تھا۔ ایکسٹوان سے لاتعلقی نہ ہوا تھا بلکہ اُسے ان کے متعلق سب کچھ علم تھا۔

”جناب۔۔۔ توخیر۔۔۔ حصد۔۔۔ جولیا اور کیسٹن شکیل میں گیٹ پر گئے ہیں۔ ایک پیشل سیکورٹی گروپ یہاں آیا تھا۔ وہ اب

نے پہلی بار ایکسٹو کا ڈکریا تھا اور اسی لمحے ایکسٹو کی کال بھی آگئی۔ اور وہ بھی چوہان کے وائچ ٹرانسمیٹر پر۔۔۔ جب کہ یہ کال جولیا صفحہ وغیرہ کے وائچ ٹرانسمیٹر پر ہی آئی چاہیے تھی۔

”چوہان اسٹنڈنٹ جاک باس اور۔۔۔ چوہان نے فوراً ہی مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”باقی ممبران کے وائچ ٹرانسمیٹر کام کیوں نہیں کر رہے۔ میں کافی دیر سے مخصوص فریکوئنسی پر کال کر رہا ہوں اور۔۔۔ ایکسٹونے کرخت لہجے میں پوچھا۔

اور باقی ساتھیوں نے چونک کر اپنی گھڑیوں کو دیکھا اور دوسرے لمحے وہ سب ایک طویل سانس لے کر رہ گئے۔ ان کے وائچ ٹرانسمیٹر پر بارہ کا ہندسہ تو جل بچھ رہا تھا۔ لیکن کال اسٹنڈنٹ جو رہی تھی۔

”جناب۔۔۔ کاشن تو سب پر آرہا ہے۔ لیکن کال صرف میرے وائچ ٹرانسمیٹر پر ہی ٹرانسمٹ ہو رہی ہے اور۔۔۔ چوہان نے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ چیک کر کے بتاؤ ان کی ریسیٹ وائچر کے نیچے کنکٹنگ پوائنٹ کور موجود ہے یا نہیں اور۔۔۔

ایکسٹونے کہا۔ اور ایکسٹو کی بات سنتے ہی ان سب نے تیزی سے اپنی اپنی گھڑیاں تار میں چوہان نے بھی اپنی گھڑی تار دی تھی۔ اور دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑے کہ گھڑیوں کے نیچے لگا

واپس جا رہا تھا۔ اُسے چیک کرنے گئے ہیں اور۔۔۔ چوہان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سپیشل سیکورٹی گروپ کہاں سے آیا ہے اور؟“ ایک ٹونے چوٹکتے ہوئے پوچھا۔

”حکومت نے بھیجا تو گا سر چیک کے لئے اور۔“

چوہان نے جواب دیا۔

”بھیجا ہو گا۔ اس کا مطلب ہے تم نے انہیں چیک نہیں کیا۔ وہ لوگ موجود ہیں اور۔۔۔ ایک ٹونے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”میرا خیال ہے اب وہ جا چکے ہوں گے۔“ تنویر صفدر کیپٹن شکیل اور جولیا واپس آ رہے ہیں اور۔۔۔ چوہان نے کہا۔ کیوں کہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ وہ چاروں باتیں کرتے ہوئے واپس آ رہے تھے۔

”تنویر سے بات کر آؤ اور۔“ ایک ٹونے سخت لہجے میں کہا۔

اور اُسی لمحے صدیقی اٹھ کر تیزی سے تنویر اور اس کے ساتھیوں کی طرف بھاگا جو پڑے مطمئن انداز میں باتیں کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ اس نے جب انہیں ایک ٹونے کی کال کے متعلق بتایا تو وہ سب تیزی سے اس بارہ دی کی طرف دوڑ پڑے۔ چوہان نے واپس ٹرانسمیٹر اتار کر ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے تنویر کی طرف بڑھا دیا۔

”یس سر۔۔۔ تنویر بول رہا ہوں سر اور۔۔۔ تنویر نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”تنویر۔۔۔ سپیشل سیکورٹی گروپ واپس چلا گیا ہے اور۔۔۔ دوسری طرف سے ایک ٹونے تیز آواز سنائی دی۔

”یس سر۔۔۔ وہ ابھی ابھی گیا ہے۔ انہوں نے بھی حفاظتی انتظامات پر اطمینان کا اظہار کیا ہے اور۔۔۔ تنویر نے جواب دیا۔

”تم نے ان کے شناختی کارڈ وغیرہ چیک کئے تھے اور۔۔۔ ایک ٹونے پوچھا۔

”یس۔۔۔ میں نے بات کی تھی۔ لیکن انہوں نے اسے سرکاری سیکرٹ کہہ کر ٹال دیا تھا۔ ویسے چیف سیکورٹی آفیسر انہیں پرسنل جانتے تھے اور ممکن تھے اس لئے ہم خاموش ہو گئے۔ اور ویسے بھی وہ چلے گئے ہیں اور کمپیوٹر نظام کے مطابق آلہ کے ہے اور۔۔۔ تنویر نے جلدی سے تمام وضاحتیں کرتے ہوئے کہا۔

”ایسا کہہ کر فوراً کسی ڈور پر چڑھ کر طاقت در در بین سے چیک کرو کہ وہ وہاں کہاں جاتے ہیں۔ اب کار میں تو ان کا پیچھا منور ہے۔ تمہارے بائرننگلے تار کافی دور جا چکے ہوں گے۔ در بین سے چیک کرو جلدی۔ میں بعد میں کال کریں گا اور۔۔۔ ایک ٹونے کہا۔

اور تنویر نے جلدی سے گھڑی چوہان کی طرف پھنکی۔ اور پھر

دونوں سر ملاتے ہوئے ٹاڈ سے نیچے اتر آئے۔ اُسی لمحے انہیں دور سے تنویر بھاگ کر ادھر آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کا چہرہ جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔ جیسے اس نے کوئی خاص بات دیکھ لی ہو۔

”وہ شیش دیگن میں نے ایک ٹوٹے پھوٹے زرعی فارم میں داخل ہونے دیکھی ہے۔“ تنویر نے قریب آکر تیز تیز بھبھکیا۔

”اوہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے یہ لوگ واقعی مشکوک تھے۔ ہمیں فوراً ان پر چھاپہ مارنا چاہیے۔“ صفدر نے جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی چمک ابھرتی تھی۔

”وہ چیف سیکورٹی آفیسر کہاں ہے۔ اس کا بھی پتہ کریں اگر یہ لوگ مشکوک ہیں تو پھر وہ بھی لازماً مشکوک سمجھا جائے گا۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

ادرنویر نے اپنے ساتھیوں کو آنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ سب تیزی سے دوڑتے ہوئے مین گیٹ کے پاس پہنچ گئے۔ اور پھر وہاں پہنچنے کے بعد جب انہوں نے چیف سیکورٹی آفیسر کے متعلق معلوم کیا تو انہیں بتایا گیا کہ چیف صاحب کو سپیشل سیکورٹی والوں کے رجسٹر پر داپسی کے تحت نظر کرانے یا دہنیں رہتے تھے وہ انہیں واپس لانے کے لئے گئے ہیں۔ اور ان کی بات سننے ہی انہیں یقین آگیا کہ ایک ٹوٹے جھج لائن دی ہے۔ یہ لوگ واقعی مشکوک ہیں۔ اور پھر وہ سب اپنی کار کی طرف دوڑے جو مین گیٹ کے

تیزی سے بھاگتا ہوا اندک کی ٹاڈ کی طرف بڑھنے لگا۔

صفدر اور کیپٹن شکیل نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پھر وہ دونوں ہی اس ٹاڈ کی طرف دوڑے جو مین گیٹ سے نزدیک تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس ٹاڈ سے دیکھنے پر باہر جانے والی سڑک دور تک نظر آ سکتی ہے۔ جب کہ جس ٹاڈ کی طرف تنویر گیا تھا وہاں سے سڑک کو زیادہ دور تک چمک نہیں کیا جا

سکتا۔۔۔ ٹاڈ پر پہنچنے کے بعد انہوں نے وہاں نصب دوربین کو سیدھا کیا۔ ٹاڈ میں موجود سیکورٹی والے حیرت سے انہیں دیکھ گئے۔ لیکن چون کہ انہیں معلوم تھا کہ یہ بلیک کار ڈیوٹ میں ہیں

اس لئے وہ خاموش رہتے۔ پہلے صفدر نے اور بعد میں کیپٹن شکیل نے بڑی دیر تک دوربین سے آنکھیں لگائے رکھیں۔ لیکن سڑک دور دور تک صاف پڑی ہوئی تھی۔ یہاں سے وہ سڑک کا وہ کنارہ تک دیکھ رہے تھے جو سڑک شہر کی مصروف سڑک سے مل جاتا تھا۔ لیکن سڑک گئے گئے سڑکی طرح صاف تھی۔

”یہ ابھی جوائنٹیشن دیگن آئل ڈپو سے گئی ہے کیا وہ شہر کی طرف چلی گئی ہے۔“ صفدر نے وہاں موجود سیکورٹی والوں سے پوچھا۔

”نہیں اُسے چمک نہیں کیا جناب۔ بس جاتے ہوئے ضرور دیکھا ہے۔“ ایک سپاہی نے مؤدبانہ لہجہ میں کہا۔ ”جناب۔۔۔ وہ شہر ہی جا سکتے ہیں۔ اور تو یہ سڑک کہہ نہیں جاتی۔“ دوسرے سپاہی نے جواب دیا۔ اور

سب کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔
 "اسکھلے لو۔۔۔ وہ لوگ اگر مجھ منکے تو لازماً مسلح ہوں
 گئے۔۔۔ تنویر نے کہا۔ اور ان سب نے کار کی سیڈیوں کے
 نیچے بٹے ہوئے باکسز میں سے مشین گنیں اور تھوڑے سے
 دستی بم اٹھالے۔

"ہمیں نیم دائرے کی صورت میں آگے جانا ہے۔ لیکن انتہائی
 احتیاط سے۔۔۔ تنویر نے ایک بار پھر کسی فوجی سپہ سالار
 کی طرح انہیں ہدایات دیں۔ اور سب تیزی سے بکھرتے چلے گئے۔
 اس کے بعد وہ کھیتوں کے اندر سے ہوتے ہوئے سلتے بڑھنے
 لگے۔۔۔ تنویر ان سے ذرا سا آگے تھا۔ اور وہ پوری طرح اپنی
 ٹیم کی رہنمائی کر رہا تھا۔

سائیڈ پر کھڑی ہوئی تھی۔ اور چند سی لمحوں بعد کار تیز رفتاری سے
 دوڑتی ہوئی بیرونی چیک پوسٹ کی طرف بڑھنے لگی۔
 ہمیں سیدھا ان کے پاس جانے سے بکھر کر جانا چاہیے۔ ہو
 سکتا ہے وہ لوگ نگرانی کر رہے ہوں۔۔۔ کیپٹن خشک نے
 کہا اور ٹیسٹنگ پر بیٹھے ہوئے تنویر نے سر ہلادیا۔

بیرونی چیک پوسٹ سے گزرنے کے بعد وہ سیدھے آگے
 بڑھتے گئے۔۔۔ تنویر کے ذہن میں وہ جگہ موجود تھی۔ جہاں سے
 اس کے خیال کے مطابق ٹوٹے ہوئے زرعی فارم کو سرک جاتی تھی۔
 لیکن وہ کار کو آگے دوڑائے گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ
 شہر جانے والی سرک پر پہنچ گئے۔
 یہ تو عم شہر دلی سرک پر آگئے۔۔۔ صفدر نے چونکتے
 ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔ میں جان بوجھ کر ادھر آیا تھا۔ ہو سکتا ہے ان کے
 کچھ اور ساتھی وہاں موجود ہوں اور وہ دوربین سے ہمیں چیک کر
 لیں اور انہیں اطلاع دے دیں۔ ہم عقب سے ہو کر واپس
 جاتیں گے۔۔۔ تنویر نے کار کا رخ بائیں سمت موڑتے ہوئے
 کہا۔ اور صفدر اور جولیا دونوں نے اثبات میں سر ہلادیا۔ واقعی
 تنویر نے خاصی عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔

بائیں سمت ایک لمبی سڑک سیدھی کھیتوں کے اندر بڑھی جا
 رہی تھی۔۔۔ تنویر کار آگے بڑھائے چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر
 بعد اس نے درختوں کے ایک جھنڈ کے پیچھے کار روکی۔ اور ان

عام طور پر کپڑوں کی تلاشی لیتے وقت کالہر کی اندرونی طرف کو کوئی بھی چمک نہیں کرتا۔ اس لئے انہیں اطمینان تھا کہ بظاہر یہ چمکنا سائیکن دراصل خوف ناک ہتھیار وہ آسانی سے اپنے ہمراہ اندر لے جائیں گے۔ ان دونوں انجینئر بھائیوں کا تعلق جس شعبے سے تھا۔ وہ پاور ہاؤس کا مین سپلائی شعبہ تھا۔ اور کرنل ہمیرخ کو یقین تھا کہ اگر فاسٹ ڈیوڈ والے یا عمران ویاں چیکنگ کرنے آیا تو وہ لازماً اسی شعبے میں چکر لگائے گا۔

چنانچہ وہی حوالہ انہیں ویاں ڈیوٹی دیتے ہوئے انہیں ایک گھنٹہ بھی نہ گزر ا تھا کہ سیکورٹی کے میجر اور چیف انجینئر کے ساتھ ایک مقامی نوجوان ان کے شعبے میں آیا۔ چیف انجینئر اور سیکورٹی میجر اس کے ساتھ اس طرح مودبانہ انداز میں پیش آتے تھے کہ کرنل ہمیرخ چونک گیا۔ اور پھر جب اس نوجوان کے ساتھ اس کی آنکھیں ملیں تو اس کا دل بلوں اچھٹے لگا کیوں کہ وہ عمران کو اچھی طرح پہچان چکا تھا۔ عمران کی آنکھوں میں موجود مخصوص قسم کی چمک کو وہ سببازوں کے درمیان شناخت کر سکتا تھا وہ سمجھ گیا کہ عمران ان کی توقع کے عین مطابق چیکنگ کے لئے ویاں آیا ہے۔

نہوڑی دیر بعد عمران اور وہ میجر واپس چلے گئے۔ تو کرنل ہمیرخ نے مائیکل کو وہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ اٹھ کر تیز سی چیٹ انجینئر کے ساتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ یہ کون صاحب تھے باس۔ بڑے عجیب انداز میں

کرنل ہمیرخ اور مائیکل دونوں ہی دو انجینئر بھائیوں کے میک اپ میں بھی آسانی سے پاور ہاؤس کے اندر داخل ہو گئے۔ مائیکل نے بڑی آسانی سے اُسی کانوینین بننے والے دونوں بھائیوں کو اغوا کر لیا تھا۔ اور پھر وہ دونوں جو سیدھے ساوہ انجینئر تھے۔ مائیکل اور کرنل ہمیرخ کے خوف ناک تشدد کے سامنے چپکے بھی نہ ٹھہر سکے۔ اور انہوں نے اپنی ڈیوٹی کے ساتھ ساتھ پاور ہاؤس کی مکمل تفصیلات ریکورڈ کی چیکنگ کے بارے میں تفصیلات سب کچھ بتا دیا۔ اور اس کے بعد ظاہر ہے ان بے چاروں کا آخری ٹھکانہ برقی بھٹی نے ہی بننا تھا۔

کرنل ہمیرخ اور مائیکل دونوں نے پیش میک اپ کیا۔ اور پھر انہوں نے مخصوص قسم کا جیٹا ربو اور جس پر ایک خاص ساختہ کے ربڑ کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ اپنے کالہر کی اندر کی طرف چپکالیں۔

مشینوں کو دیکھ رہے تھے۔ کرنل ہمیرخ نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

”اوہ رحمت حسین۔ تم مشین چھوڑ کر کیوں آگئے۔۔۔ چیف انجینئر نے قدرے ناگوار سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

مگر دوسرے لئے کرنل ہمیرخ کا ہاتھ فضا میں کسی کوڑے کی طرح لہرایا اور چٹان کی تیراؤ اڑا بھر ہی اور چیف انجینئر منہ کیوں کر کسی سے اچھل کر فرش پر جا گرا۔ وہ کنپٹی پر پگھنے والی بھربھور غزب سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ لیکن اس کا حیرت سے کھلا ہوا منہ ویسے کا دیسا ہی کھلا رہ گیا تھا۔ چیف انجینئر کا کمرہ یوں کہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اس لئے کرنل ہمیرخ کو معلوم تھا کہ آواز باہر نہیں گئی ہوگی۔ چیف انجینئر کے نیچے گرتے ہی کرنل ہمیرخ نے بڑی پھرتی سے اپنے کپڑے اتارے۔ اور پھر اس کے بعد اس نے چیف انجینئر کے کپڑے اتار کر اپنے کپڑے اُسے پہنائے اور خود اس کے کپڑے پہن لئے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے لباس کی جیب میں موجود وہ چٹا سا ریوا اور نکال لیا جسے وہ کالبر کی اندرونی طرف چپکا کر ساتھ لایا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے ریوا لور کے پیچھے دستے کو مخصوص انداز میں پھینکی طرف سے دیا۔ تو دستہ کا اوپر والا حصہ کسی ڈھکن کی طرح کھل گیا۔ اس کے اندر چھوٹی چھوٹی میٹریں اس طرح رکھی ہوئی تھیں جیسے وہ کوئی گھر کا بس ہو۔ کرنل ہمیرخ نے بڑی پھرتی سے چند میٹریں کو کھول کر

ان کے اندر موجود میٹ کو ہاتھ پر رکھ کر کس کیا اور پھر اس میٹ کو تیزی سے چہرے پر لپیٹ دیا۔ ساتھ ہی چھوٹا سا ہاتھ روم تھا۔ وہ اندر گیا اور اس کے آئینے میں دیکھتے ہوئے اس نے بڑی مہارت اور پھرتی سے اپنی متعلی کو چہرے پر بقیہ تھکانا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحوں بعد اس کی ناک موٹی ہو گئی۔ گالوں کی مڈیاں ذرا سی ابھرائیں اور انکھیں دب کر چھوٹی ہو گئیں۔ اور اس کا چہرہ چیف انجینئر جیسا ہو گیا۔ یہ مخصوص انداز کا میک اپ تھا جسے پی میک اپ یعنی میٹ میک اپ کہا جاتا تھا۔ اور اس کا مہر چند ہی لمحوں میں صرف اس میٹ کی مدد سے نہ صرف جلد کا رنگ بدل لیتا تھا۔ بلکہ چہرے کے غدود خال بھی بدلے جاسکتے تھے۔ اور کرنل ہمیرخ نے تو اس کی بات قاعدہ تربیت لی تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ چیف انجینئر کے میک اپ میں اس کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ بانوں کا انداز اور رنگ بدلنے کی اسے ضرورت ہی پیش نہ آئی تھی کیوں کہ مقامی افراد کے بانوں کا انداز اور رنگ تقریباً ملتا تھا میک اپ کی طرف سے تسلی کر لینے کے بعد اس نے دستہ بند کیا۔ اور ریوا لور کو دوبارہ جیب میں ڈال کر وہ واپس کمرے میں آیا۔ اس نے فرش پر پڑے ہوئے بے ہوش چیف انجینئر کا منہ اور ناک دونوں ہاتھوں سے دبایا۔ اور ساتھ ہی اس کے سینے پر گھسنا رکھ دیا چیف انجینئر چند ہی لمحوں میں خوش حال ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف اور حیرت کے تاثرات یوں شدت سے اُبڑ آئے تھے کہ اس کا جسم زندگی کے لئے پھوٹنے لگا۔ لیکن کرنل ہمیرخ کی گرفت اس قدر

لیکن جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔ اچانک بیرونی دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دوسرے لمحے میجر چار سپاہیوں سمیت اندر داخل ہوا۔

”کیا بات ہے۔۔۔ آپ اس طرح۔۔۔ کرنل ہمیرخ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ان دونوں انجینئر بھائیوں کو ذرا یہاں بلائیے۔ مجھے ان سے چند باتیں کرنی ہیں۔۔۔ میجر نے تیز اور سخت لہجے میں کہا۔
”اوه۔۔۔ رحمت حسین اور سلامت حسین کی بات کر رہے ہیں رحمت حسین تو ابھی باہر گیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس کی طبیعت اچانک بگڑ گئی ہے اور وہ ڈسپنری جا رہا ہے۔ البتہ سلامت حسین موجود ہے۔ بلاؤں اُسے۔ لیکن خیریت ہے۔“

کرنل ہمیرخ نے کہا۔ دیسے وہ دل ہی دل میں عمران کی تیز نگاہی کی داو دے رہا تھا کہ اس نے ان دونوں کو پہچان لیا تھا۔ اور اگر وہ فوری طور پر چیف انجینئر کا روپ نہ دکھار لیتا تو یقیناً دونوں ہی حقیر چوچوں کی طرح مار ڈالے جاتے۔

”اچھا اُسے بوائے۔۔۔ دوسرے کو میں ڈسپنری سے لے آؤں گا۔“ میجر نے کہا۔ وہ شاید بالکل سیٹھے دماغ کا فوجی تھا۔ ورنہ اتنا تو وہ سمجھ ہی لیتا کہ ڈسپنری میں جاتا ہوا شخص تو یقیناً اُسے راتے میں ہی مبتلا۔ ڈسپنری تو اس کے دفتر کے ساتھ ہی تھی۔

”بہتر۔۔۔ میں اُسے بلالاتا ہوں۔ انظر کام خراب ہو گیا ہے۔“

سخت تھی کہ چند ہی لمحوں بعد اس کا بڑی طرح پھر پھڑانا ہوا جسم ساکت ہوتا گیا اور آگھیں بے نور ہو گئیں۔۔۔ چیف انجینئر زندگی سے دودھ جاکچکا تھا۔ جب کہ نل ہمیرخ کو اطمینان ہو گیا کہ چیف انجینئر کے جسم میں زندگی کی کوئی رقی باقی نہیں رہی تو وہ اُسے چھوڑ کر اٹھا۔ اور پھر اُسے گھسیٹتا ہوا غسل خانے میں لے جا کر ایک کونے میں ڈال دیا۔۔۔ غسل خانے کا دروازہ بند کر کے وہ بیرونی دروازہ کھول کر باہر نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا سیدھا مائیکل کی طرف بڑھا۔ جو بار بار گڑون گڑون کر چیف انجینئر کے کمرے کی طرف دیکھ رہا تھا اسے حیرت تھی کہ کرنل دیاں اتنی دیر سے کیا کر رہا ہے۔

مائیکل۔۔۔ میں نے چیف انجینئر کو ختم کر دیا ہے۔ اداس کے میک اپ میں ہوں۔ اس لئے گھبرانا نہیں۔۔۔ کرنل ہمیرخ نے اس کے قریب جا کر آہستہ سے کہا۔ اور پھر واپس اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ چیف انجینئر کے طور پر شے سے باہر جا کر یہ چیک کرے گا کہ عمران اب کس شعبے کے واؤنڈ پر ہے۔۔۔ اور پھر موقع دیکھتے ہی وہ اُسے ہلاک کر دے گا۔ اُسے معلوم تھا کہ اس کا چپٹا رپو اور نہ ہی شعلہ دیتا تھا۔ اور نہ کوئی آواز پیدا کرتا تھا۔ اور اُس کی چپٹی گولی اس قدر خوف ناک تھی کہ وہ جیسے ہی جسم کے اندر گھسے دوسرے لمحے انسانی جسم یوں پھٹ کر ہزاروں ٹکڑوں میں بکھر جاتا جیسے اس انسان کے اندر ایٹم بم بیٹھ گیا ہو۔۔۔ اس رپو اور کی مدد سے وہ نہ صرف آسانی سے عمران کا خاتمہ کر سکتا تھا بلکہ خود بھی شہتہ بالاترہ کر سکتا تھا۔

کرنل ہمیرخ نے کہا۔ اور پھر تیزی سے اس نے دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا۔ چوں کہ اس نے پہلے سے وہ مخصوص لباس اور ہلمٹ پہن رکھا تھا۔ اس لئے اسے کوئی پریشانی نہ ہوئی۔ میجر اور اس کے ساتھی وہیں رکن گئے کیوں کہ مخصوص لباس اور ہلمٹ کے بغیر وہ اندر نہ جا سکتے تھے۔

سیکورٹی میجر واپس آیا ہے وہ ہم دونوں کو لینے آیا ہے۔ وہ آدمی جو یہاں چپک کر نے آیا تھا۔ ہمارا ٹارگٹ علی عمران ہے۔ تم یہی کہنا کہ رحمت حسین کی طبیعت گڑبگڑ کی تھی وہ ڈسپنری گیا ہے۔ اور پوری طرح ہوشیار رہنا میں بھی ساتھ ہی ہوں گا۔ موقع دیکھتے ہی عمران کو شوٹ کر دینا۔ باقی جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ کرنل ہمیرخ نے مائیکل کے قریب جلتے ہوئے کہا اور مائیکل سر ملاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ اپنے آپ کو عراست میں سمجھیں مگر سلامت حسین۔ اور میرے ساتھ آئیں۔ کسی غلط حرکت کی ضرورت نہیں ہے۔" کرنل ہمیرخ نے مائیکل کو دیکھ کر دینے جاؤ گے۔ میجر شفاعت نے مائیکل کو دیکھتے ہی تیز بچے میں کہا۔ اور اس کے سپاہیوں نے جلدی سے آگے بڑھ کر مائیکل کے دونوں بازو پکڑنے چاہے۔ مگر اس نے جلدی سے بازو جھٹک دیئے۔

"یکساں بات ہوئی میں یہاں کا اعلیٰ عہدے دار ہوں۔ کوئی لیڈر یا ڈاکو تو نہیں ہوں۔ تم مجھے کس جرم میں حراست میں لے رہے ہو؟" مائیکل نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہاں میجر۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو سلامت حسین میرا انتہائی بااعتماد ملازم ہے۔ آخر اس نے کیا جرم کیا ہے؟" کرنل ہمیرخ نے بھی پاس ہونے کی عورت میں اپنا رد ادا کرتے ہوئے کہا۔ "پیشل سیکورٹی آفیسر انہیں طلب کر رہے ہیں۔ وہاں جا کر ان کا جرم بھی بتا دیا جائے گا۔ ابھی میں نے اس کے بھائی کو بھی لینا ہے۔" میجر نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں اس شخص کا انچارج ہوں۔ اس لئے میں بھی پیشل سیکورٹی ایجنٹ کے پاس اس کے ساتھ جاؤں گا۔" یہ میری ذمہ داری ہے اگر یہ مجرم ہے تو میں اپنے ماتحتوں سے شوٹ کرنا فخر سمجھوں گا۔ اور اگر یہ مجرم نہیں تو اس کو کسی بھی دباؤ اور ظلم سے بچانا میرا فرض ہے۔" کرنل ہمیرخ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ بھی آجائیں۔" میجر شفاعت نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور پھر مائیکل سپاہیوں کے نرغے میں ادرکشل ہمیرخ کے ہمراہ چلتا ہوا شخص کی عمارت سے نکل کر جیب میں سوار ہو کر سیکورٹی کے دفتر کی طرف بڑھنے لگے۔ کرنل ہمیرخ کا ایک ماتحت اس جیب میں تھا جس میں اس نے چٹیا سا رپو اوپر رکھا ہوا تھا۔ اور وہ بڑے مطمئن انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ عمران کو دیکھتے ہی گولی مار دے گا۔ اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

بیٹھے تھے۔ چونکہ دیوار اتنی اونچی نہ تھی کہ وہ کھڑے ہو کر بھی چھپ سکتے۔
اس لئے وہ گھنٹوں کے بل بیٹھ کر نگراں کر رہے تھے۔ میجر میرس
اور اس کا ایک ساتھی سپرد دربین آنکھوں سے لگائے آئل ڈپو کے
اندرونی حصے کی نگراں کر رہے تھے۔ جب کہ ان کے دو ساتھی
دور بینوں سے اس سڑک کو چیک کر رہے تھے۔ جو شہر سے آئل ڈپو
کی طرف آتی تھی۔

اس وقت سپرک کا وقت تھا۔ لیکن انہیں ابھی آئل ڈپو میں کوئی
خلاف معمول حرکت نظر آرہی تھی اور نہ ہی سڑک پر کوئی ایسی گاڑی
نظر آئی تھی جسے وہ خلاف معمول سمجھتے۔ ہر چیز معمول کے
مطابق تھی۔

”یہ ایف ڈی دالے آخر کس طرح رات کو اس آئل ڈپو کو تباہ
کر دیں گے۔ زبان تو کوئی سرگرمی سی نہیں ہے۔“
میجر میرس نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”باس۔ ایک کار آئل ڈپو کی طرف آرہی ہے۔ یہ کوئی شہری
کار ہے۔“ اچانک دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

اور وہ دونوں بھی تیزی سے اس طرف بڑھ گئے۔ واقعی ایک
عام سی شہری کار۔ تیزی سے بیرونی چیک پوسٹ کی طرف بڑھتی
تھی۔ اذ۔جی۔ یہ کہ بیرونی چیک پوسٹ پر رک سی۔ در۔س
میں سے چھوڑا اور ایک عورت باہر نکل آئے۔

”ارے۔۔۔ یہ تو فاسٹ ڈیٹھ کے آدمی گتے ہیں۔ ان کی
چال ڈھال بھی وہی ہے۔ اور کرنل نے بتایا تھا کہ ان کے ساتھ ایک

میجر ہلیرس اپنے چار ساتھیوں کے ہمراہ آئل ڈپو
کی عمارت سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی ٹیسی عمارت کی دوسری منزل
پر موجود تھا۔ یہ عمارت آئل ڈپو سے غاصے فاصلے پر شمال مشرق
کے سمت میں تھی۔ شاید پہلے اس عمارت میں کوئی دفتر بنایا تھا۔
جسے بعد میں یہاں سے شفٹ کر دیا گیا تھا۔ اور عمارت چوں کہ
پرانی اور خستہ تھی اس لئے اُسے دیسے ہی بے کار چھوڑ دیا تھا۔
اس عمارت میں میجر میرس نے اپنا اڈہ بنایا تھا۔ اور اس کی
نظروں میں اس عمارت کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس عمارت
کی کھیت سے جس کے گرد چار چار فٹ اونچی چار دیواری بنی ہوئی تھی۔
آئل ڈپو کے اندرونی حصے اور اس کی طرف آنے والی سڑک کو
چیک کرنے کے لئے بہترین سچوٹش تھی۔ میجر میرس اور اس
کے چار ساتھی عمارت کے دو اطراف میں دیوار کے ساتھ چپے ہوئے

عورت بھی ہے۔ میجر میرس نے پرجوش لہجے میں کہا۔
 وہ سب چوکی پر موجود سیکورٹی والوں کو کوئی کارڈ نکال کر
 دکھا رہے تھے۔ ادیجبر میرس نے جلدی سے دو دہین کی
 سائیڈ میں لگی ہوئی ٹاب گھائی شروع کر دی۔ اور اس کے ٹوکس
 میں موجود وہ کارڈ تیزی سے اس کی نظروں کے سامنے پھیلتا چلا
 گیا۔ کارڈ پر سیاہ رنگ کا ایک کمراس بنا ہوا تھا۔ اس
 کے نیچے بھاشا نہ کا سرکاری نشان اور صدر مملکت کے دستخط موجود
 تھے۔ چوکی پر موجود سیکورٹی والے اس کارڈ کو دیکھتے ہی
 تیزی سے مؤدب ہو گئے۔ ادیجبر میرس کے بوں پر سکرابٹ
 پھیلتی گئی۔ اس کا خیال درست ثابت ہوا تھا۔ فاسٹ ڈنٹھ
 اس بار سرکاری اتھارٹی ملے کر آئے تھے۔ اس سرکاری کارڈ کو
 دیکھ کر میجر میرس کو یقین ہو گیا کہ یہ فاسٹ ڈنٹھ کے ارکان ہیں۔
 اب وہ انہیں اپنی نظروں سے اوجھل نہ بنے دیتا چاہتا تھا۔ لیکن
 ان کی کار چنٹ ہی لمحوں بعد آئل ڈپو کے مین گیٹ کی طرف دوڑتی
 ہوئی نظر آئی۔

”جیبر۔ جلدی سے ایم سولہ راکٹ لانچر اٹھا لائے۔ جلدی
 کرو۔“ میجر میرس نے چیخ کر کہا۔ اور اس کا ساتھی جیبر
 تیزی سے اس چھت کے ایک طرف بنے ہوئے برآمدے کی طرف
 بھاگا۔ جس میں ان کا سامان رکھا ہوا تھا۔ دو بڑے بڑے بیگ
 تھے۔ اس نے جلدی سے ایک بیگ کھولا اور اس میں ایک چوٹی
 نال کار اکٹ لانچر اٹھا کر واپس آیا۔

”ادہ دیر ہو گئی۔“ وہ گیٹ کے اندر چلے گئے ہیں۔ ورنہ بڑا
 اچھا موقع تھا۔ ایک ہی راکٹ سے پوری کار ہی اڑ جاتی۔
 میجر میرس نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔
 اور جیبر نے راکٹ لانچر نیچے رکھا اور گلی میں بڑی ہوئی دو دہین
 دوبارہ آنکھوں سے لگالی۔ واقعی کار سائیڈ میں روک کر وہ
 سب مین گیٹ کے اندر داخل ہو گئے تھے۔

اب وہ دوسری طرف آکر صرف ان کی کار کو دنگی چیک کرتے
 رہے۔ وہ سارے آئل ڈپو کے اندر بکھر کر ادھر ادھر گھوم رہے
 تھے۔ چیکنگ کر رہے تھے۔ چوں کہ وہ اکٹھے نہ تھے۔ اس لئے
 ان پر راکٹ لانچر کا فائر نہ کیا جاسکتا تھا۔

”باس۔ ایک اور سٹیشن دیگن سڑک پر آ رہی ہے۔“
 اچانک سڑک کو چیک کرنے والوں کی طرف سے چیخ کر کہا گیا۔
 ”کس قسم کی سٹیشن دیگن۔“ میجر میرس نے پوچھا۔
 ”سیکورٹی کمی سی ملتی ہے۔ ادہ۔ چیف سیکورٹی آفیسر

ان کا استقبال کر رہا ہے۔ یہ بھی ایک گرڈ پستے۔ انہوں نے
 سیکورٹی کی مخصوص یونیفارم پہنی ہوئی ہے۔“ اُس آدمی
 نے جواب دیا۔

”کوئی سیکورٹی گرڈ پ آیا ہو گا۔“ میجر میرس نے
 لاپرواہی سے جواب دیا۔

ادیر پھر تھوڑی دیر بعد اُسے نیا آنے والا گرڈ پ آئل ڈپو کے
 اندر دکھائی دینے لگا۔ چیف سیکورٹی آفیسر ان کے

طرف چل پڑے۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے واپس جا رہے ہوں۔
 ”اے۔۔۔ اب میں سمجھا یہ کوئی دائرہ نہیں ہم استعمال کریں گے۔ انہوں نے صرف یہاں ہم رکھے ہیں۔ یہ اُسے آپریٹ کہیں اور سے کریں گے۔۔۔ میجر میرس نے کہا۔

”باس۔۔۔ یہ فاسٹ ڈیٹھ والے بھی مین گیٹ کی طرف جا رہے ہیں۔ ان کا انداز بتا رہے کہ وہ شاید الیف۔ ڈی والے کی طرف سے مشکوک ہو گئے ہیں۔۔۔ جیپرنے کہا۔ اور میجر میرس نے سر ہلادیا۔

تھوڑی دیر بعد الیف۔ ڈی والوں کی شیشن دیگن مین گیٹ کراس کر چکی اور بمبیک کارڈ ہولڈر واپس آنے لگے۔ ان کے باقی ساتھی ایک بارہ دہائی نما عمارت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور چند لمحوں بعد میجر میرس یونک پڑا جب اس نے ان میں آخر تفریق کا عالم دیکھا۔۔۔ وہ ایک ریسٹ واچ کوکانوں سے لگے کھڑے تھے وہ کبھی اتنے سے نکلے اور کبھی کانوں سے۔

”اے۔۔۔ یہ تو انہی طرح کا آرہی ہے شاید۔ کاش ہم یہاں سے سن سکتے۔۔۔ میجر میرس نے کہا۔
 ”باس۔۔۔ وہ مختلف سیکورٹی ڈھانچوں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ جیپرنے کہا۔

بھگ جاؤ۔۔۔ نیچے ہو جاؤ۔۔۔ انہیں شاید ہمارے متعلق اطلاع دی گئی ہے۔۔۔ میجر میرس نے ختم ہوئے کہا۔
 اور وہ سب تیزی سے دیوار کی اوٹ میں ہو گئے۔ سیکورڈ کہ انہیں

ہمراہ تھا۔ اور وہ سب آکل ڈپو کی اصل عمارت کے پاس موجود تھے۔
 ”اے۔۔۔ ایک اندر گھس گیا ہے۔ اے۔۔۔ بڑے محتاط انداز میں گیا ہے۔ جیسے وہ چوری کرنے گیا ہو۔۔۔ میجر میرس نے اونچی آواز میں کہا۔

”ماں باس۔۔۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔ ان کا انداز بڑا پراسرار ہے۔۔۔ جیپرنے کہا۔ چوں کہ ان کی نظریں مسلسل ان پر جمی ہوئی تھیں۔ اس لئے انہیں وہ کھسکتا ہوا آدمی نظر آ گیا تھا۔ اور چند لمحوں بعد وہ واپس آ گیا۔ اور اس نے بڑے مخصوص انداز میں اشارہ کیا۔ اور پھر دوسرا آدمی اسی انداز میں اندر چلا گیا۔ اس طرح وہ بارہا بارہی بڑے پراسرار انداز میں اصل عمارت کے اندر غائب ہوتے گئے۔

یہ تو کوئی پراسرار چکر چل رہا ہے۔ اے۔۔۔ اے میری عقل کو کیا ہو گیا۔ اے۔۔۔ یہ یقیناً الیف۔ ڈی کے ایجنٹ ہیں۔ یہ عمارت کے اندر کوئی ہم وغیرہ رکھ رہے ہیں۔ چیف سیکورٹی آفیسر بھی انہی کا آدمی ہے۔ بہت خوب۔ بڑی دیدہ دلیری سے کام ہو رہا ہے۔۔۔ میجر میرس نے ختم ہوئے کہا۔
 ”باس۔۔۔ اب وہ چیف سیکورٹی آفیسر اندر گیا ہے۔ جیپرنے کہا۔

”ماں۔۔۔ میں دیکھ رہا ہوں۔۔۔ میجر میرس نے

جواب دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب دوبارہ مین گیٹ کی اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب دوبارہ مین گیٹ کی

اور جیسے نے جبکہ کراکٹ لائینچر اٹھایا اور اس کی نال کو دیا۔ یہ
رکھ کر سیدھ کرنے لگا۔

”مجھے دکھاؤ۔ میں فائر کرتا ہوں۔“ اچانک میجر ہیرس
نے راکٹ لائینچر بھینٹے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے نے وہ دونوں
بڑی طرح اچھٹے کر میجر ہیرس کے اچانک راکٹ لائینچر پر چھیننے کی
وجہ سے لائینچر تیر کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ اور چوں کہ اس کی
نال کا کافی سے زیادہ ختمہ دیوار کے اوپر تھا۔ اس لئے وہ اُسے
پکڑتے ہی رہ گئے اور لائینچر ان کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے
جھٹکیوں میں ایک دھمکے سے جا گرا۔ جھٹکیوں کی وجہ سے
ہی اس کے اندر رکنا جو راکٹ بھی نہ پھٹ سکا۔ ورنہ شاید اگر
وہ سخت اور سپاٹ زمین پر اتنی بلندی سے گرنا تو راکٹ پھٹ
بھی سکتا تھا۔

”اوہ۔۔۔ یہ کیا جو۔۔۔ اوہ یہ لوگ نکل گئے۔“ میجر ہیرس
نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ وہ بڑی چوکی سے نکل کر سدھے جا رہے ہیں۔
باس ایف۔ ڈی گریڈ ایک بائی رڈ پر ڈرپٹ گیا ہے۔“
دوسری طرف سے ایک کوچیک کرنے والے ساتھیوں نے کہا۔
”بائی رڈ کی طرف۔۔۔ اوہ شاید انہوں نے دیاں انہوں
کو آپریٹ کرنے کی نشین کی ہوگی۔ اب نکلواں۔۔۔ کسی
بھی لئے اس علاقے پر تیار کیا جاتا ہے۔“ میجر ہیرس
نے جھینٹے ہوئے کہا۔ ورنہ سب تیزی سے واپس مڑے۔

فطرت تھا کہ ٹاور سے اگر دوسری کے ذریعے مخصوص ٹارگٹ رکھ کر
اس عمارت کو دیکھا گیا تو پھر لازماً وہ نظروں میں آسکتے ہیں۔ چن۔
لمحوں تک وہ یوں ہی جھکے بیٹھے رہے۔ پھر تیز ہیرس نے
ذرا سامنے اوپر کو اٹھایا اور غور سے اس ٹاور کو دیکھنے لگا جس پر
بلیک کارڈ والوں کے دو آدمی چڑھے تھے۔ لیکن دوسرے
لجے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ وہ دوسریں سے دیکھتا ہوا رہے تھے۔
لیکن ان کی دوسریں کا رخ ان کی طرف ہونے کی بجائے سڑک کی
طرف تھا۔ اور پھر وہ ٹاور سے نیچے اتر گئے۔ میجر ہیرس اب
اطمینان سے دیکھنے لگا۔ اُسی لئے اس نے ان سب کو تیزی سے
دوڑ کر مین گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان کا انداز
ایسا تھا جیسے وہ جلد از جلد مین گیٹ تک پہنچ جانا چاہتے ہوں۔

”باس۔۔۔ ان کی کار سڑک پر جا رہی ہے۔۔۔ دوسری
دیوار سے ان کے ساتھیوں کی آوازیں سنائی دیں اور میجر ہیرس
تیزی سے اس دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ واقعی وہ سب کا رہیں
بیٹھے کھڑی تیز رفتار سی سے واپس جا رہے تھے۔

”یہ کیا جو رہا ہے۔۔۔ اوہ۔۔۔ میرے خیال میں یہ ایف۔ ڈی
کا تعاقب کر رہے ہیں۔ انہیں ٹرانسمیٹر کال سے ان کے متعلق کچھ
بتایا گیا ہے۔“ میجر ہیرس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ راکٹ لائینچر فائر کروں۔“ ہیرس نے کہا۔
اور میجر ہیرس چونک پڑا کیوں کہ ایک بار پھر انہیں موقع مل گیا تھا۔
”ارے ہاں۔۔۔ جلدی کرو۔“ میجر ہیرس نے جھینٹے ہوئے کہا۔

مہاجر میرس نے کہا اور کارا گئے دوڑا ناگیا۔ ان کی کار ایک بار پھر نشیب میں اتر گئی۔ کیوں کہ وہ اونچی جگہ ایک مٹے لے گئے پل کی وجہ سے بن گئی تھی۔ ان کے دونوں اطراف میں کھیت تھیں۔ وہ گاڑی دوڑاتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ اور پھر ٹھوڑی ہی دور جا کر راستہ مڑ گیا۔ یہ راستہ مڑ کر شہر والی سڑک سے جا ملتا تھا۔ اب وہ اس زرعی فارم کے تقریباً عقب میں آ گئے تھے۔ ایک ادبیل پر جیسے ہی کار پہنچی۔ جیپر جو دو رہیں آنکھوں سے لگائے بیٹھا تھا۔ ایک بار پھر بچ پڑا۔

”باس۔ فاسٹ ڈیٹھ والوں کی کار۔۔۔ جیپر نے پیچ کر کہا۔

اور مہاجر میرس نے جلدی سے گلے میں لٹکی ہوئی دو رہیں کو ایک ہاتھ سے آنکھوں پر جمایا اور دوسرے لمبے وہ بھی چونک پڑا۔ اس نے دوسرے سڑک پر ایک درختوں کے جھنڈے کی پیچھے اس کا دیکھا دیکھ لیا تھی۔ جس میں فاسٹ ڈیٹھ والے گئے تھے۔ اُسی لمبے ان کی کار ایک بار پھر نشیب میں اتر گئی۔

”اس کا مطلب ہے۔ فاسٹ ڈیٹھ والے ایف۔ ڈی کے پیچھے ہیں۔ وہ تین عقب سے اس فارم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ جیپر میرس نے ایک طرف کر کے کار کو روکنے ہوئے کہا اور پھر دروازہ کھول کر وہ نیچے اتر آیا۔ اس کے باقی ساتھی بھی باہر آ گئے۔

”اسکو لے دو۔۔۔ ہم نے اب فاسٹ ڈیٹھ کا شکار کرنا

میں رکھا ہوا سامان انہوں نے اٹھایا اور پھر سیرھیاں اترتے ہوئے وہ عمارت کے نیچے کیا ڈنڈ میں آ گئے۔ وہاں ایک شیڈ میں ان کی سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ جیپر نے جھانک کر جھارڈوں میں پڑا ہوا راکٹ لانچر اٹھایا اور پھر وہ جھانک کر کار میں سوار ہو گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جیپر میرس خود تھا۔ جیپر اس کے ساتھ بیٹھا تھا جب کہ باقی تین ساتھی پچھلی سیٹ پر تھے۔ کار تیزی سے کیا ڈنڈ سے نکلی اور پھر کھیتوں کے درمیان موجود پگڈنڈی پر بچکولے کھاتی ہوئی آگے بڑھتی گئی۔ اس کا رخ سڑک کے مخالف سمت میں تھا۔ وہ آئے بھی ادھر سے ہی تھے۔ کیوں کہ سڑک پر آنے میں رسک تھا وہ نظروں میں آ سکتے تھے۔ یہ راستہ بڑی دور سے گھوم کر شہر والی سڑک پر جا ملتا تھا۔ وہ کار دوڑاتے آگے بڑھے جا رہے تھے۔

”باس۔ اس وقت۔۔۔ وہ شیڈ دیگن۔۔۔ اچانک جیپر نے چیتے ہوئے کہا۔ اور مہاجر میرس نے بھی چونک کر دیکھا۔ اس وقت وہ ذرا اونچائی پر تھے۔ اس لمبے ایک زرعی فارم میں کھڑی ہوئی شیڈ دیگن کی چھت انہیں صاف دکھائی دے رہی تھی۔

”اوہ ہاں۔۔۔ یہ ایف۔ ڈی والوں کی ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ یہاں موجود ہیں۔۔۔ جیپر میرس نے کہا۔ اس کی پیشانی پر چند لمبے شکنیں سی پھلیں اور پھر صاف ہو گئیں۔

”ہم گھوم کر دوسری طرف سے آئیں گے ادھر وہ لوگ یقیناً جگرافیہ کر رہے ہوں گے۔ کیوں کہ اس طرف آکل ڈپو ہے۔

ہے۔ میجر میرس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔
اور پھر انہوں نے گار کی پھلی سیٹوں کے درمیان رکھے ہوئے
بگ بائر گھسیٹے۔ اور انہیں کھول کر ان میں سے اسلحہ باہر
نکالتے گئے۔

”لاٹچ بھی لے جائیں باس۔“ جیبر نے پوچھا۔
”نہیں۔ اسے کار میں ہی رہنے دو۔ یہ تو کب اب بچھر کر
آگے بڑھیں گے۔ مشین گنیں اور بم لے لو جلدی کرو۔“
میجر میرس نے کہا۔

اور ان سب نے تیزی سے بم نکال کر جیبوں میں ڈالے اور
مشین گنیں ہاتھوں میں لے لیں۔ ایک مشین گن میجر میرس
نے بھی پکڑ لی۔ البتہ اس نے بم نہیں لئے تھے۔ کار کے دروازے
بند کر کے وہ تیزی سے کھیتوں کے اندر سے ہوتے ہوئے اس
زمرعی فارم کی طرف بڑھنے لگے۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد میجر میرس نے انہیں رکنے
کا اشارہ کیا اور پھر وہ خود تیزی سے ایک گھنے درخت پر چڑھتا
گیا۔ اونچی شاخوں میں پہنچے ہی وہ چونک پڑا۔ فاسٹ ڈیٹھ
کے افراد بھی انہی کی طرح فضلوں کی آڑ لیتے ہوئے فارم کی طرف
بڑھے جا رہے تھے۔ میجر میرس کچھ دیر تک ان کی تعداد
اور ان کے بڑھنے کا اندازہ چیک کرتا رہا۔ وہ نیم دائرے کی صورت
میں آگے بڑھ رہے تھے۔ چوں کہ فصلیں فارم تک پھیلی ہوئی
تھیں۔ اس لئے میجر میرس نے سوچا کہ اگر انہیں باہر نہ دکا گیا۔

تو پھر فارم کے اندر پہنچنے کے بعد ان کی پوزیشن زیادہ بہتر ہو جائے گی۔
اس طرح ان کی طرف سے فائر ہونے کی صورت میں فارم میں موجود
ایف۔ ڈی بھی چوکنی ہو جائے گی۔ اور وہ بھی ان پر فائر کھول دے
گی اور نتیجے میں دونوں اطراف سے پھنس جانے کی صورت میں ان
کا خاتمہ یقینی ہو جائے گا۔ لیکن اس سارے معاملے میں صرف
ایک خامی تھی۔ کہ فائرنگ کی آواز دور دور تک پھیل جائے گی۔ اور
ہو سکتا ہے کہ یہ آوازیں آکل ڈپو کی سیکورٹی ٹیم تک پہنچ گئیں تو وہ
ادھر آجائیں گے۔ اور اس کے بعد آکل ڈپو تباہ کرنے کا منصوبہ
یقیناً دھرا کا دھرا رہ جائے گا اور وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس کی
تو خواہش تھی یہ فاسٹ ڈیٹھ بھی ماری جائے اور آکل ڈپو بھی تباہ
ہو جائے۔ آخر اس نے ایک اور فیصلہ کیا۔ اس نے سوچا۔ کہ
فاسٹ ڈیٹھ کو وہ اپنی طرف متوجہ کرے۔ اور جیبر کو تیزی سے
فارم میں بھیج کر ایف۔ ڈی کو پیغام بھیجے کہ وہ جلد آکل ڈپو
کو اڑا دیں۔ اس طرح دونوں مسئلے حل ہو سکتے تھے۔ چنانچہ وہ
تیزی سے درخت سے نیچے اترا۔

”جیبر۔۔۔ وہ ابھی فارم سے کافی فاصلے پر ہیں۔ تم سائیڈ
سے ہو کر بھاگتے ہوئے فارم کی طرف جاؤ۔ اور دوسرے ریڈ آرمی
کو ڈیکار کر ایف۔ ڈی سے ملو۔ اور انہیں بتاؤ کہ فاسٹ ڈیٹھ کو
ریڈ آرمی کو کر کے گی تم فوراً وہ آکل ڈپو اڑا دو۔“ میجر میرس
نے جیسے مخاطب ہو کر کہا۔ اور جیبر میرس ملتا ہوا تیزی سے مڑا
اور پھر بھاگتا ہوا سائیڈ کی فضلوں میں گھس گیا۔

عہوان سیریز میں ایک یادگار اور لازوال اضافہ

بلیک ڈیٹھ

مصنف
مفت کلیم احمد

و کیا فارسٹ ڈیٹھ، میجر میرس کے گروپ کے باعقول ختم ہو گئی یا۔
و اسرائیل کی ریڈ آرمی کے سربراہ کرنل سمبرخ اور عمران کے ڈیمان دست بست
خونناک جنگ۔ عمران کرنل سمبرخ کے ایک ایسے دوامیں نہیں کی جس سے
زندہ بچ سکتا، ناممکن تھا۔ اور عمران کے حلق سے زندگی کی آخری فرخشاہت بلند ہوئی
و کیا واقعی مہاشا نے کاسب سے برا آمل ٹپو بموں سے اڑا دیا گیا۔ یا
فاسٹ ڈیٹھ کے لیڈر تنویر نے یہ شین ناکام کر دیا۔ حیرت انگیز موڑ۔
و کیا اسرائیل کی خونناک تنظیم نہیں آف ڈیٹھ اور ریڈ آرمی اپنے اہل مشن میں

کامیاب رہی۔
و کیا علی عمران کی بلیک ڈیٹھ اور تنویر اور جلال کی فاسٹ ڈیٹھ تنظیمیں مہاشا
اور پاکیشیا کے تعلقات بچانے میں کامیاب رہیں۔ یا۔
و فیس آف ڈیٹھ اور فارسٹ ڈیٹھ۔ ریڈ آرمی اور بلیک ڈیٹھ کے درمیان
آخری اور فیصلہ کن خونناک جنگ۔ ایک ایسی جنگ جس میں موت ارزاں ہو گئی
کس کی موت؟

انتہائی خونناک انداز میں پھرا ہوا ایکشن، نوحہ کو بخند کر دینے والا ایکشن

یوسف براورز تاجران کتب پاک گیٹ ملتان

”ادھر ادھر درختوں پر چڑھ جاؤ اور پھر جیسے ہی میں فائر کروں
تم نے بھی فائرنگ شروع کر دینی ہے۔“ کوشش کرنا
کہ جلد از جلد ان کا خاتمہ ہو سکے۔ میجر میرس نے باقی تین
ساتھیوں سے کہا۔ اور وہ سب ارد گرد پھیلے ہوئے درختوں کی
طرف دوڑتے چلے گئے۔ میجر میرس دہ بارہ اُسی پہلے درخت
پر چڑھ گیا۔ اور پھر اس نے ایک طرف سے جیر کو اور دوسری
طرف سے فاسٹ ڈیٹھ والوں کو تیز سی سے فائر م کی طرف بڑھتے
دیکھا۔ اب اُسے صرف جیر کے فارم تک پہنچنے کا انتظار تھا۔
اس کے بعد اس نے فائرنگ شروع کر دینی تھی۔ اور اُسے پوری
طرح اطمینان تھا کہ فاسٹ ڈیٹھ والے جس طرح اس کے ادا اس
کے ساتھیوں کے ٹارگٹ میں ہیں۔ وہ پہلے برسٹ میں ہی
مارے جائیں گے۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور منفرد انداز کی کہانی

عمران کا اغوا

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

عمران کو اس کے فلیٹ سے اغوا کر لیا گیا۔ کیوں، کس لئے۔۔۔؟
عمران جو زندگی میں پہلی بار انتہائی بے بسی کے عالم میں مسلسل ایک تنظیم سے دوسری تنظیم کے ہاتھوں اغوا ہوتا رہا۔ کیا وہ واقعی بے بس تھا؟
پاکیشیا سیکرٹ سروس جو عمران کی تلاش میں مسلسل جگہ جگہ دھکے کھاتی رہی لیکن عمران کو تلاش نہ کر سکی۔ کیوں۔۔۔؟ انتہائی دلچسپ چوکیشن جو فز جس نے اپنی پراسرار صلاحیتوں سے آخر کار عمران کو تلاش کر لیا۔ کیسے؟
مادام سون بلیک شیلڈ کی چیف جس نے عمران کو اپنے جتنے میں رکھنے کے لئے ہمیشہ کے لئے اسے ٹانگوں سے معذور کر دیا۔ کیا واقعی عمران معذور ہو گیا؟
وہ لمحہ جب عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو یقین ہو گیا کہ اب عمران کبھی اپنے قدموں پر کھڑا نہ ہو سکے گا۔ چھم کیا ہوا۔۔۔؟ انتہائی کرناک چوکیشن
کیا عمران اپنی معذوری کا کوئی علاج کر سکا یا ہوش کینے فیئلہ سے غائب ہو گیا؟
عمران کے اغوا کا اصل مقصد کیا تھا اور کیا عمران کو اغوا کرنے والے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے۔ یا۔۔۔؟

انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز کی کہانی

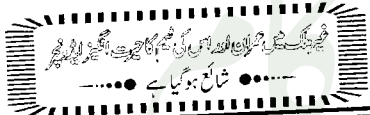
عمران سیریز میں انتہائی تحریر، انوکھا اور یادگار ناول

خاموش چینیں

مکمل ناول

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

خاموش چینیں جنہوں نے ایک لمحے میں پاکیشیا کے دو ہزار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
خاموش چینوں کا آئندہ ٹارگٹ دو لاکھ افراد تھے۔ خاموش چینیں درحقیقت کیا تھیں؟
عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس ایک جنوں کے عالم میں خاموش چینوں کا پیچھے کرتی ہے۔ پھر قدم قدم پر موت کا پھندا ہر لمحہ عذاب کا لمحہ
دو لاکھ افراد کی زندگیوں کے خاتمے میں صرف ایک منٹ باقی رہ گیا اور عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس اس لمحے شکار کھیلنے میں مصروف تھی۔
دو لاکھ افراد کے سروں پر موت کی تلوار لٹک رہی تھی اور عمران اور اس کے ساتھی عقلموں کو کبوتروں کے پیچھے جھوڑ کر قتل کر رہے تھے۔
کیا خاموش چینوں نے دو لاکھ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا یا خود وہ خاموش ہو کر رہ گئیں۔۔۔؟



یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز

گلبرگ عظیم

ملک اور قوم



چند باتیں

محترم قارئین! — سلام مسنون! فیس آف دیتھ سے شروع ہونے والی عظیم کہانی اس کتاب میں آکر اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ کہانی ہر لحاظ سے پسند آ رہی ہوگی۔ اس کہانی میں میرے بہت سے قارئین کا یہ گلہ بھی دُور ہو جائے گا کہ سیکرٹ سروس کے ممبران زیادہ کام نہیں کرتے بلکہ سارا مشن عمران ہی جھگتا لیتا ہے۔ اس کہانی میں سیکرٹ سروس کے ممبران نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ ان کی بہترین صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ دراصل ہر کہانی کی اپنی امتحان ہوتی ہے۔ اپنے واقعات ہوتے ہیں اور اپنا ہی انداز ہوتا ہے اور عمران بہر حال سپر ماسٹر ہے اس لئے بعض کہانیاں اپنے مخصوص واقعات کی بنا پر صرف عمران کے گرد ہی گھومتی رہتی ہیں اور سیکرٹ سروس کے ممبران کو زیادہ دخل اندازی کا موقع نہیں ملتا۔ اور اگر ایسی کہانیوں میں بغیر کسی ضرورت کے سیکرٹ سروس کے ممبران کی دخل اندازی شروع ہو جائے تو کہانی کا ٹیپوسٹ پڑ جائے اور اس میں جھول پیدا ہو جاتا ہے۔ البتہ جس کہانی میں سیکرٹ سروس کے ممبران کو حرکت میں لانا ضروری ہوتا ہے وہاں اکیلا عمران کام نہیں کر سکتا۔ موجودہ کہانی بھی ان کہانیوں میں سے ہے جس میں سیکرٹ سروس کے ممبران نے خوب دل کھول کر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ مظاہرہ یقیناً آپ کو پسند آیا ہوگا۔ آخر میں ایک خط بھی پڑھ لیجئے۔ کیونکہ سب قارئین کا اصرار ہے کہ ان

کے خطوط کو پیش لفظ میں ضرور مگر دی جاتے۔

بھوان بازار فیصل آباد سے جناب ابو الحسن جابر صاحب نے آٹھ صفحات پر مشتمل ایک طویل خط لکھ کر جس میں انہوں نے عمران کی خصوصیات کو مختلف ڈسٹیکٹوں میں شائع کرنے والی سلسلہ وار کہانیوں کے کرداروں سے تشبیہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی لکھتے ہیں کہ کہانی کا چمکوتیز ہونا ہے اسے مست رکھا جائے اور عمران اور اس کے ساتھی اب تک جوان کیوں ہیں انہیں بوڑھا ہو جانا چاہیے اور آخر میں کہانیوں کی تعریف بھی کر کے توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔

تو محترم ابو الحسن جابر صاحب! عمران تو ہمہ صفت موصوف ہے۔ آپ اس کی کس کس صفت کی دوسروں سے تشبیہ ڈھونڈتے رہیں گے اب رہ گئی یہ بات کہ کہانی کا چمکوتیز ہونا اور عمران اور اس کے ساتھی بوڑھے ہونے چاہئیں تو پھر شاید ایسا نقشہ پیش آجائے کہ عمران کی کرکمان کی طرح جھکی ہوئی ہو۔ آنکھوں پر آتش شیشوں کی عینک، ہاتھ میں لالچی، جو گٹھلیا کے مرض کا شکار ہو کر جامہ دھو اور کھان میں اونچا سننے والا لڑکھائے۔ عمران آج بہت آہٹ لائی ہو چلا رہا ہو۔ اس کے پیچھے بوڑھے جویلا اور باقی مہمان بھی ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے لڑھکیاں دیکھتے ہیں۔ نگار کی صورت میں مجرموں کا تعاقب کر رہے ہوں۔ اگر آپ یہی نقشہ چاہتے ہیں اور تانہ بی سست چمکوتیز ہیں تو پھر وہ مجرموں کی بجائے حکیموں کا تعاقب کرتے پھر سگے۔ چمکوتیز آپ کسی حکیم سے دوستی کی وجہ سے تو ایسا نہیں چاہ رہے۔ اگر ایسی ہی کوئی بات ہے تو آپ ہمیں لکھ دیجئے کہ صاحب کا پتہ عمران تک پہنچا دیں گے اس کے بعد اگر حکیم صاحب عمران کا تعاقب کرنے نظر آئیں تو ہمیں گلہ نہ لیجئے گا۔ والسلام منظر حکیم ایم۔ اے۔

عمران چند لمحے سون کی آڑ میں کھڑا میجر شرفاعت کی جیب کو جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ اسی لمحے اسے خیال آیا کہ تنویر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کیا جائے۔ چنانچہ وہ تیزی سے واپس مڑا۔ اور اس بار وہ بجائے سیکورٹی کے دفتر میں جانے کے اس سے ملحقہ کمرے میں گھس گیا۔ یہ ایک فیسنسری تھی جو اس وقت غلامی پڑھی ہوئی تھی۔ عمران تیزی سے ڈسپنسری کی سائیڈ میں بنے ہوئے ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ہاتھ روم تو سیکورٹی آفس میں بھی تھا۔ لیکن عمران جان بوجھ کر دہان سے کال نہ کرنا چاہتا تھا۔ کیوں کہ ہوسکتا ہے سیکورٹی آفس یا اس کے ہاتھ روم میں ایسے آلات تنکس کئے گئے ہوں جن کے ذریعے کال کی کچک جاسکتی ہو۔ اس لئے اس نے ملحقہ کمرے کا ہاتھ روم منتخب کیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی اس احتیاط

کام ایک اور مقصد بھی تھا۔ عمران کو اچانک خیال آیا تھا کہ اس مشن پر
 تنے کے بعد ایک ٹھوکی طرف سے ممبرز کو کوئی کال نہیں کی گئی۔
 دوسرے ممبرز میں تو عمران اس بات کا خیال رکھتا تھا۔ اور
 وقتاً فوقتاً ایک ٹھوکی طرف سے ممبرز کو کال کر لیتا تھا تاکہ ممبرز
 نفسیاتی طور پر اس خیال میں رہیں کہ ان کی کال کر دی گئی کو باقاعدگی سے
 چیک کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ ان کا لباس
 ان کا خیال بھی رکھتا ہے۔ اس طرح مشکل وقت میں ایک تعلق سا
 ان کے دل میں رہتا تھا۔ اور اس یقین و اعتماد کی وجہ سے وہ
 جرات سے کام لیتے تھے۔ لیکن اس بار وہ اس طرح اچھا تھا۔ کہ
 ایک ٹھوکی طور پر اس کا رابطہ ہی نہ ہو سکا تھا۔ چنانچہ اس
 نے فیصلہ کیا تھا کہ بجائے عمران کے وہ بطور ایک ٹھوکی بات کرے
 گا۔

بالآخر دم میں پہنچ کر اس نے دروازہ بند کیا اور پھر وارج ٹرانسمیٹر
 کا ونڈ بٹن کھینچ کر اس نے حصار کی فریکوئنسی سیٹ کی۔ لیکن
 بات نہ ہو سکی۔ کال پر کچھ ہی نہ ہو ہی تھی۔ وہ حیران رہ گیا کہ کال کیوں
 نہیں مل رہی۔ جب کہ جلتا بھٹتا بلب بتا رہا تھا کہ کال دیاں تک
 پہنچ رہی ہے۔ لیکن دوسری طرف سے ریسیو نہیں کی جا رہی۔
 اس نے ونڈ بٹن کھینچ کر جولیا کی فریکوئنسی سیٹ کی لیکن وہاں بھی
 یہی حال تھا۔ اب تو عمران گھبرا گیا کہ آخر یہ عکس کیا ہے۔ اس نے
 بارہی بارہی سب ممبرز کی فریکوئنسی سیٹ کیں۔ لیکن کال نہ مل سکی۔
 لیکن جب چوہان کی فریکوئنسی سیٹ ہوئی تو اس بار کال مل گئی اور

عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ چوہان سے بات کرنے پر اُسے ایک
 خیال آیا تھا اور اس نے چوہان سے اس خیال کی تصدیق کرائی اور
 تب پتہ چلا کہ ان کی ریسیٹ وارج کا کنٹریکٹ پوائنٹ کو رگر چکا ہے۔
 اور پیسے کی وجہ سے وہ بٹن جو کال ٹرانسمیٹ کر رہا ہے کام نہ کر رہا
 تھا۔ پھر عمران نے چوہان سے مزید تفصیلات معلوم کیں تو پتہ
 چلا کہ وہ اس وقت آئل ڈپو میں موجود ہیں جہاں ہمارے سب ٹھیک
 رہے۔ لیکن پھر مزید گفتگو سے معلوم ہوا کہ وہاں کوئی پیشکش
 سیکورٹی گروپ آیا ہے اور انہوں نے اُسے ایڑی ٹیک کیا تھا۔
 انہوں نے سمجھا تھا کہ شاید حکومت نے کوئی گروپ بھیج دیا ہوگا۔ لیکن
 عمران جانتا تھا کہ انہیں کارڈا شو کرنے کے بعد حکومت کی طرف سے
 ایسا کوئی گروپ نہیں آسکتا۔ یہ یقیناً ایف۔ ڈی والے ہی
 ہو سکتے ہیں اور ساتھ ہی اُسے معلوم ہوا کہ وہ واپس جا رہے ہیں۔
 اس پر عمران کو مزید شک ہوا۔ اُسے معلوم تھا کہ ایسی غارتیں
 وائرلیس آپریٹک ہوں سے ہی تباہ کی جاتی ہیں۔ کیوں کہ اس طرح وہ
 لوگ خود بھی پرج جاتے ہیں اور شک و شبہ سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔
 چنانچہ اس نے چوہان کے وارج ٹرانسمیٹر پر تنویر کو بلا کر بات کی اور
 اُسے لھے اُسے باہر کسی جیب کے رکنے کی مدد سے آواز سنائی دی۔
 تو اس نے جلدی سے تنویر کو ہدایت کی کہ وہ ٹاور پر چڑھ کر انہیں
 چیک کرے کہ وہ کہاں گئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اُسے
 کال ختم کرنی پڑی۔ کیوں کہ اس نے قدموں کی آواز میں اب ڈسپنری
 میں سنی تھیں۔ ٹرانسمیٹر آف کر کے وہ تیزی سے باہر دروازہ

زد میں آگیا۔

دوسری بار اچھلے ہی عمران کے خلق سے ایک تیز چیخ ابھری۔ اور عمران یوں فرسش پر گر جیسے اُسے گولی لگ گئی ہو۔ اور ابھی اس کی چیخ ختم نہ ہوئی تھی کہ باس پڑے ہوئے میجر شفاعت کا جسم ایک زوردار دھاک سے بھٹ گیا، اور اس کے جسم کے ہزاروں ٹکڑے بارش کی طرح ارد گرد پھیل گئے۔ میجر کے جسم کے ٹکڑے ارد خون کے چھنٹے عمران پر بھی پڑے تھے۔ عمران کے چیخ مار کر سینچے گرتے ہی چیف انجینئر تیزی سے بھاگا اور اس کے بعد بابر و دو پیچیں ابھریں اور عمران کو محسوس ہوا کہ کچھ لوگ جیب میں سوار ہوئے ہیں۔ عمران اسی لئے چیخ مار کر پیچے اگڑا تھا کہ چیف انجینئر اُسے گولی لگ جانے کا خیال کر کے اندر آئے گا۔ اور وہ اُسے ٹارگٹ کر لے گا۔ کیوں کہ دروازے سے بابر ہونے کی وجہ سے وہ اس پر چیخ نشا نہ بھی نہ لے سکتا تھا اور وہ مسلسل فائرنگ کر کے اُسے ریوا اور نکلنے کا بھی موقع نہ دے رہا تھا۔ لیکن چیف انجینئر بھی ضرورت سے زیادہ کا یاں تھا۔ وہ بھگتے اندر آئے گا۔ بابر کی طرف بھاگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس نے یہی سمجھا جو کہ اس کا ٹارگٹ ہٹ ہو چکا ہے۔ جب تک عمران اچھل کر بابر آتا بابر کھڑے ہوئے دو افراد کے جسم بھی دھماکوں سے پھٹے۔ اور جیب اس دوران انتہائی تیز رفتار سی سے مین گیٹ کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔ عمران نے انتہائی پھرتی سے ایک مےسے جوئے سپاہی کے ہاتھ سے مشین گن جھپٹی۔ اور پھر اس نے انتہائی تیز رفتار سی

کھول کر بابر نکل آیا۔ ڈپنسر می میں میجر شفاعت تھا۔
 ”سے میں اس رحمت حسین انجینئر کو دیکھنے آیا تھا۔
 چیف انجینئر نے بتایا تھا کہ اس کی طبیعت خراب ہے وہ ڈپنسر می میں گیا ہے۔“ میجر شفاعت نے کہا۔
 ”اوہ۔ تو اس کا بھائی کہاں ہے۔“ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”اُسے میں لے آیا ہوں۔ چیف انجینئر خود بھی ساتھ ہے۔ وہ کمرے میں موجود ہیں۔ سپاہی ان کی نگرانی کر رہے ہیں۔“ میجر شفاعت نے کہا۔
 ”ان کی تلاشی لی ہے۔“ عمران نے کہا۔
 ”تلاشی۔ تلاشی کیوں۔“ میجر شفاعت نے چونکتے ہوئے کہا۔

اور اُسی لمحے عمران کو بردنی دروازہ پر کسی کی جھلک نظر آئی۔ عمران تیزی سے اس کی طرف مڑا۔ اور دوسرے ہی لمحے عمران کسی بندر کی طرح اچھلا اور اس کے ساتھ ہی میجر شفاعت کے خلق سے چیخ نسی نکلی اور وہ پہلو کے بل پیچے گرا۔ عمران ایک بار پھر اچھلا اور اس بار سپاہی کی تیز آواز سے کوئی چیز اس کے پاس سے گزرتی گئی۔ دروازے پر چیف انجینئر موجود تھا اس کے ہاتھوں میں ایک عجیب ساخت کا چپٹا سا ریوا اور نظر آرہا تھا۔ اور جب عمران پہلی بار اچھلا تھا تو اس نے اُسے ٹرگ کر دلتے دیکھ لیا تھا۔ وہ تو اچھل کر پہنچ گیا۔ لیکن میجر شفاعت اس گولی کی

سے دوڑتے ہوئے جیب کے ٹانگوں پر مشین گن کا فائر کھول دیا۔
لیکن نہ صرف اُسی لمحے جیب تیزی سے مڑ گئی بلکہ سائین کی تیز آواز
سے کوئی چیز مشین گن کی نال سے ٹکرانی اور مشین گن عمران کے
ہاتھوں سے نکل کر دور جا گری۔ عمران نے بڑی پھرتی سے
جیب سے ریواور نکالنے کی کوشش کی مگر دوسرے لمحے اُسے
ایک لمبی چھلانگ لگا کر طویل برآمدے کے آخری ستون کی اوٹ
لینا پڑی۔ در نہ دوسرا فائر لازماً اس کے سینے میں لگتا۔

جیب مڑ کر مین گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی اور موڑ ہونے کی وجہ
سے وہ عمران کی نظروں سے غائب ہو چکی تھی۔ عمران جیب
کے مڑنے ہی ستون کی اوٹ سے نکل کر تیزی سے مین گیٹ کی
طرف بھاگا۔ اُسی لمحے اُسے مین گیٹ سے ایک زوردار دھمکے
اور پھر فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ اور جب عمران
موڑ پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ طاقت ور جیب مین گیٹ کا مارڈ توڑ کر
آگے نکل گئی تھی۔ اور وہاں موجود چار سیکورٹی والے زمین پر
پڑے تڑپ رہے تھے۔ جب تک عمران وہاں پہنچا ایک وقت چار دھماکے
ہوئے اور زمین پر پڑے تڑپتے ہوئے سیکورٹی والوں کے جسم ہزاروں ٹکڑوں میں

پھٹ گئے۔
ایک سیکورٹی جیب نے اس جیب کا پیچھا کرنا چاہا۔ لیکن دوسرے
لمحے وہ الٹ کر قلاباز می کھا گئی۔ اس کا فرنٹ ٹائر برسٹ
کر دیا گیا تھا اور مچروں کی جیب اب بیرونی چوکی کر اس کی چکی تھی۔
وہاں بھی دھماکوں چیلوں اور فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

عمران اب بجائے بیرونی چوکی کی طرف بھاگنے کے تیزی سے واپس
سمت کو مڑا اور اس قدر برقی رفتار سے بھاگنے لگا جیسے اس
کے پیروں میں کرنٹ دوڑ گیا ہو۔ اُسے معلوم تھا کہ بیرونی چوکی
سے سڑک موڑ کاٹ کر درختوں کے جھنڈ کے قریب سے
گزرتی ہے اور پھر سیدھی شہر کی طرف مڑ جاتی ہے۔ عمران
جیب سے پہلے ان درختوں کے جھنڈ کے قریب پہنچنا چاہتا تھا۔
پاور ہاؤس میں سیٹیاں بچنے اور سائین بچنے کی آوازیں سنائی دے
رہی تھیں۔ عمران کو معلوم تھا کہ وہاں افراتفری مچی ہوئی ہوگی۔
اور پھر ٹھوڑی سی دیر بعد وہ ان درختوں کے جھنڈ کے پاس پہنچ گیا۔
اُسی لمحے اُسے دور سے جیب آتی دکھائی دی۔ عمران نہیں
درخت کی آڑ میں رکا اور اس نے جیب سے ریواور نکال لیا۔ جیب
بالکل سیدھی اڑی علی آ رہی تھی۔ اُسی لمحے اُسے سیکورٹی کی دو گولیاں
بھی سائین بجاتی ہوئیں اس جیب کے پیچھے آتی دکھائی دیں۔ سیکورٹی کی
کھلی چھت کی گولیوں میں دو افراد مشین گنیں لئے کھڑے تھے۔ اور
وہ مسلسل جیب پر گولیاں برسا رہے تھے۔ لیکن ان کے درمیان
فاصلہ اتنا تھا کہ جیب پر ان گولیوں کا کوئی اثر نہ ہو رہا تھا۔ سیدھی
دوڑتی ہوئی جیب اب قریب پہنچ چکی تھی۔ جب جیب قریب
آئی تو عمران کو شک سا ہوا کہ جیب کے سیڑنگ کو باندھ دیا گیا ہے۔
در نہ وہ اس انداز میں ناک کی سیدھ کبھی نہ دوڑتی۔ درختوں کے
جھنڈ سے ذرا پہلے سڑک پر ہلکا سا خم تھا اور عمران کی نظر اس
ساخت پر جمی ہوئی تھیں۔ اور دوسرے لمحے اس نے آہٹ

طویل سانس لیا۔ جب غم پر مڑنے کی بجائے سیدھی دوڑتی گئی اور
 رشتے سے نیچے اتر کر ایک درخت کے ساتھ ایک زوردار دھماکے
 سے ٹکرائی اور پھر تلابازیاں کھاتی چلی گئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک
 خوف ناک دھماکہ ہوا اور جب کے اکل ٹینک کو آگ لگ گئی جب
 کے ٹکڑے فضا میں بکھرتے چلے گئے۔ اور وہ آگ کا گولہ سا بن گئی۔
 اُسی لمحے سیکورٹی ٹیم کی دونوں جلیپیں بھی قریب آکر رکیں۔ اور
 ان میں سے سیکورٹی کے افراد ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے نیچے
 اتر آئے۔ اگلی جب میں کیپٹن بھی موجود تھا وہ سب تیزی
 سے اس آگ کا گولہ بنی ہوئی جب کی طرف بڑھ رہے تھے۔
 یہ خالی تھی کیپٹن۔ اس کے سیڑنگ کو باندھ کر اور ایک سیلٹر
 کو جادو کر دیا گیا تھا۔ عمران نے درخت کی اوٹ سے نکلتے
 ہوئے کہا۔ اور کیپٹن اور اس کے ساتھی اُسے دیکھتے ہی جڑی
 طرح چونک پڑے۔

”آپ۔۔۔ سر آپ یہاں کیسے پہنچ گئے۔ اور سر۔۔۔ ٹینک
 ہے آپ زندہ ہیں۔ ہمیں تو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔“ کیپٹن نے
 بوکھلائے ہوئے انداز میں اُسے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔
 ”تم کہاں سے اس جب کے پیچھے گئے ہو۔“ عمران نے
 اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔
 ”تم سارے شارٹ کٹ کر کے پہنچے تھے۔ لیکن یہ جب پہلے
 نکل آئی تھی۔“ کیپٹن نے جواب دیا۔
 ”وہ لوگ شارٹ کٹ سے پہلے ہی اتر گئے۔ اور اب اس

دیر ان جنگل میں انہیں تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ مجھے واپس لے چلو۔
 دہاں میری کار موجود ہے۔“ عمران نے جب پر چڑھتے
 ہوئے کہا۔ اور کیپٹن سر ہلاتا ہوا اوپر چڑھ آیا۔ باقی افریقی جلیپوں
 پر سوار ہوئے۔ اور جلیپیں تیزی سے مرکز پر بارہاؤس کی طرف
 بڑھ گئیں۔ عمران خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ منجر شفا عت کی معمولی
 سی غفلت کی وجہ سے یہ لوگ دہاں سے نکل جانے میں کامیاب
 ہو گئے تھے۔ اور عمران کو اب یقین ہو گیا تھا کہ کرنل ہمیرخ
 اور اس کے ساتھی نے اس شے میں وہ ہم فرٹ کیا ہے۔ لیکن یہ
 شے ایسا تھا کہ اس کی کسی مشین کو روکا نہ جاسکتا تھا۔ کیوں کہ
 اس طرح پورے ملک میں انکیڈرک بریک ڈاؤن اس قدر خوفناک
 ہوتا کہ پوری معیشت ہی جام ہو کر رہ جاتی۔ اب تو صرف ایک
 ہی صورت رہ گئی تھی کہ اس آپریٹنگ مشین پر قبضہ کر لیا جاتا جس
 سے یہ ہم تباہ کیا جانا تھا۔

جیت پر پہنچتے ہی عمران تیزی سے نیچے اتر ا۔ اور پھر سیدھا اپنی
 کار کی طرف بھاگتا گیا۔ اس نے کسی سے بات کرنے کی ضرورت
 ہی محسوس نہ کی تھی۔ اور ظاہر ہے بات بھی کیا کرتا۔ کوئی بات کہنے
 کی وہ بھی نہ لگتی تھی۔ ان میں سے شاید کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ
 ہم کس مشین میں فرٹ کیا گیا ہے۔ اب ایک ہی صورت تھی کہ کرنل
 ہمیرخ کو تلاش کیا جائے اور اس سے آپریٹنگ مشین کا پتہ چلا
 جائے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

”سر۔۔۔ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔“ جیسے ہی

عمر ان اپنی کار میں بیٹھنے لگا۔ کیپٹن بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا۔
 کچھ نہیں۔۔۔ بس اب لاشیں ٹھکانے لگاؤ۔ ملازم تو نکل
 گئے۔۔۔ عمر ان نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور کار کو موڑ کر
 تیزی سے شہر کی طرف بڑھ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ کرنل مہیر خ اور
 اس کے ساتھی کو جپ چھوڑنے کے بعد خاصا فاصلہ پیدل اور چھپ
 کر لے کر ناپڑے گا۔۔۔ اس کے بعد ہی وہ کسی ٹیکسی کو پکڑ سکتے
 ہیں۔ اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا ہیڈ کوارٹر ذمی شان کالونی
 میں ہے۔ اس لئے وہ کار چلتا ہوا سینہ عادی شان کالونی کی طرف
 ہی جا رہا تھا۔۔۔ اس نے انہیں وہیں چپ کرنے کا منصوبہ بنایا
 تھا۔ اس کے خیال میں اس کے علاوہ اور کوئی صورت ہی انہیں
 چپ کرنے کی نہ تھی۔

مختلف سرگروں پرست انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتے ہوئے
 عمر ان ذمی شان کالونی میں داخل ہوا۔ اور اس نے اپنی کار اس
 جگہ کے قریب روک دی جہاں چوہان نے اپنا موٹر سائیکل رکھا تھا۔
 اور پھر دیوار کو جیب میں چپ کر کے وہ کار سے باہر نکلا۔ اور گرد
 رہائشی کوشیاں موجود تھیں۔۔۔ اور سند وہی تھا کہ کرنل مہیر خ کا
 اڈا ان میں سے کس کوٹھی میں ہے۔ عمر ان ادھر ادھر غور سے دیکھتا رہا
 اور پھر اچانک وہ چونک پڑا۔ اس کی نظر قریب ہی پینے رنگ کی
 کوٹھی کی بالائی منزل پر ٹپکے ہوئے ٹیلی ویژن انٹینا پر جم گئیں اور
 اس کے ہوں پر مسکراہٹ دوڑنے لگی۔۔۔ انٹینا کے ساتھ ہی
 ایک تکنیکی پلیٹ اس انداز میں نصب کی گئی تھی۔ جیسے لانگ رینج

نشریات کو در کرنے کے لئے عام طور پر انٹینا کے ساتھ جست کی بڑی
 بڑی پلیٹیں لگائی جاتی ہیں۔۔۔ لیکن اس پلیٹ کی ساخت ملائی جلتی
 ہونے کے باوجود مخصوص قسم کی تھکی اور ایسی پلیٹیں انتہائی لانگ
 رینج ٹرانسمیٹر کال کے لئے لگائی جاتی تھیں۔۔۔ عمر ان نے سر ملایا
 اور تیزی سے اس نئی کوٹھی کی طرف بڑھ گیا۔ اس پلیٹ کو دیکھنے کے
 بعد اُسے یقین ہو گیا تھا کہ کرنل مہیر خ کا اڈا اس کوٹھی میں ہے۔ وہ
 تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کے عقب میں آیا۔۔۔ اور پھر اس نے
 ادھر ادھر کمرے کو نہ پانچ کر ایک سی چھلانگ میں عقبی دیوار پار کر لی اور
 پائیں باغ کی باڑے پیچھے جاگرا۔۔۔ ابھی وہ نیچے گرنے کے بعد
 سنبھلا بھی نہ تھا کہ اچانک ایک سایہ سا اس پر چھوٹا۔ اور عمر ان کو
 یوں محسوس ہوا جیسے اس کی گردن پر تیر کھٹنے سے چھ گئے ہوں۔
 اس نے تیزی سے اپنے جسم کو جھکا دیا اور وہ سایہ اچھل کر پھیلی
 دیوار سے ٹکرایا اور عمر ان سنبھل گیا۔۔۔ اب وہ اچانک بیٹھنے والا
 سایہ داغ ہو گیا تھا وہ انتہائی خوف ناک اور خطرناک نسل کا جرمن
 شہپر ڈگتا تھا۔ جو اپنے شکار پر بغیر کوئی آواز نہ کالے اچانک چھپتا
 تھا۔۔۔ اور جب تک اس کا زفرہ نہ ادا ہو ڈھالے وہ کسی صورت
 پیچھے نہ ہٹتا تھا۔ یہ اس خوف ناک جس کی فطری خصوصیت تھی کہ
 نے پیچھے گرتے ہی ایک بار پھر عمر ان پر چھلانگ لگائی۔۔۔ اس
 کا حملہ انتہائی زور دار تھا۔ اس کے خوف ناک دانت باہر کو نکلے
 ہوئے تھے اور آنکھوں میں غصے اور دھشت کے چراغ جل رہے
 تھے۔ لیکن بچوں کہ اب عمر ان سنبھل گیا تھا اس لئے جیسے ہی

کتے نے اس پر حملہ کیا عمران نے تیزی سے قلابازی کھائی اور اس کے بازو اٹھائی تیزی سے کتے کی گردن کے گرد جم گئے۔ ساتھ ہی کتے کا پچلا جسم اس کے جسم کے نیچے دب گیا۔ عمران نے گردن کے گرد بازو ڈالتے ہی اپنے دونوں بازوؤں کو ایک جھکے سے اونچا کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ادر والا دھڑ تیزی سے کمان کی طرح مڑا۔ اور عمران نے بازوؤں کو زوردار جھکا دیا کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی کتے کے حلق سے پہلی بار غرغراہٹ کی تیز آواز نکلی اور کتے کا جسم جو عمران کے جسم کے نیچے دب جاتا تھا برسی طرح پھرنے لگا۔ اور عمران نے ایک جھکے سے اپنے بازو کھول کر اپنے پیڑھے ہوئے جسم کو سیدھا کیا اور کتے کو پتے پھینک دیا۔ کتے کی گردن اس مخصوص داؤ کی وجہ سے ٹوٹ چکی تھی۔ اور وہ زمین پر پڑا ابھی طرح ٹرپ رہا تھا اس کے حلق سے غرغراہٹ کی تیز آوازیں نکل رہی تھیں۔ عمران نے چند لمحوں کے اندر اپنے لئے ادر پھر وہ مارمل جو گیا۔ اس نے جس مخصوص داؤ سے اس خوف ناک کتے کی گردن ٹوٹی تھی اس میں عمران کو خود بھی اپنی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے کا شدید خطرہ تھا۔ اور اگر ذرا سا وہ ادر جھک جاتا تو کتے کے ساتھ وہ خود بھی زمین پر پڑا ٹرپ رہا ہوتا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ اس خوف ناک کتے سے بچھا بچھڑانے کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ یہ کتنا اس قدر تیز رفتار اور وحشی ہوتا ہے کہ اپنے شکار کو اتنی جھلت بھی نہیں دیتا کہ وہ جیب سے ریوا لور بھی نکال سکے۔ اور اس کا پہلا حملہ ہی عام طور پر جان لیوا

ثابت ہوتا ہے۔ لیکن عمران پہلے حملے سے اس لئے بچ نکلا تھا کہ کتے اور اس کے درمیان ہندسی کی بازو کی جھڑپاں اٹھنی تھیں۔ اس کے باوجود اس کے پنجوں کی غراشیں اس کی گردن اور بازوؤں پر آ گئی تھیں۔ آفرکار یہ خوف ناک کتا چند لمحوں کے بعد ختم ہو چکا تھا۔ اور عمران اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کتے کی بجائے اپنی موت سے نبرد آزما رہا ہو۔ عمران جانتا تھا کہ اگر اس کی جگہ کوئی اور آدمی ہوتا تو کتنا چند ہی لمحوں میں اس کا زفرہ ادھیر دیتا۔ کتے کے ختم ہوتے ہی عمران نے ایک بار پھر جیب میں موجود ریوا لور کو چیک کیا۔ اور پھر تیزی سے عمارت کی سائیڈ میں سے ہوتا ہوا آگے بڑھا اور اُسی لمحے اس نے پچانک کھٹنے کی آواز سنی۔ اور وہ سمجھ گیا کہ کرنل ہمیرخ اور اس کے ساتھی پہنچ گئے ہیں۔ اس نے ایک دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھل گیا۔ وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوا یہ ریسٹ روم تھا۔ اس نے جلدی سے دروازہ کو دوبارہ بند کیا اور پھر قالین پر چلتا ہوا ایک بڑی سی الماری کی ادٹ میں ہو گیا۔ ریوا لور اس نے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اب راہ داری میں قدموں کی تیز آواز سنائی دے رہی تھی۔ لیکن یہ ایک آدمی کے قدموں کی آواز تھی۔ شاید دوسرا آدمی ساتھ نہ آیا تھا۔ اور اُسی لمحے دروازہ ایک دھمکے سے کھلا

وہ ایک سایہ سا اندر داخل ہوا۔ اس نے یوں ناک سیکڑ کر ادھر ادھر سو نگھا جیسے وہ کسی نامانوس سی خوشبو کو سونگھ رہا ہو۔ دوسرے لمحے اس نے انتہائی بھرتی سے جیب سے وہی چٹا سا ریوا اور نکال لیا۔ عمران خاموش کھڑا تھا وہ دراصل دیوار پر پڑنے والے سایے کی مدد سے اندر آنے والے کی حرکات کو چیک کر رہا تھا۔ اور آنے والے کے اس انداز سے ہی وہ سمجھ گیا کہ اس کی قوت شامہ بے حد تیز ہے۔ اور اس نے کمرے میں موجود عمامہ ان کی بوسونگھ لی ہے۔

”باس باس۔۔۔ شیعہ ڈمر پڑا ہے۔“ اچانک دور سے کسی کی چینی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور اندر آنے والا چونک کر مڑا۔ اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے بھاگتا ہوا دروازے سے باہر نکل کر راہ داری میں دوڑ گیا۔ عمران سمجھ گیا کہ بھانمک کھولتے وقت شیعہ ڈرکے کے بند پھینکے کی وجہ سے وہ مشکوک ہو گئے ہیں۔ اور ایک آدمی اُسے چیک کرنے عقب میں گیا ہو گا۔ یہ آواز اُسی کی ہو گی۔

اس آدمی کے باہر نکلتے ہی عمران تیزی سے الماری کی اوٹ سے نکلا اور پھر تیزی سے دروازے کی سیڈیں آکر اس کے کھلے پٹ کے پیچھے دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس کا ریوا اور اس کے ہاتھ میں تھا اور کان ایک بار پھر راہداری کی طرف گئے جوئے تھے۔ آخری دس منٹ بعد اچانک اس کی ٹھٹھی جس نے خطرے کا الارم سا بجایا۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی خطرہ اچانک اس کے قریب

پہنچ گیا ہو۔ اس نے بے چین ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ ادھر راہداری میں قدموں کی آواز ایک بار پھر گونجنے لگی تھی۔ کب نکت پید ہوئے والی بے چینی کی وجہ سے عمران نے پہلو بدلا ہی تھا کہ شاہین کی آواز کے ساتھ ہی عمران کے ہاتھ سے ریوا اور نکل کر تالیں پر گرا۔ اگر عمران عین اُسی لمحے اندر وئی بے چینی کی وجہ سے پہلو بدلتا تو گولی بجائے ریوا اور کی نال پر پڑنے کے اس کے پہلو میں ٹھس جاتی۔ عمران نے ریوا اور ہاتھ سے نکلنے سے ایک نکت اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی۔ اور جیسے اڑتا ہوا وہ سیڈ کی دیوار کے ساتھ جا لگا۔ اس نے اس سوراخ کو چیک کر لیا تھا جس سے گولی چلائی گئی تھی۔ یہ اُسی دیوار کے اوپر بنے ہوئے چار بار ایک بار ایک سوراخ تھے۔ چونکہ ان سوراخوں کے پیچھے روشنی موجود نہ تھی اس لیے وہ عمران کو نفرنہ آتے تھے۔ لیکن ریوا اور پر پڑنے والی گولی سے ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں اپنا زانو یہ عمران کو تبا دیا تھا۔ اور عمران کے لئے فوری طور پر پہنچے کا صرف یہی ایک راستہ تھا کہ وہ اُسی دیوار کے ساتھ جا کھڑا ہوتا۔ اس دیوار کے علاوہ پورا کمرہ ان سوراخوں سے چھلایا جانے والی گولیوں کی زد میں آتا تھا۔

اس کا ریوا اور جیسے ہی اس کے ہاتھ سے نکل کر تالیں پر گرا۔ اور عمران نے چھلانگ لگائی۔ دروازے پر موجود آدمی اچھل کر کمرے میں داخل ہوا۔ یہ وہ چیٹ انجینئر تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ چٹا سا ریوا اور موجود تھا۔ چوں کہ عمران کے ہاتھ سے نکلنے والا ریوا اور ٹھیک دروازے کے سامنے جا کر اٹھا۔ اس لئے آنے والے کو

سے انتہا ہونے کا پتہ چل گیا اور وہ فوری طور پر اندر آ گیا۔
 اندر آئے ہی چیف انجینئر نے ایک لمحہ صانع کئے بغیر دیوار
 کا فائر عمران پر کیا جو دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ اس کے انداز
 میں اس قدر مہارت اور پھرتی تھی کہ عمران کے لئے بچنا مشکل ہو گیا۔
 لیکن یہاں عمران کی تنگ آڑ میں مہارت اس کے کام آگئی اور
 اس نے بجلی کی سی تیزی سے چھلانگ لگائی۔ اندر کمرے میں موجود
 صوفے کے نیچے چھلانگ لگا دئی۔ دوسری گولی اس صوفے کے اوپر
 والے حصے سے ٹکرائی اور ایک کڑا کے سے صوفے کی اوپر والی
 کڑی کا بڑا ٹکڑا صوفے سے علیحدہ ہو کر دیوار سے جا ٹکرایا۔ مگر
 دوسرے ہی لمحے صوفہ ہوا میں اچھلا، ہر ایک زوردار دھماکے کے
 ساتھ آنے والے سے ٹکرایا اور وہ اُسے لیتا ہوا سلمنے والی دیوار
 سے ٹکرایا۔ اور اس کے منہ سے چیخ سی نکلی اور وہ صوفے کے
 نیچے ایک لمحے کے لئے دب سا گیا۔ مگر دوسرے لمحے صوفہ دوبارہ
 اچھل کر عمران والی سائیڈ سے آکھرایا۔ مگر اس دوران عمران
 اچھل کر ایک دوسرے صوفے کی آڑ میں ہو چکا تھا۔ اڑتا ہوا صوفہ ایک
 زوردار دھماکے سے دیوار سے ٹکرایا اور پھر نیچے گر پڑا۔ عمران اوپر
 موجود آدمی کی گولیوں کی زد میں آ جانے کے خدشے کی وجہ سے آگے
 نہ بڑھ رہا تھا۔ چیف انجینئر صوفے کو واپس اچھال کر انتہائی تیزی
 سے اٹھا۔ اُسی لمحے عمران نے دوسرا صوفہ بھی اس پر اچھال دیا۔ لیکن
 اس بار وہ سنبھل چکا تھا۔ اس لئے وہ تیزی سے ہٹا اور وہ اس
 کی پھپھی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران کو رابدار می میں

ووڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور اس آواز کو سنتے ہی عمران
 نے اپنی جگہ سے کسی عقاب کی طرح چھلانگ لگائی۔ چیف انجینئر نے
 انتہائی کھرتی سے اس پر سائیڈ ہٹ لگانے کے لئے اپنی جگہ بدلی۔ لیکن
 عمران فضا میں ہی اپنا رخ بدل گیا۔ اوپر سبک وقت و باتیں
 وقوع پذیر ہوئیں۔ عمران اس چیف انجینئر کے پہلو میں لے کر وہ
 اس کے پہلو میں آیا اور اس کے ساتھ ہی وہ کسی لٹو کی طرح
 گھومتا۔ اور چیف انجینئر کی سائیڈ میں مڑتے ہوئے اس نے اس
 قدر مہارت سے ہٹ مارا کہ وہ چیف انجینئر کسی ٹینک کی طرح اڑتا
 ہوا دروازے کے باہر جا پڑا۔ اور عین اُسی لمحے باہر سے آنے
 والا دروازے کے سامنے پہنچ چکا تھا۔ اس لئے وہ دونوں ایک
 زوردار دھماکے سے ٹکرا کر نیچے گرے۔ اور پھر اس سے پہلے کہ
 وہ لٹھے عمران جو بجلی بنا ہوا تھا۔ صرف ان کے سر پر پہنچ چکا
 تھا بلکہ اس کے ہاتھ میں وہ چپٹا سا دیوار بھی موجود تھا جو چیف انجینئر
 کے ہاتھ سے پہلے دھکے کی وجہ سے نیچے قابو لین پر گر رہا تھا اور جسے دروازے
 کے باہر چھلانگ لگاتے ہی عمران نے کسی مہر کے کس شعبہ گر کی طرح
 اتنی مہارت سے اٹھایا تھا کہ بیسے دیوار اور خود بخود اڑ کر اس کے ہاتھوں
 میں پہنچ چکا ہو۔

”اب اللہ کر کھڑے ہو جاؤ دوستو۔ اور سنو۔ غلط حرکت
 کی تو.....“ عمران نے دیوار کا رخ ان کی طرف کرتے
 ہوئے دوسرے دیوار کو جو باہر سے آنے والے کے ہاتھ سے نکل
 کر گما۔ پیر کی ٹھوکر مار کر دوڑ پھینکتے ہوئے کہا۔ مگر اس چیف انجینئر

ساتھی شاید ضرورت سے زیادہ ہی گرم دماغ واقع ہوا تھا کہ عمران کے ہاتھ میں دیوا اور دیکھنے کے باوجود اس نے بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر عمران کے پیٹ میں گر مارنی چاہی۔ مگر دوسرے لمحے ایک زوردار دھکاک لگا کر وہ پیچھے الٹ گیا اور اس کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی عمران کے ہاتھ میں موجود چھپے دیوا اور سے نکلنے والی گولی اس کے سینے میں پڑی تھی جب کہ چھپا آنجنیر نے بجلی کی سی تیزی سے دونوں ہاتھ سر سے بند کر لیے تھے۔ وہ شاید اپنے ساتھی سے زیادہ سمجھدار واقع ہوا تھا۔ اس کا چہرہ ہمدردی کی طرح بگڑا ہوا تھا۔ آنکھوں سے جرمین نسل کے کتے کی طرح شدید وحشت اور نفرت کے شعلے نکل رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے آپ کو اتنا ضرور کنٹرول میں رکھا ہوا تھا کہ اپنے ساتھی کی طرح حملہ کرنے کی طاقت کرنے کی بجائے دونوں ہاتھ اٹھالے تھے اور سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔

"ہاں تو....." عمران نے بات شروع ہی کی تھی کہ اچانک ایک خوف ناک دھکاک ہوا۔ اور چھپا آنجنیر کے ساتھی کا جسم کسی ہم کی طرح پھٹ پڑا۔ اور جسم کے ٹکڑوں اور خون کے چھینٹوں نے عمران اور اس چھپا آنجنیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ دھکاک اس قدر اچانک تھا اور گوشت کے ٹکڑوں اور خون کے چھینٹوں کی بوجھاٹ اس قدر اچانک تھی کہ عمران بروقت پیچھے نہ جھٹ سکا۔ اور دوسرے لمحے اس کی کلائی پر زوردار ضرب لگی اور دیوا اور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور کہیں جا کر اُڑا۔ اس کے ساتھ ہی عمران کے پیٹ پر زوردار دھکاک پڑا اور عمران اوہ کی آواز نکالتے ہوئے کمرے کے دروازے

کے عین درمیان میں پشت کے بل گرا۔ اس کا آدھا جسم کمرے میں اور آدھا راہ داری میں تھا۔

نیچے گرتے ہی عمران کی دونوں ٹانگیں تیزی سے اوپر کواٹھیں اور اس پر پھلانگ لگانے والا چیخ آنجنیر اٹھا ہوا اندر کمرے میں جا گیا۔ عمران نے بڑی مہارت سے دونوں پیروں کی مدد سے اُسے اچھال دیا تھا۔ اور دوسرے لمحے عمران تیزی سے قلابازی کھا کر سیدھا ہو گیا۔ ادھر چھپا آنجنیر بھی گرتے ہی عمران عیسٰی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور اب وہ دونوں پہلی بار بغیر کسی ہتھیار کے ایک دوسرے کے آئنے سامنے کھڑے تھے۔

"تو تم چھپا آنجنیر کے روپ میں آگئے تھے کرنل ہمیرخ خوب؟" عمران نے اُسے خود سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ وہ ایک بار پھر اس کی آنکھوں کی مدد سے اُسے پہچان گیا تھا۔ ریڈ آرمی کے سربراہ کرنل ہمیرخ کی آنکھوں کی مخصوص بناوٹ عمران کی تیز نظروں سے بھلا کیسے چھپ سکتی تھی۔

"تو تم بلو خاں سے بچ گئے تھے۔ کاش میں وہاں چپک کر لیتا۔" کرنل ہمیرخ نے دانت پیستے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ کرنل ہمیرخ عمران کی چیخ اور گرنے کے دھمکے سے یہی سمجھا تھا کہ اس نے عمران کو مار دیا ہے۔ اسی لئے شاید اس نے خود ہی یاد دہاؤس سے نکلنے کی سوچی تھی۔

"اگر چپک کرنے رک جلتے تو یہاں تک صحیح سلامت نہ پہنچ سکتے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں آئنے سامنے کھڑے تھے۔

اور دونوں ہی نفروں نظروں میں ایک دوسرے کو تول رہے تھے۔
 "فائر مانیکل" اچانک کرنل ہمیرخ نے عمران کی پشت پر دیکھتے ہوئے چیخ کر کہا۔ اس کا انداز اس قدر بے ساختہ تھا کہ جیسے وہ دروازے میں اور عمران کی پشت پر کسی سے بات کر رہا ہو۔ لیکن مقابل میں عمران تھا جو بھلا ایسے فرسودہ سے واؤ میں کہاں آتا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے عمران پیچھے ہٹ کر دیکھنے کی بجائے انتہائی تیزی سے وائیں طرف کو جھبکا اور پھر پیٹے سے بھی زیادہ پھرتی سے اس نے اچھل کر بائیں طرف سے کرنل ہمیرخ پر جھلنگ لگا دی۔ عمران تو کرنل ہمیرخ کے فرسودہ واؤ میں نہ آیا تھا۔ لیکن کرنل ہمیرخ اس کے اس پرانے اور فرسودہ واؤ میں آگیا۔ دراصل عمران کے انداز میں اس قدر پھرتی تھی کہ لاشعوری طور پر عمران کے وائیں طرف جھکتے ہی کرنل ہمیرخ اپنے بچاؤ کے لئے بائیں طرف جھک گیا تھا۔ دوسرے لمحے عمران کا لفٹ ہب پوری قوت سے کرنل ہمیرخ کے پہلو پر پڑا۔ اور وہ اوخ کی آواز نکالتا ہوا بائیں پہلو پر گر گیا۔ لیکن نیچے گرتے ہی کرنل ہمیرخ کی دونوں ٹانگیں نیم دائرے میں بجلی کی سی تیزی سے گھومیں اور عمران اچھل کر سر کے بل کرنل ہمیرخ کے قریب ہی قابو ہو کر گیا۔ کرنل ہمیرخ نے داتھی مارشل آرٹ میں اپنی بے پناہ مہارت کا مظاہرہ کیا تھا کہ عمران جیسا آدمی بھی اس کے خوف ناک اور تیز داؤ سے بچ نہ سکا تھا۔ کرنل ہمیرخ نے عمران کے اپنے ساتھ گرتے ہی تیزی سے قلابازی کھائی اور عمران کے زیر ناف اپنا گھٹنا مارنا چاہا مگر عمران سر کے بل نیچے گرتے ہی بجلی کی سی تیزی

سے تڑپا۔ اور اس نے کرنل ہمیرخ کے گھٹنے کو ایک پر سے لٹکا اور دوسری لات اس نے کرنل ہمیرخ کے پہلو میں لٹک کر ایک لخت اُت سیدھا کیا ساتھ ہی اس کے دونوں بازو کرنل ہمیرخ کی گردن میں جم گئے۔ عمران نے اپنے بازوؤں کو زوردار انداز میں اپنی طرف جھٹکا دے کر کھینچا۔ اور ساتھ ہی کرنل ہمیرخ کے پہلو میں رکھی ہوئی لات کو مخالف سمت میں جھٹکا دے کر پھیلا یا تو کرنل ہمیرخ کے حلق سے کریمہ چیخ نکل گئی۔ عمران نے مزید دباؤ ڈالنے کی کوشش کی لیکن کسی لمحے عمران کے اپنے حلق سے اودھ کی آواز نکل گئی۔ کرنل ہمیرخ نے یک لخت تڑپ کر دوسری ٹانگ کسی زبردست ہتھوڑے کی طرح عمران کی بندٹی پر ماری تھی۔ یہ ضرب اس قدر زوردار تھی کہ عمران کا واؤ ایک لخت ناکام ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کرنل ہمیرخ نے یک لخت اپنے جسم کو موڑا۔ اور پھر وہ الٹی قلابازی کھا کر پلٹا تو اس کی دونوں ٹانگیں فضا میں گردش کرتی ہوئیں پچھلی دیوار سے جا ٹکرائیں اور اس کے دونوں ہاتھ عمران کے دونوں کانڈھوں کے نیچے سانپوں کی طرح گھس گئے۔ اور اس کا سر عمران کے سر کے ساتھ لڑکھاتا ہوا دوسری طرف فرش پر ٹپک گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کرنل ہمیرخ کا جسم یک لخت اڑ گیا اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی روح پورے کمرے سے کبھ کر اس کے گھگھے میں آگئی ہو۔ اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے سائیڈ کرنے کی کوشش کی لیکن کرنل ہمیرخ نے بڑے عجیب انداز سے اس کے دونوں کانڈھوں کو نیچے سے اس طرح حلقہ ہوا تھا۔ کہ وہ حرکت بھی نہ کر سکتا تھا اور آگے ہونہ سکتا تھا کہ آگے کرنل ہمیرخ

کا اپنا سر تھا جسے اس نے اٹھا ہو کر دیوار کے ساتھ لگی ہوئی ٹانگوں کی مدد سے پوری طرح مخالفت سمیت میں دبا رکھا تھا جیسے عمران اس لئے نہ ہٹ سکتا تھا کہ کرنل ہمیرخ کے بازوؤں نے اُسے فولادی زنجیروں کی طرح ایک جگہ جام کر رکھا تھا اور جیسے جیسے کرنل ہمیرخ اپنے جسم کو اکڑاتا گیا عمران کے جسم سے دوج بچتی چلی گئی۔ اس قدر خوف ناک تکلیف تھی کہ عمران جیسے آدمی کی آنکھیں بھی باہر کو ابل آئیں چہرہ جگڑنے لگا پورا جسم تشنج کے سے انداز میں لرزنے لگا اُسے یوں لگ رہا تھا کہ چند لمحوں بعد اس کے جسم میں موجود تمام اعصاب پکے دھاگوں کی طرح ٹوٹتے چلے جائیں گے۔ کرنل ہمیرخ کا یہ داؤ جہاں عمران کے لئے بالکل نیا تھا وہاں اس قدر خوف ناک تھا کہ عمران کو محاورے نہ نہیں بلکہ حقیقتاً دانتوں بسینہ آ گیا۔

کرنل ہمیرخ کا جسم کلف گئے ہوئے کپڑے کی طرح تیزی سے اکڑتا جا رہا تھا۔ اور عمران کے ذہن پر اندھیروں نے یلغار شروع کر دی۔ اُسے واضح طور پر محسوس ہونے لگا کہ اگر اس نے چند لمحوں میں اپنے بچاؤ کی کوئی ترکیب نہ سوچی تو وہ یقیناً ختم ہو جائے گا۔ اور پھر ترکیب اس کے اندھیروں میں ڈوبتے ہوئے ذہن میں آگئی۔ اس کے حلق سے یوں آواز نکلی جیسے مرتے ہوئے آدمی کے حلق سے آخری خرخر اہٹ نکلتی ہے۔ اور اس کے ساتھ عمران نے ایک لمحت اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس سے فوری فائدہ تو یہ ہوا کہ اکڑاؤ کی وجہ سے ہونے والی بے پناہ تکلیف میں قدرے فرق پڑ گیا۔ لیکن دوسرا فائدہ اس کی ترکیب کی کامیابی کی صورت

میں یوں نکلا کہ کرنل ہمیرخ کا اکڑتا ہوا جسم اس کے ڈھیلے ہوتے ہی ایک لمحے کے لئے اپنی جگہ رکا۔ کرنل ہمیرخ یوں کہ عمران کے چہرے اور جسم کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس لئے وہ اپنے ہاتھوں سے ہی عمران کی موت یا زندگی کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ لیکن اس اندازے کے لئے بھی اُسے عمران کے کاندھوں کے نیچے سے ہاتھ نکالنے پڑتے اس لئے وہ چند لمحے صرف محسوس کرتا رہا۔ عمران نے مکمل طور پر اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ رکھا تھا اور نہ صرف ڈھیلا چھوڑ دیا تھا بلکہ اس نے اپنا سانس بھی روک لیا تھا۔ اور پھر شاید کرنل ہمیرخ کو یقین آ گیا کہ اس کے داؤ میں پھنس کر عمران ختم ہو چکا ہے تو اس نے تیزی سے اپنے بازو عمران کے جسم کے نیچے سے گھسیٹے اور پھر انتہائی بھرتی سے جھٹکا کھاکھارٹھ لکھڑا ہوا۔ مگر اُسی لمحے عمران کی دونوں ٹانگیں اٹھی ہو کر فضا میں اٹھیں اور عمران کے دونوں بوٹ پوری قوت سے سیدھے کھڑے کرنل ہمیرخ کے چہرے پر اس قدر قوت سے پڑے کہ کرنل ہمیرخ کے حلق سے زوردار چیخ نکلی اور وہ لڑکھارہ کی طرح گرجا گیا۔ عمران پلٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ وہ واقعی موت کے منہ سے نکل آیا تھا۔ ورنہ کرنل ہمیرخ کے اس خوف ناک داؤ نے اُسے اس جبری طرح بے بس کر دیا تھا کہ شاید پوری زندگی عمران کبھی اس طرح بے بس نہ ہوا تھا۔ کرنل ہمیرخ کا چہرہ بوٹوں کی زوردار ضرب سے تقریباً کچلا گیا تھا کیوں کہ اس کے سر کے نیچے دیوار تھی۔ اس لئے زوردار ضرب کا پورا دباؤ چہرے پر ہی پڑا تھا۔

اس کا چہرہ بڑی طرح مسخ ہو چکا تھا۔ چہرے کی کھالی ضربوں کی وجہ سے جگہ جگہ سے بیٹھ گئی تھی۔ عمران نے اُسے تیزی سے کھینچا اور اٹھا کر ایک صحنے پر ڈال دیا۔ اس نے وہ پیٹا سا دیو اور اٹھا کر خیم میں ڈال لیا۔ یہ نئی ساخت کا دیو اور اٹھا جو اس نے پہنی بار دیکھا تھا۔ اس نے وہ اسے اپنے ہمراہ لے جانا چاہتا تھا تاکہ بعد میں اطمینان سے اس کا تفصیلی تجزیہ کر سکے۔ اب مسئلہ تھا اس وائرلیس آپرٹنگ مشین کی تلاشی کا۔ جس سے پاور ہاؤس کا بم آپریٹ کیا جانا تھا لیکن اس پوری کوٹھی میں اُسے ایسی مشین کہیں نظر نہ آئی تھی۔ چنانچہ عمران اس نتیجے پر پہنچا کہ اس بم کو آپریٹ ریڈ آرمی کی بجائے ایف ڈی بی کرے گی۔ لیکن پھر کرنل ہمیرخ اور اس کا ساتھی پاور ہاؤس کیا کرنے گئے تھے۔ اب یہ بات سوچنے کی ہو گئی تھی۔ اور یہ بات بھی عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ کرنل ہمیرخ جیسے لوگ تشدد کے سلسلے زبان کسی صورت بھی نہیں کھولا کرتے۔ اس لئے وہ کوئی ایسی ترکیب سوچنا چاہتا تھا جس سے اس آپرٹنگ مشین تک پہنچ سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کرنل ہمیرخ کے ساتھی کہیں واپس نہ آجائیں۔ چند لمحے سوچنے کے بعد آخر عمران کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی۔ گو اس میں سو فی صد رسک تھا۔ لیکن اب اس کے سوا اور کوئی صورت بھی نہ تھی۔ اس نے کرنل ہمیرخ کو اُسی طرح صوفے پر پڑا ہوا چھوڑا اور تیزی سے دوڑنا ہوا کوٹھی کے عقبی حصے سے ہو کر باہر آ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ کرنل ہمیرخ ایک گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہ آ سکے گا۔ اس لئے وہ اس ایک گھنٹے کو استعمال کرنا چاہتا

کرنل ہمیرخ نے نیچے گرتے ہی اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اب عمران کے ذہن پر وحشت سوار ہو گئی اور دوسرے لمحے کرنل ہمیرخ کے حلق سے انتہائی زوردار چیخ نکلی اور وہ پانی سے نکلنے والی پھلی کی طرح پھٹ کر نکل گیا۔ عمران کے بوٹ کی ٹوپوری قوت سے اس کی کھوپڑی پر پڑی تھی۔ اس نے تیزی سے ہاتھ پھیلا کر عمران کی ٹانگ پر لڑنے کی کوشش کی لیکن چہرے پر لگنے والی ضربوں سے نکلنے والے خون نے اس کی آنکھوں کو بھر دیا تھا اس لئے اُسے کچھ سمجھائی نہ دے رہا تھا۔ اور وہ صرف اندھوں کی طرح مار رہا تھا۔ عمران نے اچھل کر دوسری ضرب لگائی اور پھر تو اس کی ٹانگیں کسی مشین کی طرح حرکت میں آ گئیں اور چند ہی لمحوں بعد کرنل ہمیرخ تڑپ تڑپ کر ساکت ہو گیا۔

عمران رک گیا۔ پہلے تو وہ اپنے سانس برابر کرتا رہا۔ پھر اس نے جبک کر کرنل ہمیرخ کی کلائی پکڑ لی اور اس کی نبض چیک کرنے لگا۔ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں وہ ختم ہی نہ ہو گیا ہو۔ لیکن کرنل ہمیرخ خاصا جاندار ثابت ہوا۔ وہ صرف بے ہوش تھا۔ اس کی نبض بتا رہی تھی کہ کم از کم ایک گھنٹے سے پہلے اُسے ہوش نہیں آ سکتا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا اور پھر اس نے تیزی سے کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ اس کمرے سے نکل کر وہ دوسرے کمروں میں گیا۔ لیکن سوائے ایک لائٹ ریجن ٹرانسمیٹر کے اور مختلف قسم کے اسلحے کے اور کوئی خاص چیز نہ مل سکی۔ اور عمران واپس اُسی کمرے میں آ گیا۔ کرنل ہمیرخ اُسی طرح قایلین پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

تھا۔ باہر آکر اس نے اپنی کارسٹارٹ کی اور دوسرے لمحے وہ انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا باکامگر کی طرف بڑھتا گیا۔ جہاں فاسٹ ڈیٹھ کر نینا مہیڈ کو ادھر بیٹا گیا تھا۔ اس کا بیگ وہیں تھا۔ اور اُسے اس بیگ سے ٹرانسمیٹر کا لکچر اٹھا کر واپس آنا تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ کی تیز ڈرائیونگ کے بعد وہ مہیڈ کو ادھر پہنچ گیا۔ اس نے بیگ میں سے ٹرانسمیٹر کیچر نکالا اور پھر اس نے انتہائی برق رفتاری سے اپنا مسلا ہوا لباس بدلاد اور تقریباً پھر اسی رفتار سے کار دوڑاتا ہوا واپس ذمی شان کا لونی پہنچ گیا۔ اس نے کار کو مناسب فاصلے پر ایک ایسی جگہ روک دیا جہاں اُس پر کسی کی نظرس نہ پڑ سکتی تھیں اور اس کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر کا لکچر کو سیٹ پر رکھ کر آن کر دیا۔ اب تقریباً دو سو میٹر کے دائرے میں ہونے والی ٹرانسمیٹر کا لکچر اس پر نہ صرف کیچ کیا جاسکتا تھا بلکہ کال کرنے والی اور جس جگہ کال کی جا رہی ہو دونوں جگہوں کی نشاندہی کی جاسکتی تھی۔

عمران کا اندازہ تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد کرنل ہمیرخ شاید ایف۔ ڈی کو کال کرے گا۔ اس طرح وہ ایف۔ ڈی کے نئے مہیڈ کو اسٹاکمحل وقوع چیک کرے گا اور اگر اس نے کال نہ کی تو پھر وہ خود دیا جائے گا۔ دونوں ہی صورتیں عمران کے حق میں جاتی تھیں۔ اور اگر دونوں میں سے کوئی صورت بھی نہ بنی تو پھر آخری صورت یہی رہ جائے گی کہ عمران دوبارہ اُسے قابو میں کرے اس پر تشدد کرے۔ اور اس سے راز انگوٹھے۔ یہ عمران کی

نظر میں ایسی صورت تھی جو انتہائی مجبوری کے تحت ہو سکتی تھی۔ کیوں کہ عمران اس ٹائپ کے افراد کی فطرت کو اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ یہ لوگ خوف ناک تشدد کے عادی ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ ان سے ہٹ کر کوئی دوسری صورت اختیار کرنا چاہتا تھا۔

عمران ایسی جگہ موجود تھا جہاں سے وہ نیل کو بھی پر بھی نظر رکھ سکتا تھا اگر کرنل ہمیرخ کو بھی سے نکلتا تب بھی عمران کی نظروں سے نہ بچ سکتا تھا۔ اور پھر اُسے دیاں بیٹھے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ لیکن ٹرانسمیٹر سے کوئی کال نہ ابھری۔ اس کے اندازے کے مطابق اب تک کرنل ہمیرخ کو ہوش آ جانا چاہیے۔ اس نے مزید انتظار کرنا مناسب سمجھا کہ ہو سکتا ہے کرنل ہمیرخ منہ ماتھ دھو کر اور چہرے کی ابتداء فی مہر مٹی کرنے کے بعد آگے بڑھے۔

اور پھر پندرہ منٹ مزید گزر گئے۔ لیکن ٹرانسمیٹر کیچر پر خاموشی ہی طاری رہی تو عمران نے ایک بار پھر اندر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کیچر کو اٹھا کر کوٹ کی سائیڈ جیب میں زبردستی بٹھوڑا اور کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ابھی اس نے قدم باہر نکالا ہی تھا کہ ٹرانسمیٹر کیچر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ اور عمران چونک پڑا۔ وہ دوبارہ جلدی سے کار کے اندر بٹھ گیا۔ اور ٹرانسمیٹر کیچر کو اس نے باہر کھینچ لیا۔ اس پر کال آ رہی تھی۔ عمران نقشے کو غور سے دیکھتا ہوا کال جس فریکوئنسی سے کی جا رہی تھی وہ تو ظاہر ہے ذمی شان کا لونی کا ایڈیا ہی تھا۔ لیکن دوسری طرف سے کال پہنچ نہ ہو پا رہی تھی۔ ادھر کوئی ریسیو ہی

نہ کر رہا تھا۔ چند لمحے کال کی کوشش کی جاتی رہی۔ اس کے بعد کلینٹ خاموشی طاری ہو گئی۔ اور ٹرانسمیٹر کچھ پر جلنے والا بلب بجھ گیا۔
 عمران سوچنے لگا کہ کرنل ہمیرخ آخر کسے کال کر رہا تھا۔ کیا ایف۔ ڈی کو یا اپنے کسی اور ساتھی کو۔ اور دوسری طرف سے کال کیوں نہیں کی جا رہی تھی۔ کہ اچانک ایک بار پھر ٹرانسمیٹر کچھ پر بلب جلنے لگا اور اس کے ساتھ ہی ٹوں ٹوں کی آوازیں انہیں عمران نے چونک کر نقشے پر نگاہ ڈالی۔ اور پھر ایک اور سائیڈ پر بلب جل اٹھا اور عمران چونک کر اس جگہ کو دیکھنے لگا۔ یہ شہر کا اندرونی حصہ تھا۔ ایسا حصہ جہاں کمرشل مارکیٹیں تھیں۔ عمران غور سے اس سپاٹ کو دیکھتا رہا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ کرنل ہمیرخ کا لنگ ایف۔ ڈی اور ٹرانسمیٹر کچھ پر آواز نکلی۔ آواز کرنل ہمیرخ کی تھی۔“
 ”ہیں۔۔۔ کرنل چارلس اسٹنگ اور۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری آواز بلند ہوئی۔ اور عمران کے چہرے پر مسرت ہلکورے لینے لگی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے ایف۔ ڈی کے نیے بیڈ کو اڑھار کا کم از کم ایریا معلوم کر لیا تھا۔“
 ”کرنل چارلس۔۔۔ وہ آئل ڈپو کے دھماکے کا کیا ہوا۔ کیا تمہاری ٹیم وہاں کامیاب ہو گئی ہے اور۔۔۔“ کرنل ہمیرخ کی آواز سنائی دی۔
 ”آئل ڈپو۔۔۔ کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو اور۔۔۔“
 ”کرنل چارلس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔“

”تم بتاؤ تو یہی ایک اہم مسئلہ ہے بعد میں بتاؤں گا اور۔۔۔“
 ”کرنل ہمیرخ نے کہا۔“
 ”وہ پروگرام کے مطابق رات کو دھماکہ کریں گے۔ ابھی تو شام ہے۔ دھماکے کو ابھی کم از کم دو تین گھنٹے دیر ہوئے اور۔۔۔“
 ”کرنل چارلس نے کہا۔“
 ”تم اپنے جواب کو کال کرو۔ کیا وہ جواب دے رہے ہیں سمجھو ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ تہاراپور اگر دپ بلاک کر دیا گیا ہے اور۔۔۔“
 ”کرنل ہمیرخ نے کہا۔“
 ”کیا کہہ رہے ہو۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آئل ڈپو کا گروپ اس طرح آسانی سے ختم نہیں ہو سکتا۔ تمہیں کس نے اطلاع دی ہے اور۔۔۔“
 ”کرنل چارلس نے بڑی طرح چیختے ہوئے کہا۔“
 ”تم چپک تو کرو اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں۔ ہو سکتا ہے میری اطلاع غلط ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ درست ہو اور۔۔۔“
 ”کرنل ہمیرخ نے کہا۔“
 ”اوہ۔۔۔ لیکن پہلے بتاؤ کہ تمہیں کس نے اطلاع دی ہے اور۔۔۔“
 ”کرنل چارلس نے کڑخت لہجے میں کہا۔“
 ”میں نے فاسٹ ڈیٹیکٹ کے لیڈر کو پکڑ لیا ہے۔ اور جب میں نے اس پر تشدد کیا تو اس نے یہ اطلاع دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سے اس کی تصدیق کروں اور۔۔۔“
 ”کرنل ہمیرخ نے بات نہتے ہوئے کہا اور عمران دل ہی دل میں مسکرا دیا کہ کرنل ہمیرخ کس ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہا ہے۔“

"اودہ اچھا۔۔۔ تم تھوڑی دیر بعد کال کرو۔ میں چیک کر لوں۔
ادور اینڈ آل۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ
ہی ٹرانس میجر فاموش ہو گیا۔

عمران سمجھ گیا کہ جیک کچھ اور چل رہا ہے۔ آل ڈیو پر ریڈ آرمی
کے آدمی بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ اور پہلی کال شاید کرنل ہمیرن نے
اپنے اپنی ساتھیوں کو کی تھی۔ لیکن دیاں سے جواب نہ ملنے کی
وجہ سے اس نے ایف۔ ڈی کو کال کر کے تصدیق کرنی چاہی تھی۔
لیکن اس طرح عمران کا کام ہو گیا تھا وہ یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح
ایف۔ ڈی کے نئے جیڈ کو آرڈر کو ٹریس کرے۔ اُسے معلوم
تھا کہ اگر وہ کرنل ہمیرن پر تشدد کرے اُسے مجبور کرنا کہ وہ ایف۔ ڈی
کو کال کرے یا اس کی فزیکوسٹی تبائے تو وہ مگر کبھی ایسا نہ کرتا۔
تھوڑی دیر بعد پھر ٹرانس میجر ایک بار پھر ٹوں ٹوں کرنے لگا۔
عمران نے دیکھا تو اسی جگہ کال کی جا رہی تھی۔
"مبیلو۔۔۔ کرنل ہمیرن کا لنگ ادور۔۔۔ کرنل ہمیرن کی

آواز سنائی دی۔

"یس۔۔۔ کرنل چارلس بول رہا ہوں۔ کرنل ہمیرن۔ آرلنڈ
کی طرف سے کال کا کوئی جواب نہیں ملا۔ مجھے سخت تشویش ہو
رہی ہے۔ میں میجر ہارن کو فوری طور پر دیاں بھیج رہا ہوں۔ تاکہ
اصل صورت حال کا علم ہو سکے۔۔۔ تم ایسا کرو کہ اس لیڈر کو لے
کر میرے پاس آ جاؤ۔ تاکہ اس سے مزید پوچھ گچھ کی جاسکے اور۔۔
کرنل چارلس نے کہا۔

"سورنی۔۔۔ وہ تو مگر چکے ہے۔ ذرا سا تشدد بھی برداشت نہیں
کر سکا۔ بہر حال میں اس کے دوسرے ساتھیوں کے پیچھے ہوں۔
جیسے ہی وہ مجھے پاتھ لگے میں لے آؤں گا اور۔۔

کرنل ہمیرن نے جواب دیا۔ ظاہر ہے اس کے پاس لیڈر کہاں
موجود تھا جو اسے وہ لے کر کرنل چارلس کے پاس پہنچا۔ اس
لے اس نے یہ بہانہ کر دیا۔

"اودہ۔۔۔ اس کے ساتھی ابھی نہیں پکڑے گئے۔ مجھے بتاؤ کہ
وہ لوگ کہاں ہیں میں ان کا خاتمہ کر دوں ادور۔۔۔ کرنل چارلس
نے طنز یہ بھیجے ہیں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کرنل ہمیرن کو
بالکل ناکارہ سمجھ رہا ہو۔

"مجھے شک ہے۔۔۔ تو سن لو کہ وہ سب مین پاؤر ہاؤس میں موجود
ہیں۔ اور دیاں تمہارا نصب کردہ بم تلاش کیا جا رہا ہے اور۔۔
کرنل ہمیرن نے سخت الجھے ہیں کہا۔

"اودہ۔۔۔ وہ چاہے لڑے ہی کیوں نہ کھڑے ہو جائیں۔ انہیں
وہ ہم نہیں مل سکتا۔ یہ ان کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ تم اس طرف
سے لے فکر رہو۔ اور انہیں دیاں ڈھونڈھنے دو۔ جب میں وہ ہم
آپریٹ کر دوں گا تو پاؤر ہاؤس کے ساتھ ان کی لاشیں بھی جل کر کوئلہ
ہو جائیں گی اور۔۔۔ کرنل چارلس نے خاتمانہ انداز میں کہا۔
"ٹھیک ہے۔۔۔ دیکھو کیا ہوتا ہے اور اینڈ آل۔"

کرنل ہمیرن نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے
ٹرانس میجر کچر بند کیا اور اسے ڈیش بورڈ کا خاتمہ کرنا یاد رکھا۔ اور

آؤنلڈ اور اس کے ساتھی شیڈن ویگن دوڑاتے ہوئے جلد ہی زرعی فارم کی ڈوٹی بیوٹی عمارت میں دوبارہ پہنچ گئے انہوں نے ایک شیڈ کے نیچے شیڈن ویگن روک دی۔ اس شیڈ کی چھت آدمی سے زیادہ عمارت جیو کی تھی۔ لیکن اب انہاں اس بات کی پروا نہ تھی وہ سب شیڈن ویگن سے اتر کر تیزی سے دوڑتے ہوئے اس قہر خیز فیلڈ میں پہنچ گئے جہاں آکل ڈپو کے اندر نصب مینجمنٹ کے ڈاک کی آپریشننگ شیڈن موجود تھی۔ آؤنلڈ نے شیڈن کو صبح صادق کے آگے لے کر اٹھینا کا سانس لیا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا۔ تم سب باہر جا کر نگرانی کرو جیسے ہی رچرڈ آئے اُسے لے کر یہاں آجانا۔ اس کے آنے کے بعد بنی میں یہ فیصلہ کر دوں گا کہ ان بچوں کو کس وقت آیرٹ کیا جائے۔

”میں باس۔“ اس کے چھ ساتھیوں نے کہا اور پھر وہ

پھر کارسے نیچے اتر کر وہ دوبارہ کوئٹھی کی بستی سمیت بڑھ گیا۔ اس کا مقصد محل ہو چکا تھا اور اب کرنل معین خان کی موت ضروری ہو گئی تھی۔ وہ اُسے آزاد چھوڑ کر مزید پریٹنیاں پیدا نہ کرنا چاہتا تھا عقوبی دیوار کے قریب پہنچتے ہی اس نے ایک بار پھر چمپ لگایا اور دیوار کو اس کر کے دوبارہ ممبری کی اس بار کے پیچھے جا کر انہاں اس پر پہلے جرمن نسل کے کتے نے حملہ کیا تھا۔ کتے کی لاش ابھی تک وہیں پڑی ہوئی تھی۔ — عمران چند لمحوں میں دیکھا ہوا آٹھویں لیٹارڈا لیکن جب اس نے نیچے کودنے کے بلکہ سے دھمکے کا کوئی رد عمل نہ دیکھا تو وہ آہستہ سے اٹھا اور عمارت کی سائیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ وہ جسے مختار انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ اور پھر وہ جیسے ہی عمارت کے سامنے کے رخ پر پہنچا۔ اچانک ایک خوف ناک اور کانک پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔ اور عمران کیوں محسوس ہوا جیسے اس کے قدموں تلے سے اچانک زمین غائب ہو گئی ہو۔ — یہ دھماکا اس قدر خود ناک تھا کہ وہ اچھل کر نیچے گرا اور دوسرے لمحے اس کے جسم پر جیسے بڑے بڑے پتھرؤں کی آتشبارسی گرنے لگی۔ عمران کیوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اس کے جسم کی ساری ہڈیاں یک لخت ٹوٹ گئی ہوں۔ پھر اس کا سانس رک گیا اور اس کے ساتھ وہ اندھیرے کی اتھاہ جھرائیوں میں ڈوبتا گیا۔ آخری احساس جو اس کے ذہن پر ابھرا تھا وہ یہی تھا کہ بلڈنگ ریزہ ریزہ ہو کر اس کے جسم پر آن گری ہے اور اس کے بعد اندھیرے تھے شاید موت کے اندھیرے۔

تیر تیر ترنم اٹھاتے تھے غانے سے باہر نکل گئے۔ ان کے جلنے کے بعد آرملڈ نے مشین کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ وہ دراصل یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا آئل ڈپ کے اندر نصب بم کا مسمیٰ کریں گے یا نہیں۔ وہ مشین کے مختلف بٹن دباتا رہا۔ اور سکرین کے ایک کونے پر جیسے بجھتے بلب کو چیک کر کے اطمینان سے سر ہلاتا رہا۔ وہ بارہی بارہی ہیرم کے نمبر کے لحاظ سے بٹن دباتا اور جب اس بٹن کے دبنے کے بعد بلب جلنے بجھنے لگتا تو اسے پتہ چل جاتا کہ بم کی کارکردگی درست ہے۔ سارے بم تعداد میں سات تھے۔ جب اس نے ساتوں بم چیک کر لئے تو پھر اس نے ان سب کو لنک کرنا شروع کر دیا تاکہ ایک ہی بٹن آپریٹ ہوتے ہی سبک دقت وہ سارے ہی آپریٹ ہو سکیں۔ یہ چون کہ بے حد احتیاط اور توجہ کا کام تھا اس لئے وہ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر اس کام میں لگ گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد اس نے اپنے ہاتھ روکے اور اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اس نے تمام بم بڑی مہارت سے لنک کر دیئے تھے۔ اور اب صرف ایک بٹن دبنے کی دیر تھی۔ وہ ساتوں خود ناک بم سبک دقت پیٹ پڑتے اور اس کے بعد وہ خوف ناک تباہی ہوئی کہ بس کا تصور بھی کمزادینے والا تھا۔

ابھی وہ بھول کو لنک کر کے اٹھا ہی تھا کہ اسے ریفریجیوں پر سے اترتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ چونکا کھڑا اور پھر چیخ سیکوڑی آغوش کی وردی میں پیچھے آتے ہوئے رچرڈ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"تم آگے رچرڈ۔۔۔ کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی۔۔۔ آرملڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں باس۔۔۔ مشکل کیسی۔۔۔ میں نے بہانہ بنایا تھا کہ آپ لوگوں کے ریسٹ پر دستخط کرانے بھول گیا ہوں۔ اس لئے آپ کو بلانے آیا ہوں۔۔۔ رچرڈ نے ہنستے ہوئے کہا اور آرملڈ اس کے اس دل چسپ بہانے پر بے اختیار توجہ مار کر منہس پڑا۔

"اب کیا پروگرام ہے باس۔۔۔ رچرڈ نے سر سے مخصوص انداز کا جملہ اُتارتے ہوئے کہا۔

"مشین آپریشن کے لئے تیار ہے۔ اور میں صرف ایک بٹن دبا کر مشن مکمل کر سکتا ہوں۔ لیکن چیف باس نے اس دھماکے کے لئے رات کا وقت مقرر کیا ہے۔ اور ابھی رات ہوئے میں بہت دیر ہے۔۔۔ آرملڈ نے کہا۔

"باس۔۔۔ میرا خیال ہے ہمیں فوراً مشن مکمل کر دینا چاہیے۔ مجھے وہ بلیک کار ڈیولڈر بے حد مشکوک لگتے ہیں۔ جو سکتا ہے وہ میری اچانک گمشدگی سے گھبرا جائیں۔ اور اس کے بعد کوئی مخصوص ٹیکنیک شروع ہو جائے اور ہمارا مشن ہی ناکام ہو جائے۔ رات اور شام میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔۔۔ مسٹر تو بہرحال مشن کی تکمیل سچے۔۔۔ رچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں رچرڈ۔۔۔ ہمیں یہ حال اندھا ہونے تک انتظار کرنا ہوگا۔ تم جانتے ہو کہ یہ صرف ایک ٹارگٹ ہٹ کرنے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ سیاسی مسئلہ ہے۔ اگر یہ دھماکہ دن کو ہو گیا۔ تو اسے

ایٹ ذہنی کے کھاتے میں نہ ڈالا جائے گا اور اس طرح بیماری سبب سے
کارروائی نہ کر جاسکتی ہے۔ — آرنلڈ نے سہ ملے ہوئے کہا
’ٹھیک ہے باس۔ آپ بہت سمجھا کتے ہیں۔ ویسے اگر آپ
پانچ تو بیٹ باس سے بات کر لیں۔‘ رچرڈ نے کہا۔

ایک ٹوٹی ہوئی چھت کے ستون کی آڑ میں چپے ہوئے اس کے ساتھی نے کہا۔ اور وہ تینہ می سے چھت پر چڑھ گیا۔ وہ سرے لٹھے اس کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ غصے کی جھلکیاں ابھرا آئیں۔ پورٹ واقعی درست تھی۔۔۔ البتہ اب شمال کی طرف سے ایک آدمی ذرا سا چکر کاٹ کر فصلوں کے درمیان سے بوجھاوارم کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔

”اوہ۔۔۔ یہ ہمیں روکنے آرہے ہیں۔ میں ان کے یہاں تک پہنچنے سے پہلے سب کچھ تباہ کر دوں گا سب کچھ۔ یہ مجھے نہیں روک سکتے کبھی نہیں۔۔۔“ آرمیڈ نے غصے سے چمکارتے ہوئے کہا۔

آئندہ بھانگا تھو اس پر جیساں آکر کہ تہ خانے میں پہنچا۔ اس کی آنکھیں ٹپٹ اور نفرت سے جل رہی تھیں۔ وہ بھانگا ہوا مشین کے قریب پہنچا۔ اور اس نے ایک لمحے مشین کو دیکھا۔

ہو۔ دیکھ لو اپنی تباہی۔ آرمڈ نے غصے سے یہ نیچے
 ہونے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک زوردار جھٹکے سے
 سرخ رنگ کے یوہ کو نیچے کر دیا۔ یوہ نیچے ہوتے ہی نشین میں
 سے گونجی کی آواز پیدا ہوئی اور پھر ایک مہکا سا دھماکا ہوا۔ اور دوسرے

لیکن اس سے پہلے کہ آرنلڈ کوئی جواب دیتا۔ اچانک ایک آدمی
تیوہار سے دوڑتا ہوا اپنے استرا۔ اس کے پاس پرشیدہ گجراتی تھی۔
”باب۔۔۔ بابس۔۔۔ بابس ہمیں گئے اجارا ہے۔ دوطراف سے
گھیرے اجارا ہے۔“ اس آدمی نے گجراتی بھرے انداز میں
بکلاتے ہوئے کہا۔
”گھیرے اجارا ہے۔۔۔ نہیں۔ کیا مطلب۔۔۔ کیا تم بارادمانہ
خواب ہو گیا ہے؟“ آرنلڈ نے یک لمحہ غصے میں اتے ہوئے
کہا۔

انہیں درست کہہ رہا ہوں جناب۔۔۔ عقب سے تقریباً سات
آٹھ افراد اس فارم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور شمال کی طرف چھ
لوگ موجود ہیں۔ ان میں سے ایک درخت پر چڑھا ہوا ہے۔ ویسے
وہ وہیں رگ بنے ہیں جب کہ عقب سے آنے والے تیزی سے
آگے بڑھ رہے ہیں۔۔۔ اس آدمی نے کہا۔

”اور یہ تیک ہو سکتے ہیں۔ یہ کون ہو سکتے ہیں !
 آرمڈ فوجیت تجربے کے ہیں کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا
 تھکنے کی سیڑھیاں چڑھتا اوپر پہنچ گیا۔ رچرڈ بھی اس کے
 پیچھے تھا۔“

میں مشین کے عقب سے گھرے رنگ کے دھوئیں کی لکیر سی نکلی اور کسی چیز کے جلنے کی تیز لہو کمرے میں پھیل گئی۔ مشین کی گونج ایک سخت ختم ہو گئی تھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے مشین ناکارہ ہو گئی ہو۔

”اوہ۔۔۔ یہ کیا ہوا۔۔۔ یہ تو مشین ہی بل رہی ہے۔“

آرنلڈ نے گہرا کردہ سرخ مینڈل اونچا کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مشین پر لگا ہوا ایک بلب تیز سی سے سپارک کرنے لگا۔ چند لمحے سپارک کرنے کے بعد وہ بجھ گیا اور مشین ساکت ہو گئی۔ اسی لمحے اطلاع دینے والا بھی نیچے اتر آیا۔ اس نے جب مشین سے نکتے جوئے دھوئیں کو دیکھا تو وہ مبنی طرح اچھل پڑا۔

”کیا ہوا باس۔۔۔ یہ دھواں کیسا ہے۔“ آنے والے نے کہا۔

”غضب ہو گیا۔۔۔ جوش میں مجھ سے حماقت ہو گئی۔ میں نے نٹک سوچ کر آنے بغیر آپریشن مینڈل نیچے کر دیا۔ اور ایک سخت لوڈ پڑ جانے کی وجہ سے اس کا آپریشن سرکٹ جل گیا ہے۔ اب اسے ڈائریکٹ کرنا ہو گا تب ہی آپریشن مکمل ہو سکتا ہے۔۔۔ مگر اس کے لئے کم از کم آدھا گھنٹہ چاہیئے۔۔۔ آرنلڈ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”تو باس اس کی مرمت کون کرے گا۔۔۔ کیا آپ جانتے ہیں۔۔۔ آنے والے نے مایوس سے ہلچیں کہا۔

”جلدی کرو رچرڈ کو بلو۔۔۔ اس کا مابہر ہے وہ اسے ٹھیک کرے گا۔ جلدی کرو بدو دانت۔۔۔ آرنلڈ نے پیچھے ہٹ کر

کہا اور اس کا ساتھی تیزی سے دوڑتا ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا۔ آرنلڈ دیاں کھڑا اس انداز میں دانت پیس رہا تھا۔ جیسے تصویریں اپنی ہی بوٹیاں فوج رہا ہو۔۔۔ اس سے اتنی بڑی حماقت ہوئی تھی کہ جس کا ازالہ اب اسے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور نذر آ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد رچرڈ دوڑتا ہوا نیچے آیا۔

”کیا ہوا باس۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ رچرڈ نے چیختے ہوئے کہا۔ اور جب آرنلڈ نے اسے بتایا کہ کس طرح اس سے حماقت ہوئی ہے۔ تو رچرڈ بھی بوکھلا گیا۔

”جلدی کرو اسے ڈائریکٹ کرو جلدی۔۔۔ ادھر قہیلے میں ضروری سامان موجود ہے۔ تم کام کرو میں باہر جا کر آنے والوں سے نپٹا ہوں۔ جلدی کرو۔۔۔ آرنلڈ نے پیچھے ہٹے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے باس۔۔۔ لیکن اس میں تو کافی دیر لگے گی پوری مشین کھولنی پڑے گی۔۔۔ رچرڈ نے ایک طرف پڑے ہوئے قہیلے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”تم فکر نہ کرو۔ تم کسی سے کام نہ کرو۔ میں آنے والوں کو روک لوں گا۔ اگر وہ زیادہ سی سرچھ آئے تو میں انہیں مشین آپریٹ کرنے کی دھمکی دے کر بھی روک سکتا ہوں۔۔۔ آرنلڈ نے

کہا۔ اور رچرڈ سر ہلاتے ہوئے مشین کو کھولنے لگا۔ آرنلڈ تہ غلے کے کونے میں پڑی ہوئی مشین گین کی طرف لپکا اور پھر مشین گین اٹھا کر وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا گیا۔ اس نے ایک ایسی جگہ اپنا مارجہ لگایا جہاں سے وہ دونوں اطراف پر نظر رکھ سکتا تھا۔ اب

”اوہ جناب“ ٹھہر ریڈ آرمی کے میجر جیمز نے سنبھالتے۔ ہم آپ کی تمام کارروائی کی نگرانی کر رہے تھے۔ ہمارا مقصد فاسٹ ڈیوٹ کے ارکان کو تلاش کرنا تھا۔ پھر ہم نے پہچان لیا کہ فاسٹ ڈیوٹ والے بلیک کالڈ بولڈر کے روپ میں آئل ڈپو میں گئے۔ اور پھر جب آپ وہاں مامول نصب کر کے یہاں واپس آئے تو وہ آپ کے پیچھے نئے اور اب وہ عقب کی طرف سے فارم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ تعداد میں سات ہیں اور مسلح ہیں۔ میجر جیمز نے آپ کو پیغام دیلے کہ ہم ان کو الجھاتے ہیں۔ آپ اس دوران آئل ڈپو تباہ کر دیں۔

جیمز نے تیز تیز لہجے میں کہا۔
”لیکن آئل ڈپو ہم نے رات کو تباہ کر لیا۔ رقم میجر جیمز سے کہو کہ وہ اور ہم مل کر آسانی سے ان کا خاتمہ کر دیں گے۔“
آرنلڈ نے تیز لہجے میں کہا۔ ظاہر ہے وہ اب اپنی حاکمیت کا ذکر تو ریڈ آرمی سے نہ کر سکتا تھا۔

”لیکن باس کا کہنا ہے کہ فائرنگ کی آوازوں کی وجہ سے آئل ڈپو کی سیکورٹی گارڈ اوھر آجائے گی۔ اور پھر سارا مشن خراب ہو سکتا ہے۔“
جیمز نے فوراً ہی کہا۔

”کچھ بھی ہو۔ ہم اندھیرا پڑنے سے پہلے مشن مکمل نہیں کر سکتے۔ تم اپنے پاس سے کہو کہ وہ تیزی سے گھوم کر ان کے عقب میں ہو جائیں۔ اس طرح یہ آسانی سے مارے جائیں گے۔ یہ آخری بات ہے۔ جلدی بناؤ وہ لوگ اب قریب آ رہے ہیں۔“ آرنلڈ نے چیخ کر کہا اور جیمز جلدی سے دوڑتا ہوا واپس کھیتوں میں گھس گیا۔

عقب کی طرف سے آنے والے کافی نزدیک آگے تھے۔ جب کہ شمال کی طرف سے آنے والا بالکل ہی قریب پہنچ چکا تھا۔ آرنلڈ اس ایکٹ شخص پر حیران تھا کہ آٹھ اکیلا کیوں آ رہا ہے کیوں کہ اس کے ساتھ ہونے بیٹا تھا کہ اس کے باقی ساتھی بتعداد میں چار تھے مختلف ذرائع پر چڑھتے نظر آتے ہیں۔

”باس۔۔۔ اسے مار کر اڑاؤ۔۔۔“ اچانک ایک ساتھی نے آرنلڈ سے پوچھا۔ اس کا اشارہ اس اکیلے آدمی کی طرف تھا۔
”نہیں۔۔۔ یہ اکیلا آدمی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اسے آگے آنے دو۔“ آرنلڈ نے جواب دیا۔ اس کی نظر اس رخ پر تھی۔ جو تین۔ چہاں سے بہت سے افراد نیم دائرے کی صورت میں آگے بڑھ رہے تھے۔ لیکن اب ان کی رفتار آہستہ ہو گئی تھی۔ وہ رک رک کر آگے بڑھ رہے تھے۔

”میں ریڈ آرمی کا جیمز ہوں۔۔۔ ریڈ آرمی کا جیمز۔۔۔“ اچانک اس اکیلے آدمی کی طرف سے چیختی ہوئی آواز سنانی دہی۔
”اوہ۔۔۔ تو یہ ریڈ آرمی ہے۔۔۔“ آرنلڈ کے ساتھ ساتھ باقی سب افراد کے تنے جوئے اعصاب یک لحظہ ڈھیلے پڑ گئے۔
”آگے آ جاؤ جیمز۔ آگے آ جاؤ۔“ آرنلڈ نے چیختے ہوئے کہا۔ اور اکیلا آنے والا آدمی فاصل سے باہر نکلا۔ اور انتہائی تیز رفتار سے دوڑتا ہوا زرعی فارم کی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔
”کیا بات ہے۔۔۔ میں ایف۔ ٹی کا ڈائریکٹر آرنلڈ ہوں۔“
آرنلڈ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

آرنلڈ جپر کے جانے کے بعد تیزی سے واپس اپنے مورچہ پر گیا۔

”میرا خیال ہے باس ہمیں فارم سے آگے بڑھ کر ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہم مارکر پورا خاتمہ ہی اڑا دیں۔“ آرنلڈ کے ایک ساتھی نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ تمہاری بات درست ہے۔ لیکن باہر کھیتوں میں ہمیں کوئی اثر نہیں مل سکے گی۔ ہم یہیں سے ان کا مقابلہ کریں گے۔ اب تو ریڈ آرمی بھی ہماری حمایت میں آگئی ہے۔ اب ہم آسانی سے ان کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔“ آرنلڈ نے جواب دیا۔

”باس۔۔۔ اب وہ نزدیک آتے جا رہے ہیں۔ کیوں نہ ہم ابھی سے فائر کھول دیں۔“ ایک اور ساتھی نے کہا۔

”نہیں ابھی نہیں۔ ابھی وہ رینگنے سے دو در ہیں۔ اور دو در ہونے کی وجہ سے ان کے بیچ نکلنے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ انہیں نزدیک آنے دو۔ تم سب نے ایک ایک ٹارگٹ چن لینا ہے۔ اور اور کسی ٹارگٹ پر گولیاں برسائی ہیں۔ لیکن اس وقت تک فائر نہ کیا جائے جب تک میں فائر نہ کروں۔ میرے فائر کا انتظار کرو۔“ آرنلڈ نے باقاعدہ کسی سپہ سالار کی طرح انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ وہ دور رک گئے ہیں۔ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے وہ صورت حال کا جائزہ لے رہے ہوں۔“ آرنلڈ کے ساتھ کھڑے ہوئے ایک نوجوان نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ ادبھی اچھا ہے۔ ہمیں مشین بنانے کا بھی وقت مل جائے گا اور ریڈ آرمی بھی ان کے عقب میں پہنچ جائے گی۔“ آرنلڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”جپر اب واپس پہنچنے والا ہے باس۔۔۔ میں اسے چیک کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ ٹوٹی ہوئی پھٹ پر لیٹے ہوئے ایک نوجوان نے کہا۔ اور آرنلڈ نے سر ہلایا۔ اس کی تیز نظریں دونوں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کی خواہش تھی کہ اُسے کسی طرح زیادہ سے زیادہ وقت مل جائے۔ تاکہ وہ اپنی حاکمیت کا ازالہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

”راس۔۔۔ اچانک آرنلڈ نے اپنے قریب کھڑے ہوئے ساتھی سے کہا۔

”بیس باس۔۔۔ راس نے جواب دیا۔
”نیچے جا کر چرڈ سے معلوم کرو کہ اُسے مشین ٹھیک کرنے کے لئے مزید کتنا وقت چاہیے۔۔۔۔۔ آرنلڈ نے کہا۔ اور راس سر ہلاتا ہوا تیزی سے واپس مڑا اور تہہ خانے کی سیڑھیوں کی طرف بھاگ گیا۔

لیکن ابھی اُسے نیچے گئے ہوئے چند ہی لمحوں گزرے ہوں گے کہ اچانک تہہ خانے سے ایک تیز پہنچ کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے بجائے کسی کے گرنے کا دھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے دو آدمی آپس میں لڑ پڑے ہوں۔ اور پھر کیے بعد دیگرے چخوں کی سی آوازیں سنائی دیں اور آرنلڈ اور اس

طرح پھنس جائیں گے! — صفدر نے جواب دیا۔

”جوان! — تم پیچھے ہٹ کر شمال کی طرف چھب کر جاؤ۔ اور ان کے قریب جا کر دیکھو کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کی تعداد کتنی ہے؟ تنویر نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔ اور جوان سر ہلاتے ہوئے مڑا اور پھر تیزی سے واپس دوڑنے لگا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ کافی فاصلے سے مڑ کر شمال کی سمت جائے گا۔ تاکہ ان کے سامنے نہ پہنچ جائے بلکہ عقب میں پہنچے۔ اس طرح وہ آسانی سے ان کا پتہ چلا سکتا تھا۔

”میرا خیال ہے آپ لوگ آگے بڑھیں میں جنوب کی طرف سے گھوم کر اس فارم میں جاتا ہوں تاکہ اصل حالات کا پتہ چلایا جائے۔“
نجانے دماغ کتنے لوگ ہوں۔ اور وہ کس طرح کے اسلحے سے لیس ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم غلط فہمی میں مارے جائیں! — کیپٹن شکیل نے کہا۔

”لیکن یہ بھی نہ ہو کہ ہم ترکیبیں ہی لڑاتے رہیں اور وہ آگے ڈپوہی اڑا دیں! — صفدر نے کہا۔

”کیپٹن شکیل کی بات درست ہے۔ ہمیں صحیح اندازہ ہونا چاہیے۔ کیپٹن — دماغ پہنچ کر واپس ٹرانسپیر استعمال کرنا۔ اور اطلاع کے بعد وہیں رک جانا۔ اس طرح تم ہماری بہترین امداد کر سکتے ہو۔ ہم متبادری کا ل کا انتظار کریں گے! — تنویر نے کہا اور کیپٹن شکیل سر ہلاتا ہوا تیزی سے سائیڈ میں مڑا اور پھر انتہائی تیز رفتار سے بھاگتا ہوا جنوب کی سمت کو مڑ گیا۔ چونکہ اس کا قدر لبا تھا۔ اس نے

کے ساتھ جوان چھوڑا اور دھماکے کی آواز سن کر حیرت میں رہ کر چنہ لے کر بڑے روڑے کے نیچے چلے گئے۔ وہ غاسنے کی طرف چلے گئے۔ اور اسی لمحے جیسے فارم سے باہر قیامت جاگ پڑی جو۔ بے سحاشا فائرنگ اور دھماکوں سے پورا ماحول گونج اٹھا۔



تنویر اور اس کے ساتھی تیزی سے فصلوں کے درمیان آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ زرعی فارم اور ان کے درمیان ابھی خاصا فاصلہ تھا۔ کہ اچانک تنویر چلتے چلتے رک گیا۔ اور اس نے ہاتھ اٹھا کر ان سب کو روکنے کا اشارہ کیا۔

”صفدر! — میں نے شمال کی طرف کچھ لوگوں کی نقل و حرکت دیکھی ہے۔ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں! — تنویر نے کہا۔

”ہاں! — جب تک مجھے بھی نظر آتی ہے۔ جو سکتا ہے۔ یہ ان کا کوئی نگران گرڈ پ ہے۔ اگر یہ واقعی ان کے ساتھی ہیں تو ہم بڑی

وہ جھکے جھکے انداز میں دوڑ رہا تھا۔ کافی فاصلہ سیدھا دوڑنے کے بعد اس نے اشارہ بدلا اور پھر وہ دوبارہ فارم کی طرف مڑ گیا۔ اب وہ محتاط لیکن تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔ مشین گن اس کے ہاتھوں میں تھی۔ اور پھر تھوڑی سی دیر بعد وہ ندی فارم کی آئل ڈپو والی سمت میں اس سے کچھ فاصلے پر پہنچ گیا۔

وہ چند لمبے فصل میں بیٹھا صورت حال کو دیکھتا رہا۔ اس نے بڑی اچھی طرح فارم میں جگہ جگہ پھیلے ہوئے مسلح افراد کو دیکھ لیا تھا۔ لیکن ایک بڑا سا کمرہ اس کے لئے آڈینا ہوا تھا۔ وہ اس کمرے کی سیدھ میں تیزی سے چلتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس فارم کی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ بے حد محتاط ہو گیا تھا۔ کیوں کہ اس کی ڈراسی آہٹ بھی وہاں موجود مسلح افراد کو چونکا کر سکتی تھی۔

دیوار کے ساتھ لگ کر وہ چند لمبے دوسری طرف کی آہٹ لیتا رہا۔ پھر اس نے مشین گن کو کاندھے سے لٹکایا اور اوپر چڑھنے کا ارادہ کیا۔ یہی تھا کہ اچانک اُسے شمالی سائیڈ سے کسی کے چپخنے کی آواز سنائی دی۔

”میں ریڈ آرمی کا جیپ ہوں۔۔۔ ریڈ آرمی کا جیپ!۔۔۔ کوئی دور سے چنچ کر کہہ رہا تھا اور کیپٹن شکیل دیوار کے ساتھ چٹ گیا۔

”آگے آ جاؤ جیپ۔ آگے آ جاؤ۔۔۔ فارم کے اندر سے ایک اور آواز سنائی دی اور پھر کسی کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ شمالی سمت کی دیوار کی طرف۔۔۔ جاتی ہوئی

تیز قدموں کی آوازیں وہ بخوبی سن رہا تھا۔

اور پھر ان کی باتوں سے اُسے معلوم ہوا کہ شمالی سمت ریڈ آرمی کا میجر جیمز اور اس کے ساتھی موجود ہیں۔ جب کہ فارم میں ایف ڈی کا چیف ڈائریکٹر آرنلڈ اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود ہے۔ اور یہیں وہ مشین موجود ہے۔ جس سے انہوں نے آئل ڈپو کو تباہ کرنا ہے۔

”جیمز آرنلڈ سے ہدایت لے کر واپس چلا گیا تو کیپٹن شکیل نے واپس مڑنے کی بجائے ایک اور فیصلہ کر لیا کہ وہ پہلے اس مشین کو ہی کیوں نہ تباہ کر دے تاکہ آئل ڈپو کی تباہی کا خوف دور ہو جائے۔ اس کے بعد صرف ان کی گرفتاری ہی باقی رہ جائے گی۔ وہ آہستہ سے اونچا ہوا۔ اور اس نے دیوار کے کنارے سے اندر بھاگنا۔ اس کی تیز نظروں نے کئی افراد کو ادھر ادھر چھپے ہوئے دیکھا۔ لیکن ان سب کی توجہ اس طرف تھی جہاں توپ اور اس کے ساتھی موجود تھے۔

کیپٹن شکیل آہستہ سے دیوار پر چڑھا۔ اس نے مشین گن کو ایک ہاتھ سے تھام رکھا تھا تاکہ اس کی ضرب سے آواز پیدا نہ ہو۔ اور پھر وہ چند ہی لمحوں بعد دیوار کی دوسری طرف بے آواز طریقے سے اتر گیا۔ اب وہ ایک کونٹری کے کونے میں دیکھا ہوا تھا۔ آرنلڈ اور اس کے ساتھیوں کی آوازیں اُسے سنائی دے رہی تھیں۔

ابھی اُسے وہاں کونے میں دبکے ہوئے چند ہی لمبے گزرے ہوں گے کہ اُسے اس دیوار کے پچھلے حصے سے کسی سخت چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ کسی انسان کی بڑبڑاتی ہوئی آواز۔ کیپٹن شکیل نے چونک کر دیوار کی طرف دیکھا۔ اور

تھا۔ اور ادھر کیپٹن شکیل نے بھی بے حد احتیاط برتی تھی اس کی فوجی تربیت اس کے یہاں کام آ رہی تھی۔ اندر پہنچتے ہی کیپٹن شکیل نے ہاتھ میں کپڑی پہنی ہوئی مشین گن کو اوپر اٹھایا۔ وہ بڑی احتیاط سے اس آدمی پر وار کرنا چاہتا تھا تاکہ باہر موجود افراد کو اس کا علم نہ ہو سکے اور وہ مشین تباہ کر کے باہر نکل جائے۔ اس نے وارچ ٹرائسیر کا ٹین پہلے ہی آن کر دیا تھا تاکہ ایمر جنسی کی صورت میں اس کے ساتھیوں تک پیغام خود بخود پہنچ جائے۔ ابھی اس نے ہاتھ اونچا کیا ہی تھا کہ اچانک اُسے کسی کے سیڑھیاں اترنے کی آواز سنائی دی۔ اور اُس لمحے مشین کو سیٹ کرتے ہوئے چیف سیکورٹی آفیسر نے چونک کر دیکھا اور کیپٹن شکیل کو اس طرح اپنے سر پر کھڑے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں شدید ترین غیرت کے آثار نمودار ہوئے مگر اسی لمحے کیپٹن شکیل نے پوری قوت سے مشین گن کا بٹ اس کی کھوپڑی پر جمادیا اور چیف سیکورٹی آفیسر ایک تیز پنج مار کر دھماکے سے مشین کے اوپر گرا مگر دوسرے ہی لمحے کو فی سایہ اس پر کودا۔ کیپٹن شکیل تیزی سے گھوما مگر آنے والے نے اس کے سر پر زوردار ہک مار دی اور اُسے نیچے گرانے کی کوشش کی لیکن کیپٹن شکیل مگر کھار کینچے گرنے کی بجائے الٹا سنبھل گیا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے گھٹنے کی ضرب اپنے اوپر دبا ڈالے حملہ آور کی زینات لگائی اور حملہ آور کے حلق سے تیز چیخ نکلی وہ جھکا کھا کر تیچے کی طرف ہٹا ہی تھا کہ کیپٹن شکیل کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کے ہاتھ

پھر اس کی نظریں ایک چھوٹے سے سوراخ پر پڑ گئیں۔ اس نے سوراخ سے آنکھ لگائی تو دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ اُسے نیچے ایک تہہ خانہ سا نظر آ رہا تھا۔ جس میں وہی چیف سیکورٹی آفیسر ایک بڑی سی مشین کو کھولے بیٹھا تھا۔ وہ شاید اس کی مرمت کر رہا تھا۔ اور دوسرے لمحے کیپٹن شکیل کے ذہن میں ساری بات واضح ہو گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ یہی مشین ان بھول کی آپرینٹنگ مشین ہوگی۔ اور چیف سیکورٹی آفیسر جو آرٹلڈ کا ساتھی تھا اسے سیٹ کر رہا ہے۔ یا شاید آپریٹ کرنے کے لئے اسے چیک کر رہا ہے۔ اُسے تہہ خانے کی سیڑھیوں کا بھی کچھ حصہ نظر آ رہا تھا۔ اور یہ سیڑھیاں ان طرف سے جا رہی تھیں جہاں آرٹلڈ اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ کیپٹن شکیل تیزی سے دیوار کے ساتھ لگا کر آگے کی طرف کھسکنے لگا۔ اور پھر دیوار کے اختتام پر رک کر اس نے ذرا سا سر کو آگے بڑھا کر دیکھا۔ اُسے اب وہاں موجود افراد واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر بے آواز انداز میں سائیڈ میں ہو کر اس درد زدے میں گھس گیا جہاں سے سیڑھیاں نیچے جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ آہستہ سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ اس نے مشین گن کو نال کی طرف سے پکڑ کھا تھا کیوں کہ وہ یہاں فائر نہ کر سکتا تھا۔ ورنہ اُسے معلوم تھا کہ وہ چوہے دان میں پھنس سکتا تھا۔

آہستہ آہستہ اور بے آواز وہ سیڑھیاں اترتا ہوا تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ وہ چیف سیکورٹی آفیسر مشین میں پوری طرح منہمک

میں بڑی بوٹی مشین گن کا بٹ پوری قوت سے حملہ آور کی کینٹی پر
 پڑا۔ اور وہ چیخا ہوا ڈھیر ہو گیا۔ چیف سیکورٹی آفیسر تو پہلے ہی
 ختم ہو چکا تھا۔ پوری قوت سے سر پر پڑنے والی ضرب نے اس کی
 کھوپڑی پاش پاش کر دی تھی۔ اب دوسرا آدمی بھی نیچے گر کر
 جیسی طرح تر پڑنے لگا تھا۔ یہ تو شکر ہے کہ حملہ آور خالی ہاتھ تھا۔ ورنہ
 وہ سیڑھیوں سے ہی کیٹین شکیل برفا نگر کھول سکتا تھا۔

”فائدہ کرو۔۔۔ میں پھنس گیا ہوں۔“ کیپٹن شکیل نے
 چیخ کر واپس ٹرانسمیٹر میں کہا کیوں کہ اسے سیڑھیوں پر سے بہت
 سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دی تھیں۔

اس نے تیزی سے متین گن سیدھی کی اور پھر جیسے ہی اُسے سیڑھوں پر ایک آدمی کی ٹانگیں نظر آئیں۔ اس نے فائر کھول دیا۔ اور ایک شخص چیخا ہوا الٹھا کہہ بیچے اگر ادر پھر تو باہر اور اتفری می مچ گئی۔ ادکیپٹن شکیل کو تیز فائرنگ اور بکول کے دھماکو کی آوازیں سنائی دیں۔ اس کے ساتھیوں نے فائر کھول دیا تھا۔

”ہم مار دو اندر ہم مار دو — اڑا دو — اچانک باہر سے چنٹی ہوئی آواز سنائی دی۔“

”نجر باس۔۔۔ اندر مشین ہے۔“ ایک دوسری آواز سنائی دی۔

”ادہ ماں۔۔۔ مگر اندر گھس جاؤ۔۔۔ مار ڈالو۔۔۔ اُسی آواز نے چیختے ہوئے کہا۔ اُسی لمحے کیپٹن شکیل نے اپنی مشین گن کا

سے پیچھے کی طرف بھاگا۔ اس کا خیال تھا کہ اس پر فائرنگ ہوگی۔ اس لئے وہ فصل ہونے کے باوجود زنگ زنگ کے سے انما میں بھاگ رہا تھا۔ لیکن جب کوئی فائرنگ نہ ہوئی تو وہ اٹھ کر تیزی سے سیدھا بھاگا اور پھر کافی دور آجلنے کے بعد اس نے اپنا رخ موڑا اور گھوم کر ایک بار پھر اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھتا گیا۔ زرعی فارم پر زبردست فائرنگ اور دھماکوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ فارم سے جھٹ کر بھی فائرنگ اور دھماکوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

فائرنگ اور دھماکوں کی آوازوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ پورا علاقہ میدان جنگ کی سی صورت اختیار کر گیا تھا۔ لیکن کیپٹن شکیل کو اطمینان تھا کہ اب کم از کم آئل ڈپو تو محفوظ ہو گیا تھا۔ وہ تیزی سے گھومتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھا۔ اس کے ساتھ مختلف جگہوں پر پھپھ کر مسلسل فائرنگ کئے جا رہے تھے۔ وہ اس جگہ سے ایک اڑخ بھی آگے نہ بڑھے تھے۔ جہاں کیپٹن شکیل انہیں چھوڑ کر گیا تھا۔ نعمانی اور صدیقی شمال کی طرف سے ریڈ آرمی کے ساتھ فائرنگ کے تبادلے میں لگے ہوئے تھے۔

”کیا بات ہے۔ رک کیوں گئے ہو۔ آگے بڑھو۔ دباؤ صرف سات آٹھ آدمی ہیں۔ جن میں سے تین ہلاک ہو چکے ہیں۔“

کیپٹن شکیل نے دد سے چیتے ہوئے کہا۔
”ادھ آگے تم۔ ہم تہا رہی دجہ سے رکے ہوئے تھے۔ ہم نے سوچا تم پھنسے ہوئے ہو کہیں ہمارے حملے کی وجہ سے تم کو

نقصان نہ پہنچ جائے۔۔۔ دور سے توہینے اس کی آواز پہنچانے ہوئے جواب دیا۔

”آگے بڑھو۔ رش اپ۔۔۔ اسی لمحے صفدر کی آواز سنائی دی۔ اور پھر وہ سب فائرنگ کرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ البتہ نعمانی اور صدیقی وہیں رکے رہے۔ وہ ریڈ آرمی کو نزدیکی نہ آنے دیتے تھے۔ انہوں نے یہی پلاننگ کی تھی کہ پہلے ایف۔ ڈی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد ریڈ آرمی سے بھی نیپٹ لیا جائے گا۔ ریڈ آرمی کے افراد تعداد میں پانچ تھے۔ اور نیم دائرے کی صورت میں شے ہوئے تھے۔ اس لئے نعمانی اور صدیقی فائر کر کے فوراً ہی اپنی جگہ بدل لیتے تھے۔ ادھر توہیر اور اس کے ساتھی اب تیزی سے ایڈفاس کر رہے تھے۔ وہ زیادہ سے زیادہ دباؤ ڈالنا چاہتے تھے۔ اور پھر جیسے جیسے دباؤ بڑھتا گیا۔ فارم کی طرف سے فائرنگ اور دھماکوں کے دھماکوں کی شدت میں کمی آتی گئی۔۔۔ توہیر اور اس کے ساتھی انتہائی مہارت سے آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ سب اس قدر تیزی اور پھرتی سے اپنی جگہیں بدل رہے تھے کہ ایف۔ ڈی کی کوئی گولی بھی ان پر اثر انداز نہ ہو رہی تھی۔ دور کی طرف نعمانی اور صدیقی نے بھی اب دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ انہیں صرف چوہان کی طرف سے فائرنگ کا انتظار تھا۔ بجائے وہ کیوں فائرنگ نہ کر رہا تھا۔ حالانکہ وہ کیپٹن شکیل کے ساتھ ہی شمال کی طرف گیا تھا اور کیپٹن شکیل تو اہم ترین کارنامہ سرانجام دے کر واپس بھی آگیا تھا جب کہ چوہان کی طرف سے کوئی اطلاع نہ تھی اور

اسی پریشانی کی وجہ سے نعمانی اور صدیقی دونوں نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ گو اس طرح وہ بھوں کی زندگی میں آ سکتے تھے۔ لیکن اب انہیں یہ تشویش لاحق ہو گئی تھی کہ ہمیں چوہان کے ساتھ کچھ ہونہ کیا ہو۔

ابھی وہ ذرا سا آگے بڑھے تھے کہ اچانک صدیقی کے حلق سے بیچ نکلی اور وہ اچھل کر پشت کے بل فصل میں گرا۔ اور نعمانی نے اُسے ہٹ کرنے والے کو دیکھ لیا تھا اس سے پہلے کہ وہ دوسری بار فائر کھولتا نعمانی نے فائر کھول دیا اور وہ آدمی ایک سائیڈ کے درخت سے مردہ چھپکلی کی طرح نیچے آگرا۔ نعمانی فائر کھولتے ہی بجلی کی سی تیزی سے فصل میں گرے ہوئے صدیقی کی طرف لپکا۔ اور اس نے انتہائی پھرتی سے اُسے ایک سائیڈ پر پھینچ لیا۔ اس طرح وہ صدیقی کو مکمل برسرِ قتل کے حملے سے بال بال بچا لینے میں کامیاب ہو گیا۔ ابھی وہ نعمانی کو گھسیٹ کر دور لے جا رہا تھا کہ اچانک شمالی سمت پر ایک سخت ایک خوف ناک سا بم پھٹا اور اس کے ساتھ دو تین انسانی چینی سنائی دیں اور پھر مسلسل فائرنگ کی آوازوں کے بعد ایک سائیڈ پر سے ایک اور بیچ برآمد ہوئی۔ نعمانی اس بیچ سے ہی سمجھ گیا کہ چوہان مٹ ہو گیا ہے۔ وہ شاید نشانے پر بم پھینکنے کے چکر میں بالکل قریب چلا گیا تھا۔ نعمانی نے جیسے ہی چوہان کی آواز سنی وہ اٹھ کر زنگ زنگ انداز میں اس طرف بھاگنے لگا جہاں سے چوہان کو مٹ کیا گیا تھا پہلے تو نعمانی پتھرنگ برتی رہی۔ لیکن نعمانی مخصوص انداز میں بھاگنے کی وجہ سے گولیوں

سے ہر بار بیچ نکلتا۔ وہ ہر لمحے اپنے بھاگنے کا انداز بدل دیتا اس لئے اس کا نشانہ نہ کرنے والا اُسے ہٹ نہ کر سکتا تھا۔ لیکن اس طرح اس نے چوہان کو مزید فائرنگ سے بچا لیا تھا۔ ابھی وہ ٹاڈ گٹ سے کافی دور تھا کہ اچانک فائرنگ بند ہو گئی۔ اور نعمانی فائرنگ بند

ہوتے ہی بجلی کی سی تیزی سے فصل میں گرا اور پھر مسلسل تھلا بازیاں کھاتا چلا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ اب اس پر بم پھینکا جائے گا۔ کیوں کہ وہ بم کی ریخ میں آچکا تھا۔ لیکن دوسری طرف سے مسلسل خاموشی طاری رہی۔ اور ابھی نعمانی اٹھ کر دوبارہ بھاگنے کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اُسے دور سے پولیس کے جتنے ہوئے سائرن سنائی دیتے اور ان سائرنوں کی آوازیں سنائی دیتے ہی فائر کی طرف سے ہونے والی فائرنگ اور دھمکے بھی ایک سائیڈ سے بند ہو گئے۔

نعمانی اٹھ کر بھاگا اور جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں چوہان پڑا ہوا تھا تو اس نے دیکھا کہ گولی چوہان کی ناف پر لگی تھی اور وہ اکھڑے اکھڑے سانس لے رہا تھا۔ ادھر ادھر کئی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ نعمانی نے بجلی کی سی تیزی سے چوہان کو اٹھا کر کاندھے پر لاد اور پھر تیزی لیکن احتیاط سے واپس بھاگنے لگا۔ چوہان کی حالت بے حد غراب تھی۔ اگر اس کا فوری طور پر آپریشن نہ کیا گیا تو اس کی حالت کے پیش نظر اس کا بیچ جانا ناممکن تھا۔ ادھر صدیقی بھی لڑکھاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کو گولی باز دہر لگی تھی۔ اور اس نے ایک ہاتھ سے دوسرے بازو کو بندھنا رکھا تھا۔ اس کے بازو سے بھی خون تیزی سے بہہ رہا تھا پولیس

”تم خود ہماری جیبوں سے کارڈ نکال لو۔“ تنویر نے دانت بھینچے ہوئے کہا۔ اور پولیس کپتان نے تنویر کی عقبی سمت میں آتے ہوئے اس کی جیبوں کی تلاشی لی اور دوسرے لمبے بلیک کارڈ اس کے ہاتھوں میں تھا۔ اس نے غور سے اس کارڈ کو دیکھا اور پھر وہ ایک نخت اٹن بشن ہو گیا۔ اُسے کارڈ اصل ہونے کی تصدیق ہوئی تھی۔

”آئی ایم۔ سوری سر۔ حالات ایسے تھے سر۔“ پولیس کپتان نے معذرت بھرے لہجے میں کہا اور تنویر اور اس کے ساتھیوں نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ہاتھ تھپتھپ کر لیے۔

”باس۔“ چوہان کی حالت انتہائی غراب تھی۔ اس کی ناف میں گولی لگی ہے۔ اسے جلد ہی ہسپتال بھجواؤ۔“ دد سے ہی نعمانی نے چیخے ہوئے کہا۔

چوہان کے زخمی ہونے کا سن کر وہ سب اچھل پڑے۔ اور تیزی سے دوڑتے ہوئے نعمانی اور صدیقی کی طرف بڑھے۔ جو اب فارم سے کچھ فاصلے پر پولیس کے نرغے میں کھڑے تھے۔ پولیس نے انہیں وہیں روک رکھا تھا۔ پولیس کپتان بھی ساتھ ہی جھانگتا ہوا آیا تھا۔ اور اس نے چوہان کی حالت دیکھتے ہی جلدی سے جیب لے آنے کے احکامات صادر کرنے شروع کر دیئے۔ اور چند ہی لمحوں بعد چوہان کو سیٹ پر لٹا دیا گیا۔ صدیقی بھی چوں کر زخمی تھا اس لئے وہ بھی فرنٹ سیٹ پر بٹھ گیا۔

”باس۔“ میں اس کے ساتھ جا رہا ہوں۔ میں اسے سنبھال

گاڑیوں کے سائرن اب فارم سے بالکل نزدیک سنائی دے رہے تھے اور پھر تنویر اور اس کے ساتھی بھی اب فارنگ بند کر چکے تھے۔ وہ زرعی فارم کی عمارت کے اندر پہنچ گئے تھے۔ وہاں پانچ لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ دو لاشوں کے ٹکڑے تباہ شدہ تہہ خانے کے بلے کے نیچے دبے نظر آ رہے تھے اور ایک لاش تہہ خانے کے دروازے کے پاس ہی پڑی ہوئی تھی۔ اس کے جسم کے بیشتر حصے بوا غائب تھے جیسے کسی قصائی نے چھری کی مدد سے جگہ جگہ سے گوشت اتار دیا ہو۔ اور دو لاشیں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ پولیس کی گاڑیوں نے پورے زرعی فارم کو گھیر لیا۔ اور پھر مسلح پولیس انتہائی تیز رفتار سی سے دوڑتی ہوئی نہ صرف فارم کے اندر آگئی بلکہ پولیس کے افراد نے صدیقی اور نعمانی کے گرد بھی گھیرا ڈال دیا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ادھر بھی گئے جہاں بم پھٹنے کا دھواں اب بھی فضا میں موجود تھا۔

”بینڈز اپ۔“ اسٹیو پھینک دد در نہ بھون ڈالیں گے۔“ پولیس کپتان نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے انتہائی خشونت بھرے لہجے میں کہا۔

”بلیک کارڈ ہولڈر۔“ اچانک تنویر نے بڑے بارعب لہجے میں کہا۔

”نہیں۔“ ہاتھ جیب میں مت لے جاؤ۔ تم چاہے ریڈ کارڈ ہولڈر کیوں نہ ہو۔ اس وقت مجرم ہو۔“ پولیس کپتان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

کھول گا۔ دروازہ زیادہ چپکولے سے اس کو نقصان ہوگا۔۔۔۔۔ نعمانی نے بھی بیپ پر سوار ہوتے ہوئے کہا اور تنویر کے سر ملانے پر جبپ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے سر۔۔۔۔۔ یہ کن لوگوں کی لاشیں ہیں۔ یہاں تو باقاعدہ جنگ ہوئی ہے۔ ہم بھی مارے گئے ہیں“ پولیس کپتان نے گھبرائے ہوئے پنجے میں تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور جب تنویر نے اسے بتایا کہ کس طرح ایف۔ ڈی جو آج رات آئل ڈپو کو دھماکے سے اڑا چکا جاتی تھی اور اس نے آئل ڈپو کے اندر بم فٹ کر دیئے تھے۔ اور یہاں وہ دائیں آپریٹنگ مشین کے ذریعے پورا آئل ڈپو اڑا سکتی تھی۔ اور ہم اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے اور کس طرح ہم نے جان پر کھیل کر مشین کو تباہ کیا ہے اور آئل ڈپو کو بجا دیا ہے۔ تو پولیس کپتان کا پورا جسم پسینے سے بھیگ گیا۔ اس کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹ سی گئیں۔ وہ یوں تنویر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ انسان نہ ہوں بلکہ کوئی مافوق الفطرت قسم کی چیزیں ہوں۔

”آپ سیکرٹ سروس سے متعلق ہیں۔“ پولیس کپتان نے جھکاتے ہوئے پوچھا۔

”ارے نہیں۔۔۔۔۔ ہم صرف بلیک کارڈ ہولڈر ہیں۔ بہر حال تم اعلیٰ احکام کو بلا کر انہیں تفصیل بتا دینا اور آئل ڈپو کے اندر نصب شدہ بم بھی ہٹا لینا۔ اب ہم جارہے ہیں۔“ تنویر نے کہا اور پولیس کپتان سر ملاتا ہوا تیزی سے اپنی جیب کی طرف

دوڑا جس میں لاگت رسنچ پولیس ٹرانسمیٹر موجود تھا۔

جب کہ تنویر اور اس کے ساتھی فارم سے نکل کر اس طرف کوچل پڑے جہرہ ان کی کار موجود تھی۔ ان کے چہرہ رول پر فح و کامیابی کی چمک تھی۔

”تنویر۔۔۔۔۔ بچانے ان لاشوں میں ان کے سربراہ آرنلڈ کی لاش بھی ہے یا وہ فرار ہو گیا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔ ”ارے ہاں۔۔۔۔۔ لاشیں تو تھوڑی ملی ہیں مجھے تو خیال ہی نہیں آیا۔ اس کا مطلب ہے ہم جب یہ سمجھتے تھے کہ وہ بم مارنے کی وجہ سے خاموش ہو گئے ہیں تو اس وقت وہ فرار ہو رہے تھے۔“ تنویر نے کہا۔

”میرا اندازہ ہے کہ آٹھ نو افراد تھے جن میں سے پانچ لاشیں ملی ہیں اس کا مطلب ہوا کہ تین چار افراد بھاگ نکلے ہیں کامیاب ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ اور ریڈ آرمی میں بھی ایک آدمی یقیناً فرار ہو رہا ہے۔ کیوں کہ وہاں سے بھی چار لاشیں ملی ہیں جب کہ وہ پانچ افراد تھے۔ بہر حال ان کا مشن تو ناکام ہی رہا۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”خدا کرے جو ہاں صحت باب ہو جائے مجھے اس کی طرف سے بڑی فکر ہے۔“ جولیانے کہا۔ اور وہ سب سر ملانے لگے۔ کار کے پاس پہنچ کر انہوں نے یہی پروگرام بنایا کہ سب سے پہلے وہ جنرل ہسپتال چلیں گے جہاں جو ہاں اور صدیقی کو لے جایا گیا تھا۔ اور وہاں سے جو ہاں کے متعلق تسلی کر لینے کے بعد واپس بیڈ کوائرٹر جائیں گے۔

ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ لیکن کمرہ خالی تھا۔ عمران جا چکا تھا۔ کرنل ہمیرخ کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگے۔ یہ بات کسی طرح بھی اس کے ذہن کے کسی خانے میں نہ بیٹھ رہی تھی کہ عمران اُسے یوں زندہ اور ٹھیک ٹھاک حالت میں چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہے۔ اُس نے اُسے جس داؤ میں پھنسا دیا تھا۔ اس سے عمران کی موت یقین ہو گئی تھی اور وہ تو عمران کی اداکاری کی وجہ سے مار کھا گیا تھا۔ عمران نے ایک لمحت جس طرح اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ کرنل ہمیرخ نے اپنے طور پر پوری تسلی کر لی تھی کہ عمران مر چکا ہے۔ لیکن دراصل وہ اس کی بے داغ اداکاری تھی۔ اور اس اداکاری نے اس کی جان بچا لی تھی۔ اور پھر وہ کرنل ہمیرخ پر اس طرح چھا گیا کہ کرنل ہمیرخ اپلا پکاؤ نہ کر سکا۔ اور خوف ناک حنزوں نے اُسے بے ہوش کر دیا تھا۔ لیکن پھر عمران اُسے فرش سے اٹھا کر صوفے پر ڈال کر کیوں چلا گیا تھا۔ بس یہی بات اس کے ذہن میں کھٹک رہی تھی۔ اتنا تو وہ آسانی سے سوچ سکتا تھا کہ عمران نے کوئی چال چلی ہے۔ لیکن وہ چال کیا ہو سکتی ہے یہ بات سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ وہ کمرے سے باہر نکل کر اداکاری میں آیا جہاں مائیکل کی لاش کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ اور پھر اس نے پوری کو بٹھی گھوم ڈالی لیکن عمران واقعی کو بھی سے جا چکا تھا۔

کرنل ہمیرخ چند لمحوں کھڑا سوچتا رہا۔ پھر اس نے یوں سر ہلایا جیسے بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو۔ اس نے یہی سوچا تھا کہ عمران اُسے اس لئے زندہ چھوڑ گیا ہے تاکہ وہ ہوش میں آنے کے بعد یہاں

"نجانے عمران نے کیا کیا۔ اصل ٹارگٹ تو یاد رہاؤں گا تھا۔" جولیانے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

اس کی فکر نہ کرو۔ وہ ایسا ہی پوری ٹیم پر بھاری دہکتا ہے۔ عذر دینے کہا اور تنویر نے بجائے کوئی تھکے کرنے کے صرف منہ نہلاتے ہوئے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔



کرنل ہمیرخ کا شعور جب جاگا تو اس کے جسم میں درد اور تکلیف کی شدید ترین لہر بس دوڑنے لگیں۔ اس کے ذہن میں دھماکے سے ہورہے تھے۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ دی گئی ہو۔ وہ آنکھیں کھول کر پہلے تو ادھر ادھر یوں دیکھتا رہا جیسے کسی اجنبی جگہ پر ہو۔ لیکن پھر اس نے آنکھیں پھلتی گئیں۔ کیوں کہ کمرہ وہی تھا جہاں عمران سے لڑائی ہوئی تھی۔ اور وہ صوفے پر بغیر بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ وہ

سے نکل کر کہیں جائے تو وہ اس کا تعاقب کر سکے۔ چوں کہ اس کی کوٹھی میں عمران کو اس کا کوئی اور ساتھی نظر نہ آیا ہوگا۔ اس لئے اس نے یہی سمجھا ہوگا کہ یہ ان کا ہیڈ کوارٹر نہیں ہے۔ اور لازماً کرنل ہمیرخ یہاں سے نکل کر اپنے ہیڈ کوارٹر جائے گا اور اس طرح عمران اس کا تعاقب کرتے ہوئے ہیڈ کوارٹر تک پہنچ جائے گا۔ اب یہ بات تو کرنل ہمیرخ ہی جانتا تھا کہ اصل ہیڈ کوارٹر ان کا یہی ہے۔ البتہ اس کے ساتھی آئل ڈپو پر گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے اپنے ساتھیوں کا پتہ کرنا چاہا۔ اس کا یہ منصوبہ تو قطعی ناکام رہا تھا کہ وہ مین یا دریاؤں میں ہی عمران یا فاسٹ ڈیوٹ کے ارکان کا خاتمہ کر سکے گا۔ وہاں تو صرف سیکورٹی والے ہی مارے گئے تھے۔ اور اب وہاں جانا حماقت ہی ہوتی۔ اب تو یہی ہو سکتا تھا کہ میجر ہمیرس سے بات کر کے وہ آئندہ کی پلاننگ کرے۔ چنانچہ وہ سیدھا ٹرانسمیٹر والے کمرے میں پہنچا۔ اس نے میجر ہمیرس کی فریکوئنسی ملا کر اُسے کال کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جب اُسے دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اُسے زبردست پریشانی لاحق ہو گئی کہ آخر میجر ہمیرس کی طرف سے کوئی جواب کیوں نہیں مل رہا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے کرنل چارلس سے کال ملانی۔ اور اس سے آئل ڈپو کے مشن کا معلوم کیا۔ لیکن کرنل جاہر نے اُسے بتایا کہ پروگرام کے مطابق دھماکہ رات کو ہوگا۔ ابھی تو شاہ ہے۔ اس پر کرنل ہمیرخ نے ایک اور داؤ ڈھکیلا اور کرنل چارلس سے کہا کہ اُسے اطلاع ملی ہے کہ ایف۔ ڈی کا پورا گروپ ہلاک ہو

لیکن دوسری طرف سے کرنل چارلس نے اس بات کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اطلاع کا ماخذ معلوم کرنے پر زور دیا تو کرنل ہمیرخ نے فاسٹ ڈیوٹ کے لیڈر کا ذکر کر دیا اور پھر کرنل چارلس چپکے پر رضامند ہو گیا اور کرنل ہمیرخ کا مقصد بھی یہی تھا کہ اگر ایف۔ ڈی وہاں ٹھیک تھا کہ ہے تو پھر میجر ہمیرس بھی لازماً ٹھیک ہوگا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد کرنل چارلس نے جب بتایا کہ آرنلڈ سے بات نہیں ہو رہی اور وہ اپنے دوسرے ساتھی میجر ہارسن کو پتہ کرنے بھیج رہا ہے۔ اور ساتھ ہی اس نے کرنل ہمیرخ پر زور دیا کہ وہ لیڈر کو لے کر اس کے پاس آجائے تاکہ وہ خود اس سے مزید پوچھ گچھ کر سکے۔ تو کرنل ہمیرخ کو اسی کی موت کا بہانہ کرنا پڑا۔ اس کا مقصد تو حل ہو چکا تھا۔ آرنلڈ اور میجر ہمیرس دونوں کی طرف سے جواب نہ ملنے کا ایک ہی مطلب ہو سکتا تھا کہ وہ دونوں ہی کسی مشکل میں پھنس چکے ہیں۔ چنانچہ کرنل ہمیرخ نے اب خود آئل ڈپو پر جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اس کے ذہن میں اُسی وقت ایک اور بات آگئی کہ عمران ان کا یہ ہیڈ کوارٹر دیکھ چکے ہیں اور ہو سکتا ہے وہ اپنے ساتھیوں سمیت باہر گھٹات لگائے ہوئے ہو۔ اب کم از کم کرنل ہمیرخ واپس یہاں نہ آ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے اس پوری کوٹھی کو ہی اڑا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ تاکہ کسی کو یہاں سے بعد میں کوئی کلیو نہ مل سکے۔ اس کوٹھی سے ایک سرنگ دور ایک اور چھوٹی ٹی کوٹھی تک جاتی تھی۔ جہاں اس کے دو ممبر ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اور بیوسٹان کا رہ بھی اُسی کوٹھی کے گیراج میں بند تھی۔ اس نے سوچا کہ اب اُسی

لنک کوٹھی کو ہی اپنا نیا میڈ کو ارٹربنا یا جلے۔ چنانچہ اس نے سٹور میں جا کر دہاؤں مختلف بم اٹھائے۔ انہیں عمارت میں مختلف جگہوں پر نصب کر کے اس نے ان کے ہتھکڑی کو لائیٹر سے آگ لگا دی اور خود لائٹ ریج ٹرانسمیٹر اٹھا کر سرنجک میں گھس گیا۔ اب وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو اس کوٹھی سے سولے بجے کے اوپر کچھ نہ مل سکے گا۔ وہ لائٹ ریج ٹرانسمیٹر اٹھائے تیز رفتاری سے سرنجک میں دوڑ رہا تھا۔ کیوں کہ دھماکہ ہونے سے قبل وہ سرنجک کو اس کر جاننا چاہتا تھا۔ اور پھر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ کیوں کہ جیسے ہی وہ سرنجک کو اس کر کے لنک کوٹھی میں پہنچا۔ اُسے ایک خوف ناک دھماکہ سنائی دیا۔ اور پھر یکے بعد دیگرے کئی دھماکے ہوئے۔ لنک کوٹھی حلالہ کے خاصے خاصے پر تھی۔ لیکن یہ دھماکے اس قدر خوف ناک اور شدید تھے کہ لنک کوٹھی یوں لہر رہی تھی جیسے زبردست زلزلے کی زد میں آ گئی ہو۔

چند لمحوں بعد دھماکوں کی بازگشت ختم ہو گئی۔
”یہ دھماکے کیسے تھے باس۔“ اس کے ساتھی راجہ نے پوچھا۔

”میں نے اپنا میڈ کو ارٹربنا تباہ کر دیا ہے۔ اب یہی ہمارا نیا میڈ کو ارٹربنا ہو گا۔ دہاؤں سیکرٹ سروس پہنچ گئی تھی۔“ کرنل سمیرخ نے ساٹ بجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور راجہ اور اس کا ساتھی بنی حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے

تھے کہ باس خود اپنے ہاتھوں سے اپنا ہی میڈ کو ارٹربنا تباہ کر دے گا۔
”سمیر میرس کی طرف سے مجھے بے حد شوش ہے۔ وہ کال کا جواب نہیں دے رہا۔“ کرنل سمیرخ نے کہا اور لائٹ ریج ٹرانسمیٹر پر ایک بار پھر سمیر میرس کی مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ٹرانسمیٹر آن کر تا کہ مرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور کرنل سمیرخ کے ساتھ ساتھ راجہ اور میں بھی اچھل پڑے کیونکہ دروازے پر سمیر میرس کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اس کی حالت بے حد ابتر تھی کپڑے پھٹے ہوئے اور منہ سے خون نکلتا تھا جیسے کوئی طویل جنگ لڑ کر آ رہا ہو۔

”باس۔“ ہمارا میڈ کو ارٹربکس نے تباہ کیا ہے۔ میں پہلے ادھر گیا تھا مگر دہاؤں تو پولیس ہی پولیس تھی اور پوری کوٹھی تباہ ہو چکی تھی پھر میں ادھر آ گیا۔“ سمیر میرس ایک طویل سانس لیتے ہوئے آگے بڑھا اور ایک خالی کرسی پر یوں ڈھیر ہو گیا جیسے میلوں دڈ لگا کر آیا ہو۔ پہلے تم بتاؤ کہ یہ ہتھارسی کیا پوزیشن ہے اور باقی ساتھی کہاں ہیں؟“ کرنل سمیرخ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”باس۔“ دہاؤں حالات الٹ گئے۔ فاسٹ ڈیٹھ والے انتہائی ٹرینڈ لوگ ہیں۔ انہوں نے بڑی مہارت سے سارا پانسی ہی پلٹ دیا۔ میرے گردوپ کے چاروں ساتھی مارے گئے۔ اور مجھے دہاؤں سے جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ میرا خیال ہے ایف۔ ڈی کا گردوپ جو آرٹلڈ کی سرکردگی میں دہاؤں کیا تھا۔ یا تو وہ بھی مکمل طور پر ہلاک ہو چکا ہے یا پھر فاسٹ ڈیٹھ کے ہاتھوں گرفتار ہو چکا ہے۔“

میں میرس نے شاید زندگی میں پہلی بار اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

”پوری تفصیل بتاؤ۔ مجھے حیرت ہے کہ تم جیسا آدمی ایسی بات کہہ رہا ہے۔“ کرنل ہمیرن کے کہنے پر کرنل کی سی چھا گئی۔ اور میرس نے شروع سے لے کر آخر تک تمام تفصیل بتا دی۔ ۱۰۔ کرنل ہمیرن کی آنکھیں حیرت سے چوڑی ہو گئیں۔ واقعی فاسٹ ڈیٹھ والے مافوق الفطرت لوگ لگ بھگ تھے۔ ادھر کرنل ہمیرن کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا تھا کہ وہ موت سے بال بال بچا تھا۔ اس لئے وہ میرس کو کیا دوش دیتا۔

”آپ کے مشن کا کیا ہوا باس۔“ میرس میرس نے پوچھا۔ اور کرنل ہمیرن نے پادرواؤس میں جنگ سے لے کر ہیڈ کوارٹر کی تباہی تک سب کچھ بتا دیا۔ میرس میرس ایسا آدمی تھا جس کے سامنے وہ کبھی راز نہ رکھتا تھا۔ وہ اس کا دست راست بھی تھا اور ہم راز بھی۔ البتہ تفصیل بتانے سے پہلے اس نے راجہ ادب بینی دونوں کو یہ کہہ کر باہر بھیج دیا تھا کہ وہ ہیڈ کوارٹر کی تباہی کے بعد پولیس کا رد عمل معلوم کریں کہ ان لوگوں کا کیا خیال ہے۔ اس تباہی کے متعلق بہر حال اس کا اصل مقصد انہیں فی الحال بھٹانا تھا۔

”باس۔ حالات سراسر تباہی کے خلاف ہو گئے ہیں۔ پوری ریڈ آرمی تباہ ہو گئی ہے۔ آپ کے اور میرے علاوہ اب صرف دو ممبر راجہ ادب بینی ہی بچے ہیں۔ اور عمران اور اس کے ساتھیوں کا اب بھی کوئی پتہ نہیں کہ وہ کس وقت ہم پر چڑھ دوڑیں اب آپ خود

سوچیں کہ آخر آپ کے آنے سے قبل عمران ہیڈ کوارٹر میں کیسے پہنچ گیا ضرور ان لوگوں کے پاس کوئی مافوق الفطرت قوتیں موجود ہیں۔“ میرس میرس نے کہا۔ اس کا اندازہ بتا رہا تھا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے بری طرح مرعوب ہو چکا ہے۔

”لیکن ہم واپس بھی تو نہیں جاسکتے۔ اب میں نے تو آخری منصوبہ ہی تیار کیا ہے کہ ہم ایف۔ ڈی کے نئے ہیڈ کوارٹر کی نگرانی کریں۔ مجھے یقین ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی کسی نہ کسی طرح اس نئے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چلا دیں گے۔ اور جو سکتا ہے آرنلڈ یا اس کا کوئی ساتھی زندہ ان کے ہتھے چڑھ گیا ہو اور وہ اب تک ہیڈ کوارٹر کا پتہ بھی چلا چکے ہوں۔“ کرنل ہمیرن نے کہا۔

”لیکن باس۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ براہ راست ہیڈ کوارٹر پر خود حملہ کرنے کے لئے پہلے کی طرح آخری موقع پر فوج کو آگے کر دیں۔“ میرس میرس نے کہا۔

”نہیں۔ اس بار وہ ایسی حماقت نہیں کریں گے۔ ابھی ترب کا پتہ ایف۔ ڈی کے ہاتھوں میں ہے۔ کرنل چارلس یقیناً پادرواؤس میں کوئی بم نصب کر چکا ہے۔ اور وہ کسی بھی لمحے دائر لیس آپریشن مشین کے ذریعے وہ پادرواؤس اڑا سکتا ہے۔ اس لئے پادرواؤس کو بچانے کے لئے لازماً گوریلہ کارروائی کریں گے۔“ کرنل ہمیرن نے کہا۔

”اے ماں باس۔ آپ نے واقعی درست اندازہ لگایا ہے۔ ہمیں فوراً ان کے نئے ہیڈ کوارٹر کی نگرانی شروع کر دینی چاہیئے۔“

لیکن ہمارا منصوبہ کیا ہوگا۔ کیا ہم ان کو بیہ کوارٹر سے باہر روک دیں یا انہیں اندر جانے دیں۔ اور بعد میں خود ایکشن لیں۔ یہ سب چیزیں نے کہا۔

”ہاں یہ بات سوچنے کی ہے۔ لیکن اس کا فیصلہ یہاں نہیں کیا جا سکتا۔ موقع محل دیکھ کر اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔“ کہ کر نزلِ جمہور نے جواب دیا۔ اور اُسی لمحے دروازہ کھلا اور ابراہیم داخل ہوا۔

”بناست۔۔۔ پوری کوٹھی مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے۔ خاص طور پر درمیانہ حصہ بالکل سی ڈھیر ہے۔ ادھر باں باس ساٹنے والے حصے سے ذرا جھٹ کر بلکے پیچھے سے ایک زخمی نوجوان برآمد ہوا ہے اُسے

ہسپتال پہنچا گیا ہے۔ پولیس کا خیال ہے.....۔ راجہ ابھی رپورٹ دے ہی رہا تھا کہ کرنل حمیرا نے فیملی سے اس کی بات کھٹکتے ہوئے کہا:

”کیا کہہ رہے ہو۔ زخمی نوجوان اور میڈکوارٹر کے بلے سے۔ مگر

ہیڈ کوارٹر تو خالی تھا۔ اگر مائیکل کی لاش کے ٹکڑوں کی بات کر رہے
ہو تو وہ تو اندرونی حصے میں تھے تم تو بیرونی رخ کی بات کر رہے
ہو۔ ارے ہاں۔ اودہ لازماً دبی ہو گا۔ کنرل ہمیرخ
ایک ٹنٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر زبردست حیران کے
تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔
کون باس۔ کس کی بات کر رہے ہیں۔ میجر ہمیرخ
بھی کنرل ہمیرخ کے اس انداز پریشان ہو گیا۔

ادہ۔۔۔ وہ لازمًا عمران ہو گا۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو

"دارڈ نمبر گیارہ کا کیا نمبر ہے؟" کرنل ہمیرخ نے پوچھا۔
 ادو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ کرنل ہمیرخ نے اد کے کہہ کر
 کرٹیل دیا۔ اس کے چہرے پر دبے دبے جوش کے آثار نمایاں
 تھے وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی عمران ہسپتال میں بے ہوش پڑا ہے
 تو اس حالت میں وہ بڑا اچھا شکار ثابت ہو سکتا ہے۔ دل میں گھسنے
 والی صفت ایک گولی اس شیطان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دے
 گی اور اگر ایسا ہو جائے تو کرنل ہمیرخ کے نزدیک نہ صرف اب
 بلکہ ریڈ آرمی کی ساری ناکامیاں کامیابیوں میں بدل جائیں گے
 بلکہ اسرائیل کے اعلیٰ حکام بھی اسے کرنل ہمیرخ کا سب سے بڑا
 کارنامہ قرار دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس نے جلد ہی جلدی
 دارڈ نمبر گیارہ کے نمبر گھٹائے۔

"رجسٹرار دارڈ نمبر گیارہ" ایک آواز سیور پر
 سنائی دی۔

"پولیس کیتان بول رہا ہوں۔ ایمرجنسی وارڈ سے ایک زخمی بہوش
 کے عالم میں آپ کے دارڈ میں بھیجا گیا تھا۔ جو ذی شان کالونی کی
 ایک تباہ شدہ کوٹھی کے طبقے سے ملا تھا۔ اس کی کیا پوزیشن ہے؟
 کرنل ہمیرخ نے کہا۔

"کمال ہے۔ پولیس کیتان تو میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔
 اور آپ اپنے آپ کو پولیس کیتان کہہ رہے ہیں۔ یہاں دارالحکومت
 میں کتنے پولیس کیتان ہیں وہ بھی اس زخمی کی وجہ سے پریشان ہیں۔
 وہ غائب ہو چکے ہیں۔ اُسے جیسے ہی ہوش آیا وہ ریڈ سرکل کارڈ

اس کا خاتمہ ہو جائے تو سمجھو سب کا خاتمہ ہو گیا۔" کرنل ہمیرخ
 نے کہا۔ اور اس نے جلدی سے انکوائری کے نمبر ڈائل کئے اور پھر
 انکوائری آپریٹر سے اس نے جنرل ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کا نمبر
 معلوم کیا اور کرٹیل دیا کہ نمبر گھٹانے لگا۔

"ایس۔ ایمرجنسی وارڈ جنرل ہسپتال۔" چند لمحوں
 بعد رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

"ذی شان کالونی میں ایک کوٹھی تباہ ہوئی ہے۔ اس کے طبقے
 سے ایک زخمی نوجوان کو میں نے ہسپتال بھیجا تھا۔ میں پولیس کیتان
 بول رہا ہوں۔ اس زخمی کی کیا پوزیشن ہے؟" کرنل ہمیرخ نے
 پوچھ کر خست بناتے ہوئے کہا۔

"اس زخمی کو دارڈ نمبر گیارہ میں منتقل کر دیا گیا ہے جناب۔ اُسے
 کوئی شدید جھاتی چوٹ تو نہیں آئی تھی۔ البتہ اندرونی ذہنی چوٹ
 معلوم ہوتی تھی۔ ہو سکتا ہے اس کے دماغ کا آپریشن کرنا پڑے۔ دارڈ
 نمبر گیارہ مینٹل سرجیکل وارڈ ہے جناب۔" دوسری طرف
 سے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا گیا۔

"کیا وہ اب تک بے ہوش ہے؟" کرنل ہمیرخ نے اندازہ
 لگاتے ہوئے پوچھا۔

"جب وہ یہاں سے وارڈ نمبر گیارہ میں بھیجا گیا تھا تب تو بہوش
 تھا۔ اب کا معلوم نہیں جناب۔ آپ دارڈ نمبر گیارہ میں فون کر
 کے رجسٹرار سے معلوم کر سکتے ہیں جناب۔" دوسری طرف
 سے جواب دیا گیا۔

دکھا کر یہاں سے چلا گیا۔ اب سب پریشان ہیں۔ وزیر خارجہ بھی کئی بار
 فون کر چکے ہیں۔ انہیں بھی ریڈمرکل کے زخمی ہونے کی اطلاع مل
 گئی تھی۔ لیکن وہ بچانے کہاں ہے۔ ارے ہاں۔ آپ
 کون ہیں۔ ایسے پولیس کپتان صاحب سے خود ہی بات کر لیجئے۔
 رجسٹرار نے کہا۔

لیکن کرنل ہمیرخ کی چمکتی ہوئی آنکھیں یہ سنتے ہی کچھ کئی تھیں کہ
 عمران نہ صرف ہوش میں آچکا تھا بلکہ ہسپتال سے بھی غائب تھا۔
 ظاہر ہے اب وہ کیا بات کرتا۔ اس نے ایک جھٹکے سے ریسیور
 کمریڈل پر پھینکا۔

”چلو میجر میرس چلو۔ ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کی نگرانی کے سوا اب
 اور کوئی چارہ نہیں۔“ کرنل ہمیرخ نے منہ بندتے ہوئے کہا۔
 اوریج میجرس کے لبوں پر مسکراہٹ رینگنے لگی۔

عمران کی آنکھ کھلی تو چند لمحے وہ لاشعوری کیفیت میں پڑا
 رہا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ لیکن ذہن کی سلیٹ صاف تھی۔
 اس پر کوئی تاثر کوئی نقش موجود نہ تھا۔

”ارے مریض کو ہوش آگیا۔“ دیر سی گزشتہ۔۔۔ اچانک
 ایک نسوانی آواز عمران کے کانوں میں پڑی اور عمران کے ذہن نے
 ایک جھجکا لگایا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں شعور کی
 چمک ابھر آئی۔ اس نے تیزی سے گردن موڑ کر اس طرف دیکھا جہاں
 سے آواز سنائی دی تھی۔ اور دوسرے لمحے وہ مسکرا دیا۔ ایک
 خوب صورت سی نرس اس پر پھکی ہوئی تھی۔ نرس کے چہرے پر
 مسرت کے آثار اس طرح نمایاں تھے۔ جیسے عمران کے ہوش
 میں آ جانے سے اسے دلی مسرت ہوئی ہو۔

”مریض کو ہوش آجائے تو پھر وہ پختہ نہیں ہو سکتا۔ اور خاص طور

”سکر کو اطلاع تو کانوں کے ذریعے ہی دہی جاتی ہے۔ اور کان چاہے میٹھے ہوئے آدمی کے ہون یا لیٹھے ہوئے کے۔ بہر حال اطلاع پہنچا دیتے ہیں۔ اس کے لئے میرا ایٹنا تو ضروری نہیں۔ آپ فرمائیں

اس کے جلنے کے بعد عمران اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ پیر

کیا اطلاع ہے۔۔۔ عمران نے لیٹے بغیر مکر لے ہوئے کہا۔ اور دونوں ڈاکٹروں کے چہروں پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے اب انہیں یقین آگیا ہو کہ عمران واقعی ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔
 "نرس۔۔۔ تم ذرا خیال رکھنا ہم ابھی آئے۔۔۔ دونوں ڈاکٹر نے نیچے کھڑی ہوئی نرس سے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گئے۔

"دیکھا کیسے بھگا یا ہے رقیبان کوٹ سفید کو۔۔۔ اب تو ماننی ہو۔ ویسے ایک بات ہے۔ بے چارے عقل سے پیدل ہی گلتے ہیں۔ اور شاید اسی لئے انہوں نے یہ پیشہ اختیار کیا ہے۔"
 عمران نے مکر لے ہوئے کہا۔

"آپ پلینز زیادہ باتیں نہ کریں۔" ایک ڈاکٹر نے دروازے میں ہی رک کر مڑتے ہوئے عمران سے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔ عمران مکر لے ہوا اٹھ کر فرخ شریف پر کھڑا ہو گیا۔

"ارے ارے۔۔۔ آپ لیٹ جاتیں۔ ابھی آپ کو ریسٹ کرنا ہے۔۔۔ نرس نے کوکھلا کر کہا۔

"کمال سے۔۔۔ یہ آپ کہہ رہی ہیں۔ پہلے خود ہی فرمائش کرتی ہیں کہ دودھ کی پھلکھو دو اور پھر خود ہی فرماتی ہیں ریسٹ کرو۔" عمران نے ڈھبٹ عاشقوں جیسے لہجے میں کہا۔ اور ایک سائیڈ میں لکھی ہوئی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس الماری کے ادھ کھلے پٹ میں اسے خلع میں پڑا ہوا اپنا سامان اور لباس نظر آ رہا تھا۔ اس نے لباس کو

باہر نکالا تو لباس خاصا مسلا ہوا تھا لیکن کم از کم پھٹنے سے محفوظ تھا۔ اُسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک بھاری وجود اور ادھیڑ عمر کا ڈاکٹر اندر داخل ہوا۔ دونوں نوجوان ڈاکٹر اس کے پیچھے مودبانہ انداز میں چل رہے تھے۔

"اوه۔۔۔ آپ تو نیچے اترے کھڑے ہیں۔ ارے آپ لیٹ جلیے۔" ڈاکٹر نے اندر آتے ہی کہا۔

"لیٹ۔۔۔ ہاں واقعی پہلے ہی میں بہت لیٹ ہو گیا ہوں ڈاکٹر۔" عمران نے تیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ کو چار گھنٹوں کے بعد ہوش آیا ہے اور ابھی ہم نے چیکنگ کرنی ہے۔" ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں میری چیکنگ کی بجائے اپنے ان شاگردوں کو تھوڑا سا علم پڑھا دیجئے۔ یہ سبھی اوصاف بات ہی نہیں سمجھتے۔ فرما رہے تھے سر۔ سر کے آپریشن کا فیصلہ کر چکے تھے۔ جس پر میں نے حیرت کا اظہار کیا تو فرما لے گئے لیٹ جلیے۔ میں سر کو اطلاع دیتا ہوں۔ اب آپ خود سوچئے۔ لیٹے بغیر سر کو اطلاع نہیں دی جا سکتی۔" عمران نے مکر لے ہوئے کہا۔

"اوه۔۔۔ اچھا اچھا۔۔۔ آپ نے بات تو خوب صورت کہی تھی۔ دراصل آپ کی ذہنی چوٹ اور طویل بے ہوشی کے بعد اس طرح کی باتیں اچھے بھلے ڈاکٹر کو چیکنگ پر مجبور کر دیتی ہیں۔ بہر حال ابھی آپ آرام فرمائیں۔ آپ کو اچھی خاصی چوٹیں آئی ہیں۔ یہ تو شکر ہے کہ آپ کو ہوش آ گیا۔ لیکن بہر حال میڈیکل چیک اپ تو ضروری ہے۔"

ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 "سوری۔۔۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ اہم کام پینڈنگ
 پڑے ہیں انہیں پٹالوں۔ پھر آکر چیک اپ کراؤں گا اطمینان سے۔"
 عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا جناب۔۔۔ دوسری بات یہ کہ آپ کا کیس
 پولیس نے ریفیر کیا ہے۔ اس لئے پولیس کی اجازت کے بغیر آپ کو
 فارغ بھی نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ اس بارڈر ڈاکٹر نے سخت لہجے میں کہا۔
 "اوہ۔۔۔ اچھا یہ بات ہے۔ سوری ڈاکٹر مجھے ابھی اور اسی
 وقت جانا ہو گا۔۔۔ عمران کا لہجہ بھی یک لخت سرد ہو گیا۔ اس
 نے بات میں یک طے ہوئے اپنے کوٹ کی چھوٹی جیب میں ہاتھ ڈالا۔
 اور ریڈ سرکل کارڈ نکال کر ڈاکٹر کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

ڈاکٹر ریڈ سرکل کارڈ کو دیکھتے ہی یوں اچھلا جیسے اس کے
 پردوں تلے بم پھٹ پڑا ہو۔

آ۔۔۔ آپ۔۔۔ ریڈ سرکل۔۔۔ اوہ۔۔۔ سوری۔۔۔ اوہ
 پہلے پتہ ہوتا تو آپ کو پینٹل وارڈ سر۔۔۔ ہمیں معلوم نہ تھا۔۔۔ ڈاکٹر
 نے بری طرح بوکا۔۔۔ نے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں ڈاکٹر۔۔۔ آپ نے علاج میں کوئی کمی نہیں
 رکھی۔ میں آپ کا مشکور ہوں اور میں آپ کی تعریف صدر مملکت
 سے خصوصی طور پر کروں گا۔۔۔ لیکن میں نے فوری طور پر جاننے سے
 اٹا اذایر جنسی۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ سر۔۔۔ ٹھیک ہے سر۔ اب میں آپ کو کیسے روک

سکتا ہوں سر۔۔۔ ڈاکٹر نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔ اس
 کے لہجے سے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی چہرہ اسی صدر مملکت سے
 مخاطب ہو۔ اور کمرے میں موجود نرس اور دو نوں نوجوان ڈاکٹر یوں
 آنکھیں پھاڑ بھاڑ کر عمران کو دیکھ رہے تھے جیسے انہیں اچانک کوئی
 بھوت نظر آ گیا ہو۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ وارڈ نمبر گیارہ کا
 رجسٹرار جو اپنی اصول پسندی اور سخت مزاجی کی وجہ سے پورے ہسپتال
 میں مشہور تھا۔ یوں اچانک بھیگی ملی بن جائے گا۔

"شکر یہ۔۔۔ اب مجھے لباس بدلنا ہے۔۔۔ عمران نے
 کہا اور ڈاکٹر اشارہ سمجھ کر تیزی سے دروازے کی طرف مڑا۔ اس نے
 وہاں موجود ڈاکٹروں اور نرس کو بھی باہر آنے کا اشارہ کیا۔ اور ان کے
 باہر جاتے ہی عمران نے مسکراتے ہوئے دروازہ بند کیا۔ اور پھر جلدی
 سے لباس تبدیل کرنے لگا۔ کمرے کی ایک سائیڈ میں لٹکے ہوئے
 آئینے میں وہ پہلے ہی اس بات کا اطمینان کر چکا تھا کہ اس کا میک اپ
 سلامت ہے۔ ظاہر ہے ڈاکٹروں نے ایک مریض کا علاج کیا تھا۔
 انہیں تو میک اپ سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔۔۔ اور پھر عمران کا میک اپ
 بھی سادہ پانی سے دھلنے والا نہ تھا اس لئے وہ محفوظ رہا۔

لباس بدل کر اس نے ہسپتال کا مخصوص لباس داپس الماری
 میں پھینکا اور تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ راستے میں وہی
 ڈاکٹر جو وارڈ کا رجسٹرار تھا۔ اس کے انتظام میں کھڑا تھا۔

"جناب۔۔۔ رجسٹریڈ دستخط فرماتے جلیتے تاکہ آپ کے ہسپتال
 سے فراغت کی سرکاری رسید بن سکے۔۔۔ رجسٹرار نے محنت بھر

مک گرم تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کار کو یہاں آئے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ وہ خاموش کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ اہم غرضی وارڈ کے درمیان سے وہ خود گزر کر آیا تھا اس لئے اگر اس کا کوئی ساتھی دہان موجود ہوتا تو لازماً اسے نظر آجاتا۔ اور باقی اتنے بڑے ہسپتال میں انہیں کہاں ڈھونڈھتا۔ چنانچہ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک مڑا تڑا تاریکا لاد کر بڑے اطمینان سے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور نشست پر براجمان ہو گیا۔ اب اس کے علاوہ اور دوسری صورت بھی نہ تھی۔ ورنہ اس سے پہلے اس کا خیال ہی تھا کہ وہ یہاں سے سیدھا ہیڈ کوارٹر جاتا۔

ابھی اسے کار میں بیٹھتے ہوئے چھ سات منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ اسے دور سے اپنے ساتھی آتے ہوئے دکھائی دیئے صدیقی کے بازو پر بیٹھ بیٹھ ہی تھی۔ باقی ٹھیک تھے۔ البتہ جو مان ان کے ساتھ نظر نہ آتا تھا۔ اب یا تو جو مان زیادہ زخمی ہو گیا تھا یا پھر وہ یہاں آنے کی بجائے ہیڈ کوارٹر چلا گیا تھا۔

عمران خاموش بیٹھا رہا۔ اور اس کے ساتھی باتیں کرتے ہوئے کار کے قریب پہنچ گئے۔

”ہمیں اب سب سے پہلے عمران کا پتہ کرنا چاہیے۔“ جولیا کی آواز سنائی دی۔

”کہہ جو دیلے ہے اس کی فکر کیوں کرتی ہو۔ وہ شیطان ہے اور شیطانوں کا انسان کچھ نہیں جگاڑ سکتے۔“ تنویر نے جواب دیا وہ اب کار کے قریب پہنچ چکے تھے۔

”جانب میں کہا۔“
”ہاں ہاں ضرور۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ جبڑار کی مجبوری سمجھتا تھا۔ اس نے بڑے اطمینان سے جبڑار کے خاتمے میں اپنا نام عمران لکھا اور پھر سائیڈ پر دستخط کر دیئے۔ اور اس کے بعد وہ جبڑار سے مصافحہ کر کے تیز تیز قدم اٹھاتا وارڈ سے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ چار گھنٹے تک سب سے پوش رہا ہے۔ اور نجانے اس دوران کیا کچھ نہ ہو گیا ہو۔ تنویر اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے بھی اسے فکر تھی کیوں کہ کرنل ہمیرخ کی دونوں کالوں سے وہ سمجھ گیا تھا کہ کرنل ہمیرخ کے ساتھی بھی آکل ڈپو پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہاں سے جواب نہ ملنے کی صورت میں اس نے کرنل چارلس کو کال کیا تھا اور اسے اس کے گروپ کی ہلاکت کی خبر دی تھی۔ اس خبر دینے سے وہ ساری صورت حال سمجھ گیا تھا اور شاید اسی وجہ سے اسے زیادہ تشویش تھی کہ ریڈ آر می کہیں فاسٹ ڈیٹھ کے لئے اندھیرے کا تیر ہی ثابت نہ ہو۔

وارڈ سے نکل کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا برونی گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر میں ایک طرف پارکنگ میں کھڑی ہوئی کار پر پڑیں اور کار کو دیکھتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ کار فاسٹ ڈیٹھ کی بھی ادیر دہی کا رشتی جس میں وہ آکل ڈپو گئے تھے۔ اس کار کی یہاں موجودگی کا مقصد تو یہی ہو سکتا تھا کہ ان میں سے کچھ زخمی ہو کر یہاں پہنچے ہیں۔ وہ تیزی سے مڑا اور کار کی طرف بڑھتا گیا۔ کار خالی تھی۔ اس نے اس کے انجن پر ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا کہ انجن ابھی

”کیوں نہیں بگاڑ سکتے۔ ابھی لا حول پھد دوں تو تم بھل گئے نظر آؤ گے“
 عمران نے اندر بیٹھے بھائے اپنی آواز میں کہا۔ اور عمران کی آواز سن کر
 وہ سب یوں اچھلے جیسے کوئی آنہوئی بات ہو گئی ہو۔
 ”ارے۔۔۔ عمران تو اندر بیٹھا ہوا ہے۔۔۔“ صفدر نے
 چونک کر کہا کہ اندر بیٹھے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے
 نیچے میں مسرت تھی۔

”عمران ہمیشہ ان درجہ ہے۔ یہ ذہیر ہی ہے جس کے مقدور میں آؤں
 کھد دیا گیا ہے۔ کیوں جو لیا۔۔۔ عمران نے مسکرا کر کار سے باہر نکلتے
 ہوئے کہا۔ اور تو میرے علاوہ باقی سب مہنس پڑے۔
 ”یہ تمہارے سر پر پٹیاں۔۔۔ ارے ہاں۔۔۔ ہسپتال سے
 نکلے ہو۔۔۔ جو لینے بات کا رخ بدلنے کے لئے کہا۔
 ”ارے سر پر پٹیاں اور ہسپتال یہ تو عشق کی کامیابی کی نشانیاں
 ہیں۔ یقین نہ آئے تو بے شک تنویر سے پوچھ لو۔“ عمران نے
 مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”بس ایں۔۔۔ اب زیادہ بابک بابک کی تو منہ توڑ ڈالوں گا۔ میں
 تمہیں برداشت کر رہا ہوں اور تم سر پر چڑھے آ رہے ہو۔
 تنویر نے غصے سے پھینکارتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ نہ صبر شاید لبریز
 ہو گیا تھا۔

”تنویر۔۔۔ مذاق کا جواب مذاق سے ہی اچھا لگتا ہے۔ ارے ہاں
 عمران صاحب۔۔۔ چوہان شدید زخمی ہوا ہے۔ اس کے پیٹ میں
 گولی لگی ہے۔ اُسی کا پتہ کر لے ہم ہسپتال آئے تھے۔ اس کا

آپریشن ہوا ہے۔ اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔۔۔ صفدر
 نے بات بدلنے ہوئے کہا۔

”ادہ۔۔۔ چلو اچھا ہے باہر ہو گئی ہے۔ آخر تنویر لیڈر ہے جو ہمیشہ
 باہر ہی رہتا ہے۔ بہر حال یہ بتاؤ اس مشن کا کیا ہوا۔“ عمران
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ہم نے آئی ڈی بچا لیا ہے۔“ صفدر نے بڑے فاتحانہ لہجے
 میں کہا۔

”بچا لیا ہے۔ یہ تو اد بھی اچھا ہے۔ بکیت تو زندگی کا سنہرا
 اصول ہے۔ اور پھر آئی کی بکیت۔ واہ خالص زرمبادلہ کی بکیت۔ بلکہ
 زرمبادلہ کے ڈپو کی بکیت۔ لیکن کچھ سر پر لگانے کے لئے بھی آئے
 ہوں۔ تنویر کے دماغ کو بری ٹھکی ہو گئی ہے۔“ عمران مستقل
 تنویر پر چوٹیں کئے چلا جا رہا تھا۔

”عمران صاحب۔۔۔ اب اگر آپ نے ہمارے لیڈر کے خلاف
 کوئی بات کی تو ہم نے برا کوئی نہیں ہو گا۔ وہ ہماری وجہ سے خاموش
 ہے۔ ورنہ۔۔۔۔۔۔“ جو لینے مصنوعی غصے سے آنکھیں نکالتے
 ہوئے کہا۔ اور تنویر جس کا چہرہ عمران کی مسلسل کاٹ دار باتوں کی
 وجہ سے بڑھنا شروع ہو گیا تھا ایک لخت پھول کی طرح کھل اُٹھا۔
 جو لیا کی حمایت تو اس کے لئے ہمیشہ آبِ حیات ثابت ہوتی تھی۔
 ”آپ سے برا پہلے کون ہے جس جو لیا نافذ واٹر۔“ عمران
 نے منہ نہلاتے ہوئے کہا۔ اور جو لیا اپنے ہی فقرے سے لگنے والی
 چوٹ پر بے اختیار بھینپ سی گئی۔

”اب چلیں یہاں سے۔ کیا یہیں پارکنگ میں ہی کھڑے کھڑے عمر گزار دینی ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور وہ سب سمر جلاتے ہوئے کار میں سوار ہو گئے۔ عمران کھلی سیٹ پر دوسرے ساتھ لوگ کے ساتھ سکرڈا ہوا بیٹھا تھا جب کہ تنویر ڈرائیونگ سیٹ پر اور اس کے ساتھ جو لیا بیٹھی ہوئی تھی۔ عمران انہیں مین پاور ہاؤس اور کرنل سمیر خ کے متعلق اپنے مقابلے کی تفصیل بتا رہا تھا۔ اور صفر اور کیپٹن شکیل سے آئل ڈیو پر ہونے والی جھڑپ کی تفصیلات سن رہا تھا۔ جب صفر نے انیسٹو کا ذکر کیا کہ اس نے اچانک کال کر کے انہیں ایف۔ ڈی سے چونکا کیا ورنہ وہ تو مطمئن ہو کر بیٹھے تھے تو عمران یوں چونکا جیسے اُسے اس خبر پر بے پناہ حیرت ہوئی ہو۔ اس کی آنکھوں اوپر چہرے سے بے پناہ حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

”کمال ہے۔۔۔ وہ جو پاکہیں بخومی تو نہیں کہ دیں بیٹھے بیٹھے زائچہ بنا کر سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔“ عمران کے بلجے میں حیرت کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

”وہ سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔ ہتھاری طرح گھیسارہ نہیں۔ اُسے کچھ معلوم ہی نہ ہو۔۔۔ اچانک تنویر نے ایکسٹو کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

”گھیسارہ۔۔۔ اودھ اچھا پیشہ ہے ضرور اختیار کرو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تنویر نے اس کے بعد کوئی جواب نہ دیا وہ خاموشی سے کار چلاتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ عمران نے وہاں پہنچے ہی سب سے پہلے اس ڈاکٹر سے بات کی جس کے ہسپتال میں ٹائیکر جوانا اور جوزف داخل تھے۔ اور ڈاکٹر نے اُسے بتایا کہ وہ تینوں اب بالکل تندرست ہو چکے ہیں۔ تو عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور اُسے کہا کہ وہ ان تینوں کو یہ پیغام پہنچا دے کہ وہ ہسپتال لالہ زار میں پہنچ کر وہاں لابی میں رہیں پرنس انہیں وہیں ملے گا۔ اور، اکٹر نے جب پیغام پہنچانے کا وعدہ کر لیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

”اب آئل ڈیو والامسک تو ٹھیک ہو گیا۔ لیکن وہ پاور ہاؤس کا کیا ہو گا۔“ صفر نے بیٹھے ہی کہا۔

”ہمیں فوراً ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر پر چھاپہ مارنا ہے۔ انہوں نے پاور ہاؤس میں کوئی خوف ناک ہم نصب کر رکھا ہے۔ جہاں آپریٹنگ مشین لگتی ان کے ہیڈ کوارٹر میں ہوگی اور جیسے ہی انہیں آئل ڈیو کی ناکامی کا پتہ چلے گا ہو سکتا ہے وہ فوری طور پر انتقام لینے کے لئے پاور ہاؤس ہی اڑا دیں۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”لیکن یہ ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ مسئلہ تو اصل یہ ہے؟“ جو لیا نے کہا۔

”ہیڈ کوارٹر کا محل وقوع تو میں نے معلوم کر لیا ہے۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ کسی طرح ایف۔ ڈی کے چیف کرنل چارس کے ساتھ کوئی ایسی گیم کھیلی جائے کہ وہ فوری طور پر پاور ہاؤس اڑانے سے باز رہ سکے۔ ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم ہیڈ کوارٹر پر حملہ کریں اور

وہ بٹن دبا کر پاؤس پاؤس ہی اڑا دے۔ پاؤس بٹن بھاشانہ کی معیشت کا سنگ میل ہے۔ اس کی تباہی پورے بھاشانہ کے لئے انتہائی خوف ناک ہو گی۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”نیکن کسی طرح کوئی تجویز۔۔۔ صفحہ نہ بنے کہا۔“

”اے ہاں۔ ایک صورت ہو سکتی ہے۔ گوا اس میں رسک ہے لیکن اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔“ عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”کون سی صورت ہے۔“ سب ممبرز نے چونک کر کہا۔

عمران نے جیب سے ٹرانسمیٹر کی نکلانا اور پھر اس کا بٹن دبا کر اس نے نقشے والی پلیٹ کو جہاں دو نقطہ دو مختلف جگہوں پر چمک رہے تھے غور سے دیکھا اور پھر ایک اور بٹن دبا دیا۔ اب ایک نقطہ غائب ہو گیا جب کہ دوسرا نقطہ اُسی طرح چمکتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے تیزی سے سائیڈ میں لگی ہوئی ایک ناب گھمانی شروع کر دی۔ چلتا بھٹتا نقطہ چند ہی لمحوں بعد مسلسل چلنے لگا۔ اور عمران نے ہونٹوں پر انگلی لکھ کر سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر ٹرانسمیٹر آن کرنے کا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے نقشے پر ایک اور نقطہ چل اٹھا۔ یہ نقطہ عمران دایا جگہ کا اشارہ دے رہا تھا۔ جب کہ پہلے والا نقطہ ایف۔ ڈی کے مینڈ کواریٹر کی نشاندہی کر رہا تھا۔ عمران نے اس طرح بڑے طریقے سے کرنل چارلس کی مخصوص فریکوئنسی تلاش کر لی تھی۔ کیوں کہ ٹرانسمیٹر کیج میں وہ کال محفوظ تھی جو کرنل مہیر نے کرنل چارلس کو کی تھی۔ اس نے کرنل مہیر نے والا نقطہ ختم کر

کے ایف۔ ڈی والا نقطہ وہیں رکھا اور ناب گھماتا رہا۔ جیسے ہی وہ مخصوص فریکوئنسی سیٹ ہوئی تو ایف۔ ڈی والا چلتا بھٹتا نقطہ مسلسل چلنے لگا۔ اس کا مطلب تھا کہ ان کے ٹرانسمیٹر سے لنک ہو گیا ہے۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ چیف آف سیکرٹ سروس کیپٹن تمیزی۔“

آن دی لائن۔ ہیلو۔ ہم جنرل فریکوئنسی پر ایف۔ ڈی کے مینڈ کواریٹر کو کال کرنا چاہتے ہیں۔ ہیلو چیف آف سیکرٹ سروس کا لنک ایف۔ ڈی۔ ہیلو۔ ہیلو۔ اگر کوئی سن رہا ہو تو پلیز جواب دے۔ عمران نے بار بار اس قسم کے فقرے کہنے شروع کر دیئے۔ دوسرا نقطہ چل رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ کال رسیو کی جا رہی ہے لیکن عمران جانتا تھا کہ وہ اتنی آسانی سے کال کا جواب نہ دیں گے۔ کیوں کہ ان کے ذہن میں بھی یہ خطہ ہو گا کہ کہیں اس طرح جواب دینے سے ان کے مینڈ کواریٹر کی نشاندہی نہ ہو جائے۔ اسی لئے عمران نے جنرل فریکوئنسی کا لفظ استعمال کیا تھا کہ ان کی تسلی ہو جائے۔

جب اُسے یہ فقرہ دوہراتے تین چار منٹ ہو گئے تو اچانک ایک آواز سنائی دی۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں اور۔“

اور عمران بولنے والے کا بوجہ سنتے ہی سچو گیا کہ یہ کرنل چارلس کی آواز ہے۔

”میں چیف آف سیکرٹ سروس کیپٹن تمیزی بات کر رہا ہوں۔“

لڑا پ کا تعلق ایف۔ ڈی سے ہے تو پلیز بات کیجیے۔ ورنہ اپنا ٹرانسمیٹر بند کر دیجیے۔ پلیز۔ اور۔“ عمران نے بات بناتے ہوئے کہا۔

ایف۔ ڈی کون ہے جس سے آپ بات کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”آپ ٹرانسمیٹر بند کر دیں۔ پلیز۔ یہ سرکاری راز ہے۔ اور اگر آپ ایف۔ ڈی کو نہیں جانتے تو پھر یقیناً آپ کا تعلق بھاشانہ سے نہیں ہے آپ بند کر دیجیے ٹرانسمیٹر پلیز اور ڈی۔ عمران نے اس بات قدر سے کھٹکتے ہوئے کہا۔

”اور اگر ہم ٹرانسمیٹر بند نہ کریں تو پھر آپ کیا کریں گے اور دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران سمجھ گیا کہ کرنل چارلس یہ چپک کرنا چاہتا ہے کہ اُسے ٹریس تو نہیں کیا جاوے۔

”اگر یہ جنرل فریکوئنسی نہ ہوتی تو میں دیکھتا کہ آپ کس طرح بند نہیں کرتے۔ بہر حال پلیز میں درخواست کرتا ہوں آپ ٹرانسمیٹر بند کر دیں۔ ہم صرف ایف۔ ڈی سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سرکاری مسئلہ ہے پلیز اور ڈی۔ عمران نے لہجے کو بے بس بناتے ہوئے کہا۔ اب ٹیم کے باقی ممبر بھی سمجھ گئے تھے کہ عمران کیا حکم کر رہا ہے۔ اس لئے وہ بھی زیر لب مسکرا رہے تھے۔

”آپ ہمیں بتائیں کیا بات ہے۔ ہو سکتا ہے ہم آپ کا پیغام ایف۔ ڈی تک پہنچا دیں اور ڈی۔ اس بار کرنل چارلس کی آواز میں قدرے نرمی تھی۔

”سودی۔ اگر آپ بند نہیں کرتے تو پھر یہی ہو سکتا ہے کہ ہم بند کر دیں۔ کاش آپ معاملے کو سمجھیں یہ بھاشانہ کی قسمت کا معاملہ ہے اور ڈی۔ عمران نے پختہ بدلتے ہوئے کہا۔

”اچھا سنو۔ میں ایف۔ ڈی کا چیف کرنل چارلس بول رہا ہوں۔ بات کرو اور ڈی۔ اس بار کرنل چارلس کھل گیا۔

”اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ کرنل چارلس بات کر رہے ہیں اور ڈی۔ اب عمران نے اس پر تشکک کا اظہار کر دیا۔ وہ اُسے پوری طرح سیٹ کرنا چاہتا تھا۔

”اور اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم واقعی سیکرٹ سروس کے چیف ہو اور ڈی۔ دوسری طرف سے کرنل چارلس نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ادھ ٹاں۔ ارے ٹھیک ہے۔ میرے پاس آپ کے ٹیلی ویژن اور ریڈیو نشریے کا ٹیپ موجود ہے۔ چند لمحے ٹھہریے میں چیک کر لوں۔ پلیز اگر آپ واقعی کرنل چارلس ہیں تو پلیز ناراض نہ ہوں۔ یہ انتہائی اہم سرکاری مسئلہ ہے۔ اس لئے ایسا ضروری ہے۔ میں دو منٹ بعد دوبارہ جنرل فریکوئنسی پر کال کر دوں گا اور ریڈیو آل۔ عمران نے کہا اور اس نے ٹرانسمیٹر آن کرنے والا بٹن بند کر دیا۔ ”بڑا ہی مشکل کام تھا انہیں یقین دلانا کہ انہیں ٹریس نہیں کیا جاوے۔ اس لئے یہ ساری چکر بازی ضروری تھی۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سب ساتھیوں نے سر ہلادیا۔

”لیکن تم اس سے کیا بات کرنا چاہتے ہو۔“ تنویر نے کہا۔ ”میں اس سے درخواست کر دوں گا کہ وہ اپنی تنظیم کا نام بدل لے۔ ہلایہ کوئی طریقہ ہے کہ فیس آف ڈیٹھ بھی ایف۔ ڈی اور ہمارے وزیر کی تنظیم فاسٹ ڈیٹھ بھی ایف۔ ڈی۔ ایک پیام میں دو توالین

کیسے رہ سکتی ہیں؟۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ افسوس
اپنے احمقانہ سوال پر چھینپ گیا۔ جب کہ دوسرے بے اختیار ہنس
پڑے۔

عمران نے دوبارہ ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ان سب کو خاموش ہونے
کے لئے کہا اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ میں چیف آف سیکرٹ سروس کیپٹن تمیزی
بول رہا ہوں۔ جنرل فریڈکسن پر اگر کرنل چارلس اسٹنگر کر رہے ہوں تو
پلیز اسٹنگر کیمن اور۔۔۔ عمران نے کہا۔

”یس۔۔۔ کرنل چارلس اسٹنگر ہو اور۔۔۔ دوسری
طرف سے کرنل چارلس کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں نے چیک کر لیا ہے۔ آپ واقعی ایف ڈی

کے کرنل چارلس بات کر رہے ہیں۔ میں کرنل چارلس۔۔۔ میں حکومت

کی طرف سے آپ سے بات کر رہا ہوں۔ حکومت نے آپ کے

مطالبات تسلیم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حکومت آپ کی خوشنما

دھمکیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔۔۔ آپ پلیز رات کو ہونے وال

دھماکا روک دیں۔ اور پاور ہاؤس بھی تباہ نہ کریں ورنہ بھاشانہ مکمل

طور پر تباہ ہو جائے گا۔ ہم آپ کے تمام مطالبات تسلیم کرنے پر

تیار ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو آپ کی بات براہ راست حکومت کے

بااختیار نمائندوں سے کرائی جاسکتی ہے اور۔۔۔ عمران نے

کہا۔ اور اس کے ساتھی عمران کی بات سن کر چونک پڑے کیونکہ

وہ تو جانتے تھے کہ اب ایف۔ ڈی آئل ڈپو والا دھماکا نہ کر سکیں

اور ایف۔ ڈی کو بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے یہ عمران
کیوں کہہ رہا ہے۔ لیکن دوسرے لمحے وہ سب عمران کی بے پناہ
ذہانت پر ایمان لے آئے پر مجبور ہو گئے۔ انہیں اچانک خیال
آگیا تھا کہ ایف۔ ڈی سے لڑائی فاسٹ ڈیٹھ والوں نے لڑی ہے
اور فاسٹ ڈیٹھ کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں جب کہ عمران
سیکرٹ سروس کے چیف کے طور پر بات کر رہا تھا۔

”جو اس مدت کر دو۔ تم ہمیں پکڑ دینا چاہتے ہو۔ ادھر تم بلیک کارڈ
ہولڈر بھیج کر سمارٹ مقابلہ کرتے ہو ادھر کہتے ہو کہ ہم مطالبات تسلیم
کرتے ہیں۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب بھاشانہ کو ہر صورت میں
تباہ ہونا پڑے گا۔ اب تباہی بھاشانہ کا مقدمہ بن چکی ہے اور
کرنل چارلس نے غصے سے ڈپارٹ ہوئے کہا۔

”بلیک کارڈ ہولڈر۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہمارے
ملک میں کوئی بلیک کارڈ ہولڈر نہیں ہے۔ بلیک کارڈ آج تک
کسی کو ایسوسی نہیں کیا گیا۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اور
عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہم نے خود چیک کیا ہے۔ تم بھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے
فاسٹ ڈیٹھ کو بلیک کارڈ جاری کئے ہیں اور۔۔۔ کرنل چارلس
نے غصے سے کہا۔

”ادم۔ فاسٹ ڈیٹھ۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کون سی
فاسٹ ڈیٹھ۔ کیسی فاسٹ ڈیٹھ۔ پلیز سیدھی بات کیجئے۔ خواہ مخواہ
بکرنہ دیجئے۔ حکومت کا کسی فاسٹ ڈیٹھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

کہ حکومت آپ کے مطالبات ماننے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ ہم بھاشانہ کے پاور ہاؤس کی تباہی کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے اور عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے ہم مطالبات کا سرکاری طور پر اعلان سننے کے منتظر رہیں گے اگر ایسا نہ ہوا تو پاور ہاؤس مہبت گزرتے ہی تباہ کر دیا جائے گا۔ اور سنو۔ آئندہ ہمیں کال نہ کیا جائے مطالبات تسلیم ہونے کے بعد ہم خود حکومت سے رابطہ قائم کر لیں گے اور اینڈ آل۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے تمام بٹن آف کر دیئے، اس کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ ریگ رہی تھی۔ وہ کرنل چارلس کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کہ وہ کل چار بجے تک پاور ہاؤس تباہ نہ کرے اور ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کرنے کے لئے اتنی مہلت کافی تھی۔ وہ تو بس ان کے فوری انتقام سے بچنا چاہتا تھا۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا۔ اور یہی بات اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی بتادی۔

”وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اب ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کسے ہوگا؟“

جو لیلے کہا۔

”اس کے لئے ہمیں کوئی خاص پلاننگ کرنی ہوگی۔ ایسی پلاننگ جس سے ہم فوری طور پر اس آپریشنک مشین کو نوکر سکیں اور جہاں تک ہیڈ کوارٹر کا تعلق ہے مجھے اس کا محل وقوع معلوم ہے لیکن اصل عمارت کا علم نہیں ہے پہلے ہمیں وہ عمارت ڈھونڈنی ہوگی۔“

عمران نے جواب دیا۔

”کس علاقے میں ہے یہ ہیڈ کوارٹر؟“ تنویر نے پوچھا۔

”یہ راج موتی نامی علاقے میں ہے۔ جہاں بھاشانہ کی سب سے بڑی کمزش مارکیٹیں ہیں۔ جہاں تک میرا آئیڈیا ہے یہ ہیڈ کوارٹر راج موتی کے شمالی حصے میں ہے۔ بہرحال میں اسے وہاں جا کر ڈھونڈھ لوں گا۔“ عمران نے کہا اور ایکٹو ٹھہرا ہوا۔

”کیا مطلب۔ کیا تم اکیلے اسے ڈھونڈھنے جاؤ گے؟“

صفدر اور جویا نے چونکتے ہوئے کہا۔

”تو اور کیا۔ میرا فاسٹ ڈیٹھ سے کیا تعلق۔ میں تو بلیک ڈیٹھ کا ممبر ہوں اور بلیک ڈیٹھ کا لیڈر جو انابے جوانا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی مزید بات کر تا وہ تیز قدم اٹھاتا بیردنی دروازے کی طرف بڑھتا گیا۔ اور سب حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے جانا دیکھتے رہ گئے۔

کیپٹن تمیز کی اپنے دفتر میں بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر بھجلاہٹ اور اکٹاہٹ کے سے آثار نمایاں تھے۔ ابھی ابھی وزارت داخلہ کے انڈر سیکرٹری نے اسے جس انداز میں تھاپا پٹی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سیکرٹ سروس کا چیف ہونے کی بجائے کسی محکمہ کا چیپراسی بھی ہوتا تو اس طرح اس کی بے عزتی کبھی نہ کی جاتی۔ لیکن وہ کیا کرتا۔ موقع ہی ایسا آن پڑا تھا۔ اُسے شہر سے دور طہری آئل ڈپو پر بلا گیا۔ تمام اعلیٰ حکام وہاں موجود تھے اور آئل ڈپو کے قریب ایک فارم میں لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ فارم سے تھوڑی دور درختوں کے درمیان بھی لاشیں موجود تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں زبردست اور خوف ناک جنگ ہوئی ہو۔ فارم کا ایک تہ خانہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا۔ اور اس کے بلے میں سے بھی دو لاشیں اور ایک پچیدہ سی مٹین کے پرندے

بکھرے ہوئے ملے تھے۔ پولیس کمشنر اعلیٰ حکام کو تمام تفصیل بتا چکا تھا۔ کہ بلیک کار ڈپو لڈرز نے ایف ڈی سے زبردست جنگ لڑ کر آئل ڈپو کو بجا یا تھا۔ ان میں سے ایک آدمی شدید زخمی بھی ہوا تھا۔ اور پھر وزیر خارجہ کو جب اطلاع ملی کہ بلیک کار ڈپو لڈرز نے یہ کارنامہ سر انجام دیا ہے تو انہوں نے اعلیٰ حکام کے زور دینے پر صرف اتنا بتایا تھا کہ حکومت نے اپنی مدد کے لئے ایک بریڈنی تنظیم کو بویا ہے۔ اس تنظیم کو بلیک کار ڈپو جاری کئے گئے ہیں۔ پھر پولیس کمشنر کو عیاں کہ بلیک کار ڈپو لڈرز نے بتایا تھا کہ آئل ڈپو کے اندر بم نصب ہیں۔ آئل ڈپو کو ایسے فوجی ماہرین کی نگرانی میں کھلوا گیا جن کا تعلق بم ڈسٹرکٹ کے گروپ سے تھا اور جو بموں کے سلسلہ میں مخصوص ٹریننگ رکھتے تھے اور پھر آئل ڈپو کے اندر سے سات انتہائی خوفناک بم برآمد ہو گئے جو ایسی جگہوں پر نصب تھے کہ اگر ان میں سے ایک بھی پھٹ جاتا تو قیامت ٹوٹ پڑتی۔ اور اب فارم میں موجود مشینوں کے متعلق بھی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ تمیز کی ان بموں کی آپرٹنگ مشین تھی۔ اگر اُسے بردقت تباہ نہ کر دیا جاتا تو پھر اس قیامت خیز تباہی کو کوئی نہ روک سکتا تھا۔ وزارت داخلہ کے انڈر سیکرٹری نے یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے کیپٹن تمیز کی کو سب کے سامنے اس بری طرح بھٹا دیا تھا اور اس قدر سخت ست کہا تھا کہ کیپٹن تمیز کی کا جی پا رہتا تھا کہ زمین پھٹ جاتی اور وہ زندہ دفن ہو جاتا۔ اور واقعی یہ اس کے لئے انتہائی شرم ناک مقام تھا۔ کہ بھاشانہ کی سیکرٹ سروس کا چیف وہ ہے حکومت سے تنخواہیں وہ

نے رہے ہیں اور کام دوسرے کر رہے ہیں۔ اگر یہ بلیک کارڈ ہولڈر کام نہ کرتے تو کیپٹن تیززی کے توفرشوں کو بھی اس ماری کا دروائی کا علم نہ ہوتا اور نتیجہ یہ خوف ناک تباہی بمقدور ہو چکی ہوتی۔

وہاں سے دفتر پہنچنے کے بعد کیپٹن تیززی کی طبیعت سخت خراب ہو رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آفر دوسروں کو وہ کلیو کہاں سے مل جاتے ہیں جو اُسے نظر نہیں آتے۔ ایک لاش اس نے حکومت کے خولے کی تھی۔ اور اس کی قاصی داہ داہ ہوئی تھی۔ مہجناہ کی یہ لاش بھی اس کا اپنا کرڈٹ نہ تھا یہ بھی کسی نامعلوم پرنس کی طرف سے تھی۔ اس کے بعد خاموشی تھی۔ ناوہ بھی غائب ہو چکا تھا۔ اور کیپٹن تیززی اب تک اُسے ہی تلاش کر رہا تھا۔ لیکن اس کا کہیں پتہ نہ چل سکے تھا۔ اور پھر یہ واقعہ پیش آ گیا تھا۔ اب وہ اپنے دفتر میں بیٹھا دل ہی دل میں پیچ و تاب کھار رہا تھا کہ کرنل شریف کے قاتلوں کا بھی کوئی پتہ نہ چل سکا تھا اور نہ کسی نے انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی تھی بس یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ وہ الیف۔ ڈی کے کسی خاص کیو پتک پہنچ گیا تھا اس لئے الیف۔ ڈی نے اُسے اغوا کر کے قتل کر دیا لیکن کیپٹن تیززی ذاتی طور پر جانتا تھا کہ کرنل شریف کے پاس ایسا کوئی کلیو نہ تھا۔ وہ خود اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ قتل ہو گیا تھا۔ کیپٹن تیززی نے بھی جان بوجھ کر اس کے قتل کو الیف۔ ڈی کے کھاتے میں ہی پڑا رہنے دیا تھا۔ کیوں کہ اگر وہ اس بات سے اختلاف کرتا تو پھر اُسے قاتل بھی تلاش کرنے پڑتے چنانچہ اُس نے اس معاملے میں خاموشی ہی بہتر سمجھی لیکن اب وہ گیا

کرنا کہاں جاتا۔ مجرم تو اس طرح غائب تھے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ پاور ٹاؤس کو وہ پہلے ہی چپک کر چکا تھا لیکن پاور ٹاؤس تو انسانوں کا ایک جنگلی تھا وہ کہاں سے ان میں مجرموں کو ڈھونڈتا اور ویسے بھی وہ طبری سیکورٹی کے تحت دے دیا گیا تھا اس لئے کیپٹن تیززی کا سرکاری طور پر اس سے کوئی تعلق باقی نہ رہا تھا۔

ابھی وہ بیٹھا یہ سب باتیں سوچ رہا تھا کہ اچانک دفتر کی چپ اٹھا کر ایک نوجوان تیززی سے اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹیپ ریکارڈر منہا چڑھتی اور آنکھوں میں بے پناہ چپک تھی یہ ہیڈ کوآرڈر انسپریٹیشن کا اپنا راج علی رضا تھا۔ اس کا چولہا براہ راست کیپٹن تیززی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس لئے اُسے یوں اچانک اندر آنا دیکھ کر وہ پہلے تو چونک پڑا۔ پھر اس کے جھنجھلائے ہوئے چہرے پر غصے کے آثار پھیلنے لگے۔

”آپ کے لئے ایک انتہائی حیرت انگیز خبر ہے“

علی رضے نے قریب آتے ہی تیز بے میں کہا۔

”تمہیں تیز ہے چیف کے دفتر میں آئے کی۔ یوفول۔ یہ کپڑے کی دکان ہے کہ جس کا جی چاٹا اندر گھستا آیا“

کیپٹن تیززی پھٹ پڑا۔ وہ اپنا سارا غصہ اُس پر نکالنا چاہتا تھا۔

سوہی سر۔ ویری سوہی سر۔ خبر ہی ایسی ہے سر۔

کہ مجھے ان آداب کا خیال نہیں رہا۔ آپ کی کال ٹرانسمیٹر پر نشر ہوئی ہے سر۔ علی رضے نے بوکھلائے ہوئے ہاتھ میں

رہ گیا تھا۔ ہو ہوا اسی کی آواز اسی کا لہجہ۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اس نے ایسی کوئی کال نہیں کی پھر یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیپٹن تمیزی نے پوچھا۔
 ”یہ کال کس وقت ہوئی ہے۔“ کیپٹن تمیزی نے پوچھا۔
 ”ابھی دس منٹ پہلے جناب۔“ علی رضانے جواب دیتے ہوئے کہا۔

ادھر پھر تھوڑی دیر بعد وہ دوسری طرف سے کال کا جواب سن کر اور بھی زیادہ غمی طرح چونک پڑا۔ لیکن وہ بات جیت سن رہا۔ وہ بار بار چونک بڑتا۔ عجیب و غریب چکر تھا۔ اسے کوئی سرسری نظر آ رہا تھا۔ بلیک کارڈ کا بھی ذکر آیا تھا۔ لیکن کال کرنے والا شخص ان کے وجود سے یکسر کمر گیا تھا۔ جب کافی دیر بعد گفتگو ختم ہوئی تو علی رضانے ٹیپ ریکارڈ کا بٹن آف کر دیا۔

”اوہ۔۔۔ یہ سب کچھ انتہائی حیرت انگیز بھی ہے اور خطرناک بھی۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ کال کہاں سے کی جا رہی تھی اور کہاں سے جا رہی تھی؟“ کیپٹن تمیزی نے ہونٹ ہنچتے ہوئے کہا۔

”سر۔۔۔ جیسا کہ آپ نے سنا ہے کہ کال جنرل فریکوئنسی پر کی جا رہی تھی اس لئے ظاہر ہے اس بات کا تو پتہ نہیں چلا یا جاسکتا کہ کال کہاں کی جا رہی ہے۔ البتہ میں نے اس بات کا پتہ چلا لیا ہے۔ کہ یہ کال کہاں سے کی جا رہی ہے۔“ علی رضانے جواب دیا۔
 ”اے پتہ چلا لیا ہے۔ کمال ہے۔ اور اب تک خاموش بیٹھے ہو جلدی بتاؤ۔“ کیپٹن تمیزی بے اختیار اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔

جواب دیا۔
 ”میری کال ٹرانسمیٹر پر۔ کیا مطلب؟“ کیپٹن تمیزی علی رضانے کی بات سن کر سارا غصہ بھول گیا۔ کیوں کہ اس نے تو ٹرانسمیٹر پر کوئی کال نہ کی تھی۔

”سر۔۔۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ دفتر میں موجود ہیں اور کال نہیں کر رہے اس لئے تو میں چونکا تھا۔ اور پھر میں نے وہ کال ٹیپ کر لی۔ دہی کال میں آپ کو سنوانے آیا ہوں۔“ علی رضانے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ یہ تم انتہائی حیرت انگیز خبر لے کر آئے ہو۔ میری کال بہر حال بیٹھو جلدی سنواؤ۔“ کیپٹن تمیزی اپنی کال کا سنتے ہی سب غصہ وغیرہ بھول گیا تھا۔

”شکر ہے سر۔۔۔ علی رضانے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میز کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ٹیپ ریکارڈر ہین پر رکھا اور اس کا بٹن دبایا۔ چند لمحے گزر کر اس کی آواز سنائی دیتی رہی پھر اچانک کیپٹن تمیزی کی آواز گونج اٹھی۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ چیف آف سیکرٹ سر دس کیپٹن تمیزی آن دی لائن۔ ہیلو ہم جنرل فریکوئنسی پر الیف۔ ڈی کے ہینڈ اور ڈی کو کال کرنا چاہتے ہیں۔ اگر الیف۔ ڈی کا کوئی آدمی کال کیج کر دیا ہو تو پلیز جواب دے۔ ہم ان سے ان کے فائدے کی بات کرنا چاہتے ہیں اور یہی فقرہ بار بار دہرایا جا رہا تھا اور کیپٹن تمیزی کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹی جا رہی تھیں۔ اس کا ذہن یک لمحہ ماؤنٹ سائیکو

”یس سر۔۔۔ یہ کال باکا نگر کی کوٹھی نمبر تین سو آٹھ سے کی گئی ہے۔ اور سر میں نے نقشہ دیکھ کر یہ بھی معلوم کر لیا ہے کہ باکا نگر کی کوٹھی نمبر تین سو آٹھ دراصل ڈاکٹر راجن کی بیانی زبانش گاہ ہے۔ وہ کافی عرصے سے نئی کوٹھی عالم گیر ٹاؤن میں شفٹ ہو چکا ہے۔ اور یہ کوٹھی خالی پڑی رہتی ہے۔“ علی رضنا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔۔۔ ویرمی گڈ۔۔۔ چوں کہ کوٹھی خالی رہتی ہے اس لئے ان لوگوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہو گا۔ تم نے واقعی انتہائی کارآمد کلیو حاصل کر لیا ہے تم انعام کے مستحق ہو میں حکومت سے تمہاری ترقی کی سفارش کروں گا۔“ کیپٹن تیزنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”شکریہ سر۔۔۔“ علی رضنا نے کہا۔ اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
”یہ ٹیپ مجھے دے جاؤ۔“ کیپٹن تیزنی نے کہا۔ اور علی رضنا نے سر ملاتے ہوئے ٹیپ ریکارڈر سے کیسٹ نکالا اور اُسے کیپٹن تیزنی کی طرف بڑھا دیا۔ کیپٹن تیزنی نے کیسٹ لے کر اُسے اپنی میز کی دراز میں ڈالا اور علی رضنا کو واپس جانے کا اشارہ کیا۔ علی رضنا سلام کر کے واپس چلا گیا۔
کیپٹن تیزنی نے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کارسیور اٹھا کر اس کا بزن دبا دیا۔

”یس۔۔۔ راشد بول رہا ہوں جناب۔“ دوسری طرف سے اس کے اسسٹنٹ کی آواز سنائی دی۔
”مید کو رٹیں اس وقت کتنے ممبرز موجود ہیں۔“ کیپٹن تیزنی

نے پوچھا۔

”سر۔۔۔ مجھ سمیت چھ افراد ہیں۔ راشد نے جواب دیا۔
”ٹھیک ہے۔“ کیپٹن پوری طرح مسلح ہو کر دیگن میں آ جاؤ۔ اور مجھے اطلاع کرو۔ ہم نے ایک انتہائی اہم سیپاٹ پر ریڈ کرنا ہے۔ پوری طرح مسلح ہو کر آنا جلدی۔“ کیپٹن تیزنی نے کہا۔
”بہتر سر۔۔۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور کیپٹن تیزنی نے رسیور رکھ دیا۔ اس کا دل ملیوں اچھل رہا تھا۔ اس نے ایک اہم میو حاصل کر لیا تھا۔ ایسے لوگوں کا کلیو جو نہ صرف اُسے جانتے تھے بلکہ اس کے بچے اور انداز میں بات بھی کر رہے تھے اور حکومت کی طرف سے ایف۔ ڈی سے بات کر رہے تھے۔ اور اُسی لمحے اچانک اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا اور وہ برسی طرح اچھل پڑا۔ ایف۔ ڈی سے بات کرنے کا مقصد تو یہ تھا کہ وہ بہر حال ایف۔ ڈی کے مخالف ہیں۔ اور اس کا مطلب ہے کہ وہ بھاشانہ کے حمایتی ہیں۔ اور اس کے ذہن میں وہ فوراً سر واجد حسین وزیر خارجہ کی یہ بات ابھر گئی کہ ایک بیرونی تنظیم کو بلایا گیا ہے۔ جس نے ایف۔ ڈی سے لڑ کر اکل ڈلو کر لیا ہے۔ اور اب یہ بات اُس کے ذہن میں یقین کی حد تک بیٹھ گئی تھی کہ یہ لوگ یقیناً بلیک کارڈ ہولڈر ہوں گے۔ لیکن یہ بات اب بھی اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی کہ آخر ان لوگوں نے اس کی آواز۔ نام اور بچے کی نقل کیسے کر لی۔ وہ اُسے اتنے قریب سے ایسے جانتے ہیں۔ اور پھر اس کا ذہن فوراً پرنس کی طرف چلا گیا۔ وہی پرنس جس نے اُسے میجر نثار کی لاش کا تحفہ دیا تھا۔ اور وہ کرسی

۱۰۸
 پر بیٹھے بیٹھے یوں سر ملانے لگا جیسے کسی قوالی میں اُسے حال آگیا۔ اس کی کار کے پیچھے ایک سرکاری دیکن موجود تھی جس میں سکرٹ سروس
 اور اس نے سر مارنا شروع کر دیا ہو۔ اب صورت حال واضح ہو گئی تھی کہ پانچ مسلح میمزز موجود تھیں۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جعفری بیٹھا ہوا تھا۔
 وہ پرنس یقیناً بلیک کار ڈیولڈرز کا سربراہ تھا اور چوں کہ وہ پرنس کیساتھ واجد تھا باقی تین میمزز کچھلی سیٹوں پر تھیں۔
 کار پہننے والا نہ تھا۔ اس لئے اس نے یقیناً نادر کی مدد حاصل کی تھی۔
 ادھر بھی ہو سکتا ہے کہ کسی وقت وہ انجانے میں اس سے ٹکرایا ہو۔ اور پھر وہ تیزی سے پاس کھڑے ہونے راستہ سے مخاطب
 اور اس نے اس کی گفتگو سن لی ہو۔ اب اُسے یہ کیسے معلوم ہوا۔

اور اس نے اس کی گفتگو سن لی۔ اب اسے یہ سب معلوم ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کی بات چیت اُس وقت سنی تھی جب وہ سرکاری کارپوریشن کو گھیرنے کا لٹو میں گیا تھا۔ اور جعفری کے ساتھ کھڑا بات کر رہا تھا اُسی وقت اس نے جعفری کے ساتھ آواز میں بات کی تھی اور اس کی آواز اور اندازِ اعلان کے ذریعہ یہ سمجھ کر رہی تھی کہ وہ جعفری کے ساتھ ہو کر اونچی آواز میں بات کی تھی اور اس لئے اس کی آواز اور لہجے کی نقل کی گئی تھی۔ یہ سب اس نے سمجھ لیا تھا۔

اس سے کہ اس کا مطلب ہے کہ ان سے الجھنا ہے کہ اس سے دوڑتی پلٹی گئیں۔ کیپٹن تیزی سے غاموش کھڑا تھا۔ اس کا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ ان سے الجھنا ہے کہ اس سے دوڑتی پلٹی گئیں۔ کیپٹن تیزی سے غاموش کھڑا تھا۔ اس کا لیکن ان کی نگرانی کی جا سکتی ہے۔ اور پھر ان کے پیچھے چل کر انہیں مٹا دینا سوچنے والا تھا۔ اُسے بار بار اس پرسن اور بیک کا ڈھولڈر کے بارے میں کوئی اہم کلیہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کیپٹن کی خیال آ رہا تھا کہ آخر انہوں نے اس طرح ایف ڈی کو کال کیوں کیا تھا۔ اور خاص طور پر کیپٹن تیزی کا نام لینے اور پارہاؤس کو نہ مارنے کے لیے۔ اور اُسی لمحے ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ یہ کیپٹن کے دل کی بات کرنے سے آخر ان کا مقصد کیا ہو گا۔ وہ کھڑا سوچتا رہا۔ اس شخصیت راشد تھا۔

”سب تیار ہیں!“ راشد نے اندر داخل ہوا۔
 ”کیپٹن تیز می نے ایک جھکے آیا۔“ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ پادرواؤس میں بم نصب
 ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دفر سے باہر آگیا۔

گی۔ ایف۔ ڈی کو آکل ڈیو پر سخت ہزیمیت اٹھانی پڑی تھی۔ اس لئے شاید پرنس کو خطرہ ہوگا کہ کہیں انتقاماً ایف۔ ڈی دے اس بم کو زندہ کر دیں۔ چنانچہ اس نے اس طرح انہیں لاپرواہ کیا کہ حکومت ان کے مطالبات تسلیم کر رہی ہے۔ ان سے کچھ وقفہ لیا ہے۔ اور اب اس کا دل بُری طرح میل رہا تھا کہ دیکھی طرح اس پرنس سے ملاقات کرے جس نے واقعی بے پناہ ذہانت سے کام لیا تھا چنانچہ اب اس نے اُسی لمحے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سب کچھ علیحدہ رہ کر کام کرنے کے ان سے مل کر کام کرے گا۔

اُسی لمحے دو دیر ایٹو سیٹ گاڑیں اُسی راہداری سے برآمد ہوئیں جب پہلی کار اور شیش دیگن کی کئی اور وہ دونوں گاڑیں کیپٹن تمیزی کے سامنے آکر رک گئیں۔ پہلی کار کے سیٹنگ پر راشد تھا بھلی سیٹنگ وادج بھی بیٹھا ہوا تھا کیپٹن تمیزی نے جلدی سے سائیڈ کا دروازہ کھولا اور اچھل کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”کہاں چلنا ہے باس“ راشد نے غور سے کیپٹن تمیزی کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جس پر اب گھرے اطمینان سے بھلکیاں نمایاں تھیں۔ جب کہ پہلے اس کے چہرے پر عجیب سی بے چینی تھی۔ اور وہ حیران تھا کہ گاڑیں بدلنے کی دیر میں کیپٹن تمیزی کی کابلیٹ کیوں ہو گئی ہے۔

”ہاں لنگر چلو“ کیپٹن تمیزی نے کہا۔ اور راشد نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ دوسری کار بھی اس کے پیچھے چل پڑی۔ ”باس“ کیا ہاں لنگر میں ایف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر ہے؟

راشد نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھ ہی لیا۔

”نہیں۔۔۔ وہ ذہین لوگوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ ایسے لوگوں کا ہیڈ کوارٹر جو ہم سے کہیں زیادہ ذہین ہیں۔“ کیپٹن تمیزی نے مکے کرتے ہوئے جواب دیا۔ پھر راشد حیرت سے کیپٹن تمیزی کو دیکھنے لگا۔ کیوں کہ وہ کیپٹن تمیزی کی عادت کو اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اپنے سامنے کسی کی تعریف ہوتے برداشت نہیں کر سکتا اور کجا اب خود اپنے منہ سے دوسروں کی تعریف کر رہا تھا۔ یہ واقعی انہونی بات تھی۔

”آپ کن لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں باس“ راشد نے حیرت

بھرے لہجے میں پوچھا۔

”میں کچھ لوگ“ کیپٹن تمیزی نے گول مول سا جواب دیا۔ اور راشد خاموش ہو گیا کیوں کہ کیپٹن تمیزی کے جواب سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ بتانا نہیں چاہتا۔

دونوں گاڑیں ایک دوسرے کے پیچھے دوڑتی ہوئیں تھوڑی دیر بعد ہاں لنگر پہنچ گئیں اور پھر کیپٹن تمیزی کے کہنے پر راشد نے کار ایک چوک سے ذرا آگے کر کے ایک سائیڈ میں روک دی۔ یہاں ایک سینا گھر تھا۔ اس لئے پہلے ہی دباں کافی گاڑیں پارک تھیں۔ وہ دیکھو۔ سامنے جو قلعہ نما کوٹھی نظر آرہی ہے۔ ہم نے اس کی نگرانی کرتی ہے۔“ کیپٹن تمیزی نے سینما سے ڈرامٹک رخاٹ سمیت میں ایک پرانی قلعہ نما کوٹھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”صرف نگرانی باس“ راشد نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

کہا۔ اب کوٹھی کے اندر سے نینگوں سادھواں بلند ہوتا دکھائی دے رہا تھا اور کیپٹن تیزی سے سمجھ گیا کہ یہ بے ہوش کر دینے والی گیس کے ہمہ تنے۔ اور اس کا خیال درست ثابت ہوا چند لمحوں بعد ان میں سے ایک آدمی پھاٹک کے اوپر چڑھتا ہوا اندر کود گیا۔ اور پھر پھاٹک کھل گیا اور کایں شارٹ ہو کر اندر چلی گئیں تھوڑی دیر تک اندر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور اس کے بعد پھاٹک جو اندر سے بند کر لیا گیا تھا دوبارہ کھلا اور کایں تیز رفتار سے باہر نکل کر دائیں طرف کو مڑتی چلی گئیں۔

چلو راشدا ان کا تعاقب کرو۔ لیکن انتہائی احتیاط سے۔ انہیں شک نہ ہو سکے۔ کیپٹن تیزی نے جج کر کہا اور وہ اس کے ساتھی تیزی سے کادوں میں بیٹھے۔ اور چند لمحوں بعد دونوں کایں ان کادوں کے تعاقب میں روانہ ہو گئیں۔ وہ بڑی احتیاط سے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

”باس۔ اگر یہ ایف ڈی والے ہیں تو کوٹھی کے اندر کون تھے؟“ راشدا نے کہا۔

”یہ ایک بیرونی تنظیم ہے جسے بھاشا نے حکومت نے خفیہ طور پر اپنی امداد کے لئے طلب کیا تھا۔“ کیپٹن تیزی نے جواب دیا۔ اور راشدا اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔

ایف ڈی کی کایں مختلف سطحوں پر مڑنے کے بعد ایک رہائشی کالونی میں داخل ہوئیں اور پھر وہ ایک کوٹھی کے گیٹ پر رک گئیں۔ کوٹھی کے گیٹ پر بڑا سالا نظر آ رہا تھا۔ اور سائیڈ میں

”ہاں۔ فی الحال نگہانی ہی کرنی ہے۔“ کیپٹن تیزی نے جواب دیا۔ اور پھر وہ کار سے نیچے اتر آیا۔ اس کے نیچے اترتے ہی راشدا اور جعفری بھی باہر آ گئے۔ اور ان کو دیکھ کر پھلی کا زمین موجود سیکرٹ سروس کے ممبر بھی کاروں سے باہر آ گئے۔ ابھی کیپٹن تیزی انہیں کوٹھی کے گرد پھیل جانے کی ہدایات دیتے ہی دالہ تھا کہ اچانک اس نے اس کوٹھی کے سامنے چار بڑی بڑی کادوں کو رکھتے ہوئے دیکھا۔ کایں کہتے ہی ان میں سے آدمی باہر نکلے اور پھر ان میں سے کسی تیزی سے سائیڈ کی جگہوں میں دوڑتے چلے گئے۔ یہ جیٹک تھے اور ان کے کوٹوں کے اندر مخصوص ابھار بتا رہے تھے کہ وہ مسلح بھی ہیں۔

”یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ وہ یقیناً یہ ایف ڈی کے ارکان ہوں گے۔“ کیپٹن تیزی نے کہا۔ اسی لمحے اس نے پھاٹک کے سامنے موجود چار افراد کے ہاتھ فضا میں اٹھتے ہوئے دیکھے۔ اور دوسرے لمحے ان کے ہاتھوں سے ہمہ ناکئی چیزیں نکل کر اڑتی ہیں کوٹھی کے اندر جا کر اس نے سائیڈ ٹھیکوں سے بھی ایسی ہی چیزوں کو اڑا کر اندر جلتے ہوئے دیکھا۔ وہ حیرت سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔

”باس۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کون لوگ ہیں یہ؟“ راشدا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”دیکھتے جاؤ۔ میرا خیال ہے یہ ایف ڈی والے ہیں ہمیں قدرت نے ایک چانس بخش دیا ہے۔“ کیپٹن تیزی نے

ایک چھوٹا سا بورڈ بھی موجود تھا جس پر کرائے کے لئے خالی ہے کے الفاظ واضح طور پر نظر آرہے تھے۔ کار میں سے اترنے والے نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر وہ تالا کھولنے میں مہرمت ہو گیا۔ چند لمحوں بعد وہ تالا کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پھر اس نے دھکیل کر پھاٹک کھول دیا۔ اور خود تیزی سے واپس اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے لمحے اس کی کار تیزی سے اندر داخل ہوئی اور اس کے پیچھے باقی کاریں بھی اندر چلی گئیں۔ اور پھر کسی نے ایک کار سے اتر کر پھاٹک بند کر دیا۔ کرائے کے لئے خالی ہے کا بورڈ اب بھی موجود تھا۔

بہت سی کوشش نہ ہونے دینے کے لئے اچھی ترکیب نکالی ہے۔ کیپٹن تمیزی نے کار سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی باہر گئے۔
”کیوں نہ ہم پھینک کر پوری کوشش ہی اڑا دی جائے“
راشد نے کہا۔

”نہیں۔۔۔ اندر جا لے مہم درموجود ہیں اور دوسری بات اندر ایک ایسی مشین موجود ہے جس کا صرف ایک بٹن دبا کر یا دروازے اڑایا جاسکتا ہے اس لئے ایسا نہ ہو کہ ہمیں دھمکے ہوتے ہی وہ انتقامی کارروائی کے طور پر پادماؤس ہی اڑا دیں۔“ کیپٹن تمیزی نے کہا۔
”تو باس کیوں نہ وہی حربہ ہم بھی استعمال کریں جو انہوں نے کیا ہے۔ کاروں میں بے ہوش کر دینے والی گیس کے ہم موجود

ہیں۔۔۔ راشد نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا دیری گڈ۔۔۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ نکالو ہم“

کیپٹن تمیزی اس خوش خبری پر بے اختیار اچھل پڑا۔ اور راشد نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں۔ اور چند لمحوں میں انہوں نے کاروں کے اندر سیٹوں کے نیچے موجود باکسز میں سے بے ہوشی کی گیس والے مخصوص بم نکال لئے۔

کوشش کے گرد پھیل جا ڈا اور بیک وقت تمام بم اندر اچھال دو۔ میں گھٹ پر ہی رہوں گا۔ کیپٹن تمیزی نے کہا اور وہ سڑک کر اس کر کے اس کوشش کی سائیڈنگ میں ایک ایک کر کے گھستے چلے گئے۔ کیپٹن تمیزی اور راشد پھاٹک کی طرف بڑھے۔ اور چند ہی لمحوں بعد بے ہوش کر دینے والی گیس کے بم کوشش کے اندر اچھال دیئے گئے اور نیلے رنگ کی گیس کے بھبھکے سے اندر اٹھتے گئے۔ وہ کافی دیر تک اس کا رد عمل دیکھتے رہے۔ لیکن اندر خاموشی ہی طاری رہی۔

”چلو راشد۔۔۔ اب گیس نکل گئی ہوگی۔ اب اندر چلیں“

کیپٹن تمیزی نے کہا اور اس نے آگے بڑھ کر پھاٹک کو ذرا سا دھکیلا تو پھاٹک کھلتا چلا گیا۔

”ارے وہ کاریں کہاں گئیں۔“ راشد اور کیپٹن تمیزی نے بیک وقت چیختے ہوئے کہا۔ کیوں کہ سامنے پورچ میں کوئی کار بھی نظر نہ آ رہی تھی۔

”اوہ۔۔۔ دھوکہ ہوا وہ لوگ ہمیں ڈاج دے کر کسی نفیہ راستے

سے نکل گئے ہیں۔ انہیں تعاقب کا پتہ چل گیا ہوگا۔ کیپٹن تمیزی نے تیز بھاگے میں کہا۔ اور اندر کی طرف دوڑ پڑا۔ راشد اس کے پیچھے تھا۔ اور اب سائیکل میں موجود سیکرٹ سروس کے ممبر بھی فرنٹ پر پہنچ چکے تھے۔ وہ بھی انہیں اس طرح دوڑ کر اندر جلتے دیکھ کر ان کے پیچھے دوڑ پڑے۔ اندر گیس کی ہلکی ہلکی موجودگی تھی۔ لیکن اس قدر تیز نہ تھی کہ ان پر کچھ اثر کرتی وہ سب اسے ہی پوچھ میں پہنچے اور پھر بے دھڑک کوٹھی کے اندر گھستے گئے۔ راجہ داری میں سے نکل کر جیسے ہی وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچے۔ اچانک جیسے دیواروں نے آدمی اگل دیئے ہوں۔ سٹین گنوں سے مسلح دس افراد نے مال نما کمرے کے مختلف دروازوں سے نکل کر انہیں گھیر لیا۔

”ہاتھ اٹھا اور نہ۔۔۔ ایک آدمی نے چیخ کر کہا اور کیپٹن تمیزی نے سب سے پہلے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گن نیچے پھینک کر ہاتھ اٹھائے۔ چنانچہ اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی سچویشن ہی ایسی بن چکی تھی کہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔

”اس دیوار کی طرف جلو اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ ہم فی الحال تو ہتھیارے ہاتھ باندھیں گے۔ لیکن اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو ایک لمحے میں چھلکی کر دیئے جاؤ گے۔“

پہلے آدمی نے چیخ کر کہا اور کیپٹن تمیزی نے اور اس کے ساتھیوں نے جلدی سے دیوار کی طرف جاکر ادھر منہ کر لئے۔ انہوں نے خود ہی اپنے دونوں ہاتھ پشت کی طرف کر لئے تھے۔ لیکن چند لمحوں بعد

ان سب کے سروں پر جیسے بم پھٹ پڑے۔ اور وہ سب وہیں دیوار کے ساتھ ہی فرسش پر ڈھیر ہو گئے۔ ایک ایک ضرب اور لٹکانی گئی۔ اور ان سب کے ہاتھ پیر سیدھے ہو گئے۔

_____ جاکر ان کی کادیں اندر لے آؤ اور انہیں ان کی کادوں میں ہی ڈال دو۔ یہ انہی کے ساتھی معلوم ہو رہے ہیں۔ اُسی انچارج نے کہا۔ اور پھر اس کے دو ساتھی دوڑتے ہوئے کوٹھی سے باہر نکلے گئے۔ جب کہ باقیوں نے انہیں کاندھوں پر اٹھا کر باہر پورچ میں لایچیکا اور پھر پھٹی سمت سے ان کی کادیں بھی سامنے کے رخ پر آگئیں۔ چند لمحوں بعد کیپٹن تمیزی اور اس کے ساتھیوں کی کادیں بھی اندر آگئیں۔ اور پھر ان سب کو کادوں کے اندر ٹھونس دیا گیا۔ سٹین پگ پر دو آدمی بیٹھئے۔ اور اس بار کوٹھی سے چار کادوں کی بجائے چھ کادوں کا قافلہ برآمد ہوا اور تمیزی سے ایک طرف بڑھ گیا۔

”پرنس نے کہا ہے کہ حوالے کے لئے ڈاکٹر کے پیغام کے الفاظ
کہہ دیں۔ میرا تعلق نادر سے ہے۔ نوجوان نے مطمئن ہو کر
میں کہا۔ اور ڈاکٹر اور نادر کے حوالے کے بعد ان کی آنکھوں میں
ابھرنے والی شکوک و شبہات کی پڑچھائیاں دور ہو گئیں۔

”کیا پیغام ہے؟“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”پرنس نے ڈاکٹر کے ذریعے آپ کو یہ پیغام دیا تھا کہ آپ ہوٹل
لالہ زار کی لابی میں رگ کران کا انتظار کریں۔ لیکن اب انہوں نے
پیغام بھیجا ہے کہ آپ میرے ساتھ ایک خفیہ ٹھکانے پر پہنچ جائیں۔
پرنس خود یہاں موجود کچھ لوگوں کی وجہ سے سامنے نہ آنا چاہتے
تھے۔“ نوجوان نے جواب دیا۔

”خفیہ ٹھکانہ کہاں؟“ ٹائیگر نے ہی چونک کر پوچھا جو زون
ادبوانا پرستور خاموش بیٹھ گئے۔

”میں آپ کو دو ٹاپ پہنچا دوں گا۔ میں کارے آیا ہوں۔“
نوجوان نے سیدھے ہاتھ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔ اچھا چلو۔“ ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ نادر
اور ڈاکٹر کے حوالے کے بعد اب شک و شبہ والی کوئی بات نہ رہ
گئی تھی۔ اور وہ سمجھ گئے تھے کہ نادر کے ذریعے عمران نے کوئی اور خفیہ
ٹھکانہ حاصل کر لیا ہوگا۔

”آئیے۔“ نوجوان نے شرتے ہوئے کہا۔ اور وہ تینوں اٹھ کر
اس کے پیچھے چل دیئے۔ بل وہ پہلے ہی ادا کر چکے تھے۔ اس لئے
بل کے لئے رکنے کی ضرورت نہ تھی۔

ٹائیگر۔ جو زون اور جونا ڈاکٹر رحمت اللہ کے
ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی سیدھے ہوٹل لالہ زار پہنچے۔ انہیں
ڈاکٹر رحمت اللہ نے پرنس کا پیغام دے دیا تھا کہ وہ ہوٹل لالہ زار
کی لابی میں اس کا انتظار کریں۔ چنانچہ اس وقت وہ اس عظیم الشان
ہوٹل کی لابی میں موجود تھے۔ لابی میں اکثر میزیں خالی پڑی ہوئی
تھیں۔ وہ تینوں ایک ہی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک ایک
مقامی نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ان کے پاس پہنچا۔ اور وہ تینوں اُسے
یوں اپنی میز کے قریب رکھتے دیکھ کر چونک پڑے۔

”آپ کے لئے پرنس کا ایک پیغام ہے۔“ نوجوان نے
ان کے قریب پہنچ کر صاف ہاتھ میں کہا۔
”پرنس نے کون پرنس؟“ ٹائیگر نے جان بوجھ کر حیرت
کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

بار بار لنگ میں سفید رنگ کی ٹیوٹا موجود تھی۔ نوجوان نے دروازے کھول کر انہیں اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود دروازے کی سیٹ سمجھا لی۔ اور چند لمحوں بعد ٹیوٹا کا ریزی سے آگے بڑھی اور میں دھڑپ کر اس کی ذخائر خاصی تیز ہو گئی۔

”مہارانا مہارانا“ — ٹائیگر نے ویسے ہی بیٹھے بیٹھے پوچھ لیا۔

”مجھے اکرم کہتے ہیں۔“ نوجوان نے مختصر سا جواب دیا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کم گو قسم کا آدمی ہے۔ اور زیادہ بات چیت پسند نہیں کرتا اس لئے ٹائیگر خاموش ہو گیا۔

کار مختلف سطحوں سے گزرنے کے بعد ڈی شان کا بونی میں داخل ہوئی اور پھر بائی روڈ پر گزرنے کے بعد وہ ایک کھٹی کے پھاٹک پر رک گئی۔ اکرم نے مخصوص انداز میں تین بار مارن بجایا تو پھاٹک خود بخود کھلتا گیا۔ اور اکرم کا راند لے گیا۔ پورچ اور برآمدہ خالی پڑا ہوا تھا۔ اکرم نے پورچ میں کار روکی اور نیچے اتر آیا۔

”آئیے۔“ پرنس اندر موجود ہیں۔ میں نے آپ کو ان تک پہنچا کر واپس بھی جالتا ہے۔“ اکرم نے کہا اور ٹائیگر جو زوت اور جانا کار سے نیچے اتر آئے۔ اور پھر اکرم کے پیچھے چلتے ہوئے وہ ایک راہ داری میں سے گزر کر ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر رک گئے۔ اکرم نے ہاتھ اٹھا کر دستک دی۔

”یس۔ کم ان۔“ اندر سے عمران کی آواز ابھری۔ اور ٹائیگر جو زوت اور جانا تینوں کے چہروں پر مزید اطمینان پھیل گیا۔

”تشریف لے جائیے۔“ اکرم نے دروازے کو دھکیل کر کھولا اور خود قہقہے مٹ گیا۔ وہ تینوں اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جس کے ایک کونے میں میز اور کرسی پر کوئی موجود تھا۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ خود بخود ان کے پیچھے بند ہو گیا۔ اُسی لمحے کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی کمرے کے آدھے حصے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ اور پھر سرسبز کی تیز آوازیں کے ساتھ ہی ان کے عقب میں موجود دروازے پر فولاد می ٹیٹ چڑھ گئی۔ وہ اس عجیب و غریب انتظام پر ابھی حیرت سے چونکے ہی تھے کہ ایک لمخت باقی اٹھوڑے حصے میں بھی تیز روشنی پھیل گئی اور دوسرے لمحے وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کرسی پر ایک لمبا ترنگا اجنبی بیٹھا ہوا تھا اور کمرے کے درمیان سے ایک شیشے کی دیوار فرش سے چھت تک چلی گئی تھی اس طرح کمرہ اس شیشے کی دیوار کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ دوسری طرف میز کرسی اور لمبا ترنگا اجنبی تھا۔ جب کہ اس طرف وہ تینوں تھے۔ دروازہ بھی بلاک ہو چکا تھا۔ اُس لمحے دوسرے حصے میں ایک دروازہ کھلا اور وہی نوجوان اکرم جو انہیں لے کر آیا تھا اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر کامیابی کے آثار نمایاں تھے۔

”گٹھارن۔“ تہنے واقعی انتہائی ذہانت سے کام لیا ہے۔“ کمرے میں اس لمحے تڑگے آدمی کی آواز گونجی۔

”باس۔“ آپ نے حوالے ہی ایسے دیئے تھے کہ بیڑے کے بچوں کی طرح سر جھکانے چلے آئے۔“ اکرم نے جواب دیا۔ اور اب اس کا اوجہ بھی بدل گیا تھا۔ اور پھر اس نے گردن کے پاس سے

مسکرا کر کہا جیسے وہ انہی کی تلاش میں یہاں تک آیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے گھوما اور اس نے اپنی پشت ٹائیگر کی طرف کر دی۔ اس کے دونوں ہاتھ ناکوں کی دسی سے بندھے ہوئے تھے۔ ٹائیگر نے بڑی تیزی سے اس کے ہاتھوں کی گانٹھ کھولنی شروع کر دی اور چند ہی لمحوں میں عمران کے ہاتھ آزاد ہو گئے۔ گانٹھ مخصوص تکنیک سے باندھی گئی تھی اس لئے آسانی سے کھل گئی۔

”اٹھا۔ کمرل ہیرخ موجود ہیں۔ واہ۔“ عمران نے شیشے کی دوسری طرف موجود اس بلے توڑ گئے آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے چہک کر کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے بڑی مدت کے بعد وہ اپنے بچھڑے ہوئے عزیز سے ملا ہو۔ اور پھر اس سے پہلے کہ کمرل ہیرخ اس کی بات کا جواب دیتا دوسرے حصے میں ایک دروازہ کھلا اور ایک اور غیر ملکی اندر داخل ہوا۔

”آؤ میجر ہیرس۔ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی اس شیطان کو لے آئے ہیں۔“ کمرل ہیرخ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب۔ یہ جیسے ہی ہوٹل لالہ زار پہنچا۔ میں نے ایک بیرے کی مدد سے اُسے مخصوص کمرے میں پہنچنے کا پیغام دیا خواہ نادر ہی تھا۔ یہ خاموشی سے اس کمرے میں آگیا۔ اور باس حیرت انگیز بات یہ کہ اس نے دہان کسی قسم کی کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ میں اور فیض کی شین انگوں کے سائے میں اس نے بڑے اطمینان سے اپنے ہاتھ بندھوائے اور پھر بڑی شرافت سے چل کر کار میں بیٹھ گیا اور اب یہاں موجود ہے۔“ میجر ہیرس نے

”جنگی سی بھری اور دوسرے لمحے اس کی گردن چرے اور سرے ایک باریک سی جھلی اترتی چلی گئی۔ اب وہ قومیت کے لحاظ سے اسی غیر ملکی کا ساتھی لگا رہا تھا۔ اس نے ہاتھوں پر سے بھی اس طرح جھیلیاں اتار کر ایک طرف پھینک دی تھیں۔

”اب ان کا کیا کرنا ہے باس؟“ لارسن نے کہا۔

”انتظار کرو۔ ان کا سربراہ بھی یہاں پہنچنے والا ہے۔ میجر ہیرس اُسے لے کر آئے گا۔ اس کے بعد ان سب کا اٹھا ہی تماشا ہو گا۔“

باس نے زہر خند لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹائیگر۔ جوزف اور جوانا تینوں سمجھ گئے کہ انہیں ٹریپ کیا گیا ہے۔ اور واقعی حوالے ایسے تھے کہ انہیں معمولی سا شہابی نہ ہو سکتا تھا اور سربراہ کا تو یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ وہ عمران کی بات کر رہے ہیں۔ اور پھر واقعی دس منٹ بعد اچانک ان کے حصے کی ایک دیوار میں کھٹکے سے ایک دروازہ کھل گیا اور دوسرے لمحے عمران یوں لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہوا جیسے کسی نے اُسے اندر دھکیل دیا ہو۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ عمران کے اندر آتے ہی اس کے عقب میں دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اب وہاں پہلے کی طرح سیاٹ دیوار تھی۔

”یار۔ تم لوگ خواہ مخواہ یہاں دوڑتے آئے۔ میں نے سوچا تھا لالہ زار ہوٹل میں بیٹھ کر ذرا عیاشی کریں گے۔ سنا ہے وہاں ہر قسم کی شراب ملتی ہے۔ اب دیکھو تمہاری خاطر مجھے بھی وہ عیش فانی جگہ چھوڑ کر یہاں آنا پڑا۔“ عمران نے اندر داخل ہوتے ہی یوں

جب ہمیں ہسپتال سے معلوم ہوا کہ تم وہاں سے چل چکے ہو تو اب ہمیں تلاش کرنے کی ایک ہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ ہم ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کی نگرانی کریں۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچ گئے۔ میں اور میجر ہیرس کیفے گھستان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک سب مجھے خیال آیا کہ میں ایف۔ ڈی کے چیف کرنل چارلس سے بات کر دوں کیونکہ ہو سکتا ہے اس کے کسی آدمی نے ہتھارے گروپ کو چیک کیا ہو۔ چنانچہ میں نے کیفے کے کاؤنٹر سے فون کیا۔ لیکن ابھی میں نے آدھے ہی نمبر ملائے تھے کہ اچانک ہتھارے آواز میرے کان میں پڑی۔ امدین کھٹک گیا۔ لائسنس کی گڑبڑ کی وجہ سے ہتھارے ٹیلی فون کا ل اس کیفے کے فون سے مل گئی تھی۔ تم کسی ڈاکٹر رحمت اللہ سے بات کر رہے تھے۔ میں خاموشی سے گفتگو سننا رہا اور سادھی صورتحال میری سمجھ میں آگئی جب تم نے کال ختم کی تو میں نے بھی رسیور دکھ دیا۔ اور پھر میں وہاں نگرانی کرنے کی بجائے اپنے ساتھیوں کو لے کر ہوٹل لالہ نادر پہنچ گیا۔ وہاں میں نے ایک منصوبہ ترتیب دیا۔ اور میرے ساتھی لارسن نے مقامی میک اپ کیا اور ڈاکٹر کے حوالے کے ساتھ ساتھ نادر کا حوالہ بھی دیا کیونکہ میجر ہیرس نے مجھے بتایا تھا کہ ہتھارے یہاں کے مقامی غنڈے نادر کے ساتھ بھی لٹکے ہیں۔ ان حوالوں کی وجہ سے ہتھارے آدمی بھیڑوں کی طرح سر جھکائے سیدھے یہاں پہنچ گئے اور اس کے بعد جب ہم وہاں پہنچے تو پھر میجر ہیرس ہمیں بھی ٹریپ کر کے یہاں لے آیا۔ اپنے آنے کے متعلق تو تم بہتر سمجھ سکتے ہو۔ کرنل ہمیرس نے کہا۔

۱۲۴
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ چونکہ گفتگو کا ہر لفظ تمہارے اس حصے میں پہنچ رہا تھا۔ اس لئے عمران اور اس کے ساتھی دماغ کھڑے سب کچھ سن رہے تھے۔

”میں سمجھ گیا یہ بہت بڑا شیطان ہے۔ اپنے ساتھیوں کو لالہ میں نہ دیکھ کر کھٹک گیا ہو گا۔ اور پھر یہ سب کچھ اس لئے خاموشی سے کرتا چلا آیا کہ اس طرح اُسے یقین تھا کہ اپنے ساتھیوں تک پہنچ جائے گا ورنہ یہ بھلا اتنی آسانی سے قابو میں آنے والا کہاں تھا؟“

کرنل ہمیرس نے کہا۔
”واہ۔ کیا کہنے۔ اس کو کہتے ہیں عقل مندی کرنل ہمیرس تمہیں تو سیکرٹ ایجنٹ کی بجائے کسی یونیورسٹی میں پروفیسر ہونا چاہیے تھا۔ واہ کیا خوب صورت نام بن جاتا۔ پروفیسر ہمیرس؟“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”ہتھارے زبان اب بولنے بولتے تھک گئی ہو گی عمران اب اس کے مستقل آرام کرنے کا وقت آ گیا ہے۔“ کرنل ہمیرس نے طنز آمیز انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اچھا چلو۔ تم زبان ملاتے رہو میں سننا رہوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ بولوں گا نہیں۔ بس صرف اتنا بتا دو کہ تم نے ہمیں ٹریپ کیسے کیا اور پھر مکمل حوالے۔“ عمران نے کہا۔

”بس اسے اتفاق ہی سمجھ لو۔“ کرنل ہمیرس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ بہر حال میں تمہیں تفصیل بتا دیتا ہوں تاکہ مرے وقت کوئی تجسس ہتھارے ذہن میں نہ رہے۔ ہتھارے متعلق

”یہ کیفے گلستان تو راج موتی میں ہے۔ گرد و ماں تو صرف کمرشل عمارتیں ہیں وہاں الیف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر کہاں سے آگیا۔ اس کا مطلب ہے۔ تم نے پیسج نہیں بولا۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور کرنل ہمیرخ ہنس پڑا۔

”وہاں واقعی کمرشل عمارتیں ہیں۔ لیکن ان عمارتوں کے عقب میں رہائشی یونٹ بھی ہیں۔ اور راج موتی کمرشل سٹرک کے عقب میں تو اتنی بڑی جگہ ہے کہ پوری فوج وہاں رہ سکے۔“ کرنل ہمیرخ نے جواب دیا اور عمران نے یوں سر ہلادیا جیسے بات اس کی سمجھ میں آگئی ہو۔ اس نے بہر حال الیف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چلا لیا تھا۔

”باس۔“ ان کا خاتمہ کریں۔ آپ بھی کیا باتیں شروع کر بیٹھے۔“ میجر ہمیرس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ گئیں آن کرو۔“ کرنل ہمیرخ نے کہا۔ اور میجر ہمیرس تیزی سے پچھلی دیوار کی طرف مڑا جہاں ایک سوچ بڑھ لگا ہوا تھا۔ اس کے مڑتے ہی عمران کا ماتھ جو اس کی کوٹ کی جیب میں تھا تیزی سے باہر نکلا اور دوسرے لمحے اس کا ماتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کے ماتھ سے ایک چھوٹا سا بم نکل کر درمیانی شیشے کی دیوار سے ٹکرایا اور خوف ناک دھماکے کے ساتھ ہی شیشے کی درمیانی دیوار کی کڑیاں اڑ کر کمرے میں پھیل گئیں۔

میجر ہمیرس دھماکے کی آواز سنتے ہی تیزی سے مڑا۔ اور پھر شیشے کی دیوار کی کڑیاں اڑتے دیکھ کر وہ حیرت کے مارے ایک لمحے کے لئے بت بنے کھڑے رہے۔ اور عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے

ہی ایک لمحہ ہی کافی ثابت ہوا۔ ان سب نے اپنی جگہ سے چھلانگیں لگائیں اور جیسے بھوکے عقاب اپنے شکار پر چھپتے ہیں۔ اس طرح وہ سب کرنل ہمیرخ اور اس کے ساتھیوں پر جا پڑے۔ جو انا اور کرنل ہمیرخ کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ جب کہ جوزف نے میجر ہمیرس کو سنبھالا تھا اور ٹائیگر لارسن کے سامنے جا کر تھا۔ عمران نے جان بوجھ کر کرنل ہمیرخ کے ساتھ پڑی ہوئی اس میز پر طعن چھلانگ لگائی تھی جس پر پڑی ہوئی شین گن اسے دھت رہا نظر آ رہی تھی۔ اور اس نے بڑی پھرتی سے شین گن پر قبضہ کیا۔ اور پھر وہ جیسے ہی مڑا۔ اس نے ٹائیگر کے حلق سے چیخ کی آواز نکلتے سنی۔ لارسن نے ٹائیگر کو اچھال کر پچھلی دیوار سے مارا تھا جب کہ کرنل ہمیرخ اور میجر ہمیرس دونوں جوزف اور جوانا کے نیچے دبے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔

”خبردار۔“ ماتھ اٹھا دو ورنہ بھون ڈالوں گا۔ اور تم تینوں بھی پیچھے ہٹ جاؤ۔“ عمران نے شین گن کو سیدھا کاتے ہوئے چیخ کر کہا۔ اور اس کی آواز سنتے ہی جوزف اور جوانا تیزی سے پیچھے ہٹے۔ جب کہ ٹائیگر جو لارسن پر اتنی قلابازی کی صورت میں حملہ کر رہا تھا اچھل کر سیدھا ٹکرا ہوا گیا۔ اب لارسن میجر ہمیرس اور کرنل ہمیرخ تینوں شین گن کی براہ راست زدیں کرتے۔

”کرنل ہمیرخ ادھر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ اور میجر ہمیرس تم اس کرسی کے پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ جلدی کرو۔ ورنہ ایک لمحے میں بھون ڈالوں گا۔“ عمران نے چیخ کر کہا اور کرنل ہمیرخ اور میجر ہمیرس کچھ

نہ سمجھتے ہوئے مڑے اور کرنل ہمیرخ کسی پر بٹیک گیا جب کہ میجر میرس اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ ان کے چہرے پر ان عجیب و غریب احکامات کی وجہ سے حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ ان کے پیچھے سنتے ہی عمران نے انتہائی پھرتی سے ٹریگر دبا لیا۔ اور ساتھ ہی اس نے ہاتھوں کو تیزی سے گھما دیا۔ گولیاں علیحدہ کھڑے لارن کے جسم کو چھلنی کرتی ہوئیں تیزی سے کسی کی طرف آئیں۔ لیکن کسی تک پہنچنے سے پہلے عمران ٹریگر پر سے اٹھی بٹیک چکا تھا۔ چنانچہ فائرنگ بند ہو گئی تھی البتہ اب وہ دونوں براہ راست فائرنگ کی زد میں تھے۔

”مہاراجہ میری کوئی دشمنی نہیں ہے کرنل ہمیرخ اور میجر میرس ہمارا الجھڑا ایف۔ ڈی سے ہے۔ صرف ایف۔ ڈی سے۔ اس لئے میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ اسرائیل میں کبھی پھر تمہارا ہمارا کامراڈ ہو سکے۔ البتہ تمہیں ہلکا سا سبق دینا ضروری ہے۔ تم دونوں اٹھ کر کمرے کے درمیان میں آؤ اور اپنا لباس اتار دو۔ میں بھاشنا دالوں کو صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اسرائیلی ریڈ آرمی کے جسم کس قدر خوب صورت اور سڈول ہیں۔ جلدی کرو ورنہ...“ عمران نے عزائے ہوئے کہا۔ اور اس کی بات سنتے ہی کرنل ہمیرخ جھپٹ کر اٹھا اور پھر اس نے دو قدم آگے بڑھ کر جلدی سے لباس اتارنا شروع کر دیا۔ میجر میرس البتہ کہ کسی کی پشت پر کڑے کھڑا تھا۔

”اس کسی کے پائے زمین میں دفن ہیں میجر میرس۔ اس لئے

تم اسے اٹھا کر میجر پر نہیں پھینک سکتے۔ اور دوسری بات یہ کہ مشین گن کی گولیوں کی رفتار مہتاب سے ہاتھوں کی حرکت سے زیادہ تیز ثابت ہو گئی۔ میں تمہیں جو چاہش دے رہا ہوں اسے غیبت سمجھو۔ یا زندہ صحبت باقی۔ اپنا تو حساب کتاب چلتا ہی رہتا ہے۔“ عمران نے تیز بولے میں کہا۔ اور میجر میرس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے دونوں ہاتھ اکٹھے اور ایک طرف ہو کر اس نے بھی اپنا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ تاہم اگرچہ جوت اور جانا ایک طرف کھڑے بڑی حیرت بھری نظروں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے ان کے خیال میں عمران اپنی زندگی کی سب سے بڑی حماقت کرنے جا رہا تھا۔ ایسے لوگوں کو زندہ چھوڑنا حماقت کے سوا اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے وہ عمران کے مقابلے میں بول نہ سکتے تھے۔ اس لئے خاموش کھڑے رہے۔

حیرت انگیز طور پر زندگی کی نوید ملتے ہی کرنل ہمیرخ اور میجر میرس کے ہاتھوں نے تیزی دکھائی اور انہوں نے اپنے لباس اتار دیئے۔ اب دونوں زیر جامے میں کھڑے تھے۔

”واہ۔ کیا خوب صورت جسم ہیں۔ اسرائیلی روکیاں تو مرٹی ہوں گی۔“ عمران نے بڑے تعریف بھرے لہجے میں کہا۔

”اب تم دونوں ہاتھ اپنے کر کے دروازے کی طرف چلو۔ میں چاہتا ہوں تم کچھ دیر تو سرٹک پر اسی انداز میں پریڈ کرتے رہو۔ اس کے بعد جہاں جی چاہے چلے جانا۔“ عمران نے کہا اور وہ دونوں سر پر ہاتھ رکھتے تیزی سے دروازے کی طرف مڑے۔ لیکن ابھی

تیزی سے ہوا میں اٹھے اور دوسرے لمحے میجر میرس چنپا ہوا کسی گیند کی طرح فضا میں اوپر کو اٹھا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نیچے فرش پر گرے۔ جوزف بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر نہ صرف کھڑا ہو گیا۔ بلکہ نیچے گرتے ہوئے میجر میرس کی سائیڈ پر اس کا لفٹ ہاب پونی قوت سے پڑا۔ اور میجر میرس کو نیاک چیخ مار کر سائیڈ کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس بار جوزف نے اُسے اٹھ کر کھڑے ہونے یا سنبھالنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اور اس نے بڑی پھرتی سے اس کے دونوں پیر اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے اور پھر وہ اُسے گھسیٹا ہوا کمرے کے درمیان میں لایا۔ میجر میرس نے اپنے اوپر والے جسم کو گھما کر جوزف کی پنڈلیوں پر باک کر کے کی کوشش کی لیکن جوزف کا چہرہ غصے کی شدت سے بڑی طرح بگڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں وحشت کی چمک نمایاں تھی اس نے انتہائی خوش ناک داؤ کھیلنا۔ اس نے اپنا پیر میجر میرس کی ایک پنڈلی پر رکھ کر اور دوسری ٹانگ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے پورے قد کی حد تک مخالف سمت میں دھکیلتا چلا گیا اور میجر میرس کی خود ناک چھوٹوں سے کمرہ یوں گونجنے لگا جیسے ابھی چھٹ اڑ جائے گی۔ اس کی دونوں ٹانگیں تقریباً چھٹ کی چوڑائی تک مخالف سمتوں میں پھیل گئی تھیں اور اس کا آدھے سے زیادہ پچلا جسم یوں چر گیا تھا جیسے کسی نے کھلونے کی دونوں ٹانگوں کو مخالف سمتوں میں دھکیل کر اس کا جسم بھاڑ دیا ہو اور میجر میرس اس بڑی طرح پیڑھنے لگا کہ جیسے دنگ کی ہوئی بکری پیڑھتی ہے اور پھر اس کی چپٹیں گھٹتی گئیں۔ اور چند ہی لمحوں

بعد آخری خنراہٹ اس کے حلق سے نکلی اور اس نے دم توڑ دیا۔ جوزف نے محاذ دیا نہیں بلکہ حقیقتاً اس کی دونوں ٹانگیں پیر کر رکھ دی تھیں۔

”دیل ڈن جوزف۔ دیل ڈن۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اُسی لمحے کونسل میمرخ کے حلق سے بھی چیخ بلند ہوئی۔ اور وہ ایک دھمکے سے فرش پر سر کے بل گرا۔ جو اُن نے اُسے ایک لمحوں اٹھا کر فرش پر پٹخ دیا تھا۔ عمران دیکھ رہا تھا کہ کونسل میمرخ بار بار جوتا کو اُسی داؤ میں لے آنا چاہتا تھا جس میں اس نے عمران کو پہلے پھنسا دیا تھا۔ لیکن جو اُن اپنی بھرپور طاقت کی وجہ سے اس کے داؤ میں نہ آ رہا تھا۔ کونسل میمرخ چون کہ لڑائی کھڑائی کے فن میں مہارت کا درجہ رکھتا تھا اور پھر اس کے جسم میں جیسے بیلبلان بھری ہوئی تھیں اس لئے وہ ہر بار جو اُن کے ہاتھ سے نکل جانے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔

”جو اُن! اتنی دیر میں تو ریفری مقابلہ برابر چھڑا دیا کہتے ہیں۔“ اچانک عمران نے طنز یہ لہجے میں کہا۔

”ماسٹر۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ یہ اچھی طرح کھیل لے۔ تاکہ اس کے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ آپ کہتے ہیں تو۔“ جو اُن نے کونسل میمرخ کی غلامیگ گک کو تیرہی سے کئی کاٹ کر بچاتے ہوئے بڑے طنز سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم حسرتوں کا شکار نہ رہو تو قیامت آجانی ہے لیکن حسرتیں

ہوئی تھی، ٹائیگر کمرسی سے اٹھا اور عمران کو کمرسی پر بٹھا کر اس نے اس کے چہرے پر کمرنل ہمیرخ کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے تیزی سے چلتے ہوئے ہاتھ اس فن میں اس کی مہارت کا پتہ دے رہے تھے۔ اور بخوشی دیر بعد جب اس نے ہاتھ روکے تو جوزف اور جوانا دونوں نے سبک آواز ہو کر ٹائیگر کے فن کی داد دی۔

”اب چلو ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر چلتے ہیں۔ پہلے ہی ان کے لباس اتار دے اور غلتے میں کافی دیر ہو گئی ہے۔“ عمران نے میز پر رکھی ہوئی شیٹنگ اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور اب ٹائیگر سمجھ گیا۔ کہ عمران آخر کیوں ان دونوں کے لباس اتار دے پر بضد تھا۔ ظاہر ہے ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر میں مسلا ہوا یا لپٹا ہوا لباس یا اس پر خون کے دھبے ہوتے تو میک اپ کے باوجود ان کی قلعی کھٹنے میں کوئی دیر نہ لگتی۔ اور وہ عمران کی ذماتہ اور پیش بینی کی دل ہی دل میں داد دینے لگا۔

”تم دونوں ہاتھ اٹھائے آگے چلو۔ ہم دونوں تمہارے پیچھے ہوں گے۔ باہر نجانے ان کے کتنے ساتھی ہوں۔“ عمران نے کہا۔ اور جوزف اور جوانا اس کی بات سمجھ کر ہاتھ اٹھائے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ جوزف نے اس کی چٹنی کھولی اور پھر دروازہ کھول کر وہ باہر نکل گئے۔ عمران اور ٹائیگر ان کے پیچھے تھے

بڑے سے مال کمرے میں بے ہوش افراد کی بھڑک سی لگی ہوئی تھی۔ ان سب کو دیوار کے ساتھ لگے ہوئے لوہے کے کڑوں میں جکڑ دیا گیا تھا۔ ان کے دونوں ہاتھ بھی اور دونوں پیر بھی دیوار کے ساتھ نصب لوہے کے کڑوں میں جکڑے ہوئے یوں لگتا تھا جیسے ان کی نمائش لگائی گئی ہو۔ مال کمرے میں اس وقت تین مسلح افراد موجود تھے ان کے ہاتھوں میں شیٹنگ گنتیں تھیں اور وہ دودھ کی ٹولیاں میں مقابل کی دیوار کے ساتھ بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے جب کہ ایک آدمی ہاتھ میں ایک بوتل پکڑے اس کا ڈھکن کھول کر باہر باہر دیوار کے ساتھ بندھے ہوئے بے ہوش افراد کی ناکوں کے ساتھ لگا کر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اور جس جس کی ناک سے وہ بوتل لگتی چند لمحوں بعد اس کے جسم میں حرکت سی پیدا ہوئی اور اس کی آنکھیں کھل جاتیں۔ مال کی لمبی دیوار کے ساتھ ان کی طویل قطار لگی

ہوئی تھی۔ ان میں ایک عورت اور بارہ مرد تھے۔ عورت جو لیا جاتی۔ جب کہ اس کے پانچ ساتھی، صفدر، کیپٹن شکیل، تنویر، صدیقی اور نعمانی تھے۔ چوٹان ان میں شامل نہ تھا۔ کیوں کہ وہ ابھی تک ہسپتال میں تھا۔ ان کے علاوہ کیپٹن تیزی اور اس کے چھ ساتھی تھے۔ تنویری دیر بعد ان سب کو ہوش آگیا۔ اور وہ حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ انہیں ہوش میں لانے والا بوتل ایک طرف پھینک کر اپنے ایک ساتھی کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا۔
 ”یہ کیا ہو گیا صفدر؟“ اچانک تنویری کی آواز ابھری۔ وہ صفدر کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔

”ہونا کیا ہے۔ ہم پرتقا بولپالسا گیا ہے۔ میں نے عمران کے جلنے کے بعد کہا تھا کہ ہمیں جلد از جلد حرکت میں آجانا چاہیے۔ کیوں کہ عمران ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کا محل وقوع بتا گیا تھا۔ لیکن تم سب بخوش میں ابھی رہے اور اس بحث نے ہمیں بے ہوش کر دینے والی گیس کے ابتدائی بموں کے گرنے کی آواز بھی نہ سنے دی۔“ صفدر نے بڑا سامنا بناتے ہوئے کہا۔

”یہ دوسرے لوگ کون ہیں؟“ کیپٹن شکیل نے کیپٹن تیزی اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
 ”معلوم نہیں۔“ صفدر نے ان کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے دروازہ کھلا اور پھر ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے دو آدمی تھے جو شین گنوں سے مسلح تھے۔

”اوہ فاسٹ ڈیٹھ اتنی بڑی تنظیم ہے۔ تیرہ افراد۔“ لمبے طرح کے آدمی نے حیرت بھرے انداز میں دیوار کے ساتھ بندھی ہوئی طویل قطار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”باس۔“ ویسے یہ دامہ عجیب ہوا، ٹرانسپیر کال کا پوائنٹ چیک کرنے کے بعد جب ہم نے اس پر ریڈ کیا۔ تو ہمارا خیال ہی تھا۔ کہ یہ مقامی سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ لیکن وہاں سے جب بے ہوش افراد کو دیکھا تو یہ سارے فاسٹ ڈیٹھ کے ممبران تھے۔ وہی ممبران جو ہمارے مین ہیڈ کوارٹر سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کی تعداد اس عورت سمیت چھ تھی۔ لیکن بعد میں یہ دوسرا گروپ تعاقب کرتے ہوئے سامنے آیا اور پھر ہم نے اسے بھی ٹریپ کر لیا۔“ باس کے پیچھے آنے والے دو افراد میں سے ایک نے کہا۔

”لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی مارسن۔“ کہ جب ہم نے فاسٹ ڈیٹھ پر ریڈ کیا تو اس وقت دوسرے گروپ نے مداخلت کیوں نہیں کی، حالانکہ یہ اس وقت آسانی سے نہ صرف مداخلت کر سکتے تھے بلکہ تمہیں شدید نقصان بھی پہنچا سکتے تھے۔ ان کے قریبی تعاقب سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اس پوائنٹ سے باہر موجود تھے۔“ باس نے کہا۔

”یس باس۔“ یقیناً یہ لوگ باہر موجود تھے۔ کیوں کہ باہر لپکتے ہی ہمیں تعاقب کا احساس ہو گیا تھا۔“ مارسن نے جواب دیا۔

”باس — میرا خیال ہے یہ دونوں علیحدہ علیحدہ گروپ ہیں۔ ایک تو یقیناً فاسٹ ڈیٹھ ہے۔ جب کہ دوسرے کی حیثیت کا تعین اس سے پوچھ کر کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے آدمی نے پہلی بار تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔“

”میں کیپٹن تیزی ہوں۔ مقامی سیکرٹ سروس کا چیف۔ ہمارا اس فاسٹ ڈیٹھ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے ہم نے ان پر ریڈ ہونے وقت کوئی مداخلت نہ کی تھی۔ کیوں کہ ہم الٹ۔ ڈمی کے ساتھ سمجھوتہ کر چکے تھے۔ اور میں تمہاری آواز پہچان گیا ہوں۔ تم کرنل چارلس ہوجس نے ٹرانسمیٹر پر مجھ سے بات کی تھی۔“

ایک ناک نمانی کے قریب موجود فوجوان نے خود ہی اوجھے لہجے میں کہا۔ اور وہ لمبا تڑنگا آدمی جسے کرنل چارلس کہا گیا تھا۔ ایک جھپٹے سے اس کی طرف مڑا۔

”ہاں۔ تمہاری آواز میں پہچانتا ہوں۔ لیکن تم نے جس سپاٹ سے ٹرانسمیٹر کال کی تھی۔ اس پوائنٹ پر فاسٹ ڈیٹھ کا ہیڈ کوارٹر کیسے آگیا۔ ہم نے تمہاری کال کا سپاٹ تلاش کر لیا تھا۔ اور ہم نے اس پر چھاپے اس لئے مارا تھا تاکہ تمہیں یہاں لاکر حکومت پر مزید دباؤ ڈالا جاسکے۔“

”سوکرنل چارلس۔ سیکرٹ سروس احمقوں کا ٹولہ نہیں ہے کہ اپنے سپاٹ کو اس طرح ادا کر دیتی۔ ہمارے پاس ایسی مشینری موجود ہے کہ ہم سپاٹ تبدیل کر سکتے ہیں۔ اور ہم نے اندازہ سپاٹ بدلا تھا۔ اور پھر ہم صرف اس سپاٹ کی نگرانی کے لئے

دہاں پہنچے تھے۔ تاکہ اگر سپاٹ چیک کر لیا جائے۔ اور تم اس پر چھاپہ مارو تو ہم تمہارا تعاقب کر کے تمہارا ہیڈ کوارٹر ٹریس کر سکیں۔ ہمارا مقصد انہیں نقصان پہنچانا نہ تھا بلکہ صرف تمہارا ہیڈ کوارٹر چیک کر کے مزید بات چیت آسنے سلسلے کی جانی مقصود تھی۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ جو سپاٹ ہم نے اندازہ بدلا تھا۔ اس میں یہ فاسٹ ڈیٹھ والے موجود تھے۔“

”تمہارے دلائل بڑے ہیں کیپٹن تیزی۔“ ہم اہم نہیں کہ تمہارے چکر میں آجائیں۔ فاسٹ ڈیٹھ بھی بہر حال تمہاری حاضری تنظیم ہے۔ تم سب مل کر کام کر رہے تھے۔ بہر حال اب ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں کہ تم دونوں کون ہو۔ آپس میں دوست بنو یا دشمن۔ تم سب ہمارے دشمن ہو اس لئے اب تم سب سے یکساں سلوک کیا جائے گا۔“

کرنل چارلس نے جس سپاٹ سے زیادتی ہے کرنل چارلس۔ اب جب کہ حکومت تم سے سمجھوتہ کر چکی ہے اب ہماری تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے۔“

کیپٹن تیزی نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم تمہیں شاید معیاد ختم ہونے تک زندہ رکھیں۔ لیکن اس فاسٹ ڈیٹھ کے متعلق کیا کہتے ہو۔“

کرنل چارلس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ تمہارا جو بی چلے ان سے سلوک کر دو۔“

کیپٹن تیزی نے بڑے سرد لہجے میں جواب دیتے

اس میڈیکو اور ڈاکٹر کا پتہ کیسے چلا۔ کرنل چارلس نے حیرت سے چونکتے ہوئے کہا۔

"میں نے ہی سوال کرنل ہمیرخ سے کیا تھا۔ لیکن انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ریڈ آرمی یہاں رہ کر کسی چیز سے غافل نہیں رہ سکتی۔ بہر حال وہ کسی ایمر جنسی مسئلے کے سلسلے میں آتے ہیں اور فوری ملنا چاہتے ہیں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ٹھیک ہے۔ ان دونوں کو یہاں لاؤ آج تک قابو نہیں تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ جس فاسٹ ڈیٹھ پر وہ آج تک قابو نہیں پاسکے۔ ایف۔ ڈی نے کتنی آسانی سے ان پر قابو پا لیا ہے۔" کرنل چارلس نے فائنڈ انڈا میں کہا اور ریسورسور رکھ دیا۔

اب وہ غور سے تنویر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو بے بسی سے بندھے ہوئے کی وجہ سے خاموش کھڑے صرف اپنے ہونٹ کاٹنے میں مصروف تھے۔ انہیں اس طرح باندھا گیا تھا کہ کسی طرح بھی رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی۔ اور یہ بات وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان پر کسی بھی لمحے مشین گنوں کے فائر کھولے جا سکتے ہیں۔ اور وہ سوائے موت کو بے بسی سے گے لگانے کے اور کچھ نہ کر سکیں گے۔ اب صرف انہیں اگر امید تھی تو عمران کی طرف سے تھی۔ لیکن یہ امید بس امید کی حد تک ہی تھی۔ ظاہر ہے عمران کو یہ تو قطعی معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ انہیں اس طرح ٹریپ کر لیا جائے گا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے

ادھر تنویر اور اس کے ساتھی کیپٹن تمیزی کی باتیں سن کر حیران ہو رہے تھے۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ عمران نے کیپٹن تمیزی کے لہجے میں خود کرنل چارلس سے ٹرانسمیٹر پر بات کی تھی جب کہ کیپٹن تمیز کا کہہ رہا تھا کہ بات اس نے کی ہے۔ اور نہ صرف کہہ رہا تھا بلکہ ایسے حوالے بھی دے رہا تھا جیسے واقعی بات اس نے کی ہو۔ اور پھر ان کا فاسٹ ڈیٹھ کے میڈیکو اور ڈاکٹر کی نگرانی کرنا بھی عجیب تھا۔

"باس۔" خواہ مخواہ ذہنی دباؤ رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ان سب کا خاتمہ کر دیجیے۔ گولیوں سے چھلنی کر دیجیے۔ بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" آرٹلڈ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل چارلس کوئی جواب دیتا۔ اچانک ایک طرف رکھی ہوئی چھوٹی میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"اس وقت فون۔" کرنل چارلس نے حیرت بھرے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر آگے بڑھ کر اس نے رسیوں اٹھالیا۔

"تیس۔" کرنل چارلس نے سخت لہجے میں کہا۔ "باس۔" ریڈ آرمی کے کرنل ہمیرخ اور میجر میرس گیٹ پر موجود ہیں وہ فوری طور پر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" دوسری طرف سے کسی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کرنل ہمیرخ اور میجر میرس۔" لیکن انہیں ہمارے

تیجھے تھا کیوں کہ اس سارے چکر کا روح رواں وہی ہے۔ اور تم نے میرے یہاں آنے کی توجہ پوچھی ہی نہیں۔ کرنل ہمیر خ نے کہا۔

اے ہاں۔ واقعی مجھے خیال ہی نہیں آیا پہلے تو تم ٹرانسپورٹ کال کرتے تھے اب خود آگئے ہو۔ کرنل چارلس نے چونکتے ہوئے کہا۔

کرنل چارلس۔ جو ہم تم نے یاد دلاؤ اس میں نصب کیا ہے وہ تو دہاں نصب ہے۔ لیکن اس کی دائر لیس آپریشننگ مشین سے وہ پرزہ غائب کر دیا گیا ہے جس کی مدد سے تم اس بم کو آپریٹ کر سکتے ہو اور یہ پرزہ جسے ماسٹر سیکشن کہتے ہیں غائب کرنے میں علی عمران کا ہی ہاتھ تھا۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ کیشن تیزی کے لمحے میں تم

سے بات کرنے والا بھی وہی علی عمران تھا۔ اس کا مقصد یہ نہیں اس چکر میں الجھا کر ادھر وہ پرزہ غائب کرنا تھا۔ اور وہ کامیاب ہو گیا۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ پرزہ غائب کر دینے کے بعد وہ فاسٹ ڈیٹھ کے ساتھ مہتارے ہیڈ کو آرٹھر پریڈ کرے گا۔ اُسے مہتارے

ہیڈ کو آرٹھر کے بارے میں بھی ساری تفصیلات معلوم ہیں۔ مہتارہ ایک آدمی اس سے ملا ہوا ہے۔ اور یہ پرزہ اُسی نے اُسے پہنچایا ہے۔ یہ دیکھو یہ ہے وہ پرزہ۔ کرنل ہمیر خ نے زہر خنجرے میں کہا اور چہرے میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اس کی پتھیلی پر ایک

پیچیدہ سا چھوٹا سا پرزہ موجود تھا۔

کیا کہہ رہے ہو کرنل۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ نہیں یہ ناممکن

ہے۔ کرنل چارلس کا چہرہ ایک نکتہ متغیر ہو گیا تھا۔

”سب کچھ ممکن ہے کرنل چارلس۔ علی عمران کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ اس پرزے کے بغیر مہتارہ ساری دھکی دھری کی

دھری رہ گئی ہے۔ اور اگر میں بروقت عمران کو قابو میں نہ کر لیتا تو وہ اپنے ممبران کی گرفتاری کے باوجود فوج کے ذریعے مہتارے ہیڈ کو آرٹھر پریڈ کر دیتا۔ اس لئے میں پرزہ ساتھ لے آیا

ہوں تاکہ مہتارہ دھکی بے قرار رہے۔ تم یہ پرزہ دوبارہ اس مشین میں فٹ کر سکتے ہو۔ میجر میریس کو سمجھا اس لئے لایا ہوں کیوں کہ یہ ایسی مشینری کا ماسٹر ہے۔ کرنل ہمیر خ نے کہا۔

”اوہ۔ آرنلڈ بھی اس مشینری کا ماہر ہے۔ وہ جیک کرے گا۔

لیکن یہ سب کچھ ناممکن ہے۔ کیوں آرنلڈ۔ کرنل چارلس

کی ساری شخنی اور فخرانہ انداز یک نکتہ پریشانی میں بدل گیا تھا۔

”میں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُسے ایک نکتہ کسی گھبرے کنویں میں دھکا دے دے گیا ہو۔

”باس۔ جیک کر لینے میں کیا حرج ہے۔ آرنلڈ

نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں سب سے پہلے

اسے چیک کر دوں گا۔ اس دقت ساری سوشن کی بنیاد یہی ہے۔

کرنل چارلس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے دروازے

کی طرف مڑ گیا۔ کرنل ہمیر خ اور میجر میریس بھی اس کے پیچھے چل

پڑے۔ ان کے ساتھ آرنلڈ بھی تھا جب کہ ہارسن وہیں ہل میں ہی

رک گیا تھا۔

وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے مختلف راہداریوں سے گزر کر ایک تہہ خانے میں پہنچے جہاں دیوار کے ساتھ ایک بہت بڑی مشین نصب تھی۔ اس مشین کو دیکھتے ہی کرنل ہمیرخ کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔

”آرنلڈ۔۔۔ اسے چپک کر روٹ۔۔۔ کرنل چارلس نے آرنلڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور آرنلڈ سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور مشین کے سامنے رکھے ہوئے سٹول پر بیٹھ گیا۔ کرنل چارلس اس کے قریب کھڑا ہوا۔ جب کہ ان دونوں کے پیچھے کرنل ہمیرخ اور دو دانے کے قریب میجر ہیرس موجود تھا۔

”اب اس کی ضرورت نہیں رہی کرنل چارلس۔۔۔ اچانک کرنل ہمیرخ نے بدلے ہوئے ہاتھ میں کہا۔ اور اس کی آواز سننے ہی کرنل چارلس اور آرنلڈ دونوں تیزی سے مڑے۔ اور دوسرے لمحے کرنل ہمیرخ اور میجر ہیرس دونوں کے ہاتھوں میں دیوار دیکھ کر وہ یوں چونکے جیسے ان کے سروں پر بم پھٹ پڑے ہوں۔

”یہ۔۔۔ یہ کیا کیا مطلب۔۔۔ کرنل چارلس نے جڑی طرح بکلاتے ہوئے کہا۔

”تمہارا کہیں ختم ہو گیا کرنل چارلس۔۔۔ مجھے علی عمران عرف پرنس کہتے ہیں۔“ کرنل ہمیرخ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔“ کرنل چارلس کا چہرہ یک لمخت تاریک ہو گیا۔ اس کا ہاتھ تیزی سے جیب کی طرف بڑھا۔ لیکن اُسی لمحے

کمرے میں ایک زوردار دھماکا ہوا اور آرنلڈ چیخا ہوا مشین پر جا گرا۔ یہ گولی میجر ہیرس کے ریلو اور سے نکلی تھی۔ آرنلڈ شاید کوئی حرکت کرنا چاہتا تھا۔ گولی آرنلڈ کے سینے میں لگتی اور وہ صرف چند لمحے ہی ٹوٹ پ سکا۔ البتہ اس کا ہاتھ ابھی ایک سرخ ہینڈل کی طرف رنگ رہا تھا کہ عمران نے گولی چلائی اور آرنلڈ کے سرخ ہینڈل کی طرف بڑھتے ہوئے ہاتھ کے پرچھے اڑ گئے۔ اور وہ ساکت ہو گیا۔

”ت۔۔۔ ت۔۔۔ ت۔۔۔ تم متا رہو۔۔۔ اچانک کرنل چارلس غصے سے چیخا اور دوسرے لمحے اس نے ریلو اور کی پرواہ کئے بغیر عمران پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن عمران تیزی سے ایک طرف کو ہٹا اور پھر اندھوں کی طرح اس پر چڑھ دوڑ آنے والا کرنل چارلس جیسے ہی اس کی جگہ آیا۔ عمران کی لات پوری قوت سے اس کی پشت پر پڑی۔ اور کرنل چارلس چیخا ہوا اچھل کر میجر ہیرس پر جا گرا۔ میجر ہیرس نے بڑے اطمینان سے اچھل کر گھٹنے کی ضرب اس کی زینہ ناف پر جھادی اور کرنل چارلس جڑی طرح ڈکھاتا ہوا پشت کے بل فرسش پر گر گیا۔ اور عمران نے تیزی سے آگے بڑھ کر مخصوص انداز میں اس کی کینٹی پر بوٹی ٹو ماری۔ اور پھر اس کی دونوں ٹانگیں جیسے مشین کی سی صورت میں حرکت میں آگئیں۔ اور بار بار اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا کرنل چارلس چند لمحوں بعد ساکت ہو گیا۔ اس کے ساکت ہوتے ہی عمران تیزی سے مڑا اور پھر اس نے جلدی سے مشین کا پلگ ایک طرف سوچ بورد

سے علیحدہ کر دیا۔ اس طرح اب مشین کسی صورت نہ چل سکتی تھی۔ اور پھر تو جیسے عمران پر دورہ سا پڑ گیا۔ اس نے مشین کے مختلف حصوں پر گولیاں برسائی شروع کر دیں۔ جب اس کے ریو اور سے ٹپرچ کی آواز ابھری تو مشین کے پانچے اٹ چکے تھے۔ اب وہ کسی صورت میں بھی استعمال کے قابل نہ رہی تھی۔ عمران نے بڑے اطمینان سے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر گولیاں نکالیں اور ریو اور کے میگزین کو دوبارہ فل کر دیا۔

”عمران صاحب اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا ہے؟“
اچانک میجر میرس نے کرنل چارلس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ وہ ٹائیگر تھا۔

”وہ ہم بھی تو پاور ہاؤس سے برآمد کر لے گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ٹائیگر سر ملانے لگا واقعی اُسے ہم کا تو خیال ہی نہ رہا تھا۔

عمران ایک کونے میں موجود ڈیلی فون کی طرف بڑھا۔ اور اس نے رسیوڑ اٹھالیا۔

”یس۔“ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔
”میں کرنل میرج میجر میرس اور آرنلڈ مشین روم میں ہیں۔ مشین کو تفصیلی طور پر چیک کیا جا رہا ہے۔ اس میں کچھ دیر سے جی ریم باؤنڈ کو کہہ دو۔ اس دوران قیدیوں کا خیال رکھئے۔“ عمران نے کرنل چارلس کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔
”یس باس۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے

جلدی سے رسیوڑ کر دیا۔

”ٹائیگر۔ تم کہیں اسرائیل میں تو پیدا نہیں ہوئے تھے؟“

عمران نے رسیوڑ کر رکھ کر مڑتے ہی ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا مطلب باس۔“ میرا اسرائیل سے کیا تعلق؟“

ٹائیگر کی آنکھیں حیرت سے چوڑی ہو گئیں۔

”متہارادو قامت یہاں کے بیشتر افراد سے ملتا جلتا ہے اب

دیکھو میجر میرس بھی تم بنے ہو اور اب کرنل چارلس بھی تمہیں ہی بننا

ہو گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ٹائیگر تھکے ہوئے

کر ہنس پڑا۔ اب اسے عمران کے اس فقرے کی سمجھ آئی تھی۔ پھر

وہ تیزی سے فرسٹ پر پڑے ہوئے کرنل چارلس کی طرف بڑھا۔

اس نے جلدی سے اُسے لباس کرنا شروع کر دیا۔ عمران نے

کوٹ کی اندرونی جیب سے وہی سپیشل میک اپ باکس نکالا جس

کی مدد سے وہ پہلے بھی کرنل میرج اور میجر میرس کا روپ دھار

چکے تھے۔

”ٹائیگر نے انتہائی چہرتی سے کرنل چارلس کا لباس اتارا۔ اور

پھر اپنا لباس اتار کر اس نے کرنل چارلس کو پہنا دیا اور خود اس کا

باس پہننے لگا۔ جب وہ لباس کی تبدیلی سے فارغ ہو گیا تو

عمران نے آگے بڑھ کر پہلے تو مختلف کیموں کی مدد سے اس کا

پہلا میک اپ صاف کیا اور پھر اس پر کرنل چارلس کا میک اپ

کرنا شروع کر دیا۔ کرنل چارلس یوں تو جوان ہی تھا لیکن اس

کے چہرے پر ہمکنی ہمکنی جھریوں کی تعداد خاصی تھی اور میک اپ کے

فن میں اپنی تھریاں ہی سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی تھیں۔ ان جھریوں کو ان کے اصل انداز میں بنانا ہی میک اپ کے فن کا اعلیٰ ترین معیار سمجھا جاتا تھا۔ اور انہی جھریوں کی وجہ سے ہی عمران کو میک اپ کرنے میں خاصی دیر لگ گئی اور شاید انہی جھریوں کی وجہ سے اس نے فن کر کے اس طرف کسی کے آنے کو روک دیا تھا۔

”لو بھی بن گئے تم کرنل چارلس۔ ایف۔ ڈی کے سربراہ۔ اب ذرا بول کر دکھاؤ۔“ عمران نے پیچھے مٹ کر ٹائیگر کے چہرے کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”کرنل چارلس۔ اب بھاشنا نہ کا دفا دار بن کر رہے گا۔“ ٹائیگر نے کرنل چارلس کے مخصوص ہلچے میں کہا۔

”بالکل ٹھیک۔ اب میں ذرا اسے میجر میرس بنا لوں۔“ عمران نے جھک کر فرش پر پڑے ہوئے کرنل چارلس کے قریب بیٹھ ہوئے کہا۔

”مگر باس۔ یہ تو ہوش میں آجائے گا۔ دیر سب پوچھیں گے کہ میجر میرس کو کیا ہوا۔ اس کے ساتھ آرنلڈ کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”جواب دینا مجھے آتا ہے۔ ساری زندگی یہی تو کام کیا ہے۔ تم بے فکر رہو۔“ عمران نے کہا۔ اور اس کے ہاتھ ایک بار پھر تیزی سے چلنے لگے۔ چند ہی لمحوں میں کرنل چارلس کی جگہ میجر میرس نے لی تھی۔ عمران نے اس کی نبض دیکھی اور پھر میک اپ باکس

بند کر کے واپس جیب میں رکھا اور جیب سے ریو اور نکال کر اس نے اسے نالہ کی طرف سے پکڑا اور ہاتھ گھما کر ایک مخصوص انداز میں اس کی کینچی پر ریو اور کے دستے کی بھر پور ضرب لگا دی۔ ضرب لگنے کے بعد اس نے دوبارہ کرنل چارلس کی نبض چیک کی اور پھر اطمینان کا ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب یہ دو گھنٹوں سے پہلے کسی صورت ہوش میں نہیں آ سکتا۔ اور دو گھنٹے اس آپریشن کے لئے بہت ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد ریو اور جیب میں رکھ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”سنو ٹائیگر۔ اب تم نے میرے ساتھ سب سے پہلے اسی بال کمرے میں جانا ہے جہاں قیدی موجود ہیں۔ مار سن اگر پوچھے تو اسے ہی بتانا ہے کہ میجر میرس اور آرنلڈ دونوں مل کر مشین کو سیٹ کر رہے ہیں۔ اس کے بعد تم نے مار سن کو یہ حکم دینا ہے۔ کہ چون کہ ہم میں کوئی غذا موجود ہے۔ جس نے مشین سے وہ پڑھ اڑا کر عمران کو دیا تھا۔ اس لئے سید کو اور ٹرین موجود ہوہر فرد کو مل میں جمع کیا جائے کوئی آدمی باہر نہ رہ جائے۔ باقی کام میں خود سنبھال لوں گا۔“ عمران نے ٹائیگر کو ہدایات دیں اور ٹائیگر سر ہلکا ہوا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ عمران اس کے پیچھے باہر نکلا اور اس نے دروازہ نہ صرف جینٹل دبا کر بند کر دیا بلکہ جیب سے ایک مٹری ہوئی تار نکال کر اس نے لاک بھی بند کر دیا اب بغیر جانی کے لاک نہ کھولا جاسکتا تھا۔

کمرے میں مار سن سمیت اس کے چار ساتھیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں اور نعمانی کے دونوں ہاتھ نہ صرف لوہے کے کڑوں سے آزاد ہو چکے تھے بلکہ اس کے ہاتھوں میں موجود شین گن کی نال سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا۔

”حیرت ایجنز نعمانی حیرت ایجنز۔۔۔ تمہارے ہاتھ کیسے آزاد ہوئے۔۔۔“ تنویر اور صفدر نے سیک آواز ہو کر کہا۔

”مجھے بازی گردوں کی طرح جسم کو سمیٹنے کا فن آتا ہے۔“

نعمانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور دوسرے لمحے اس کا جسم ادپر کو اٹھ گیا۔ وہ پنجوں کے بل ادپر کو اٹھ رہا تھا۔ اور اس کی اڑیاں حیرت ایجنز طور پر اٹھی ہو کر کڑوں کے درمیان سے نکل رہی تھیں۔ اور دوسرے لمحے اس کے آدھے پیر کڑوں سے باہر آ گئے اور نعمانی اچھل کر فرش پر آکھڑا ہوا۔ اس کے پیر حیرت ایجنز طور پر کڑوں سے باہر آ چکے تھے۔

”ادہ۔۔۔ تو انتہائی حیرت ایجنز صلاحیت ہے۔ انتہائی حیرت ایجنز۔۔۔ پہلے تو تمہاری یہ صلاحیت کبھی سامنے نہیں آئی۔“ نعمانی کے ساتھیوں نے شدید حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”پہلے ایسا موقع ہی کبھی نہیں آیا۔“ نعمانی نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر اس نے شین گن کی نال کو اٹھا کر صفدر کے ایک ہاتھ والے کڑے کی سائیڈ میں جانی اور ٹریگر دبا دیا دھماکا ہوا اور کڑے کے پزے بکھر گئے۔ اس نے جلدی سے دوسرے کڑے کا بھی

پہن حشر کیا اور صفدر کے ہاتھ آزاد ہو گئے۔ اس کے بعد پیروں کے کڑے بھی اس طرح ٹوٹ گئے اور صفدر آزاد ہو گیا۔ اور صفدر نے تیزی سے دوڑ کر ایک لاش کے ہاتھ میں پکڑ لی۔ شین گن جھپٹ لی۔ نعمانی اب یہ کارروائی تنویر کے ساتھ کر رہا تھا کہ چاکل شیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ صفدر نے ہاتھ اٹھا کر نعمانی کو روکا اور تیزی سے شیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے رسی پور اٹھالیا۔

”یس۔۔۔ مار سن سیکنگ۔“ صفدر کے حلق سے مار سن کی آواز برآمد ہوئی۔

”جناب کرنل چارلس نے ہدایت کی ہے کہ آپ قیدیوں کے پاس ہی نگرانی کریں۔ شین سے واقعی پرزہ غائب تھا وہ اسے سیڈ کر رہے ہیں اور اس میں کچھ دیر لگ سکتی ہے۔“ دوسری طرف سے موبو بانہ لہجے میں کہا گیا۔

”ٹھیک ہے۔“ صفدر نے مختصر سے لفظوں میں جواب دیا اور رسی پور کھڑا کیا۔

”بڑی اچھی نگرانی ہو رہی ہے قیدیوں کی۔ کرنل چارلس بالکل بے فکر ہے۔“ صفدر نے مڑ کر ہنستے ہوئے کہا اور نعمانی اور صفدر نے مل کر اپنے تمام ساتھیوں کو قید سے رہائی دلا دی۔ وہ اطمینان سے فائرنگ کر کے کڑے توڑ رہے تھے۔ کیوں کہ یہ بڑا مال تحمیر مکمل طور پر سائنڈ پر دھن تھا۔ اور انہیں معلوم تھا کہ یہاں کی آواز کسی صورت باہر نہ جا سکے گی۔

”ہمیں بھی آزاد کر دو۔“ چاکل پیٹن تیزی سے کہا۔ اس

کے دوسا تھی ملاک جو چکے تھے اور اب اس سمیت پانچ باقی تھے۔
 ”تمہیں تو کرنل چارلس ہی آکر کھولے گا۔ کیپٹن نے کس قدر
 اطمینان سے کہہ دیا تھا کہ فاسٹ ڈیٹھ کو بے شک گولی مار دو“
 صفدر نے زب زب خند لہجے میں کہا۔

اور ابھی اس کی بات ختم ہی ہوئی تھی کہ اچانک کمرے کا دروازہ
 ایک جھٹکے سے کھلا اور دوسرے لمحے کرنل چارلس اور کرنل ہمیرخ
 اندر آ گئے۔ اُسی لمحے صفدر کا ماتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت
 میں آیا اور آنکھیں پھاڑے کرنل چارلس جیتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔
 صفدر نے اچانک اس کی کھوپڑی پر ضرب لگا دی تھی۔

”ارے یہ کیا کر دیا۔۔۔ دوسرے لمحے کمرے میں عمران کی
 آواز گونجی اور کیپٹن شکیل کی انجی جو شین گن کے ٹریگر پر حرکت
 کرنے والی تھی یک آن ٹنٹ علیحدہ ہو گئی۔ یہ آواز کرنل ہمیرخ
 کے حلق سے نکلی تھی۔

”عمران صاحب آپ۔۔۔ صفدر اور کیپٹن شکیل کے منہ
 سے بیک آواز نکلا اور باقی ممبران بھی اب حیرت سے آنکھیں پھاڑے
 اُسے دیکھ رہے تھے۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ کرنل ہمیرخ نے
 میک اپ میں عمران بھی ہو سکتا ہے۔

”اٹھو اٹھو ٹائیگر۔۔۔ اس ضرب کو دوستانہ ضربوں کے کھلنے
 میں ڈال لینا۔ اور ٹیگر کہہ کر وہ صرف ضرب ہی لگی ہے ورنہ اس کی جگہ
 گولی بھی لگ سکتی تھی۔“ عمران نے فرش پر پڑے ہوئے
 کرنل چارلس کو ماتھ سے پکڑ کر ادبہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور

کرنل چارلس سر کو پکڑے اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹائیگر کے نام نے کمرے
 میں ایک اور دھماکہ کر دیا تھا۔

”تو کرنل چارلس کی سبائے ٹائیگر ہے۔۔۔ سب نے حیرت
 بھرے انداز میں کہا جیسے انہیں یقین نہ آ رہا ہو۔

”بس اس میں یہی غامی ہے کہ اسے اسرائیلی بننے کا بہت شوق
 ہے کبھی میجر میرسن بن جاتا ہے اور کبھی کرنل چارلس۔۔۔ اور یہ
 تو کرنل چارلس کے ساتھ ساتھ بیک وقت کرنل ہمیرخ بھی بننا چاہتا
 تھا مگر میں نے بڑی مشکل سے اسے روکا ہے۔“ عمران نے
 کہا اور اس کے ساتھیوں کے چہرے کھل کھلائے۔ عمران تیزی
 سے ٹیلی فون کی طرف مڑ گیا۔ اس نے رسیورا اٹھالیا۔

”یس۔۔۔ دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دیتی۔ جو
 اس سے پہلے عمران نے مشین روم سے فون کرنے پر سنی تھی۔
 ”سنو۔۔۔ ہیڈ کوارٹر میں موجود ہر شخص کو ایک جگہ اکٹھا کرو۔“

مشین سے واقعی پرزہ غائب ہو چکا تھا اور کرنل ہمیرخ کی بات
 سچ نکلی ہے کہ ہم میں کوئی ایسا غدار موجود ہے جو فاسٹ ڈیٹھ کا
 حمایتی ہے۔ میں اس غدار کو تلاش کرنا چاہتا ہوں۔“ عمران
 نے کرنل چارلس کے لہجے میں غراتے ہوئے کہا۔

”ادہ باس۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ غدار ہی کا تو سوال ہی پیدا
 نہیں ہوتا۔“ دوسری طرف سے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔
 ”جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ میں غدار کو پاتال میں سے بھی ڈھونڈ
 نکالوں گا۔“ عمران کا لہجہ اور زیادہ سخت ہو گیا۔

"میں باس۔ میں سب کو بڑے مال میں اکٹھا ہونے کے لئے کہہ دیتا ہوں۔" دوسری طرف سے بوکھلائے چمکے ہوئے بچے میں جواب دیا گیا۔
 "ماں۔ کوئی شخص باہر نہ رہ جائے۔ اور سب کو غیر مسلح ہونا چاہیے۔ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا۔" عمران نے کہا۔

"میں باس۔ میں سمجھ گیا باس۔ ایسا ہی ہو گا باس۔" مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"آرٹھ اور یہ سب سریش میں روم میں کام کر رہے ہیں۔ انہیں قطعاً ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ اور یہاں مارن اور چار افراد موجود ہیں۔ انہیں چیک کر لیا گیا ہے وہ صاف ہیں۔ اس لئے وہ یہیں رہیں گے قیدیوں کے پاس۔ باقی تمام افراد بڑے مال میں پہنچ جانے چاہئیں۔ جب سب پہنچ جائیں تو مجھے فون پر اطلاع دینا۔ میں اور کرنل جہیر خاں آئیں گے اور اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ وہ غدار کیسے چھپ سکتا ہے۔ لیکن سنو۔ تمہارے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ انہیں کیوں بڑے مال میں اکٹھا کیا جا رہا ہے؟ عمران نے اُسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ ایسا ہی ہو گا۔ دیسے ہیڈ کوارٹر میں آپ کو تو معلوم ہے مجھے سمیت صرف دس افراد ہیں۔ چار آپ کے پاس ہیں باقی پچھڑے گئے ہیں۔ ہم بڑے مال میں پہنچ جاتے ہیں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری کال کا منتظر ہوں۔" عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"ان بے چاروں کا کیا تصور ہے انہیں کیوں لٹکا رکھا ہے۔ کھول دو انہیں۔ ارے ماں۔ آخر یہ تم آہنی کڑوں سے آزاد کیسے ہو گئے۔ یہ سچو کشن بدلی کیسے؟" عمران نے چونکتے ہوئے کہا اور جب اُسے نعمانی کی جسم سمیٹ لینے والی صلاحیت اور جس تیزی اور پھرتی سے اس نے مارن کے ہاتھ سے سین گن چھین کر مارن سمیت چاروں افراد کو لقمہ اجل بنا دیا تھا۔ تو عمران کے چہرے پر تحسین کے آثار پھیل گئے۔

"بہت خوب نعمانی۔ بہت خوب۔ یہ تو ایسی باکال صلاحیت ہے کہ اب تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ بس ایک سرکس بناتے ہیں۔ تمہیں کڑوں اور زنجیروں میں جکڑ دیا اور جب تم جسم سمیٹ کر نکل آؤ گے تو لوگ پیسوں کا مینہ برسا دیں گے۔ واہ واہ۔ کیا آسان روزی ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سب ہنس پڑے۔

"انہیں کھولو یا۔ یہ بھی اپنے ہی بھائی بند ہیں۔" عمران نے کیپٹن تمیزی اور اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور پھر صفدر اور نعمانی نے آگے بڑھ کر کیپٹن تمیزی اور اس کے چار زندہ ساتھیوں کے کڑے توڑ ڈالے اور وہ لوگ آزاد ہو گئے۔ "آپ برنس ہیں۔ میں نے یہاں آنے سے پہلے فیصلہ کر لیا تھا کہ آپ کی شاگردی اختیار کروں گا۔ آپ نے جس ذہانت سے

میری آذانیں کرنل چارلس کو فوری طور پر یاد دلاؤں گا اس نے کال کر کے رد کا تھا۔ اس نے مجھے آپ کا گرویدہ کر دیا ہے۔
کیپٹن تیزی نے آگے بڑھ کر عمران سے زبردستی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ غالی خولی شاگردی نہیں چلے گی۔ پوری رسمیں نبھانی پڑیں گی۔ تیس گز کی چوڑی۔ دو من مٹھانی۔ اور ایک گھنٹے تک مرغ بنانا پڑے گا۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور کیپٹن تیزی کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

”یہاں سے باہر جاتے ہی آپ کی پہلی دو نوں شرطیں تو پوری کر دوں گا۔ البتہ آخری شرط۔ کیپٹن تیزی نے سنتے ہوئے کہا۔
”دائم۔ وہی تو اصل شرط ہے۔ اس کے بغیر تو شاگردی جو ہی نہیں سکتی۔“ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”کیپٹن صاحب یہاں کی سیکورٹ سروس کے چیف ہیں۔“
صفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو کیا ہوا۔“ جب پاکشیا سیکورٹ سروس کا چیف میرے سامنے گھنٹوں مرغ بنانا کھڑا رہتا ہے تو یہ کس باغ کی مولیٰ ہیں؟
عمران نے کہا۔

”مثلاً آپ۔“ اگر اب مزید بکواس کی تو میں منہ توڑ دوں گی۔“

جو لیا جواب تک خاموش کھڑی تھی۔ ایک ٹوکے سلسلے میں تو میں ہمیز الفاظ سنتے ہی پھٹ پڑتی۔

”اے اے۔ میں نے تمہیں تو مرعی بننے کے لئے نہیں

کہا۔“ عمران نے کہا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ ورنہ جو بیکے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شین گن کا دستہ اس کا منہ واقعی توڑ دیتا۔
اُسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور عمران نے تیزی سے آگے بڑھ کر سیور اٹھا لیا۔

”یس۔“ عمران نے کرنل چارلس کے بلے غراتے ہوئے کہا۔
”باس۔ ہم بڑے ہال میں اکٹھے ہو چکے ہیں۔“

دوسری طرف سے کہا گیا۔
”مگر اتنی دیر کیوں لگائی تھی؟“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔
”باس۔ آپ کے فون کے بعد مجھے اچانک خیال آ گیا تھا کہ باہر نگرانی پر موجود آٹھ ممبر زکوہی بلا لوں۔ جو سکتا ہے ان میں سے کوئی غدار نکل آئے۔“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”جھٹ۔“ تم نے اچھا کیا۔ ٹھیک ہے میں اور کرنل ہمیر آ رہے ہیں۔“ عمران نے کہا اور سیور رکھ دیا۔
”آؤ ٹائیگر۔“ اب متباہار کو دار شروع ہو گا۔“ عمران نے

ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔
”تذمیر۔ تم لوگ دس منٹ بعد یہاں سے باہر نکلنا۔ اور پھر

پورے جیل کو دار ٹر میں پھیل جانا۔ صرف تذمیر۔ صفر اور شکیل اس بڑے ہال میں آئیں گے۔ کیپٹن تیزی اور اس کے آدمی بھی پہرے میں متباہارے ساتھ شامل ہوں گے۔ تم لوگوں نے صرف

یہ چیک کرنا ہے کہ مال میں موجود افراد کے علاوہ تو میہ کو ارڈر میں اور کوئی فرد نہیں ہے اگر ہو تو اُسے فوری طور پر ہلاک کر دینا۔
 عمران نے انہیں ہدایات دیں اور پھر وہ دونوں دروازہ کھول کر باہر راہداری میں آ گئے۔ ٹائیگر کنٹرل چارلس کے روپ میں آگے آگے تھا جب کہ عمران کنٹرل سمیرخ کے میک اپ میں اس کے پیچھے تھا۔ عمران کے ہاتھ میں شین گن تھی۔ ٹائیگر خالی ہاتھ تھا۔ راہداری کے سرے پر پہنچنے کے بعد وہ دائیں طرف کو مڑ گئے۔ کیوں کہ ادھر ایک کمرے سے باتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اور پھر وہ دونوں دروازے پر پہنچ کر رک گئے۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اندر سے تیرہ چودہ افراد کی آپس میں باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

عمران نے ٹائیگر کو اشارہ کیا اور ٹائیگر نے آگے بڑھ کر دروازے کو دھکیلا۔ دروازہ کھلتے ہی آوازیں ایک محنت بند ہو گئیں اور ٹائیگر اور عمران اچھل کر اندر داخل ہوئے۔ مگر اندر داخل ہوتے ہی وہ بُری طرح چونک پڑے۔ کیوں کہ کمرہ خالی تھا۔ دہاں ایک بھی آدمی موجود نہ تھا۔ عمران یہ دیکھتے ہی تیزی سے دروازہ کی طرف مڑا مگر یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ ایک لمحہ پہلے جس جگہ دروازہ تھا اب دہاں سببٹ دیوار تھی۔ یہ دیوار بے آواز طریقے سے مگ گئی تھی کہ انہیں احساس بھی نہ ہو سکا تھا۔ کمرے کا صرف یہی ایک دروازہ تھا۔ جواب دیوار میں بدل چکا تھا۔ اس کے علاوہ پورا کمرہ خالی تھا۔

اُسی لمحے کمرے کی ایک دیوار کے اندر نصب مائیک سے آواز ابھری۔

”ہیلو باس۔ کیا تم میری آواز پہچانتے ہو۔ بولنے والے کے بچے میں طنز نمایاں تھا۔
 ”یہ کیا بکواس ہے۔“ ٹائیگر نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے دہاؤ کر کہا۔

”غصہ ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم میرا نام بتا دو۔ تو میں اب بھی تمہیں اپنا باس مان لوں گا۔“ دوسری طرف سے بولنے والے نے سببٹ بچے میں کہا۔
 ”آخر تم چاہتے کیا ہو۔ اب میں سمجھ گیا غدار تم خود ہو۔“ ٹائیگر نے چیختے ہوئے کہا۔ اب نام تو اسے معلوم نہ تھا کہ وہ نام لے دیتا۔ عمران بھی خاموش کھڑا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ باسی الٹ گئی ہے۔

”ابھی فیصلہ ہو جائے گا کہ غدار کون ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے تم پر شک کیسے ہوا۔ پہلی بات یہ کہ تم نے دوبار مجھے فون کیا۔ اور میرا نام نہ لیا۔ پہلی بار تو میں چپ ہو گیا کہ شاید مشین کی وجہ سے ہتھار اذین پریشان ہو گا۔ لیکن دوسری بار جب تم نے پھر میرا نام نہ لیا تو میں سمجھ گیا کہ کوئی گروڈ بضرور ہے۔ کیوں کہ باس ہمیشہ میرا نام لے کر بات کرتے تھے۔ اس کے بعد میں نے ٹسٹ کرنے کے لئے چھ افراد کا نام لیا تو تم فوراً مان گئے کہ واقعی چھ افراد باقی رہ گئے ہیں۔ حالانکہ باس ابھی طرح جلنٹے تھے کہ باقی ہیں افراد ہیں۔ چنانچہ میں نے چیکنگ شروع کی اور پھر لاگت دم کا سارا حال میں

بھی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ خاموش کھڑا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ کہ اب مائیکل کیا اقدام کرتا ہے۔ اس کے ان الفاظ سے کہ تمام کو اکٹھا ختم کیا جائے گا تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ فوری طور پر ان کا خاتمہ نہیں کرے گا۔

تقریباً دس منٹ بعد اچانک وہ چونک پڑے جب کہ کمرے کے اس آدھے حصے کا فرش جو ان سے دور تھا۔ اچانک نیچے بیٹھتا گیا۔ اور اب دلوں خلا سپیدا ہو گیا تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے کھڑے دیکھتے رہے۔ چند ہی لمحوں بعد فرش دوبارہ اوپر کواٹھ آیا۔ اور ان دونوں نے یہ دیکھ کہ ایک طویل سانس لیا۔ کیوں کہ اب فرش پر تنویر۔ اس کے ساتھ کیپٹن تیزی اور اس کے ساتھی بے ہوشی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ سب ٹیڑھے میڑھے انداز میں پڑے تھے اور ان کے چہرے بترابہ تھے کہ انہیں کسی گیس کی مدد سے بے ہوش کیا گیا ہے۔ اُسی لمحے عمران کو خیال آیا کہ یہ کام مائیکل نے پہلے کیوں نہ کیا وہ اس طرح گیس پھیلا کر ان سب کو لاٹک آدمی میں ہی بے ہوش کر سکتا تھا۔ تو کیا مائیکل جانتا ہے کہ عمران سانس روک سکتا ہے یا اس کے ذہن میں کوئی دیر بات ہے۔

”مسٹر علی عمران۔“ تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے ساتھی تمہارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ اور یقیناً تم نے یہ ضرور سوچا جو گا کہ اسی طرح میں تم دونوں کو بھی وہیں ساتھ ہی بے ہوش کر سکتا تھا۔ لیکن تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ تم کافی دیر تک

نے سکریں پر دیکھ لیا۔ اور دلوں میں تباہی باتیں بھی سن لیں۔ میں چاہتا تو لاٹک روم کو کم سے اڑا دیتا۔ لیکن جارا یہ بیڈ کو آرڈر شہر کے وسط میں ہے۔ یہاں ہونے والے دھماکے کے بعد ہمیں فوراً گھیر لیا جاتا۔ اس لئے میں خاموش رہا اور اسی لئے ہم نے تمہیں علیحدہ کر لیا۔ باس جلتے تھے کہ اس بیڈ کو آرڈر میں بڑا ہال کہاں ہے۔ لیکن میں نے مائیکر سے گفتگو نشتر کر کے تمہیں اس کمرے کی طرف ٹریپ کیا۔ اور تم ہماری چال میں آ گئے اور سیدھی اپنی قبر کی طرف بڑھ آئے۔ مجھے معلوم ہے کہ کرنل چارلس کے میک اپ میں ٹائیگر ہے اور کرنل سمیرا کے میک اپ میں پامچٹ یا کا علی عمران ہے۔ مزید یہ بھی بتا دوں کہ میجر سیرس کے میک اپ میں کرنل چارلس اور آرٹنڈ لاشیں بھی جھٹے دیانت کر لی ہیں۔ اب تمہیں اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنا ہوگا۔ پھر تم سب کو اکٹھے ہی موت کے پیندرے میں کس دیا جائے گا اور آخر میں یہ بھی بتا دوں کہ میرا نام مائیکل ہے۔ چوں کہ کرنل چارلس۔ آرٹنڈ اور مارسن ختم ہو چکے ہیں۔ اس لئے الیف۔ ڈی کا سربراہ اب میں ہوں۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی آواز آنی بند ہو گئی جیسے کسی نے مائیک آف کر دیا ہو۔

”بڑی حماقت ہوئی۔ میں نے تو سوچا تھا کہ سب کا اکٹھا ہی کر یا کروم کمڈن لیکن۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ شین گن ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی لیکن شین گن کی گولیاں اب وہ دیوار پر مار کر ضائع نہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہاں سے نکلنے کی

سانس روک سکتے ہو۔ میں ایف۔ ڈی میں آنے سے پہلے اسرائیل کی ایک ادنیٰ خفیہ تنظیم میں شامل تھا اور ہمارا ٹھکانہ ہے پاکبشتیا میں جو چمک ہے۔ وہاں بھی ہم نے اسی عرب سے کام لے کر آخری لحظات میں بازئی الٹ دی تھی۔ اس لئے میں کوئی رسک نہ لینا چاہتا تھا۔ اب ہم سب میرے دم دم پر ہو۔ اور اب سن لو کہ ہم سب کی موت کس طرح واقع ہوگی۔ میں نے تمہارے لئے انتہائی عبرت ناک موت تجویز کی ہے۔ اس گھر سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور نہ ہی یہاں سے مہرباری چھین باہر نکل سکتی ہیں۔ اس لئے میں اپنے ساتھیوں سمیت یہ جیڈ کوآرڈ فوری طور پر خالی کر کے دوسرے پوائنٹ پر جا رہا ہوں۔ جہاں سے ہم حکومت سے ٹکر لینے کے لئے ایک نئی پالیسی اپنائیں گے۔ کنٹرول چارلس کی پالیسی قطعاً غلط رہی تھی۔ اور یہ بھی مجھے یقین ہے کہ ریڈ آرمی بھی تمہارے ہاتھوں ختم ہو چکی ہے۔ ورنہ تم اور تمہارا ساتھی کنٹرول جمہوریت اور میجر میرس کے روپ میں کبھی یہاں نہ آتے۔ ہم اس وقت تک خاموش رہیں گے جب تک اسرائیل سے ہمیں نئی ہدایات نہیں مل جاتیں۔ بہر حال ہم بھی جی کریں گے وہ ہمارا اپنا معاملہ ہوگا۔ ہم سب اس گھر سے بیچوک پیاس سے ایریاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ گے۔ میں چاہتا تو تھا کہ یہاں گولیاں مار کر ہلاک کر سکتا تھا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ میں نے کوئی راستہ کھولا۔ یا کوئی بھی طریقہ اختیار کیا تو تمہارا شاہر ذہن اس کا کوئی نہ کوئی حل نکال لے گا۔ اس لئے میں نے یہی فیصلہ کیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ

میرا فیصلہ درست ثابت ہوگا۔ اس خالی عمارت میں مہرباری لاشیں تک گل سٹر جائیں گی۔ تب بھی کوئی اس عمارت میں داخل نہ ہوگا۔ میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔ تمہارے پاس سین گن ہے۔ اور اس میں یقیناً اتنی گولیاں موجود ہوں گی کہ تم اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ایریاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے بچا سکتے ہو۔ بہر حال یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہوگا کہ تم کس طرح مرنا چاہتے ہو۔ خودکشی کر کے یا بیچوک پیاس سے ایریاں رگڑ رگڑ کر۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں۔ آخری سلام قبول کر دو۔ مائیکل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی کھٹک کی آواز سنائی دی ادا آواز آنی بند ہو گئی۔ عمران کھڑا برسی طرح ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ مائیکل عجیب و غریب مجرم ثابت ہوا تھا۔ اس نے ان سب کے لئے واقعی انوکھی موت تجویز کی تھی۔ اب تک عمران کو امید تھی کہ مائیکل ان کے خلعے کے لئے کچھ نہ کچھ کرے گا تو وہ یہاں سے نکلنے کا کوئی نہ کوئی حل نکال لے گا۔ لیکن مائیکل کے عیار ذہن نے واقعی ایک ایسی ترکیب استعمال کی تھی کہ اس کی ساری امیدیں دھری کی دھری رہ گئی تھیں۔ اور اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی تقریباً ذیل ہو کر رہ گئی تھی۔ اب یہ اتفاق تھا یا مائیکل کی خوش قسمتی کہ یہاں آتے وقت ٹرانسمیٹر اس نے جیب سے نکال دیا تھا۔ اُسے خیال آیا تھا کہ شاید ایف۔ ڈی کے جیڈ کوآرڈ میں داخلے کے وقت ان کی تلاشی لی جائے۔ اور ٹرانسمیٹر ایک ایسی چیز تھی جسے کسی خفیہ جیب میں چھپایا نہ جاسکتا تھا۔ یو اور اور میک اپ باکس تو وہ لے آیا تھا۔

سمجھ آ جانی چاہیے تھی کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ لیکن میں باتوں میں مصروف رہا۔ بہر حال ذرا میری بیڑی چارج ہو جائے پھر دیکھنا میری ریڈی میڈ کھوپڑی کیا لگ کھلتی ہے۔ عمران نے کہا اور اُسی لمحے اچانک ایک نیلا آنکلی کے کوندے کی طرح اس کے ذہن پر لپکا۔ اس نے سوچا کہ مائیکل اگر تشدد پسند طبیعت کا آدمی ہے تو پھر یقیناً وہ انہیں اس طرح چھوڑ کر یہاں سے بھاگے گا نہیں بلکہ اس نے لازماً کوئی ایسا خفیہ انتظام کیا ہوگا جس کی مدد سے وہ اس کمرے میں ان پر گزرنے والی ہر واردات آنکھوں سے دیکھ سکے۔ اسی طرح ہی اس کی تشدد پسند طبیعت کو تسکین مل سکتی ہے۔ یہ خیال آتے ہی عمران نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور غور سے دیوار کے ایک ایک حصے کو دیکھنے لگا۔ وہ ایک ایک پچے کو چیک کر رہا تھا۔ لیکن پھر وہ یوں سا ہو گیا کیوں کہ وہاں اُسے کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی تھی۔ چہیت کا بھی اس نے غائر نظر سے جائزہ لیا تھا۔ لیکن چہیت بھی بالکل سہاٹ تھی۔

”ٹائیگر۔۔۔ تم ان سب کو ہوش میں لے آؤ۔ ان کی ناک اور نہ بند کمرہ در۔ یہ ہوش میں آجائیں گے۔۔۔ عمران نے دیواروں کا جائزہ لیتے ہوئے ٹائیگر سے کہا۔ اور جب عمران نے جائزہ مکمل کیا تو اس کے سارے ساتھی ہوش میں آچکے تھے۔ البتہ کیپٹن تیزی اور اس کے ساتھی ابھی تک بے ہوشی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے۔

”یہ کیا ہو گیا ہے۔۔۔ صغیر نے سب سے پہلے زبان کھولی

کہوں کہ ان کے لئے خفیہ جبین موجود تھیں۔ حالانکہ اب اُسے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا کیوں کہ داخلے کے وقت ان کی تلاشی نہ لی گئی تھی۔۔۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے پاس ٹرانسمیٹر ہوتا تو وہ سروراجہ یا نادر کو کال کر کے یہاں سے نکل سکتا تھا۔ لیکن اب یہ ذریعہ بھی نہ رہا تھا۔۔۔ سیکرٹ سروس کے ممبران کے ہاتھوں پر سے بھی ٹرانسمیٹر واپس غائب تھیں۔ شاید بے ہوش کمرے کے بعد ان کی تلاشی لی گئی تھی۔۔۔ البتہ عمران حیران تھا کہ آخر مائیکل کس قسم کا آدمی ہے۔ وہ چاہتا تو انہیں بے ہوش کر دینے کے بعد آسانی سے ان کے گھرے کاٹ سکتا تھا۔ لیکن شاید وہ تشدد پسند طبیعت کا مالک تھا۔ اس لئے اس نے انہیں اس طرح قتل کرنے کی بجائے پر تشدد انداز میں مارنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

”اب آپ کیا سوچ رہے ہیں باس۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچنی چاہیے۔۔۔ ٹائیگر نے اس بار اصل آواز میں کہا۔

”میں ذرا اپنی ریڈی میڈ کھوپڑی کی بیڑی چارج کر رہا ہوں۔ بڑی کمزور ہو گئی ہے۔ اس لئے تو سامنے کی بات ہی نہیں سوچ سکی۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سامنے کی بات۔۔۔ ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ یہ سامنے کی بات تھی کہ مائیکل ہمیں چکر دے رہا ہے اس نے چھ افراد کو اکٹھے کرنے پر جودیر لگا لی تھی اُسی بات سے مجھے

اور پھر عمران نے ساری تفصیل انہیں بتا دی تاکہ صحیح صورت حال کا ان سب کو علم ہو جائے۔ تنویر سمیت سب ساتھیوں کے چہروں پر حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کے تاثرات بھی ابھر آئے تھے۔ یہ انتہائی عجیب و غریب سزا تھی جو ان کے لئے مقدر کی گئی تھی انتہائی خوف ناک اور دل ہلا دینے والی سزا۔

عمران اب خاموش کھڑا تھا۔ لیکن اس کی نظریں بار بار ادھر اُدھر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس نے اس بات کو بھی چیک کیا تھا کہ شاید فرشتے نیچے جانے کا کوئی سسٹم اندر سے بھی ہو۔ اس لئے اس نے دیواروں کو خوب ٹھونک جاکر بھی چیک کیا تھا لیکن بے سود۔ بالکل نئے واقعی عجیب و غریب کمرے کا انتخاب کیا تھا۔ جس کا تمام سسٹم باہر سے تھا۔ اندر سے وہ بالکل سیاٹ تھا۔ دیواریں بھی اتنی ٹھوس تھیں کہ ان میں نقب بھی نہ لگائی جاسکتی تھی۔ اور نہ انہیں کسی طرح گرایا جاسکتا تھا۔ یہ واقعی ان سب کے لئے خوف ناک قبر تھی۔ ٹھوس اور سنگین قبر۔

جو زلف اور جو انا عمران اور ٹائیگر کے ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کے اندر چلے جانے کے بعد وہیں قریب ہی ایک بارہ میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ عمران نے انہیں بتایا تھا کہ وہ ہیڈ کوارٹر پر قابو پالینے کے بعد انہیں خود ہی بلا لے گا۔ اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی ہدایت کی تھی کہ وہ کسی طرح بھی کسی کام میں مداخلت نہ کریں۔ اس لئے جو زلف اور جو انا دونوں بڑی بے فکر سی سے بیٹھ ہوئے تھے۔ بارہ کی تمام میز بس بھری ہوئی تھیں اور دیاں زیر زمین دنیا کے افراد کی تعداد زیادہ نظر آرہی تھی جن کی سرستیاں اور اکڑسی بتا رہی تھی کہ بڑے عمدہ خودہ اپنے آپ کو بھاشا نہ کے سب سے بڑے دادا سمجھ رہے ہیں۔ جو زلف اور جو انا کو چوں کہ ایک خالی میز آسانی سے مل گئی تھی۔ اس لئے انہوں نے کسی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی تھی۔ جو زلف نے بیٹھتے ہی خالص دھسکی

لیتا تھا لیکن بہت کم۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اچھی ایک ہی بوتل پی لی تھی کہ جوزف چار چٹھا گیا تھا۔ اور پھر جب جوزف نے دیر کو دو بوتلیں اور لٹانے کا آرڈر دیا تو دیر بیٹھ گیا۔ ہر کار دیر بھی خالص طاقت و جسم کا مالک تھا اور مشکل دعوت سے نرمی گرمی غنڈہ لگ رہا تھا۔ ایسی باروں میں بار کے مالک ایسے ہی دیر رکھتے تھے۔ کیوں کہ ہمت شرابی اور بدوغم خود اپنے آپ کو دادا سمجھنے والے لگا ہوا ایسے ہی دیروں کے قابو میں آ سکتے تھے۔

”جب میں رقم بھی ہے۔“ دیر نے طنز یہ لہجے میں جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”رقم کی کوئی کمی نہیں ہے دوست۔ تم بس شراب لے آؤ۔“ جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پہلے دکھاؤ۔“ تم جیسے لوگ بعد میں دانت نکال دیتے ہیں۔ اور ہمیں تمہارے دانت نہیں رقم چلیے۔ پہلے ہی پانچ بوتلوں کا خالص بل بن چکا ہے۔“ دیر نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔

”ادھی کی اولاد۔ تم سے جو کہا جا رہا ہے وہ کرو۔ جاؤ۔“ اس بار جوزف کی بجائے جوانے یوں ہاتھ ملا کر کہا جسے کان پر سے مکھی اڑا رہا ہو۔ شاید دیر کے انداز پر اسے غصہ آ گیا تھا۔

”پانچ کھٹا۔“ ہا کہ دمشر کسی غلط فہمی میں نہ رہنا میرا نام شایبہ ہے۔ ماسٹر شایبہ۔ میں بڑے سے بڑے سورتگو میوں کی طرح نچوڑ کر پھینک دیتا ہوں۔“ دیر نے آنکھیں نکالتے

کی دو بوتلوں کا آرڈر دے دیا۔ اور پھر جوانے نے ایک ہی بوتل پی لی کہ جوزف دیر سے منگوا کر چار بوتلیں چٹھا چکا تھا۔ جوانا خود بلا نوش تھا اور دس بیس بوتلیں ایک ہی وقت میں پی جانا اس کے لئے معمولی بات تھی۔ لیکن نچلنے کی بات تھی کہ جب سے وہ عمران کے پاس آیا تھا۔ حیرت انگیز طور پر اس کی شراب نوش فتم ہو کر گئی تھی۔ یہ بات نہیں تھی کہ عمران نے اسے پینے سے منع کیا تھا۔ بلکہ جب اس نے عمران کو کبھی ایک بوند بھی چکھتے ہوئے نہ دیکھا تو اس نے ایک بار عمران سے اس بارے میں پوچھ لیا۔ کیوں کہ جوانا کا خیال تھا کہ شراب انسان کے اعضا میں طاقت کے خزانے بھر دیتی ہے۔ لیکن عمران کے متعلق اسے عملی تجربہ تھا کہ عمران کے جسم میں ہزاروں جوانا جیسی طاقت بھری ہوئی تھی۔ اس کے باوجود عمران شراب نہ پیتا تھا۔ اور جب عمران نے اسے بتایا کہ شراب پینا دراصل اپنی طاقت کو محضت میں ضائع کرنے کے مترادف ہے تو جوانا نے شراب چھوڑ دی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ جب اس کا ماسٹر شراب نہیں پیتا اور پھر بھی اس سے ہزاروں گنا زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ تو اسے بھی شراب نہیں پینی چاہیے تھی۔ اس نے جوزف کو بھی یہی فلسفہ سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن شراب تو جوزف کی زندگی بن چکی تھی۔ اس کے نزدیک شراب نہ پینے والے مردہ تھے۔ اس نے اس نے جوانا کی بات کو ہنس کر ٹال دیا تھا۔ اور جوانا نے بھی اصرار مناسب نہ سمجھا تھا۔ جوانا نے شراب سے توبہ نہ کی تھی اور کبھی موڑا جاتا تو پی بھی

چھ گیا۔ مگر دوسرے لمحے کیا ہوا کیا ہو کی آوازوں کے ساتھ ہال میں موجود ہر شخص اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”شابو کاؤنٹر سے نکلا کر ایک جھکے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کا گال بھٹ گیا تھا اداس میں سے خون کی ٹیکریں سی بہ رہی تھیں۔ اس کی گردن تک پہنچ رہی تھیں۔ لیکن شابو کی آنکھیں دھکتے ہوئے انگاروں کی طرح چمک اٹھی تھیں۔

”تم نے شابو پر ہاتھ اٹھا کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ اب تم یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتے۔“ شابو نے عزائم سے کہا اور ساتھ ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے پتلون کی کچھلی جیب میں چھپا ایک تیز خنجر باہر نکال لیا۔

”کیا ہوا شابو۔ کیا بات ہے۔“ اچانک کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے غنڈے نے تیزی سے باہر آ کر شابو سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”جوری۔“ اس بد بخت نے مجھ پر ہاتھ اٹھا رہا ہے۔ اداس دیکھو اس کی آنکھیں کیسے اس کے پیٹ سے باہر آتی ہیں۔“ شابو نے کاؤنٹر میں کوباز سے ایک طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ اور خود تیزی سے خنجر لہرایا جو انا کی طرف بڑھا۔ جو بڑے مطمئن انداز میں کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر معمولی سی پریشانی کے آثار تک نہ تھے۔ جو ذرا بھی اب اس کے ساتھ کھڑا بڑے چوکنا انداز میں اپنی طرف بڑھتے ہوئے شابو کو دیکھ رہا تھا۔

”اس جنگل کے پھر کو میں دیکھ لیتا ہوں۔ یہ کچھ ضرورت سے زیادہ

ہوئے کہا۔“

”ادہ۔ تمہاری یہ جرأت پدیری کی اولاد کے تم جو انا کو دھمکی دو۔ اس جو انا کو جن کا نام سن کر دہشت سے دھڑکن بھی کانپ اٹھتی ہے۔“ جو انا بھرک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”جو انا پلیز بیٹھ جاؤ۔ غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ جو ذرا نے جدی سے اٹھ کر اُسے بٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا وہ شاید اپنے شراب پینے کے مزے میں کوئی رخنہ انداز ہی نہ چاہتا تھا اور ادھر شابو بھی جو انا کا ٹیل ڈڈل دیکھ کر قدم سے جھبک گیا تھا۔ لیکن بہر حال اُسے اعتماد تھا کہ وہ اپنے لوگوں میں ہے۔

”دہشت سے نہیں تمہارے انجام پر کانپ اٹھتی ہوگی۔ میں نے بہت دیکھ ہیں تم جیسے خیر۔“ شابو نے مذاق اڑانے کے لیے بولے ہیں کہا۔

مگر دوسرے لمحے اس کی چیخ سے پورا بار گونج اٹھا۔ جو انا کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا تھا اور شابو تھپکھٹ کر چھٹا ہوا یوں فضا میں بلند ہوا جیسے وہ انسان کی بجائے کوئی گیند ہو۔ اور وہاں سے کافی فاصلے پر موجود کاؤنٹر کے ساتھ ایک دھماکے سے جا ٹکرایا۔

”تھپک کی آواز کے ساتھ ساتھ چیخ اور پھر کاؤنٹر سے شابو کے ٹکرنے کا دھماکہ تقریباً بیک وقت ہی پیدا ہوئے تھے۔“ ادہ ان آوازوں کے سنتے ہی ایک لمحے کے لیے تو ہال میں جھپک سکتا

ہی اچھل رہا ہے۔۔۔ جوزف نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں۔۔۔ اس نے جوانا کو لٹکا رہا ہے۔ اور جوانا اپنے دشمن
 کی بیٹیاں اپنے ہاتھوں سے ہی پھینکوڑتا ہے۔۔۔ جوانا نے ایک
 ہاتھ سے اُسے پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا اور خود دو قدم آگے بڑھ آیا۔
 اس کی آواز میں کوئی ایسی بات تھی کہ مال میں موجود ہر شخص کے جسم
 میں سردی کی ایک لہر سی اپنے آپ دوڑتی چلی گئی۔
 ”شابو بھی جوانا کی آواز سن کر ایک لمحے کے لئے ہٹھکا لیکن پھر وہ
 خنجر لہرا ہوا جو آگے بڑھا۔۔۔ اور دوسرے لمحے کسی بھیانک عفریت
 کی طرح جیتا ہوا جوانا پر حملہ آور ہو گیا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ
 خنجر زنی میں ماہر ہے۔ لیکن جوانا نے اس کے خنجر کی ذرا بھی
 پردہ نہ کی۔ بلکہ شابو کے قریب آتے ہی اس نے انتہائی پھرتی سے
 اپنا پایاں ہاتھ لہرا اور شابو کے ہاتھ سے خنجر اڑتا ہوا کہیں دور جا
 گرا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دایاں ہاتھ حرکت میں آیا اور
 اس پر حملہ آور شابو توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح اڑتا ہوا
 کاؤنٹر کے قریب ایک راہدار سی کے سر سے پر جا کر مارا۔ اس
 کے اڑ کر گرنے کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ اس کے حلق سے نکلنے والی
 بیخ بھی اس دقت سنائی دی جب وہ نیچے فرش پر جا کر اٹھا۔ بار
 میں موجود لوگوں کو یہی محسوس ہوا تھا جیسے گرانڈیل شابو کوئی رپڑ کا
 گڈا ہو جسے کسی دیونے اچھال کر پھینک دیا ہو۔ اس با مضرب
 شابو کی پسلیوں پر لگی تھی اور شابو نیچے گرتے ہی چنبٹے پھر گتا
 رہا پھر اس کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے گئے وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

پسلیوں پر پڑنے والی شدید ترین ضرب نے اس کا سانس روک دیا تھا۔
 بار میں موجود ہر شخص دم بخود رہ گیا تھا۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا
 تھا جیسے جوانا کوئی انسان نہ ہو بلکہ انسان کے روپ میں عفریت ہو وہ
 تصور ہی نہ کر سکتے تھے کہ بھاری بھر کم شابو ایک ہی ضرب سے اچھل
 کر اس قدر دور جا کر گر سکتا ہے اور پھر بے ہوش بھی ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ
 شابو زیر زمین دنیا کا ماحول رکھتا تھا۔ اور اس کی مڑانی بھڑائی کے
 فن نے اپنے اچھوں پر اپنی دھاک بٹھا رکھی تھی۔
 ”یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ اچانک راہدار سی کے عقب سے ایک
 آواز گونجی اور دوسرے لمحے ایک لمبا تھنگی نوجوان نمودار ہوا۔ وہ
 حیرت سے مال کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اور پھر اس کی نظریں جیسے
 ہی جوانا اور جوزف پر پڑیں وہ برسی طرح اچھل پڑا۔
 ”ارے تم۔۔۔ تم دونوں یہاں کیسے۔۔۔ پرنس کہاں ہے؟
 آنے والے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور پرنس کا نام سن کر
 جوزف اور جوانا بھی چونک پڑے۔ وہ اُسے غور سے دیکھ رہے
 تھے۔ لیکن آنے والے کا چہرہ ان کے لئے شناسا نہ تھا۔ لیکن
 اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ نہ صرف انہیں جانتا ہے بلکہ وہ عمران
 سے بھی واقف ہے کیوں کہ عمران ہی اپنے آپ کو پرنس کہلاتا
 تھا۔
 ”تم کون ہو؟۔۔۔ جوانا نے غور سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”اوہ۔۔۔ ٹھیک ہے۔ تم مجھے نہیں پہچانتے۔ کیوں کہ جب
 میں نے تمہیں پرنس سے وصول کیا تھا اس وقت تم زخمی اور

بے ہوش تھے۔ بہر حال میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ نوجوان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ نرم اور دوستانہ تھا۔

”نہیں پہلے تم اپنا تعارف کراؤ۔“ جو انہوں نے کہا۔

”میرا نام نادر ہے۔ اور خولے کے لئے آشنا ہی کافی ہے کہ تمہیں میرے ہی کہنے پر ڈاکٹر رحمت اللہ کے ہسپتال پہنچا یا گیا تھا۔ باقی باتیں اندر چل کر ہوں گی۔ میں پرنس کا دوست ہوں؟“

نادر نے کہا۔

”نادر۔ ڈاکٹر رحمت اللہ اور ہسپتال کا حوالہ جو نا اور جوزف دونوں کے لئے کافی تھا۔ ان کے چہروں پر چھائی ہوئی سختی ایک لمخت دور ہو گئی۔“

”اوہ۔ ٹھیک ہے۔ ہم سمجھ گئے۔ بہر حال اگر یہ تمہارا ساتھی ہے تو اسے بتا دینا کہ جو نا کون سے ہے۔ جو انہوں نے فرسش پر پڑے ہوئے شاہوکی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔“

”جوری۔ اس حرام نادے کی عقل یقیناً ٹھکانے لگ گئی ہو گی۔ اسے ہوش میں لے آؤ اور اسے کہہ دو کہ ہر شخص کے ساتھ نہ الجھ پڑا کرے۔“ نادر نے اس بار کاؤنٹر میں سے بخاطر

ہو کہ غصے لہجے میں کہا اور پھر جو نا اور جوزف کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور راہ داری کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں خاموشی سے اس کے پیچھے چلتے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ کمرہ دفتر کے سے انداز میں سجا ہوا تھا۔

”بٹھو۔ تمہیں یہاں دیکھ کر مجھے بے حد حیرت ہو رہی ہے۔“

نادر نے انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ نادر نے میز کی دوسری طرف کرسی بٹھال لی۔

”حالاں کہ کوئی حیرت دالی بات نہیں ہے۔ یہاں آنا بیٹھنا کوئی جرم تو بہر حال نہ ہو گا۔“ جو انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں یہ بات نہیں۔ دراصل یہ علاقہ شہر کا وسطی علاقہ ہے۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہاں پرنس کا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اور ظاہر ہے پرنس کے بغیر تم یہاں نہیں آ سکتے۔ مجھے ڈاکٹر رحمت اللہ نے بتایا تھا کہ پرنس نے تم دونوں اور تمہارے تیسرے ساتھی کو ہوٹل لالہ زار کی لابی میں پہنچنے کا پیغام دیا تھا۔ اس کے بعد میں نے پرنس کو ڈھونڈنے کی بے حد کوشش کی۔ کیوں کہ میں اُسے ایک اہم اطلاع دینا چاہتا تھا۔“

نادر نے کہا۔ اور ہوٹل لالہ زار کی لابی کا حوالہ ایسا تھا کہ جوزف اور جو نا دونوں کو یقین ہو گیا کہ نادر واقعی عمران کا دوست ہے۔

”کیسی اطلاع؟“ جوزف نے اس بار پوچھا۔

”تم اس کے ساتھی ہو اس لئے تم سے کیا چھاننا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اسرائیل کی ریڈ آرمی کا کرنل سمیرخ پرنس کی تلاش میں ہے۔ اس نے میرے ہی ایک آدمی سے اُسے تلاش کرنے کے لئے کہا۔ اور میرا یہ آدمی کسی زمانے میں اسرائیل میں رہ چکا ہے۔“

اور وہ کمرل ہیرخ کو اچھی طرح جانتا ہے وہ دماغ کی خفیہ پولیس میں رہ چکا ہے۔ نادرنے اپنی طرف سے بڑا انکشاف کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کی بات سن کر جوڈف اور جوانا دونوں کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑنے لگی۔

”تم مسکرا رہے ہو۔ ارے میرے آدمی نے بتایا ہے کہ ریڈ آدمی دنیا کی انتہائی خوفناک تنظیم ہے۔ اور کمرل ہیرخ تو شیطان ہے پورا شیطان۔ نادرنے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”تم پیرسن لو نادرنے کہ ریڈ آدمی باس کے ہاتھوں میک آئی بن کر جہنم داخل ہو چکی ہے۔ اور اگر کمرل ہیرخ شیطان ہے تو اس وقت پیرسن اسی شیطان کے روپ میں الیف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ جو انا نے ہتھے ہوئے کہا اور نادرنے کی آنکھیں حیرت سے پھلتی جا گئیں۔

”کک۔ کک۔ کک۔ کیا کہہ رہے ہو۔ ریڈ آدمی کا خاتمہ ہو چکا ہے اور پیرسن کمرل ہیرخ کے روپ میں الیف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ اور پیرسن واقعی گریٹ ہے بہت گریٹ ہے۔ لیکن تمہاری یہاں موجودگی بتا رہی ہے کہ الیف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر یہیں کہیں قریب ہی ہے۔ نادرنے کہا۔

”ہاں۔ کیفے کے سامنے راج موتی کمرشل سنٹر ہے۔ اس کے عقب میں ایک رہائشی عمارت ہے۔ وہی الیف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر

ہے اور باس اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اندر گیا ہے۔ لیکن اُسے گئے ہونے کافی دیر ہو گئی ہے۔ جو انا نے کہا۔

”ادہ۔ کہیں کوئی گرڈ بڑہ ہو۔ میرا خیال ہے ہمیں پتہ کرنا چاہیے۔ نادرنے کہا۔

”نہیں۔ باس اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے۔ ہمارے جانے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ دماغ کوئی گرڈ بڑہ ہو جائے۔ باس نے کہا ہے کہ جب ضرورت ہوگی وہ خود بلانے لگے۔ جوڈف نے کہا۔

”ادہ ٹھیک ہے۔ لیکن پھر بھی میں اپنے آدمی دماغ تعینات کر دیتا ہوں۔ وہ مجھے کسی بھی گرڈ بڑہ کی صورت میں اطلاع دے دیں گے۔ نادرنے کہا اور اس نے میز پر پڑے ہوئے انٹر کام کا رسیڈور اٹھایا اور ایک نمبر پر پیرسن کر دیا۔

”یس۔ کھنہ سپیکنگ۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

”کھنہ۔ میرے دو دوست راج موتی سنٹر کے عقبی حصے میں گئے ہوئے ہیں۔ یہ جگہ ایک خوفناک تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ تم اپنے دو خاص آدمی اس جگہ کی نگرانی پر لگا دو۔ کسی بھی گرڈ بڑہ کی صورت میں مجھے فوراً اطلاع ملنی چاہیے۔ نادرنے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”یس باس۔ کھنہ نے جواب دیا اور نادرنے رسیڈور دکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے ویٹر کو بلا کر ان دونوں کے لئے دیہن شراب کی دو بوتلیں منگوا دیں۔ اور خود ان سے باتوں میں مصروف

ہو گیا۔
ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی۔ نادرنے چونک کر سیوا اٹھالیا۔
”یس۔۔۔۔۔ نادرنے کہا۔

”کھنڈ بول رہا ہوں جناب۔۔۔۔۔ جس عمارت کا آپ نے بولا تھا۔ وہاں کچھ گڑبڑ ہو چکی ہے۔ بوبی نے اطلاع دی ہے کہ اس میں موجود کچھ لوگ بڑی افرا تفری کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ اور اس نے شاید اندر گولیاں چلنے کی آوازیں بھی سنی ہیں۔ اگر آپ حکم فرمائیں تو اندر سن گن لی جائے۔۔۔۔۔ کھنڈ نے کہا۔
”نہیں۔۔۔۔۔ ہم نے کوئی مداخلت نہیں کرنی۔ میں خود چیک کر لوں گا۔۔۔۔۔ نادرنے کہا اور سیور کھدیا۔

”اندر کچھ گڑبڑ ہے۔ کیا خیال ہے اندر کی سن گن لی جائے۔ گولیاں بھی چل رہی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پرنس کسی مشکل میں پھنس گیا ہو۔۔۔۔۔ نادرنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے ہمیں ضرور چیکنگ کرنی چاہیے۔ فی الحال صرف چیکنگ۔ پھر اگر ضرورت پڑی تو مداخلت بھی ہو سکتی ہے۔
جوزن نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”تو آئیے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔۔۔۔۔ نادرنے کہا اور پھر وہ ان دونوں کو ہمراہ لئے دفتر سے باہر نکلا اور تھوڑی دیر بعد وہ کیفے سے باہر آگیا۔ راج موٹی کمرشل سٹرک کی بڑی عمارت سامنے ہی تھی۔ نادرنے جوزن اور جونائٹوں تیز تیز قدم

اٹھاتے ابھی آگے بڑھے ہی تھے کہ اچانک ایک دکان سے ایک نوجوان نکل کر اس کی طرف بڑھا۔
”کیا پوزیشن ہے بوبی۔۔۔۔۔ نادرنے اس نوجوان سے مخی طلب ہو کر کہا۔

”باس۔۔۔۔۔ اندر کافی دیر افرا تفری سی رہی ہے۔ ہمیں قریب افراد میں غیر ملکی لگتے ہیں۔ لیکن اب وہ لوگ ایک کمرے میں موجود ہیں۔ میں نے ساتھ دالی عمارت کے خالی کمرے سے چیک کیا ہے۔ وہاں سے عمارت کا اندرونی حصہ صاف نظر آتا ہے۔۔۔۔۔ بوبی نے کہا۔
”مجھے دکھاؤ۔۔۔۔۔ میں خود دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ دہ

نے کہا۔
”آئیے میرے ساتھ۔۔۔۔۔ بوبی نے کہا اور پھر وہ ان تینوں کو ہمراہ لئے ایک بڑی سی عمارت میں گھس گیا۔ لفٹ کے ذریعے وہ چھٹی منزل پر پہنچ گئے۔ وہاں سے ایک راہداری میں ہوتے ہوئے وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کمرے کی کھڑکی راج موٹی کمرشل سٹرک کے عقبی حصے میں کھلتی تھی۔ راج۔۔۔۔۔ دتی سنٹر کا عقبی حصہ خاصا نیچا تھا۔ کھڑکی کو باہر سے فولاد سیڑھیوں سے بند کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ایک جھری ایسی بن چکی تھی۔ جہاں سے سب کچھ صاف نظر آ رہا تھا۔ نادرنے جھری سے آنکھ لگا دی۔ وہ کچھ دیر دیکھا رہا پھر چونک کر تپچھ بٹھا۔
”مسٹر جوانا۔۔۔۔۔ حالات واقعی گڑبڑ ہیں۔ میں نے ایک آدمی

درمیان میں سیاہ رنگ کی ایک انتہائی باریک ڈور سی تھی جو لمبا نیں
خاصی نظر آرہی تھی۔ دوسرے سرے پر ایک چھوٹا سا سیورسا بنا
ہوا تھا۔ نادرنے جلدی سے ڈور سی کو کھولا اور پھر اس بن کو
جھری سے گزار کر دوسری طرف نیچے کھسکا تا گیا۔ ڈور سی تیزی سے
کھل کر جھری سے غائب ہو تی جا رہی تھی۔ ابھی آدھی سے زیادہ
ڈور سی کھلی تھی کہ ڈور سی کا کھسکا بند ہو گیا۔ بن شاید کسی کمرے کی
چھت یا پھر فرش سے جالنگا تھا۔ لیکن اب وہ مزید نیچے نہ جاسکتا تھا۔
نادرنے ڈور سی کو ذرا سا جھکا دیا تو ڈور سی دو گز تک مزید نیچے کھسک
گئی۔ لیکن اس کے بعد اس نے مزید کھسکنے سے یکسر انکار کر دیا۔
اور نادرنے سیور کے کونے میں لگا ہوا ایک بن دبا دیا۔
بن دبے ہی ایک آواز سیور سے نکل کر کمرے میں گونجی۔
”باس۔ کیا یہ بہتر نہ تھا کہ ان سب کو ہلاک کر دیا جانا ہو سکتا
ہے یہ باہر نکلنے کا کوئی راستہ بنا لیں۔“ بولنے والے کا
لہجہ مؤدبانہ تھا۔

”نہیں آؤں۔“ اس کمرے سے ان کا نکلنا ناممکن ہے اب
انہیں وہیں ایڑیاں رگڑ کر گدہ کرنا ہو گا۔ مرنے کرین پر دیکھا نہیں
کہ عمران نے کس طرح ایک ایک دیوار کو ٹھونک بجا کر دیکھا ہے۔
لیکن وہ کوئی راستہ پیدا نہیں کر سکا۔ بھوک پیاس سے ایڑیاں
رگڑ کر مزہا بہر حال ان کا مقدمہ بن چکا ہے۔ ایک اور آواز
سنائی دی اور اس بار نادرنے سمیت جوزف اور جو انا بھی حیرت سے
ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ عمران کا ذکر اور پھر ایڑیاں رگڑ کر گدہ

کوئی شین گئیں اٹھائے ایک کمرے میں گھستے دیکھا ہے۔
نادرنے کہا۔

”لیکن باس تو ان کے اپنے آدمی کے روپ میں اندر گیا ہے۔
اب کیسے پتہ چلے کہ گدہ بڑ کیا ہے۔ اور کیا باس کو کوئی مشکل
پیش ہے یا نہیں۔“ جو انا نے کہا۔

”بونی۔ بھاگ کر جاؤ۔ اور ڈکٹا فون لے کر آؤ۔ جلدی
کر دو۔ اس سے ہم آسانی سے ان کی باتیں سن سکیں گے۔ پھر اصل
صورت حال سامنے آئے گی۔“ نادرنے مڑ کر بونی سے
منحط ہو کر کہا۔ اور بونی سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔
”سنو۔“ نادرنے اُسے دروازے میں ہی ردکتے
ہوئے کہا۔

”یس باس۔“ بونی نے مڑ کر پوچھا۔
”تین شین گئیں اور فالتو میگزین بھی لے آنا۔ مگر آؤ جلدی
بھاگ کر۔“ نادرنے کہا اور بونی اثبات میں سر ہلا کر کمرے
سے باہر چلا گیا۔

اب جو انا اس جھری سے جھانک رہا تھا لیکن اُسے وہاں
کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ ہر طرف خاموشی سی طاری تھی۔
تھوڑی دیر بعد بونی اندر داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک
برلیٹ کیس تھا۔ اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر برلیٹ کیس
کھول کر اس نے ایک عجیب ساخت کا ڈکٹا فون نکال کر نادرنے کی
طرف بڑھا دیا۔ اس کے ایک سرے پر ایک چھوٹا سا بن تھا۔

نکل کر باہر سرٹک پر آگئے۔

”بونی۔۔۔ تم یہ بریف کیس مجھے دو اور کیفے سے جا کر اپنے ساتھیوں کو بلا لو۔ انہیں پوری طرح مسلح ہونا چاہیے۔“ نادرنے بونی کے ہاتھ سے بریف کیس لیتے ہوئے اُسے حکم دیا۔

”مگر باس۔۔۔ اس وقت تو صرف میرے سمیت چار افراد موجود ہیں۔ باقی لوگ تو پوائنٹ پر گئے ہوئے ہیں وہ کل واپس نہیں آئیں گے“ بونی نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے جو ہیں انہیں لے آؤ جلدی کرو۔“ نادرنے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے راج موتی کمرشل سنٹر کے عقبی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ جوزف اور جونا بھی اس کے ساتھ تھے۔ جونا اور جوزف دونوں کے چہرے انتہائی سخت ہو رہے تھے۔ وہ باہر باہر ہونٹ کاٹ رہے تھے۔ انہیں اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ باس اور اس کا ساتھی تو مشکل میں پھنسے رہے اور وہ کیفے میں بیٹھے شراب نوشی کرتے رہے۔ اگر نادرنے ان کی ملاقات نہ ہوتی تو شاید وہ کبھی بھی ہیڈ کوارٹر کے اندر دنی کا پتہ نہ چلا سکتے۔ راج موتی کمرشل سنٹر کے عقبی حصے میں پہنچ کر نادرا ایک آدھیر سے کونے میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے جلدی سے بریف کیس کھولا۔ اور اس کے اندر موجود تین گنوں کے پارٹس کو جوڑنا شروع کر دیا۔ تینوں سٹین گنوں کو جوڑ کر اس نے ان میں میگنٹین فٹ کیا اور ایک ایک گن جوزف اور جونا کے حوالے کر دی اور ایک خود روک لی۔ اُسی لمحے بونی اپنے تین مزید ساتھیوں کو ہمراہ لے کر دبل پہنچ گیا۔

مرزا یہ سب کچھ بتا رہا تھا کہ عمران کسی مشکل میں پھنس چکا ہے۔ اُسے شاید کسی کمرے میں قید کر دیا گیا ہے۔

”وہیے باس۔۔۔ وہ سب لوگ تو یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم ہیڈ کوارٹر خالی کر کے چلے گئے ہیں۔ لیکن انہیں کیا معلوم کہ ہم ان کی حالت سکریٹ پر دیکھ رہے ہیں۔“ ایک اور آواز ابھری۔

”اسی وجہ سے تو منظر خوب صورت ہو جائے گا یہ لوگ سیکورٹ

ایجنٹ ہیں۔ انتہائی تربیت یافتہ لوگ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ انہیں دیکھا جا رہا ہے۔ تو یہ لوگ مرنے لگیں گے۔ لیکن ایریٹیاں نہیں رگڑیں گے۔ اب جب کہ انہیں معلوم ہے کہ انہیں کوئی نہیں دیکھ رہا تو یہ فطری انداز میں ایریٹیاں رگڑ رگڑ کر ہی مرنے لگیں اور یہی سب سے خوب صورت منظر ہو گا۔ انتہائی شاندار منظر۔ جب کہ تیرہ چودہ افراد بھوک پیاس سے ایریٹیاں رگڑ رگڑ کر ختم ہوں گے۔“

باس کی آواز سنائی دی اور نادرنے ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ ساری صورت حال سمجھ گیا تھا۔ اب ٹینک دشبہ کی کوئی گنجائش نہ رہی تھی۔ اس نے رسیور کا بٹن آن کر دیا اور ڈوری کو ایک زوردار جھٹکا دے کر واپس کھینچا ڈوری کچھ پی چلی آئی۔ نادرنے کے ہاتھ انتہائی تیزی سے چل رہے تھے۔ چند ہی لمحوں میں اس نے ڈوری پیٹ لی اور پھر بٹن اور رسیور کو جب میں ڈال کر وہ تیزی سے مڑا۔

”آؤ جونا اور جوزف۔ اب ہمیں ہیڈ کوارٹر پر پھر پورے حملہ کرنا

ہے۔ پرنس شدید خطرے میں ہے۔“ نادرنے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس عمارت سے

جو زف اور جو مانے اندر داخل ہوتے ہی تیزی سے ایک چھوٹی ڈیوار کی آڑلی اور پھر انہوں نے بھی فائر کنٹرول دیا۔ دوسرے لمحے عمارت کے اندر فائرنگ اور انسانی چیخوں کا جیسے طوفان سا برپا ہو گیا۔ جو زف اور جو مانا اکٹھے ہی تھے۔ وہ فائرنگ کرتے ہوئے تیزی سے آگے کی طرف کھسکے اور اچھل کر ایک برآمدے میں پہنچ گئے۔ اُسی لمحے جہوں کے خوف ناک دھماکے سنائی دیئے۔ اور فائرنگ کی آواز قدرے مدھم چڑھ گئی۔ لیکن دوسرے لمحے فائرنگ میں دوبارہ شدت آگئی۔ دو چینی بلند ہوئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی دروازے کی طرف سے ہونے والی فائرنگ ایک نخت بند ہو گئی۔

جو زف اور جو مانا البتہ مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے برآمدے میں آگے بڑھے جا رہے تھے۔ اب اوپر سے ہونے والی فائرنگ کا رخ انہی کی طرف ہو گیا تھا۔ ان کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ وہ عمارت کا اندرونی حردورالبعہ نہ جانتے تھے اور نہ ہی انہیں یہ معلوم تھا کہ دشمن کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ عمران اور اس کے ساتھی کہاں ہیں۔ بس وہ مختلف آڑیں لے کر اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے اندرونی حصے کی طرف بڑھ رہے تھے کہ اچانک برآمدے کا اختتام ہو گیا۔ لیکن ابھی انہوں نے چند ہی قدم اٹھائے تھے کہ ایک نخت انہیں ٹھکنا پڑا۔ کیوں کہ اس راستے کے دونوں اطراف میں سنگین دیواریں فرش سے چھت تک پیدا ہو گئی تھیں۔ اور وہ چوبے دان میں پھنس گئے تھے۔ اُسی

یہ منوں خاصے بجے تھکے اور لڑائی بھڑائی کے ماہر نظر آ رہے تھے۔ ”ہم ٹھوٹے سے ہم بھی لے آئے ہیں باس۔“ بونی نے اپنی جیبوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔ آؤ۔ اب ہم نے ڈائریکٹ ایکشن کرنا ہے۔ انتہائی تیز رفتار ایکشن۔ جو بھی نظر آئے اُسے اڑا دو۔“ نادر نے کہا۔

”لیکن باس۔ یہ سوچ لیں کہ یہ شہر کا انتہائی گنجان علاقہ ہے۔ یہاں جہوں اور گولیوں کے دھماکے سن کر پولیس فورس پہنچ جائے گی۔“ بونی نے جواب دیا۔

”کچھ بھی ہو۔ ہم نے اپنے آدمیوں کو بچانا ہے۔ پولیس کے آنے پر ہم سب نے تیزی سے فرار ہو جانا ہے۔“ نادر نے کہا۔ ”ٹھیک ہے باس۔“ بونی نے کہا۔ اور پھر وہ سب تیز تیز قدم اٹھاتے اس کے عقبی بڑے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ فولادی دروازہ بند تھا۔ نادر نے اشارہ کیا تو بونی نے جیب سے ایک بم نکالا اور اس کی پن منہ سے کیچنے کر اُسے دروازے کی طرف اچھال دیا۔ دوسرے لمحے ایک خوف ناک دھماکہ ہوا اور فولادی دروازے کے پچھے اٹھ گئے۔ دروازہ ٹوٹتے ہی وہ سب اچھل کر اندر داخل ہوئے۔ لیکن ابھی ان کے قدم دروازے کے اندر پہنچے ہی تھے کہ اچانک تین اطراف سے ان پر شدید فائرنگ شروع ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی تین افراد کی چینی بلند ہوئیں۔

لحے انہیں اپنے قدموں میں زمین لوندتی ہوئی محسوس ہوئی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے اچانک فرشتے ان کے قدموں تلے سے غائب ہو گیا اور وہ اندھی گہرائی میں بھاری بوروں کی طرح گرے جلے گئے۔ انہوں نے ہاتھ پیر مار کر کسی سہارے کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن ان کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پاتال میں جاگزیں گئے اور چند ہی لمحوں بعد زوردار دھماکوں سے وہ زمین سے جھکرائے۔ یہ فکر اس قدر زوردار تھی کہ ان کے ذہنوں پر اندھوں نے یلغار کر دی۔ سرسبز گنگنے والی چوٹوں نے انہیں ہوش کی ہر حدوں سے دور پھینک دیا تھا۔

عمرانؑ اور اس کے ساتھی عمران کے ساتھ کیپٹن تمیزی اور اس کے ساتھی سب ہی اس عجیب و غریب کمرے میں تقریباً بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ ان سب کے پاس لے دے کے صرف ایک شین گن موجود تھی۔ لیکن اس شین گن کا بھی کوئی مہرٹ نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران کی فراخ پیشانی پر شکنوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ وہ بار بار یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچ رہا تھا لیکن کوئی ترکیب ہی سمجھ نہ آ رہی تھی۔ عمران کے ساتھیوں کی نظریں عمران پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ ان سب کی آنکھوں میں ایسے تاثرات تھے جیسے عمران کوئی جادوگر ہو جو ابھی کوئی منتر پڑھے گا اور کمرے کی دیواریں غائب ہو جائیں گی۔

”مہار! تو دعویٰ تھا کہ تم ہر قسم کی سچویشن سے نمٹ سکتے ہو اب لڑاکو کوئی ترکیب نہ تویرنے دانت پھینچ کر کہا۔“

" لڑتے تو جینٹھے میں یا پھر بیڑے۔ مرے۔ ساند اور عورتیں لڑتی ہیں۔ لیکن یہاں تو عورت ایک ہی ہے۔ ماں اگر تم عارضی طور پر عورت بن جاؤ تو میں ابھی جو لیا کو تم سے لڑا سکتا ہوں؟" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تنویر نے غصیلے انداز میں نہ پھر لیا۔

عمران کی تیز نظریں بار بار فرش کے اس حصے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جہاں سے فرش نیچے چلا گیا تھا اور اس کے ساتھیوں کو لے کر واپس آیا تھا۔ اس نے اس فرش کو دوبارہ نیچے کرنے کے لئے لاکھ ترکیبیں لڑائیں لیکن فرش تو واقعی فرش بنا ہوا تھا اس سے مس نہ ہوا۔ اس کے علاوہ عمران نے اس جگہ پر بھی بڑی مغز ماری کی جہاں پہلے دروازہ تھا۔ لیکن سنگین دیوار واقعی دیوار کی طرح اپنی جگہ پر جمی ہوئی تھی۔ کوئی صورت۔ کوئی ترکیب نظریں نہ آتی تھی اور عمران سوچ رہا تھا کہ اس سے زیادہ بے بسی تو اس نے پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ اب تو واقعی ایک ہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کی بجائے شیٹنگن ت پہے یہاں موجود تمام افراد کا خاتمہ کر دے اور آخر میں اپنے سر میں گولی مار کر خود کشی کر لے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عمران آخری لمحے تک جدوجہد کرنے کا قائل تھا۔ مایوسی اس کی نظریں گناہ عظیم تھی۔ لیکن کوئی صورت کوئی ترکیب بھی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

اسی طرح سوچتے سوچتے کافی دیر گزر گئی۔ اور وہ سب تھک بار کمر میں فرش پر ہی بیٹھ گئے۔ ظاہر ہے کھڑے رہنے کا تو کوئی

فائدہ ہی نہ تھا۔ عمران کی نظریں بار بار اس دیوار پر جم جاتیں جہاں پہلے دروازہ تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ فردوں کی طاقت سے اس دیوار میں سے دوبارہ دروازہ پیدا کر لے گا۔ لیکن دیوار اپنی جگہ قائم تھی کہ اچانک وہ سب گھر گھر آجٹ کی تیز آواز سن کر ٹبر می طرح اٹھنے۔ یہ آواز انہیں چھت کی طرف سے سنائی دی تھی۔ دوسرے لمحے چھت کا ایک چوکور حصہ غائب ہو گیا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے۔ دوسرے سے اس خلا سے نیچے گرے۔ اور ان کے سامنے فرش پر ایک دھماکے سے آگرمے۔ چھت کا خلا دوبارہ برابر ہو چکا تھا۔ فرش پر گرنے والے ایک دو لمحے ہاتھ مارنے کے بعد ساکت ہو گئے۔ اور وہ سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھنے لگے۔ یہ جوفت اور جوان تھے۔ جو اس طرح پر اسرار انداز میں اوپر سے نیچے آگرمے تھے اور فرش سے ان کے سر ٹکرانے کی وجہ سے بے ہوش ہو چکے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھی تیزی سے ان کی طرف پئے۔ عمران اور صفہ رنے ان بدنوں کو سیدھا کیا وہ واقعی بے ہوش تھے۔ عمران نے جلدی سے انہیں ہوش میں لانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ وہ دونوں ہی کمراتے ہوئے اٹھ بیٹھے تھے۔ اور حجب آنکھیں کھولتے ہی انہیں اپنے ارد گرد عمران اور دوسرے ساتھی نظر آئے تو وہ حیرت سے آنکھیں جھپکانے لگے۔ انہوں نے عمران اور دوسرے ساتھیوں کو پہچان لیا تھا۔ البتہ ٹائیکر کو وہ نہ پہچان سکے تھے۔ ظاہر ہے ٹائیکر

ان کے سامنے قومی جہد کے میک اپ میں جیل کو اڑھیں گیا تھا۔
لیکن اب وہ کرنل چارلس کے میک اپ میں تھا۔
”اے تم دونوں کو شاید جنت سے زمین پر دھکیل دیا گیا ہے۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ باس۔۔۔ آپ کو چھڑانے کے لئے ہم نے جملہ کیا۔
لیکن عمارت کے اندرونی فعل وقوع سے لاطینی کی وجہ سے مارکھا
گئے۔۔۔ جو اٹھنے اپنی ٹانگیں اور بازو بیک وقت ہلاتے
ہوئے کہا۔ وہ شاید یہ چیک کر رہا تھا کہ کہیں اتنی بلندی سے
گرنے کی وجہ سے کوئی ہڈی تو نہیں ٹوٹی۔۔۔ اسی طرح جوزف
بھی لاشعوری طور پر اپنے جسم کی چیکنگ میں مصروف تھا اور
چند لمحوں بعد ان کے چہروں پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔
کیوں کہ اتنی بلندی سے پختہ فرش پر گرنے کے باوجود ان کی
بڑیاں سلامت ہی تھیں۔“

”ہمیں چھڑانے کے لئے۔۔۔ لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم
یہاں قید ہو گئے ہیں۔۔۔“ عمران نے حیرت جبرے لہجے میں کہا۔
اور جو اٹھنے کی صف میں ہونے والے جھگڑے سے لے کر فرش ہٹ
کر گرنے تک کے تمام واقعات تفصیل سے بتا دیئے۔

”اوہ۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہے میرا خیال درست تھا۔ یہ
لوگ یہاں سے گئے نہیں بلکہ سکرین پر ہمارا نظارہ کر رہے ہیں۔
لیکن نادر اور تمہارا یہ اندھا دھند اقدام قطعاً غیر مناسب تھا تمہیں
چاہیے تھا کہ تم خاموشی سے اندر داخل ہوتے۔ وہ لوگ یقیناً لگائی

کر رہے تھے۔ اس لئے تمہارے اندر آتے ہی تم پر نیکس گیا۔
عمران نے منہ ہلاتے ہوئے کہا اور جوزف اور جو ناخوش رہے
وہ جواب بھی کیا دیتے۔ ان سے اندھا دھندہ قدر کی محنت تو
بہر حال جو بھی تھی۔

”جیلو منسٹر عمران۔۔۔ میں چیف مائیکل بول رہا ہوں۔ آپ کے
دوست تھی آپ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ ان کی قسمت میں شاید تم لوگوں
کے ساتھ مرنا لکھا گیا تھا۔ اس لئے وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے
انہیں یہیں پھینکا جاسکتا تھا درنہ اگر وہ ادھر نہ آتے تو یقیناً اب
تک گولیوں سے پھینک ہو چکے ہوتے۔ جسے کہ تمہارے اور ساتھی ہو
چکے ہیں۔ ان کی لاشیں ہم نے برقی بجلی میں جلا دی ہیں۔ بڑا خوفناک
اور شدید جملہ کیا تھا انہوں نے۔ لیکن ان کی بدقسمتی کہ جملے
جگران چوکنے تھے۔ اور شاید اب تم سوچ رہے ہوں گے کہ فائرنگ
کی آوازوں کی وجہ سے پولیس یہاں آئی ہوگی اور وہ شاید پوری
عمارت کی تلاشی لے اور اس طرح تم بھی آزاد ہو سکو تو یہ بات
بھول جاؤ۔ پولیس آئی بھی تھی اور بجلی بھی گئی۔ ہم نے پولیس
انجمن کو ڈاکوؤں کی کہانی سنائی کہ وہ کمرشل سفر لوٹنے
کی غرض سے آئے تھے۔ لیکن بروقت دفاع کی وجہ سے وہ
زخمی ہو کر فرار ہو گئے ہیں اور ساتھ ہی جیسے یہاں کا رواج ہے۔
پولیس انسپکٹور کو نذرانہ بھی دے دیا گیا چنانچہ پولیس مطمئن ہو کر
چلی گئی ہے اس لئے تم بھی مطمئن رہو تمہیں بہر حال اس کمرے
میں ایڑیاں رکھ کر گورنر کا ہے۔ یہی تمہارا مقدر ہے۔ اٹل مقدر۔“

مانگیں نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی کھٹاک کی آواز کے ساتھ اس کی آواز سنائی دینی بند ہو گئی۔ اور عمران نے ایک طویل سانس لیا۔
نادر اور اس کے چاروں ساتھی ملاک ہو چکے تھے۔

لیکن یہی سوچتے سوچتے اچانک عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔
اس کے ذہن میں ایک خیال آ گیا تھا۔ اور وہ حیران رہ گیا کہ کیا واقعی اس کی کھوپڑی کی بیڑی نیل ہو چکی تھی کہ اس سے پہلے اس بات کا اُسے خیال نہ آیا تھا۔ اس نے اس دیوار کے ساتھ موجود جس سے مائیکل کی آواز سنائی دے رہی تھی ایک طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر جیسے ہی اس کے ساتھی ایک طرف بیٹھے اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شیبن گن کا رخ عین اس جگہ کیا جہاں سے چند لمحے پہلے مائیکل کی آواز سنائی دے رہی تھی اور ٹیگر دبا دیا۔ فائرنگ کی تیز آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔ اور دوسرے کمرے گولیوں کی بوجھاڑ نے دیوار کے اس حصے کا پلستر اکھاڑ دیا۔ اب اندر ایک چوکور ڈبہ صاف نظر آ رہا تھا جو برسی طرح ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ یہ وہ رسیور تھا جس سے آواز کے ساتھ ساتھ شاید یہاں کا منظر بھی کسی سکرین پر چیک کیا جاتا تھا۔

جوانا ادھر آؤ یہاں کھڑے ہو جاؤ۔ عمران نے جوانا سے کہا اور جوانا اس ڈبے کے عین نیچے کھڑا ہو گیا۔ ڈبہ کافی بلندی پر تھا۔

عمران تیزی سے اچھلا اور پھر وہ جوانا کے کاندھوں پر چڑھتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب ڈبہ اس کے سینے کے سامنے تھا۔ عمران

نے مشین گن کی مال اس ٹوٹے ہوئے ڈبے کے اندر دیکھ کر ایک بار پھر فریغ مچا دیا۔ اس کے بعد کوزور ورنجے گئے۔ سیکن نزدیک سے فائرنگ کا یہ فائدہ ہوا کہ توٹے ہوئے ڈبے کے مزید پرچھے اڑ گئے۔ اور اب وہاں چوکور ڈبے جتنا خلا سا بن گیا۔ جس کی دوسری طرف آسمان نظر آنے لگا گیا تھا۔ سیکن یہ جگہ اتنی تنگ تھی کہ وہاں سے ملی کا بچہ تو گزر سکتا تھا۔ انسان بہر حال نہ گزر سکتا تھا۔ عمران نے ہاتھ آگے بڑھایا اور شیبن گن کو باہر نکال کر اس نے اس کا ٹیگر دبا دیا۔ گولیاں فضا میں بلند ہونی شروع ہو گئیں۔ لیکن اُسی لمحے شیبن گن کے اس حصے پر جو باہر تھا۔ ایک زوردار دھک لگا اور دوسرے لمحے شیبن گن اس کے ہاتھ سے نکل کر باہر کہیں جا گئی۔ اس کے دھکے کی آواز سنائی دی اور اس نے بعد خاموشی سی چھائی۔ عمران چند لمحے خاموش کھڑا رہا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ باہر کی طرف بڑھایا۔ اس کا ہاتھ دیوار کے اس خلا کے چاروں طرف ٹیٹھلنے لگا اور چند لمحوں بعد اس کی آنکھیاں کسی موٹی سی تار سے ٹکرائیں۔ عمران نے اپنے ہاتھ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ اس کے ناخنوں سے بلیڈ باہر کو نکل آئے۔ اور اس نے ان بلیڈوں کی مدد سے اس موٹی سی تار کو کاٹنا شروع کر دیا۔ ابھی اُسے یہ حرکت کرتے ہوئے ایک ہی لمحہ گزرا ہو گا کہ اس کے جسم کو اس قدر زوردار جھٹکا لگا کہ وہ سنبھل نہ سکا اور نیچے گرا۔ لیکن قلابازی کھاکر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

”کیا ہوا؟“ سب نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

سے مائیکل کی چھٹی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک لمحے کے لئے فائرنگ بند ہو گئی۔۔۔ عمران ابھی ذرا سا آگے کی طرف کھسکا تھا کہ اچانک کوئی چیز اڑتی ہوئی دروازے سے اندر آئی۔ اُسی لمحے عمران کی سائیڈ میں کھڑا ہوا جو مان بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا۔ اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بجلی کوندی ہو۔ دروازے سے اڑ کر اندر آنے والی چیز ایک لمحے کے لئے جو مان کے ماتھے میں نظر آئی۔ دوسرے لمحے جو مان جیسے اڑتا ہوا مقابل کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور پلک بھینکے میں دروازے کے باہر ایک خون ناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی جیسے جنوں کا طوفان سا برآمد ہوا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ جو مان نے حیرت انگیز پھرتی اور مہارت کا ثبوت دیا ہے اور اڑ کر اندر آتے ہوئے ہم کو نہ صرف کچھ کر لیا بلکہ نپک بھینکے میں اُسے واپس باہر بھی بھینک دیا تھا۔۔۔ یہ پھرتی۔ تیزی اور مہارت کی ایسی شاندار مثال تھی۔ کہ عمران جیسے آدمی کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

دھماکہ ہوتے ہی عمران اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر اس نے دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی۔ چار افراد کی لاشوں کے ٹکڑے اڑ چکے تھے۔ عمران باہر نکلتے ہی کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا سامنے ایک برآمدے کے ستون کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔ اڑتے ہوئے اس کے جسم نے ذرا سا جھکوا لکھا یا کھٹا۔ اور اس جھکاوے میں وہ ایک لاش کے پاس پڑھی ہوئی شین گن اٹھا کر ستون کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اور پھر اس نے کسی لٹو کی طرح

گھوم کر شین گن کے فائر تینوں اطراف میں کئے اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک زوردار چھلانگ لگائی اور انہیں کراہت اور ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ اس بار دائیں طرف سے فائرنگ کی آوازیں گونجیں اور گولیاں عین اس ستون پر پڑیں جو مان ایک لمحہ پہلے عمران موجود تھا۔ اُسی لمحے عمران نے دوبارہ فائرنگ اور دائیں طرف سے دو چھین بلند ہوئیں۔ اور پھر بجائے ہوئے قدموں کی آوازیں بائیں اور دائیں دونوں اطراف سے بلند ہوئیں۔ لیکن اُسی لمحے کچھ فاصلے پر فائرنگ کی آوازیں بلند ہوئیں اور ایک بار پھر انسانی پنجوں سے عمارت گونج اٹھی۔ اب عمران کے ساتھ بھی باہر آچکے تھے۔ صفر راد کرپشن تشکیل نے بھی ہم سے ملاک ہونے والوں کی سٹین گنیں اٹھالی تھیں۔ اور عمران فائرنگ کرتا ہوا تیزی سے اس طرف بڑھا جہاں اب بھی فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک چھٹی ہوئی آواز سنائی دی۔

”پرنس۔۔۔ تم کہاں ہو۔ میں نادہوں۔ ہم نے کئی آدمیوں کو مار گرایا ہے۔“ اور عمران نے آواز پہچان لی یہ اس کے دوست نادر کی بھتی۔

”میں پرنس بول رہا ہوں۔ ہم ادھر ہیں۔“ عمران نے اونچی آوازیں کہا۔ اور دوسرے لمحے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں ادھر آئی سنائی دیں۔ چند ہی لمحوں بعد عمران نے نادر کو ماتھے میں سٹین گن پکڑے ایک برآمدے سے منہ دے رہے ہوئے

عمران نے مڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ سب تیزی سے دوڑ کر عمارت میں پھیل گئے۔
اُسی لمحے باہر سے پولیس کی سیٹیوں اور کٹریوں کے سُرور کی آوازیں گونجیں۔

”پرنس نکل چلو۔ پولیس آگئی۔“ نادر نے یہ آوازیں سنتے ہی تیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔

”رک جاؤ مسٹر نادر۔“ میں کیپٹن تمیزی یہاں موجود ہوں پولیس کو میں سنبھال لوں گا۔“ اچانک کیپٹن تمیزی نے ایک طرف سے نکلے ہوئے کہا۔ اور نادر کیپٹن تمیزی کو دھاوا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیوں کہ اُسی کی دجہ سے وہ اپنا اڈہ چھوڑ کر اس علاقے میں آچھا تھا۔

”فکر نہ کرو۔ کیپٹن صاحب اب میرے شاگرد ہو چکے ہیں۔“ عمران نادر کی الجھن سمجھ گیا تھا اس لئے اس نے اس کا ہاتھ دبا کر اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اور نادر مسکرا کر رگ گیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات پھیل گئے تھے۔

دوسرے لمحے پولیس کے بے شمار سپاہی اندر داخل ہوئے۔ اور انہوں نے ان سب کو ہینڈز اپ کرنے کا حکم دیا اور انہیں ان سب کی طرف تان دیں۔

میں مقامی سیکرٹ سروس کا چیف کیپٹن تمیزی ہوں۔ ہتھارا اِنچارج کون ہے۔ کیپٹن تمیزی نے جیتے جوتے

”میں پرنس ہوں نادر۔“ عمران نے چنچ کر کہا اور ستون کی آڑ سے باہر آگیا۔ اس نے جان بوجھ کر یہ فقرہ کہا تھا۔ کیوں کہ اس وقت وہ کرمل ہیرنگ کے میک اپ میں تھا۔ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں نادر اُسے نہ پہچانتے کی دجہ سے اُسے بھی ایف ڈی کا آدمی سمجھ کر گولی چلا دے۔

اور پھر نادر دوڑ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔
”آپ بخیریت میں پرنس۔“ ہم نے تقریباً دس آدمیوں کو مار کر مارتے۔ اس بار میں تھپ تھپ کر اندر آیا تھا۔ پھر میں نے ادھر فائرنگ کی آوازیں سنیں اور اس کے بعد تقریباً دس افراد کو بھاگ کر اپنی طرف آتے دیکھ تو میں نے اور میرے ساتھیوں نے فائر کھول دیا۔ اور افراد فز میں بھاگتے ہوئے دسوں کو مار کر لایا۔ نادر نے قریب آ کر کہا۔

”تم اپنے خلع میں بیچ گئے تھے۔ میں تو سمجھا تھا کہ برقی بھٹی میں پہنچ گئے ہو گے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں پرنس۔“ میرے ساتھی جیسے ہی مرے مجھے اپنے احمقانہ اقدام کا احساس ہو گیا۔ میں تیزی سے مڑ کر باہر نکل گیا۔

مجھے افسوس ہے کہ اب کے دوسا تھی۔ اسے۔ یہ تو موجود ہیں۔“ نادر نے چونکتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ اس کی

”ظہور نے عین اُسی لمحے جوزف اور جوانا کو دیکھ لیا تھا۔“ سب پھیل جاؤ۔ اور چیک کر دو کی مجرم رہ تو نہیں گیا۔“

کہا۔ اور سپاہی اس کی آواز سنتے ہی ٹھٹھک گئے۔ دوسرے لمحے ایک پولیس انسپکٹر تیزی سے کیپٹن تیزی کی طرف بڑھلا۔ قریب آکر اس نے جب کیپٹن تیزی کو پہچانا تو اس کی ایڑیاں سچ گھسیں اور ہاتھ سیلوٹ کے لئے اٹھ گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی سپاہیوں نے بھی اپنی رائفلیں نیچی کر لیں۔

دوسرے روز جب اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے چیخ چیخ کر اسرائیل کی خوف ناک تنظیم فیس آف ڈیٹھ کے مکمل خاتمے کی خبریں عوام تک پہنچائیں۔ تو بھاشانہ کے سہجے ہوئے عوام کے ہر دل پر مسرت کے بے شمار رنگ بکھر گئے۔ اور بھاشانہ کے عوام رقص کرتے ہوئے اپنے گھروں سے باہر آگئے۔ پورے ملک میں ایسے جشن کا سماں پیدا ہو گیا۔ وزیر خارجہ سر داہد حسین نے عمران کے کہنے پر ایف۔ ڈی کے خاتمے کی کارکردگی کا تمام سہ ماہی سیکرٹ سروس کے چیف کیپٹن تیزی کے سر ہاندھ دیا تھا۔ اور اپنے ہی ملک کی سیکرٹ سروس کی اس شاندار کارکردگی پر بھاشانہ کے عوام اور بھی زیادہ خوش ہو گئے۔ ٹیلی ویژن پر تمام تفصیل بتائی گئیں کہ ایف۔ ڈی نے کس طرح آئل ڈپو تباہ کرنے کا پلان بنایا تھا اور سیکرٹ سروس

پوری ایف۔ ڈی میں سے صرف وہی نمبر بچا تھا۔ وہ نہ باقی سب جو کہ جو گئے تھے۔ رید آرمی کے ہیڈ کوارٹر سے ہی کرنل سمیرن در میجر میرس کے ساتھ ساتھ اس کے دو اور ساتھیوں کی لاشیں بھی برآمد کی جا چکی تھیں۔

اس وقت پرینڈیٹ باؤس کے خصوصی کمرے میں عمران اور تنویر اور اس کے تمام ساتھی خصوصی طور پر مدعو تھے۔ ان سب کا تعارف صدر مملکت سے پانچ شیا کی ایک خفیہ تنظیم فاسٹ ڈیٹھ کے طور پر کیا گیا تھا۔ کیوں کہ عمران نہ چاہتا تھا کہ وہ بطور ممبر سیکرٹ سروس سامنے آئیں۔ تنویر بطور لیڈ فاسٹ ڈیٹھ سینہ پھلائے بیٹھا تھا۔ کیپٹن تیزی جواب میجر ہو چکا تھا۔ وہ بھی دیاں موجود تھا۔ وزیر خزانہ سردار واجد حسین کا چہرہ مسرت سے گل مار رہا تھا۔ وہ بار بار عمران اور فاسٹ ڈیٹھ کے ارکان کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے وہ انسانوں کی بجائے مافوق الفطرت لوگ ہوں۔

چند لمحوں بعد صدر مملکت تشریف لائے اور انہوں نے بھی فرداً فرداً عمران، تنویر اور اس کے ساتھیوں کا بے حد شکریہ ادا کیا۔ اور ان کی کارکردگی کی اس حد تک تعریف و توصیف کی کہ انہیں شرم سی آنے لگ گئی۔

”جناب۔ آپ تو جا رہی تعریف اس طرح کر رہے ہیں جیسے ہم میں مارغاں سے بڑھ کر بچاس مارغاں بن گئے ہوں۔“
عمران نے شرمیلے لہجے میں کہا۔ اور وزیر خزانہ کے ساتھ ساتھ صدر مملکت بھی جنس پڑے۔

نے کس طرح اپنی جانوں پر کھیل کر یہ پلان ختم کیا اور کچھ طرح سیکرٹ سروس نے ٹرانسمیٹر کال کی مدد سے ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کا سراغ لگایا۔ اور پھر خوف ناک جنگ لڑ کر انہوں نے اس مشین کو تباہ کر دیا جس کے ذریعے پادریاؤں کو آڑا کر بھاشا نہ کو محاشی طور پر مفلوج کر دینا چاہتے تھے۔ آئل ڈپو کے قریب زرعی فارم سے ملنے والی ایف۔ ڈی اور رید آرمی کے افراد کی لاشوں کے ساتھ ساتھ راج موٹی کمرشل سٹرکی عبقی عمارت سے ملنے والی لاشوں اور اس عمارت کے اندر دنی حصوں کو پوری تفصیل سے ٹیلی ویژن پر دکھایا گیا۔ ہیڈ کوارٹر سے ایسی دستاویزات بھی مل گئی تھیں جن سے صاف ظاہر تھا کہ یہ سازش اسرائیل اور کافرستان کی مشترکہ سازش تھی۔ اور اس کا مقصد بھاشا نہ اور پانچ شیا کی کنفیڈریشن کے منصوبے کو سبوتاژ کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت کا خاتمہ تھا۔ اور اپنی مرضی کی حکومت لے آئی تھی۔ اس دستاویز میں بھاشا نہ کے ان سیاست دانوں کے نام بھی موجود تھے جنہیں وہ برسر اقتدار لانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان سیاست دانوں کو بھی ملک کے خلاف سازش اور غداری کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ہیڈ کوارٹر سے مائیکل زخمی حالت میں ایک طرف بڑا ہوا ملا تھا۔ اور ڈاکٹروں نے سر توڑ کوشش کر کے اس کی زندگی بچا لی تھی۔ اور مائیکل اب ہوش میں آچکا تھا۔ اُسے ایک خصوصی ہسپتال کے پیشل وارڈ میں رکھا گیا تھا۔

”آپ حضرات کی کارکردگی ہی ایسی ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کو یہیں روک لوں۔ پاکشیا واقعی ایک خوش قسمت ملک ہے جسے آپ جیسے جیلے میسر آگئے ہیں۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”جناب۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میجر تمیزی صاحب میرے شاگرد بن چکے ہیں۔ انہوں نے ابھی تک نہ مٹھائی کھلائی ہے اور نہ ہی مجھے تیس گز کی گڑھی بندھوائی ہے۔ اس کے باوجود میں نے انہیں اپنا شاگرد تسلیم کر لیا ہے۔ ادا آپ کو تو معلوم ہے کہ آج کل شاگرد استادوں کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ پاکشیا جاتے ہی میں اپنے کانوں کا ہیمہ کرا لوں گا۔ اور دوسری بات یہ کہ جلد ہی کنفیڈریشن کے ذریعے پاکشیا اور بھاشا نہ ایک ہو جائیں گے تو ہم بھی گھر کی مرغی بن جائیں گے۔“ عمران نے کہا اور صدر مملکت جو شاید پوری زندگی میں کبھی اس طرح کھل کھلا کر نہ منبے ہوں گے بے اختیار آجپوں پر تھپتھپ مار کر جھٹکتے رہے اور سر ملاتے رہے۔ ان کے مننے کا انداز بالکل بچوں جیسا تھا جسے اچانک اپنا پسندیدہ ترین کھلونا تھپتھ میں مل گیا ہو۔

”سر۔ ایک بات اور ہے۔ کافرستان نے اپنی فوجیں ہماری سرحدوں پر ڈالی جوئی ہیں۔ ہمیں خطرہ ہے کہ وہ اپنی اس سازش کے ناکام ہوتے ہی کہیں ہم پر حملہ نہ کر دے۔“ اچانک میجر تمیزی نے کہا۔

”نہیں میجر۔ ہم نے اس خطرے کا سد باب کر لیا ہے۔“ ایف۔ ڈی کی ناکامی کی تفصیلات کا اعلان کرنے سے پہلے ہم نے اپنے حلیف ممالک اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو ان دستاویزات کے بارے میں آگاہ کیا۔ اور ان سے اس خدشے کا اظہار کیا تو اقوام متحدہ اور ہمارے حلیف ممالک نے کافرستان کو کھل کر دھمکی دے دی کہ اگر بھاشا نہ پر حملہ کیا گیا تو یہ حملہ بھاشا نہ پر نہیں بلکہ شوگرگان۔ پاکشیا۔ اور تمام اسلامی ممالک کے خلاف سمجھا جائے گا۔ اور کافرستان کے حکام نے تحریری حلف نامہ داخل کر دیا ہے کہ ان کا حملہ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اس لئے اب ان کی طرف سے کسی حملے کا کوئی خدشہ نہیں ہے۔ ہم جلد ہی حالات درست ہوتے ہی کنفیڈریشن کا بھی اعلان کر دیں گے۔ اور اس کے بعد یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ ویسے مزید احتیاط کے طور پر شوگرگان نے بھی فوری طور پر اپنی فوجیں کافرستان کی سرحدوں پر ڈال دی ہیں۔ جس سے کافرستان دباؤ میں رہے گا۔“ صدر مملکت نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ ایک اور اہم بات باقی رہ گئی ہے۔ ایف۔ ڈی کی طرف سے نصب کردہ ہم ابھی تک پادرمائوس کی کسی مشین میں نصب ہے۔ گو ہم نے اس کی آپریٹنگ مشین تباہ کر دی ہے۔ پھر بھی اس خوف ناک بم کو اس مشین سے علیحدہ کرنا انتہائی ضروری ہے۔“ عمران نے یک لخت سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور اس کی بات سنتے ہی وزیر خارجہ، صدر مملکت کے ساتھ ساتھ باقی سب

کے چہرے بھی ایک لذتِ سنجیدہ ہو گئے۔
 ”ادھ۔ ہم تو اس اہم ترین مسئلے کو بھول ہی گئے تھے۔ ادھ یہ تو انتہائی خطرناک ہے۔ پورے پاور ہاؤس کو تو روکا نہیں جاسکتا۔ اگر کس طرح وہ ہم ٹریس کیا جائے گا اور علیحدہ کیا جائے گا؟“
 صدر مملکت کا ہجو یک لخت انتہائی سنجیدہ اور تشویش انگیز ہو گیا تھا۔

”یہ تو بہر حال آپ کو کرنا ہو گا۔ ورنہ کسی بھی لمحے ہو سکتا ہے مشین کی کسی مخصوص گردش کی بنا پر یہی وہ بم بھیٹ جائے۔“ عمران نے کہا اور اس کی یہ بات سن کر تو صدر مملکت اور وزیر خارجہ دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے۔ اب انہیں خطرے کا صحیح احساس ہو رہا تھا۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس خیال نے بھی ان کے جسموں سے خون نچوڑ لیا ہو۔ ایف۔ ڈی تو ختم ہو چکی تھی لیکن یہ بم والا خطرہ تو اتوار کی طرح ان کے سردوں پر لٹک رہا تھا۔
 ”میجر تمیزی۔“ آپ بتائیں کس طرح اس بم کو نکالا جائے۔
 آپ سیکرٹ سروس کے چیف ہیں۔“ صدر مملکت نے میجر تمیزی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”س۔۔۔ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ پاور ہاؤس کو ہنگامی طور پر بند کیا جائے اور پھر اس کی ایک ایک مشین کو کھول کر چیک کیا جائے۔“ میجر تمیزی نے الٹ الٹ کر کہا۔
 ”آپ کے جو اس درست ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ پورے

بھاشانہ کو کبھی اسی پاور ہاؤس سے سپرد نہ ہو۔ یہی ہے۔ ورنہ تو اسے بند نہیں کیا جاسکتا۔ اور پھر آپ کہہ رہے ہیں تم مشین کھولی جائیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر ماہ تک پاور ہاؤس بند رہے۔ اور اس کی مشینیں بھی کھل کر تباہ ہو جائے۔ کروڑوں روپوں روپے کا نقصان الٹ نہیں۔ اس سے بڑا نقصان اقام اور کیا ہو سکتا ہے۔“ صدر مملکت نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا اور میجر تمیزی نے شرمندہ سے لہجے میں سر جھکا لیا۔

”عمران صاحب۔ آپ ہی کوئی حل نکالیں۔“
 وزیر خارجہ نے کہا۔

”جناب۔ فاسٹ ڈیجیٹ اور اس کے ڈھین لیڈر یہاں موجود ہیں۔ ان کے سامنے میری کیا بساط ہے کہ میں کوئی ترکیب سوچ سکوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور توہید اور جولیا اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگے۔
 ”ارے ارے۔ مجھے کیوں گھورتے ہیں آپ۔ کوئی تجویز بتائیں۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہاں مسٹر لیڈر۔“ آپ فاسٹ ڈیجیٹ جیسی تنظیم کے لیڈر ہیں۔ آپ یقیناً اس کا کوئی حل سوچ لیں گے۔ پلیز یہ بھاشانہ کی سلامتی کا مسئلہ ہے۔“ صدر مملکت نے اس بار توہید سے مخاطب ہو کر کہا اور توہید خاموش بیٹھا بے بسی سے ہونٹ کاٹتا رہا۔ اُسے بھلا کیا ترکیب سمجھیں آئی تھی۔

"ایک حل ہے۔ وہ مائیکل ابھی زندہ ہے۔ اُس سے معلوم کیا جائے۔" اچانک صفدر نے کہا۔
 "لیکن مائیکل کی حالت انتہائی تشویش ناک ہے۔ اگر اس پر تشدد کیا گیا یا دباؤ ڈالا گیا تو وہ یقیناً ختم ہو جائے گا۔" اور دوسری بات یہ کہ مائیکل تو صرف تمام لیڈروں کے خاتمے کے بعد ایف۔ ڈی کالیڈرین جیٹھا تھا۔ وہ نہ میرے خیال میں تو اس کی اتنی حیثیت بھی نہ تھی کہ اُسے کمرل چارلس نے اس اہم ترین راز کے متعلق کچھ بتایا بھی ہو۔ عمران نے فوراً کہا اور اس کی بات کا وزن محسوس کرتے ہی سب کے چہرے ٹپک گئے۔

"پلیز۔" عمران صاحب۔ آپ ہی کچھ سوچئے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ اب صفدر مملکت نے عمران سے مخاطب ہو کر بڑے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔

اور ساتھ ہی وزیر خارجہ نے بھی لجاجت آمیز لہجے میں درخواست کرنی شروع کر دی۔ پیپر پریزی کے ساتھ ساتھ تنویر جو لیا اور باقی ساتھی بھی امید بھری نظروں سے عمران کو دیکھنے لگے۔ جیسے عمران ابھی جیب سے بم نکال کر صفدر مملکت کے سامنے رکھ دے گا۔

"جناب صفدر صاحب۔ آپ تو خواہ مخواہ پریشان ہو گئے یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے۔ اس کا تو بڑا سیدھا سا دھسا حل ہے۔" عمران نے کہا۔

اور سب کی آنکھوں میں حیرت کی جھلکیاں ابھرائیں۔ وہ جس

مسئلے پر اس قدر پریشان ہو رہے تھے۔ عمران سے بڑا تھکان کھ رہا تھا۔

"کیا حل ہے۔" صفدر مملکت نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ سب کی نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔ جس کے چہرے پر شہادت آمیز مسکراہٹ رنگ رہی تھی۔

"استغناء کرنا پڑے گا کہ کس مشین میں وہ بم فٹ کیا گیا ہے۔ بس اس مشین کو چند لمحوں کے لئے روک دیجئے اور بم باہر نکال لیجئے۔" عمران نے بڑے محسوس سے لہجے میں کہا۔ اور صفدر مملکت یوں ہونٹ کھٹکے جیسے وہ بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کر رہے ہوں۔

"شٹ اپ۔" تمہیں احساس ہی نہیں ہے کہ یہ کس قدر اہم مسئلہ ہے۔ اور تم مذاق کر رہے ہو۔ تمہیں شرم آنی چاہیئے۔ جو لیا سے نہ رہا گیا تو وہ غصے سے پھٹ پڑی۔

"آ رہی ہے۔ بہت آ رہی ہے۔" عمران نے منہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"کیا آ رہی ہے۔" جو لیا نے چونک کر کہا۔

"شرم پہلے تو شاید اتنی نہ آتی۔ لیکن اب تمہارے کنبے کے بعد تو بہت آ رہی ہے۔" عمران نے بڑے محسوس سے لہجے میں کہا۔

"پلیز۔" عمران صاحب۔ یہ درست ہے کہ آپ نے ایف۔ ڈی کا خاتمہ کر کے ہم پر احسان کیا ہے لیکن....."

صدر مملکت نے انتہائی سخت لہجے میں کہا، اور غصے کی شدت سے وہ اپنا فقرہ بھی پورا نہ کر سکے۔ اس قسم کے مذاق کے وہ شاید کبھی عادی نہ رہے تھے۔

جناب۔۔۔ آپ ناراض کیوں ہوتے ہیں۔ میں نے استخارہ بھی کر لیا ہے۔ وہ فاضل منگو ایسے جو الیف۔ ڈی کے جیڈ کو آرٹریس دستیاب ہوئی ہے۔۔۔ عمران نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

فاضل۔ اس فاضل میں کیا ہے۔۔۔ صدر مملکت نے چونکتے ہوئے کہا۔

اس میں وہ منتر لکھا ہوا ہے جس کو پڑھنے سے ہم خود بخود باہر آجائے گا۔۔۔ عمران نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔ اب اس کا لہجہ بھی بے حد سنجیدہ تھا۔

اور صدر مملکت نے ایک جھنگے سے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کار سیور اٹھایا اور پی۔ اے کو وہ فاضل بھیجنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان نے بڑے مودبانہ انداز میں فاضل لا کر صدر مملکت کے سامنے رکھ دی۔ اور سلام کر کے واپس چلا گیا۔

”یہ لیجئے فاضل آگئی۔۔۔ صدر مملکت نے فاضل عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

عمران نے فاضل اٹھائی اور اُسے کھول کر پڑھنے لگا۔ سب کی نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔ اور عمران یوں اطمینان سے

فاضل پڑھنے میں مصروف ہو گیا تھا جیسے اس نے صبح س فاضل کے سلسلے میں امتحان دینا ہو۔ وہ کافی دیر تک فاضل کو دیکھتے رہا۔ اور پھر اس نے فاضل بند کر کے واپس میز پر رکھ دی۔

”سوری جناب۔ اس میں تو ہم کا کوئی نواہ نہیں ہے۔ عمران نے منہ جاتے ہوئے کہا۔ اور سب کے چہرے یک لخت لٹک گئے۔

”تو اب کیا ہوگا۔۔۔ صدر مملکت نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ وہ سخت پریشان دکھائی دے رہے تھے۔

عمران چند لمحوں خاموش بیٹھا انہیں دیکھتا رہا پھر یک لخت ہنس پڑا۔

”کمال ہے جناب۔ آپ تو واقعی بے حد پریشان ہو گئے ہیں جناب ایسی تو کوئی بات نہیں۔ اگر ہم الیف۔ ڈی اور ریڈاری جیسی تنظیم کا خاتمہ کر سکتے ہیں تو اس ہم کو باہر نہیں نکال سکتے۔ عمران نے مسکرتے ہوئے کہا۔

”لیکن کیسے۔ آخر کیسے۔۔۔ صدر مملکت نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ آپ کی فوج کے ہم اسکو اڈے کے پاس ایک آلہ ہوتا ہے۔ جسے عرف عام میں ٹریسر کہتے ہیں۔ یہ انفارمیشن کی مدد سے ہم کو ٹریسر کر لیتا ہے۔ اس آلہ کو لے جا کر پاور ہاؤس میں آ کر دیں تو وہ خود بخود بتا دے گا کہ ہم کہاں موجود ہے۔ اور پھر چند لمحوں بعد وہ ہم باہر آ سکتا ہے۔ عمران نے کہا۔

اور صدر مملکت یوں حیران ہو گئے جیسے عمران نے واقعی کوئی منتر بتا دیا ہو۔

”اوه۔۔۔ اوه۔۔۔ اگر ایسا ہے تو آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔۔“ صدر مملکت نے جھپٹ کر ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور پھر انہوں نے ہم اسکوڈ کے کمانڈر سے بات کرانے کا پی۔ اے کے کو حکم دیا۔ چند ہی لمحوں بعد کمانڈر لائن پر آ گیا۔ اور جب صدر مملکت نے ان سے اس آلے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ آلہ ہم اسکوڈ کے پاس موجود ہے صدر مملکت نے انہیں فوری طور پر حکم دیا کہ وہ ہم اسکوڈ کو لے جا کر یاد ہاؤس میں اس ہم کو ٹریس کریں اور اسے اس شین سے باہر نکال کر ضائع کر دیں۔ لیکن ہم اسکوڈ کمانڈر نے جب انہیں بتایا کہ اس میں ایک خطرہ رہتا ہے کہ انفارمیشن کو بے کار کرنے کے لئے نصب ہم مخصوص نوعیت کے بنائے جاتے ہیں۔ کہ جیسے ہی ان پر انفارمیشن پڑتی ہے تو وہ ہم بھٹ جاتا ہے۔ اس لئے جب تک ہم کی ساخت کے متعلق پوری طرح علم نہ ہو۔ اس آلے کا استعمال انتہائی خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ اور صدر مملکت کا چہرہ ایک بار پھر بھگ گیا۔ اور وہ عمران کی طرف دیکھنے لگے۔ عمران کے چہرے پر یہ مخصوص سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

”جناب۔۔۔ کمانڈر صاحب سے فرمائیے کہ وہ اس آلے کے ساتھ انٹی میگنٹم ریز بھینکنے والا آلہ اپنیج کر دیں۔ اس طرح انٹی میگنٹم ریز بھی انفارمیشن کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں۔ اور پھر ایسا کوئی خطرہ

باقی نہیں رہتا۔۔۔“ عمران نے کہا۔ اور صدر مملکت چند لمبے تک یوں حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے جیسے انہیں اس کے دماغ کی کارکردگی پر حیرت ہو رہی ہو۔ اور پھر انہوں نے یہی بات کمانڈر سے کہہ دی۔

”اوه سر۔۔۔ میں سر۔۔۔ واقعی سر۔۔۔ اس طرح تو خطرہ دور ہو جاتا ہے۔“ کمانڈر نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”آپ ہم اسکوڈ کے کمانڈر ہیں۔ آپ کو اس کے علم کیوں نہیں تھا۔۔۔“ صدر مملکت نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”سر۔۔۔ یہ جدید ترین تحقیق ہے۔ مجھے تو خیال نہیں آیا تھا سر۔۔۔“ کمانڈر نے شرمندہ منہ لہجے میں کہا۔

”جلدی کرو۔۔۔ اس ہم کو ٹریس کر کے اور اسے باہر نکال کر مجھے فوری اطلاع دو۔“ صدر مملکت نے کہا۔ اور رسیور رکھ دیا۔

حیرت انگیز۔۔۔ انتہائی حیرت انگیز۔۔۔ عمران صاحب آپ واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ آپ اتنا کچھ جانتے ہیں۔“ صدر مملکت نے رسیور رکھتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جناب۔۔۔ میرے باوجودی نے مجھے مونگ کی دال کھلا کھلا کر پورا سائنس دان بنادیا ہے۔ کیوں کہ اس نے کسی کتاب میں پڑھ لیا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا سائنس دان نیوٹن مونگ کی دال کھایا

عمران کو داد دے رہی ہو۔ جس نے بھاشا نہ کے صدر سے بتی اپنے آپ کو منوالیا تھا۔

صدر مملکت نے ہنستے ہوئے ایک بار پھر فرخندہ اسب کے شکریہ ادا کیا۔ اور پھر وہ اپنے لئے مخصوص دروازے کی طرف مڑ گئے۔

”بچ۔ جناب۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو۔۔۔۔۔“
ایٹانک عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور صدر مملکت بے اختیار ٹھٹھک کر مڑ گئے۔

”فرمائیے۔ فرمائیے۔ کیا بات ہے؟“
صدر مملکت نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”بچ۔ جناب۔ مجھے شرم آتی ہے۔“ عمران نے منہ نیچے کرتے ہوئے کہا۔

”شرم۔ شرم کس بات کی۔“ آپ کھل کر بات کیجیے۔
صدر مملکت نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”عمران۔ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔ چلو باہر۔“
ایٹانک جولیا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اُسے شاید خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ عمران جب عادت کوئی بکواس اُنسی کے متعلق کرے گا۔
”کمال ہے۔ یہ بکواس ہے۔ میری ٹانگوں میں اتنا دم نہیں ہے کہ اس قدر طویل فاصلہ پیدل طے کریں۔“ عمران نے منہ نہاتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب عمران صاحب۔ پیدل چلنے کا کیا مطلب؟“

”عمران نے مصحوم سے لہجے میں کہا اور صدر مملکت ایک بار پھر کھل کھلا کر ہنس پڑے۔“

اور جب تھوڑی دیر بعد ہم اسکو اڈکھا ڈرنے فون کر کے بتایا کہ ہم کو نہ صرف ٹریس کر لیا گیا ہے۔ بلکہ مشین سے باہر نکال کر ناکارہ بھی کر دیا گیا ہے۔ تو صدر مملکت اس قدر خوش ہوئے کہ اگر انہیں اپنی حیثیت کا خیال نہ ہوتا تو یقیناً وہ اٹھ کر رقص کرنا شروع کر دیتے۔

”بہت بہت شکریہ عمران صاحب۔“ بھاشا نہ آپ کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھے گا۔“ صدر مملکت نے اپنی کرسی سے اٹھ کر باقاعدہ عمران کے ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے اور بے اختیار اُسے چوم لیا۔

”ارے ارے جناب جولیا کے سامنے۔ جناب اگر کاش جولیا بھی۔۔۔۔۔“ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور جولیا نے یوں آنکھیں نکالیں جیسے ابھی پرس اس کے سر پر مار دے گی۔

”جناب۔ مجھے اب اجازت دیجیے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“
مس جولیا اب مسنہ والا انداز اپنانے ہی والی ہیں۔ عمران نے اٹھ کر دروازے کی طرف کھسکتے ہوئے کہا۔ اور جولیا نے شرمندہ انداز میں منہ پھیر لیا۔ صدر مملکت کی وجہ سے وہ بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو رکھے ہوئی تھی۔ لیکن ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر عجیب سے مسرت کے آثار بھی موجود تھے۔ جیسے

اس طرح پیسے مانگنے کی — کمرے سے بہتے ہی جو یہ نہ
آگئیں نکالتے ہوئے کہا۔

”میں نے سوچا چلو اس پہلے نہتے میں چیونٹہ کھنڈے کیے
تو بن ہی جائیں گے۔“ یقین کر دیا۔ کتنے عرصہ جو یہ نہ
چیونٹہ کی شکل تک نہیں دیکھی۔ عمران نے منہ بندتے ہوئے
کہا۔

”یہ تو میں دیتا ہوں تمہیں چیونٹہ کے پیسے۔“ اچانک
تذویر نے کہا۔ اور اس نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر عمران
کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ عمران پر
چوٹ کر رہا ہو۔

”ادہ۔ ادہ۔“ شکر یہ تذویر صاحب۔ بے حد شکریہ۔
دیکھا جویلا۔ کینچوسوں کی جیب سے رقم اس طرح نکلائی جاتی
ہے۔ اب تو مانتی ہو مجھے۔“ عمران نے کہا اور جویلا کے
ساتھ ساتھ سارے ساتھی ہنس پڑے۔ اور تذویر کٹ کر رہ گیا۔
کیونکہ واقعی پوری ٹیم میں وہ کینچوس مشہور تھا۔

”عمران صاحب۔ ایک سوال میرا بھی ہے۔“
اچانک صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سوال۔ ادہ معاف کرو۔ بڑی مشکل سے تو تذویر کی جیب
سے ایک نوٹ نکلا ہے۔ اب میں وہ تمہیں کیسے دے سکتا ہوں؟“
عمران نے منہ بندتے ہوئے کہا۔

”میں آپ سے خیرات نہیں مانگ رہا۔ یہ کام آپ کو ہی مبادک۔“

صدر مملکت عمران کی بات سن کر اور زیادہ حیرت زدہ رہ گئے۔
اب تو جویلا بھی حیرت بھرے انداز میں عمران کو دیکھنے لگی۔ بات
اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔

”جج۔ جناب۔ پہلے وعدہ کریں آپ ناراض نہیں ہوں
گے۔“ عمران نے کہا۔

”پہلیز۔ عمران صاحب۔ آپ فرمائیں۔ یقین رکھیں میرے
ٹوکیا بھاشا نہ کے آٹھ کروڑ عوام کے بس میں جو ہو گا آپ کی خاطر ضرور
پورا کریں گے۔“ آپ بھاشا نہ حکومت کے ہی نہیں بلکہ اس کے
آٹھ کروڑ عوام کے محسن ہیں۔ آپ کھل کر بات کریں۔“

صدر مملکت نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”جج۔ جناب۔ دایسی کی فکٹ کسے پیسے مل جائیں تو۔
دیے اگر آپ ناراض ہوں تو میں پیدل چلا جاؤں گا۔“ عمران
نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور صدر مملکت بے اختیار
ہنس پڑے۔

”کیوں ہمارے بے عزتی کراتے ہو۔ چلو باہر چلو۔“
جویلا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”بس جناب۔ اب کام ہو گیا۔ آپ تکلیف نہ کریں رس جویلا
کے ساتھ تو میں دنیا کے دو کمرے تک بھی پیدل جا سکتا
ہوں۔“ عمران نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ
گیا اور صدر مملکت ہنستے ہوئے واپس مڑ گئے۔

”میں ایک ٹو سے تمہاری شکایت کروں گی۔ کیا ضرورت تھی

میں تو یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اتنی آسانی سے ہم ٹریس ہو کر ناکارہ ہو سکتا تھا۔ اور آپ کو معلوم بھی تھا تو یہ کام آپ پہلے بھی کر سکتے تھے۔۔۔۔۔ صفدر نے خشک لہجے میں کہا۔

”خیر جانتے ہو صفدر کہسے کہتے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے انطاعیب سا سوال کر دیا۔

”خیر۔۔۔۔۔ ہاں خیر نیکی کو کہتے ہیں اور بڑائی کو شہر۔۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔۔“

صفدر نے اٹھتے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو جناب صفدر سعید صاحب۔۔۔۔۔ خیرات خیر کی جمع ہو گئی۔ تو اگر خیرات یعنی نیکیاں مانگنا مجھے مبارک تو تم اپنے ثمرات یعنی برائیاں مانگ لیا کرو۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

عمران نے جواب دیا اور صفدر کے ساتھ ساتھ اس کی اس عجیب و غریب توجیہ پر سب ساتھی ہنس پڑے۔ وہ سب اب جیکٹ کے قریب پہنچ چکے تھے جہاں ان کے لئے سرکاری کالیں پہلے سے موجود تھیں۔

”اچھا چلو۔۔۔۔۔ خیرات کا معنی نیکیاں ہی سہی۔ مگر میرے سوال کا جواب۔۔۔۔۔ صفدر نے جنتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ تمہارے سوال کے جواب کے لئے مجھے تمہیں بھی مونگ کی دال کھلانی پڑے گی۔ اور تم جنتے ہو آج کل دال کے لئے بڑا مال چلبیتے اور تو میرے دیا بھی ہے تو ہڈوٹا سا نوٹ۔ اب تم خود سوچو اس نوٹ میں تو دال جیسی گران قیمت چیز میسر نہیں آسکتی۔ بہر حال تم بھی کیا یا ذکر د گئے کہ میں نے سوال کیا اور

مجھے خیرات نہ ملی۔ تو جناب شہر مبارک صفدر سعید صاحب۔۔۔۔۔ وقت اس ہم کو دائر لیس آپرٹینگ مشین کے ساتھ کیا گیا۔ اور تم جانتے ہو کہ دائر لیس لہروں کی موجودگی میں غار میں نہ گھر اس ہم پر ڈالی جاتیں تو نتیجہ پاؤں اس کی بجائے مونگ کی دال کے ڈھیر کی صورت میں ہی نکلتا۔۔۔۔۔ عمران نے بہر کھڑی کار کی طرف بڑھتے ہوئے جواب دیا۔ اور صفدر کے چہرے پر شہر خیرات کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ کاش سیکرٹ سروس میں آنے سے پہلے وہ بھی سائنس میں ڈاکٹریٹ کر لیتا تو کھم از کھم ایسا سوال تو اس کے ذہن میں نہ ابھرتا۔

”وہ ہم اسکا ڈاکٹریٹ نہ تو کہہ رہا تھا کہ یہ جدید ترین تحقیقات ہے۔ آخر تم کیسے جدید ترین تحقیقات سے واقف ہو جاتے ہو۔“

جولیانے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”راز کی بات ہے جولیان۔ کسی اور کو نہ بتانا۔ دراصل میری ہی تحقیقات کو جدید تحقیقات کہا جاتا ہے جس طرح شاعر شاعری میں اپنے لئے تخلص رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح سائنس میں میرا تخلص جدید ہے۔۔۔۔۔ عمران نے نہ تو شہر مانہ سے انداز میں کہا۔ اور جولیان تو صرف ہنس پڑ ہی جب کہ باقی ساتھیوں کے حلقے سے بے اختیار تہقیر نکلی گئی۔ اور عمران یوں آنکھیں میھاڑ بھاڑ کر ان سب کو دیکھنے لگے جیسے ان کے اس طرح جنتے کی وجہ اسے سمجھ نہ آتی ہو۔ اور اس کے اس انداز پر ایک بار پھر ہنسنے لگے۔

ختم شد

عمران سے نہیں مل سکی منہ انسانیت بلجپ اور سحر انگیز یادگار ناول



بلیک ورلڈ

مصنف مظہر کلیم ایم اے

بلیک ورلڈ شیطان کا دنیا، شیطان اور اس کے کائناتوں کی دنیا جہاں سیاہ قوتوں کا راج ہے۔ جہاں انسانیت کے خلاف ہر سطح پر شیطانی انداز میں کام جاری رہتا ہے۔ پروفیسر البرٹ شیطانی دنیا کا ایک ایسا کردار جو شیطان کا نائب تھا اور جس نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے خاتمے کے لئے ایک خونخاک شیطانی منصوبے پر کام شروع کر دیا۔ یہ منصوبہ کیا تھا۔؟

ریمیس ایک ایسا جادوئی زیور جو صدیوں پہلے ایک شیطانی معبد کے پجاری کی ملکیت تھا اور پروفیسر البرٹ کو اس کی تلاش تھی۔ کیوں؟ وہ اس سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا

جہوتی ایک شیطانی قوت جو انتہائی خوبصورت عورت کے روپ میں عمران سے ٹکرائی اور اس کا دعویٰ تھا کہ عمران اس کی شیطنیت سے کسی صورت بھی نہ بچ سکے گا۔ کیا واقعی ایسا ہوا۔؟ کیا جہوتی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔؟

بلیک ورلڈ جس کے مقابل عمران مجوزف، جو انارڈ ٹائیگر سمیت جب میدان میں اترتا تو عمران کو پہلی بار احساس ہوا کہ بلیک ورلڈ کی شیطانی قوتیں کس قدر طاقتور اور خونخاک قوتوں کی ہانگ ہیں

بلیک ورلڈ ایک ایسی پراسرار سحر انگیز اور فوجی دنیا جس کا معنی ہم سے ہٹ کر تھا۔

بلیک ورلڈ جس کی پراسرار اور انوکھی قوتوں کے متعلق ہم کو کچھ نہ تھا۔

جہد جہد کرنی پڑی۔ انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز کی جہد جہد۔ وہ لمحہ جب عمران اور اس کے ساتھی شیطانی قوتوں کے خونخاک جیش میں پھنس کر رہ گئے اور ان کے بچ نکلنے کی کوئی راہ باقی نہ رہی۔ یہ عمران اور اس کے ساتھی شیطانی قوتوں کا شکار ہو گئے۔ یا؟

بلیک ورلڈ جس کے خلاف طویل جہد جہد کے بعد آخر کار ناکامی ہی عمران کا مقدر رہی۔ کیوں اور کیسے؟ کیا واقعی عمران ناکام ہو گیا تھا۔ یا؟

بلیک ورلڈ جس کے خلاف کام کرتے ہوئے عمران کو عام دنیاوی اسلحے کی بجائے قطعی مختلف انداز کی طاقت کا سہارا لینا پڑا۔ وہ طاقت کیا تھی؟

قطعی مختلف انداز کی کہانی۔ انتہائی منفرد انداز کی جہد جہد تھیر اور سحر کی فسون کاریوں میں لپیٹی ہوئی ایک پراسرار دنیا کی کہانی ایک ایسا ناول جو اس سے قبل صفحہ قرطاس پر نہیں ابھرا

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور یادگار ایڈیٹر کہانی

ڈیزرٹ کمانڈوز مکمل ٹاولی

(مصنف مظہر کلیم ایف)

ڈیزرٹ کمانڈوز خونخاک صحرا میں موجود یہودیوں کی اہم ترین لیبارٹری کے محاذ پر۔
ڈیزرٹ کمانڈوز جنہیں خاص طور پر علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خاتے
کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

کرنل اباگر ڈیزرٹ کمانڈوز کا چیف۔ جو چاہتا تھا کہ ایک بار عمران اپنے ساتھیوں
سمیت اس کے مقابل آجائے اور جب اس کی خواہش پوری ہوئی تو؟

ڈاکٹر درانی پاکیشیا کا قاتل فخر سائمنڈن جسے یہودیوں نے اغوا کر کے صحرا میں موجود
اپنی لیبارٹری میں پہنچا دیا کیوں؟

ڈیٹھ آف فیوچر ایک ایسا خونخاک ہتھیار جو اس لیبارٹری میں تیار کیا جا رہا تھا اور
جب عمران اپنے ساتھیوں سمیت اس لیبارٹری کو تباہ کرنے نکلا تو؟

وہ لمحہ جب عمران اپنے ساتھیوں سمیت طوفانی صحرا میں اس طرح پھنس گیا
کہ زندگی بچانا ناممکن ہو گیا۔؟

وہ لمحہ جب عمران اور اس کے ساتھیوں کے سروں پر کرنل اباگر قبر بن کر
ٹوٹ پڑا۔

ڈیزرٹ کمانڈوز اور عمران اور اس کے ساتھیوں کے درمیان ہونے والی ایک
ایسی جنگ کہ ریت کے ذرے بھی خوف سے اپنی جگہ کھو بیٹھے۔

عمران جب اپنے ساتھیوں سمیت ڈیزرٹ کمانڈوز کے مقابلے پر آیا تو پھر
ریت کے ٹیلوں پر ایک ایسی ہولناک، ذہنی اور جسمانی جنگ کا آغاز ہو گیا جس کا
انجام انتہائی عبرت ناک تھا۔؟

وہ لمحہ جب اسرائیل کا صدر عمران کا نام سنتے ہی دہشت سے بے ہوش
ہو گیا۔ کیوں؟

ڈیزرٹ کمانڈوز اور عمران کے درمیان ہونے والی اس خونخاک جنگ کا کیا
انجام ہوا۔؟

کیا عمران، ڈاکٹر درانی کو چھڑانے اور لیبارٹری کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گیا
یا

اس کی اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ریت میں دفن ہو
کر رہ گئیں۔

انتہائی تیز رفتار ایکشن عصاب شکن سنس



لمحہ لمحہ تیزی سے بدلتی ہوئی پھولیں

ایک یادگار ایڈیٹر کہانی

شائع ہو گئی ہے

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

مکمل ناول

گنجابھکاری

مصنف مظہر کلیم ایم اے

بھکاریوں کی دنیا جہاں جرائم پرورش پاتے ہیں۔

گنجابھکاری جس نے عمران کو بھی بھکاری بننے پر مجبور کر دیا۔

کیپٹن کلیل، صدر، جولیا اور تویر بھکاریوں کے روپ میں۔

عمران بھکاری بن کر سلیمان سے بھیک مانگتے جاتا ہے۔

تمہقہ ہی تمہقہ

وہ گنجابھکاری جاسوس تھا، مجرم تھا یا صرف بھکاری؟

ایک حیرت انگیز، سنسنی خیز اور ایکشن سے بھرپور جاسوسی ناول

شائع ہو گیا ہے

آج ہی اپنے قریبی بک شال یا
براہ راست ہم سے طلب کریں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

"سلور گرل" کے بعد عمران میرز میں ایک اور خصوصی پیشکش

حصہ نمبر

شلماک

مصنف مظہر کلیم ایم اے

شلماک جسے پوری دنیا میں سب سے زیادہ خوفناک اور ناقابل تسخیر مجرم سمجھا جاتا تھا۔

شلماک جو حکومت اور انٹیلی جنس کے سامنے کھلے عام زندہ مٹا پھرتا تھا مگر کسی میں

اس کی طرف نیزھی آنکھ سے دیکھنے کی جرات نہ تھی۔

شلماک جو بات کرنے سے پہلے گولی چلانے اور انگلی اٹھنے سے پہلے ہاتھ کاٹ

دیتا تھا۔

شلماک وہ خوفناک مجرم جس نے علی عمران اور کرنل فریدی جیسے دو عظیم جاسوسوں

کو اپنے منہ نوچنے پر مجبور کر دیا۔

شلماک جو عمران اور کرنل فریدی کی ذہانت اور وقار کے لئے کھلا چیلنج بن گیا۔

شلماک جس نے کرنل فریدی کو شکست دینے کے لئے قاسم کو اپنا آلہ کار بنایا اور

قاسم شلماک کی شہ پر فریدی سے ٹکرا گیا۔

کیا واقعی شلماک کے مقابلے میں کرنل فریدی اور علی عمران نے شکست تسلیم کر لی؟

شلماک، علی عمران، گرانیٹل قاسم، کرنل فریدی، کیپٹن حمید، زیرو سروس اور

پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خوفناک اور لرزہ بہ اندام ٹھکراؤ

شائع ہو گیا ہے

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان